بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی مقبول و معروف دینی درسگاہ جامعہ نظامیہ

شعبہ نشر واشاعت جامعہ نظامیہ حیدرآباد الهند

فون: ۲۴۴۱۶۸۴۷، ۲۴۵۷۶۷۷۲ فیاکس: ۲۴۵۰۳۲۶۷_۴۰_۰۰۹۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علوم اسلامیہ کی ۱۴۴ سالہ قدیم وعظیم اقامتی یونیورسٹی

جامعہ نظامیہ

کا علمی، دینی ادبی اور اصلاحی سالانہ مجلّہ

انوار نظامیہ

جلد:۱ شمارہ ۲۴

جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ م مارچ 2015ء

مجلس ادارت

مراسلت کا پتہ: مدیر مسؤل انوار نظامیہ، جامعہ نظامیہ حیدرآباد۔ فون: ۲۴۴۱۶۸۴۷ فیاکس ۲۴۵۰۳۲۶۷

کتابت: مولوی محمد وحید الدین کمپیوٹر آپریٹر جامعہ نظامیہ طباعت: مطبعۃ ابوالوفاء الافغانی جامعہ نظامیہ

Email: fatwa@jamianizamia.org Web: jamianizamia.org

تجلیات انوار نظامیہ

الحمد لله رب العلمين والصلوٰة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين و على آله الطيبين و اصحابه الاكرمين اجمعين . اما بعد !

امابعد!

اس سال حضرت شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ الفاروقی فضیلت جنگ قدس اللہ سرہ العزیز کا صد سالہ عرس شریف منایا جارہا ہے اس ضمن میں عربی اور اردو زبان میں دو عالمی سیمینار منعقد کئے گئے اور مختلف اضلاع ودیگر ریاستوں میں حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ کی یاد میں سیمینار' جلسے منعقد ہوئے ،ان صدی تقاریب منانے کا مقصد عامۃ المسلمین میں تعلیمی بیداری پیدا کرنا ہے ، اسی لئے یہ وسیع تر پروگرام بنایا گیا ، سال حال مجلّہ انوار نظامیہ کو دوزبانوں میں تقسیم کیا گیا ایک عربی دوسرے اردو ، اس مجلّہ میں سال گذشتہ کے سیمینار میں پیش کئے گئے مقالہ جات اور سال حال کے سیمینار میں پیش کئے گئے مقالہ جات کوشامل کیا گیا ،اس سال کے مضامین کا زیادہ تر حصہ حضرت شیخ الاسلام کی حیات وخدمات سے متعلق ہے ،اسکے ضمن میں دیگر اصلاحی مضامین کو بھی شامل کیا گیا ،جس کی وجہ سے قارئین کو بیک وقت حضرت مؤسس علیہ الرحمہ کی خدمات واصلاحی اقدامات کا علم ہوسکے ۔

صد سالہ عرس شریف کی مناسبت سے اس سال کے سیمینار میں مصر ،کویت ، امریکہ' پاکستان اور ہندوستان کے مختلف علاقوں سے اسکالرس کو مدعو کیا گیا تھا جن اسکالرس کے مفید مضامین قارئین کے لئے افادہ کا باعث ہوں گے ، ہرسال مجلّہ انوار نظامیہ میں علمی تحقیقی مضامین شائع ہوتے ہیں ،سال حال اس میں مزید وسعت دی گئی ہے اور ایک بڑا علمی ذخیرہ جمع کیا گیا ، مجھے امید ہے کہ ہرسال کی طرح یہ مجلّہ مقبول ومفید ہوگا ۔

آمین بجاه سيد الانبياء والمرسلين صلى الله عليه و اله و صحبه وسلم .فقط ۔:

مدیر مسؤل

(حضرت مولانا) **مفتی خلیل احمد** عفی عنہ

شیخ جامعہ' جامعہ نظامیہ

جامعہ نظامیہ کے شب و روز

ادارہ

''ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا''

- تذکرہ حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ و تعارف جامعہ نظامیہ
- تعلیمی رپورٹ بابت ۱۴۳۵ھ م ۲۰۱۴ء
- حق تلفی کی کثرت، مسلم معاشرہ میں مسائل کی بنیاد
  جامعہ نظامیہ میں علمی مذاکرہ سے مولانا مفتی خلیل احمد اور اسکالرس کا خطاب
- علماء، زمانے کے تقاضوں کے پیش نظر اپنے دائرہ عمل کو مرتب کریں
  عرس حضرت شیخ الاسلام محمد انوار اللہ فاروقیؒ و جامعہ نظامیہ کا سالانہ جلسہ
- جامعہ نظامیہ ملت اسلامیہ کیلئے سرمایہ افتخار
  پاکستانی مہمان حضرت پیر خالد سلطان باہو کا جامعہ نظامیہ کے دورے کے موقع پر خطاب
- حوادثِ زمانہ کے باوجود جامعہ نظامیہ پوری آب و تاب کے ساتھ مصروف عمل
  جشنِ تاسیس کے موقع پر مولانا مفتی خلیل احمد کا خطاب
- جامعہ نظامیہ کے نصاب میں انگریزی زبان شامل: مفتی خلیل احمد کی پریس کانفرنس
- علماء کو اسلاف کے طریقہ پر گامزن ہونے کا مشورہ
  مولانا مفتی عظیم الدین مدظلہ کو صدر جمہوریہ کے ایوارڈ پر تہنیتی تقریب علماء کا خطاب
- جامعہ نظامیہ کا معیار تعلیم عرب جامعات کے مماثل: شام کے ممتاز عالمِ دین شیخ محمد بن یحییٰ
- فضیلۃ الشیخ محمد ہشام کبانی کا دورہ جامعہ نظامیہ، حیدرآباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

صدی تقاریب عرس شریف حضرت شیخ الاسلام

عارف باللہ امام حافظ **محمد انوار اللہ فاروقی** فضیلت جنگ قدس سرہ العزیز

بانی جامعہ نظامیہ، صدر الصدور، وزیر امور مذہبی و اوقاف حکومت آصفیہ حیدرآباد۔ دکن

- تذکرۂ حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ
- تعارف جامعہ نظامیہ
- تفصیل ذیلی مجالس

مجلس نشر و اشاعت صدی تقاریب عرس شریف حضرت بانی جامعہ علیہ الرحمہ

فون نمبرات: 24416847۔24576772 فیاکس: 24503267

www.jamianizamia.org

Eamil: fatwa@jamianizamia.org, fatwajamianizamia@yahoo.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تذکرۂ حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمۃ

انیسویں صدی کی عظیم شخصیت، علوم اسلامیہ کے ناشر و ترجمان، عقیدہ اہل سنت کے پاسبان، سماجی و دینی اصلاحات کے محرک و مجدد اور جامعہ نظامیہ جیسی شہرہ آفاق اسلامی یونیورسٹی کے بانی شیخ الاسلام عارف باللہ الامام الحافظ محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کے وصال کو سال رواں 1436ھ میں ایک صدی کا عرصہ مکمل ہو چکا ہے۔

شیخ الاسلام بانی جامعہ علیہ الرحمہ اپنے وقت کے عظیم اسلامی قائد، عاشق رسول ﷺ اور غیر معمولی جلالت شان رکھنے والی علمی، سماجی و روحانی شخصیت تھے۔ آپ ریاست حیدرآباد کے آخری دو حکمرانوں آصفجاہ سادس اور آصفجاہ سابع کے استاذ و اتالیق رہے۔ آصف جاہ سابع نے آپ کو 12/مئی 1912ء میں ''صدر الصدور'' اور 13/اپریل 1914ء کو ''معین المہام'' (وزیر امور مذہبی و اوقاف) کے جلیل القدر عہدوں پر فائز کیا۔ آپ نے ان عہدوں پر فائز رہ کر ملت اسلامیہ کی ناقابل فراموش خدمت کی۔ ملت کی بے شمار خرابیوں کا ازالہ کیا، سماجی و معاشرتی امور میں اصلاحات انجام دیں، سجادگانِ درگاہ کی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا نیز شرعی خدمات انجام دینے والوں کے لیے ایک باقاعدہ نصاب مدون کروایا، جس کی تکمیل اور صداقت نامہ کامیابی کے حصول کے بعد ائمہ، خطباء، قضاۃ کو ان کے عہدوں پر برقراری کا حکم جاری کیا جاتا۔ اس طرح خدمات شرعیہ پر مامور حضرات میں جو خرابیاں آ گئیں تھیں ان کا ازالہ ہوا۔ اس عہد کے دینی مدارس کو مستحکم کیا، سرکار عالی سے انہیں امداد جاری کروائی۔

ان تمام خدمات کے ساتھ درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کے میدان میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ علمی، فنی، تحقیقی و استدلالی انداز میں درجنوں کتابیں لکھیں جن میں حق کو ظاہر و ثابت کیا اور باطل کا ابطال فرمایا۔

قادیانیت کے آغاز و ابتداء کے وقت ہی اس فتنہ کی سنگینی کا انداز کرلیا اور قادیانیت کے رد میں کتاب ''افادۃ الافہام'' تصنیف فرمائی۔ افادۃ الافہام کی بڑے سائز کی دو جلدیں ہیں۔ پہلی جلد ۳۷۶ صفحات اور دوسری جلد ۳۶۰ صفحات پر مشتمل ہیں۔ رد قادیانیت پر کام کرنے والے حضرات دونوں جلدوں کے صرف انڈکس ہی پڑھ لیں تو بھڑک اٹھیں گے کہ شاید ہی مرزائیت کا پھیلایا ہوا کوئی ایسا ''وہم'' ہو جس کا اس کتاب میں جواب موجود نہ ہو۔ مرزا قادیانی کے اوہام باطلہ کا قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب دیا گیا ہے۔ جگہ جگہ مرزا قادیانی کو اس کی اپنی تحریروں کی زنجیر میں جکڑا گیا ہے۔ تحریر میں کہیں تلخی نام کی کوئی چیز آپ کو نہ ملے گی۔ دلائل گرم، الفاظ نرم کا حسین و جمیل مرقع ہے۔ اللہ رب العزت کی کروڑوں رحمتیں ہوں

مصنف رحمہ اللہ پر جنہوں نے مرزا قادیانی کو چاروں شانوں چت کیا ہے۔ مصنف رحمہ اللہ جہاندیدہ عالم دین، دینی، دنیوی علوم کے حامل تھے۔ مرزا قادیانی کی تردید میں قدرت کا عطیہ تھے۔ کتاب کو لکھے ایک صدی بیتی ہے اس کے بعد اس عنوان پر کئی کتابیں لکھی گئیں۔ مگر یہ حرف آخر کا درجہ رکھتی ہے۔

گیارہ حصوں پر مشتمل ''مقاصد الاسلام'' جیسی شہرہ آفاق کتاب تحریر فرمائی جو سینکڑوں صفحات پر محیط ہے۔ جس میں آپؒ نے مسلمانوں کو درپیش تمام مسائل پر بحث فرمائی اور اپنے خصوصی انداز استدلال کے ذریعہ حکمت و معرفت کا خزانہ یکجا فرمایا۔ مدینہ منورہ قیام کے دوران ''انوار احمدی'' کی تالیف فرمائی جو خاتم الانبیاء سید المرسلین ﷺ سے آپ کے عشق صادق کی آئینہ دار ہے۔ اس کتاب میں آپ نے عظمت نبوی و معرفت مقام رسالت کو اس قدر منفرد اسلوب میں تحریر فرمایا کہ قاری کے دل میں محبت و عقیدت کے جذبات از خود موجزن ہوجاتے ہیں۔ حضرت شیخ الاسلامؒ نے جب محسوس کیا کہ غیر مقلد حضرات کا علمی محاسبہ کرنے کی ضرورت ہے نیز تدوین فقہ کے سلسلہ میں فقہاء کی کدوکاوش سے علماء وعوام کو واقف کروانا ضروری ہے تو آپ نے دوحصوں پر مشتمل ''حقیقۃ الفقہ'' تالیف فرمائی جو علم وفن کا شہکار سمجھی جاتی ہے۔

آپ نے 1308 ھ میں دائرۃ المعارف جیسا شہرۂ آفاق تحقیقی وعلمی ادارہ قائم کیا' جس نے 800 ہجری سے پہلے کے مخطوطات کو تصحیح و تعلیق کے بعد شائع کر کے عرب و عجم پر احسان کیا اور ہندوستانی علماء کے علم و فضل اور درجۂ کمال سے عالم عرب کو متعارف کروایا۔ دائرۃ المعارف کی تاریخ قیام سے تاحال علماء جامعہ نظامیہ تصحیح و تعلیق کے کام انجام دے رہے ہیں اور اب تک اس ادارہ سے 160 سے زائد ایسے نادر و نایاب مخطوطات کی اشاعت عمل میں آئی جو عالم عرب اور دنیا بھر میں اپنی نظیر آپ تھے۔

آپ نے دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف' مدرسہ حفاظ مکہ مسجد' مدرسہ حفاظ خلدآباد شریف' مدرسہ دینیہ مسجد چوک حیدرآباد' مدرسہ دینیہ مسجد میاں مشک رحمۃ اللہ علیہ حیدرآباد' مدرسہ دینیہ افضل گنج حیدرآباد' مدرسہ صوفیہ محمدآباد بیدر اور کئی دینی ادارے قائم کئے۔

1308 ھ میں کتب خانہ آصفیہ جیسی عظیم لائبریری کے قیام میں کلیدی کردار ادا کیا۔ اسلامی کتب کی نشر و اشاعت کے لئے 1330 ھ میں ''مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ'' کی داغ بیل ڈالی۔ جس نے تاحال سینکڑوں علمی' فنی اور درسی کتب کو تصحیح و تعلیق کے بعد شائع کیا۔ علماء و مشائخ کی علمی وتربیتی سرپرستی فرماتے رہے، اور ان کے دینی مقاصد کی تکمیل اور علمی سرگرمیوں کو جاری و باقی رکھنے کے لئے مالی اعانتیں اور عطایا جاری فرما کر حسب الحکم کتابیں تصنیف کروائیں۔

جامعہ نظامیہ میں ایسے منفرد کتب خانہ کی بنیادی ڈالی جس میں اسلامیات اور مختلف علوم وفنون کی ایک لاکھ سے زائد

نادر و نایاب کتابوں کو یکجا کیا' مخطوطات کا ایسا ذخیرہ اکٹھا کیا جو علمی دنیا میں اپنی نظیر آپ ہے ۔ ہندوستان بھر میں دینی مدارس کو قائم کیا اور سلطنت آصفجاہی سے امداد جاری کروائی ۔ حضرت شیخ الاسلام نے عہد آصفجاہی میں نظام قضاءت کی بنیاد ڈالی' جو اپنی خصوصیات کے سبب ملک بھر میں بے نظیر سمجھا جاتا ہے ۔ اس نظام کو ملک کی مختلف ریاستوں کے وقف بورڈس نے بطور ماڈل قبول کیا ۔

شیخ الاسلام قدس سرہ کے تلامذہ میں چند کے اسماء گرامی یہ ہیں :

نواب میر محبوب علی خاں آصف جاہ سادس' نواب میر عثمان علی خاں آصف جاہ سابع' میر حمایت علی خان اعظم جاہ ولی عہد، نواب شجاعت علی خان معظم جاہ، مولانا محمد مظفر الدین معلیٰ سابق مددگار ناظم ٹپہ، مولانا سید کریم اللہ قادری سابق مددگار ناظم نظم جمعیت، مولانا قاضی محمد شریف الدین استاذ شہزادگان، مولانا سید محمد ابراہیم استاذ نواب صلابت جاہ و نواب بسالت جاہ، مولانا خواجہ محمد مخدوم میاں، مولانا امیر الدین حسین پونیری سابق مہتمم مدرسہ نظامیہ، مولانا غلام احمد، مولانا مرزا عبدالرحیم بیگ، مولانا محمد عبدالرحیم وکیل مختار عام پالونچہ، مولانا حسن علی، حضرت مولانا مفتی محمد رکن الدینؒ (مفتی اول جامعہ نظامیہ و صاحب فتاویٰ نظامیہ)، حضرت سید شاہ حسین خیرؒ (سجادہ نشین روضہ بزرگ گلبرگہ شریف) حضرت صوفی سید احمد علی قادریؒ صاحب رسالۂ نصاب زکوۃ' حضرت سید ابراہیم رضوی ادیبؒ (صاحب لامیۃ الدکن و شارح لامیۃ العرب)' محدث دکن حضرت مولانا سید عبد اللہ شاہ نقشبندیؒ (صاحب زجاجۃ المصابیح)' حضرت مفتی سید محمود کان اللہ لہ سابق خطیب مکہ مسجد' حضرت صلاح بن شمشیر جنگؒ مولانا قاضی میر انور علی' شریعت پناہ بلدہ' حضرت مولانا سید غوث الدین قادریؒ سابق شیخ الفقہ و مؤلف مرجع غیب' مولانا محمد عبد الجبار خان آصفیؒ منتظم دفتر معتمدی صرف خاص مبارک و مترجم خصائص کبریٰ' مولانا حکیم محمود صمدانیؒ سابق مہتمم صدر شفاخانہ' مصنف معیار الحدیث ۔

تعارف جامعہ نظامیہ

جامعہ نظامیہ حیدرآباد الہند' 144 سالہ قدیم عربی اسلامی یونیورسٹی ہے' جس کو شیخ الاسلام علیہ الرحمہ نے 1292 ھ م 1874 ء میں علوم اسلامیہ کی اشاعت و ترویج کے لئے قائم فرمایا ۔

جامعہ نظامیہ اپنے قیام سے آج تک علوم مشرقیہ اور علم دین کی نشر و اشاعت میں مسلسل مصروف ہے ۔ جامعہ نظامیہ میں 17 سالہ نصاب تعلیم کے ذریعہ از ابتداء تا انتہاء' تفسیر' حدیث' فقہ' عربی ادب' اصول' عقائد و کلام' فلسفہ و منطق' سیرت و تاریخ کی اعلی تعلیم دی جاتی ہے ۔ نیز لسانیات کا باقاعدہ شعبہ قائم ہے جس میں انگریزی' اردو اور عربی کے علاوہ دیگر زبانوں کی تدریس

کا نظم ہے۔ اس کے علاوہ جامعہ نظامیہ میں شعبہ دکتوراہ کے تحت دنیا بھر کے اسکالرس کو اہم موضوعات پر ریسرچ و تحقیق کا موقع حاصل ہے۔ اس شعبہ میں ہندوستان کے علاوہ یورپ و امریکہ اور مشرق وسطی کے بے شمار علماء و اسکالرس اہم ترین موضوعات پر ڈاکٹریٹ کی تکمیل کر چکے ہیں۔

لڑکیوں کی اعلی دینی تعلیم کے لئے مستقل طور پر علحدہ ادارہ کلیۃ البنات جامعہ نظامیہ 1998ء میں قائم کیا گیا جس میں مذکورہ تمام علوم وفنون کی تعلیم دی جاتی ہے۔

طلبہ جامعہ نظامیہ کو فنی تعلیم سے آراستہ کرنے کیلئے شعبہ کمپیوٹر قائم ہے۔ جامعہ کے ملحقہ مدارس کی تعداد 245 ہے جامعہ اور اس کے ملحقہ اداروں میں 30,000 تیس ہزار سے زیادہ طلبہ وطالبات زیور تعلیم سے آراستہ ہورہے ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ جامعہ نظامیہ ملک میں سب سے بڑا دینی تعلیمی نیٹ ورک چلا رہا ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ شعبہ تدریس جامعہ نظامیہ کے ریکارڈ کے مطابق صرف گذشتہ پانچ سالوں یعنی تعلیمی سال 2009 تا 2014 تک جامعہ کے مختلف امتحانوں میں شریک طلباء وطالبات کی مجموعی تعداد 24709 ہے۔

جامعہ نظامیہ سے اب تک زائد از 5 لاکھ علماء وفضلاء فارغ ہوئے جبکہ 15 لاکھ سے زائد طلبا وطالبات نے مختلف کورسس کی تکمیل کی، جو اقطاع عالم میں علوم اسلامیہ کی نشر واشاعت، تبلیغ دین اور ترویج اسلام کا فریضہ انجام دیتے آرہے ہیں۔ جامعہ کے مایہ ناز سپوتوں میں چند کے اسمائے گرامی یہاں دیئے جاتے ہیں:

مولانا حکیم ابوالفداء محمود احمدؒ منتظم شعبہ تدریس جامعہ، مولانا ابوالقاسم سید شاہ محمد شطاریؒ شیخ الادب، مفتی مخدوم حسینیؒ مفتی جامعہ، مولانا مفتی محمد رحیم الدینؒ مفتی جامعہ، مولانا ابوالوفاء الافغانیؒ شیخ الفقہ، مفتی مخدوم بیگؒ مفتی جامعہ، حضرت شیخین احمد شطاریؒ، حضرت سید اعظم علی شائقؒ، مفتی سید اشرف علیؒ مفتی صدارت العالیہ، مولانا حکیم محمد حسینؒ شیخ الحدیث جامعہ، مولانا سید محمد بادشاہ حسینیؒ (صاحب تفسیر قادری)، مولانا مفتی عبدالحمید شیخ الجامعہ، مولانا حبیب عبداللہ المدیحؒ، مولانا حاجی محمد منیر الدین خطیب مکہ مسجد وشیخ الحدیث، شہنشاہِ رباعیات سید احمد حسین احمدؒ امجد حیدرآبادی، ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ (فرانس)، امام المحاورات حضرت صفی اورنگ آبادیؒ، ڈاکٹر زاہد علیؒ، حکیم ہبۃ اللہؒ، مولانا مظہر علی کامل ایڈوکیٹ، مولانا محمد عثمان شیخ التفسیر، مولانا سید فرید پاشاہ قادریؒ، مولانا سید حبیب اللہ رشید پاشاہ قادریؒ امیر جامعہ، مولانا سید عبدالکریم بغدادیؒ،

ڈاکٹر محمد عبدالحقؒ صدر شعبہ عربی، مولانا غلام احمدؒ شیخ المعقولات، مولانا مفتی محمد سعیدؒ شیخ الجامعہ (مدراس)، مولانا حافظ محمد ولی اللہؒ شیخ المعقولات، مولانا سید طاہر رضویؒ صدر الشیوخ جامعہ، مولانا مفتی محمد عظیم الدین مفتی جامعہ نظامیہ، مولانا سید عطا اللہ حسینی ملتانی قادری (پاکستان)، مولانا سید جعفر محی الدین قادریؒ امریکہ، پروفیسر ڈاکٹر محمد سلطان محی الدینؒ معتمد جامعہ،

پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالمجید نظامی ، مولانا مفتی خلیل احمد شیخ الجامعہ، مولانا محمد عبداللہ قریشی الازہری نائب شیخ الجامعہ، مولانا محمد خواجہ شریف شیخ الحدیث جامعہ، مولانا ابراہیم الہاشمی خلیلؒ شیخ الفقہ ۔ نیز سابق ریاست حیدرآباد کے پہلے چیف منسٹر مسٹر ڈاکٹر بی رام کشن راؤ اور فخر ملت مولانا عبدالواحد اویسیؒ سابق کل ہند مجلس اتحاد المسلمین وغیرہ شامل ہیں۔ جامعہ نظامیہ کے فارغین کی ایک بڑی تعداد ملک و بیرون ملک کی ملٹی نیشنل کمپنیز میں اہم عہدوں پر برسر کار ہے ۔ نیز ملک کی قومی یونیورسٹیوں میں لکچرار' پروفیسر اور صدر شعبہ کے طور پر باوقار خدمت انجام دے رہے ہیں ۔

جامعہ نظامیہ ایک اقامتی یونیورسٹی ہے جہاں تعلیم کے علاوہ طلبہ کے قیام و طعام' علاج و معالجہ اور دیگر ضرورتوں کا مفت انتظام ہے ۔ جامعہ نظامیہ کا سالانہ بجٹ تین کروڑ سے متجاوز ہے تعمیری اخراجات اس کے علاوہ ہیں۔ جو اہل خیر حضرات کے تعاون اور جامعہ کی جائیداد کی محدود آمدنی سے تکمیل پاتے ہیں ۔

صد سالہ عرس شریف کی مناسبت سے جامعہ نظامیہ نے شیخ الاسلام علیہ الرحمہ کی خدمات کے تسلسل کو دنیا بھر میں متعارف کروانے' موجودہ پرآشوب حالات میں ملت اسلامیہ کو صحیح فکر وعمل سے جوڑنے اور برادران وطن میں اسلام کی حقیقی تصویر پیش کرنے کیلئے کئی ایک مفید علمی' ادبی واصلاحی پروگرامس کو قطعیت دی ہے' جو ہندوستان بھر میں منعقد ہوں گے ۔

دو یومی علمی مذاکرہ کے علاوہ تین کلیدی پروگرامس

- ۲۰/مارچ ۲۰۱۵ء بروز جمعہ بعد نماز مغرب ''جلسہ عام'' ۔
- ۲۱/مارچ ۲۰۱۵ء بروز ہفتہ بعد نماز عصر تا ۱۱ بجے شب ''عرس سراپا قدس بانی جامعہ'' و جلسہ تقسیم اسناد وعطائے خلعت و دستار بندی فاضلین وحفاظ جامعہ۔
- ۲۲/مارچ ۲۰۱۵ء اتوار بعد نماز عشاء ''کل ہند نعتیہ و منقبتی مشاعرہ'' ۔

تقاریب کے انتظامات اور انصرام کے لیے محترم مولوی سید احمد علی صاحب قادری معتمد جامعہ نظامیہ کو کنوینر بنایا گیا' اور ایک مرکزی مجلس عاملہ بنائی گئی ہے نیز مخلص وفعال ومخیرّ حضرات پر مشتمل ایک مجلس استقبالیہ بنائی گئی ہے'جس کے تحت انتظامات تیزی سے جاری ہیں ۔تقاریب کے لیے جن مجالس کی تشکیل عمل میں لائی گئی ہے۔اس کی تفصیل اس طرح ہے :

مجلس انتظامی و مرکزی مجلس عاملہ

- حضرت مولانا سید شاہ علی اکبر نظام الدین صاحب حسینی صابری امیر جامعہ
- حضرت مولانا مفتی خلیل احمد صاحب شیخ الجامعہ
- مولوی سید احمد علی صاحب معتمد جامعہ
- حضرت مولانا سید محمد صدیق حسینی صاحب معزز رکن
- حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عبدالمجید صاحب معزز رکن
- حضرت مولانا ڈاکٹر سید بدیع الدین صاحب صابری
- حضرت مولانا محمد بہاء الدین صاحب فاروق انجینئر

- مولوی یوسف محی الدین صاحب ارشد اسٹرکچرل انجینئر
- مولوی سید احمد صاحب
- حضرت مولانا سید محمد قبول پاشاہ صاحب شطاری
- مولوی محمد عمر علی خان صاحب
- مولانا سید ظہیر الدین علی صاحب صوفی
- مولانا ڈاکٹر محمد سمیع اللہ خان صاحب
- مولانا سید محمد ناصر الدین جیلانی صاحب
- مولانا حافظ سید اصغر قادری شرفی صاحب
- مولانا محمد خواجہ شریف صاحب، شیخ الحدیث
- مولانا ڈاکٹر محمد سیف اللہ صاحب، شیخ الادب
- مولانا میر کمال الدین علی خاں صاحب، سکریٹری آل انڈیا صوفی کانفرنس
- مولانا حافظ محمد عبدالقدیر صاحب، مولوی کامل
- مولانا محمد محی الدین قادری صاحب، مولوی کامل
- مولانا حافظ محمد عبیداللہ فہیم قادری الملتانی، منتظم جامعہ
- مولانا محمد فصیح الدین نظامی، مہتمم کتب خانہ جامعہ
- مولانا قاضی سید لطیف علی قادری، نائب مہتمم کتب خانہ
- مولانا سید نعمت اللہ قادری صاحب، مودب جامعہ نظامیہ

مجلس استقبالیہ

- محترم نقیب ملت بیرسٹر اسدالدین اویسی، صدر کل ہند مجلس اتحاد المسلمین ورکن پارلیمنٹ حلقہ حیدرآباد۔ صدر مجلس استقبالیہ

ارکان مجلس استقبالیہ

- محترم مولانا مفتی حافظ سید شاہ صادق محی الدین صاحب
- محترم سید احمد پاشاہ قادری رکن اسمبلی چار مینار
- محترم جناب خواجہ سید ابوتراب شاہ قادری چشتی یمنی بندہ نوازی تراب قدیری، ہلکٹہ شریف
- محترم محمد سلیم صاحب، سابق صدر نشین وقف بورڈ
- محترم صوفی محمد نعیم صاحب، سکندرآباد
- محترم محمد مصطفیٰ بابر صاحب، کاماٹی پورہ حیدرآباد
- محترم سمین احمد خاں صاحب، سانچہ توپ
- محترم مرزا اجمل بیگ صاحب، مہدی پٹنم
- محترم محمد عبدالمنعم حاجی سیٹھ صاحب
- محترم محمد عبدالرحیم صاحب، رحیم کرانہ اسٹور
- محترم محمد عبدالقادر فیصل چشتی صاحب، ایگزیکیٹو ممبر عثمانیہ یونیورسٹی
- محترم سید حمید الدین صاحب
- محترم خواجہ معین الدین صاحب اقبال قادری الملتانی، صدر میلاد کمیٹی، حیدرآباد
- محترم قاضی سید شاہ نورالاصفیاء روحی اعظمی شاہ ولی اللہی، خانقاہ روضۃ الاصفیاء سکندرآباد
- محترم محمد محسن احمد صاحب، گوہر گلشن مغل پورہ
- محترم نواب قیصر الدین صاحب، مانصاحب ٹینک
- محترم میر فراست علی شطاری صاحب، سجادہ نشین درگاہ شریف ہرا دروازہ
- محترم محمد بھائی صاحب، مینس فٹ ویر
- محترم محمد شعیب صاحب، کوٹلہ عالیجاہ
- محترم محمد عادل صاحب، شاداب ہوٹل
- محترم محمد رفیق صاحب، عبدالستار عبدالغنی آغا پورہ
- محترم محمد ساجد پاشاہ صاحب اولڈ یم ایل اے کوارٹرس
- محترم ڈاکٹر محمد ادریس صاحب
- محترم یوسف بارمضان صاحب
- محترم الحاج محمد اسحاق صاحب، مصری گنج
- محترم الحاج محمد عقیل احمد صاحب عقیل، پٹواری حمایت نگر منڈل معین آباد
- محترم محمد عظیم الدین قریشی صاحب، مہدی پٹنم
- محترم سید قدیر الدین مسیح نواب صاحب، سکندرآباد

- محترم الحاج محمد مسعود احمد صاحب ایڈوکیٹ، بہادر پورہ
- محترم الحاج محمد ظہیر الدین نقشبندی صاحب' مہدی پٹنم حیدرآباد
- محترم محمد خواجہ پاشاہ صاحب' محمد نعیم صاحب' مرادنگر
- محترم محمد غیاث الدین مجید بھائی صاحب' نواز کمپنی موسیٰ باولی
- محترم مولانا سید اکرام اللہ بخاری صاحب' برہان پور
- محترم جناب محمد یعقوب صاحب' ایرہ گڈہ
- محترم جناب محمد خالد علی صاحب' معتمد مسجد محمدیہ یل ین نگر
- محترم جناب احمد علاؤ الدین صاحب'
- محترم حاجی محمد حنیف قادری صاحب' اورنگ آباد
- محترم سید عبدالرب حامد صاحب' جدہ
- محترم جناب جعفر بن عبداللہ بلعلہ صاحب MD 4Tv
- محترم جناب محمد اقبال صاحب' سہانہ فنکشن ہال بہادر پورہ
- محترم جناب الحاج شیخ محمد عمر صاحب، تمنا ساڑیز لاڈ بازار
- محترم جناب احمد نواز خان صاحب
- محترم جناب حافظ محمد مظفر حسین خاں صاحب بندہ نوازی
- محترم ابوالحسن محمد عبدالقدیر صاحب' مانصاحب ٹینک
- محترم جناب مولانا غلام ربانی صاحب، کامل جامعہ
- محترم محمد عبدالمجید صاحب مالک پستہ ہاوز
- محترم محمد اکبر علی صاحب، معتمد جامع مسجد قطب شاہی لنگر حوض
- محترم جناب محمد صادق خان صاحب' فلورمل' یوسف گوڑہ
- محترم جناب میر معین عالم خاں صاحب
- محترم جناب سید منیر الدین مختار صاحب صدر کمیٹی مسجد ٹیک' نامپلی
- محترم حاجی محمد عبدالروف صاحب' اورنگ آباد
- محترم جناب محمد معراج الدین صاحب یلکا گوڑہ معین آباد
- محترم جناب سید لائق علی صاحب جوبلی ہلز
- محترم جناب محمد اکبر صاحب، زہرا پتھر گٹی
- محترم جناب الحاج الیاس صاحب، محمد کیاپ مارٹ، مدینہ بلڈنگ
- محترم جناب محمد یوسف الدین صاحب

مجلس برائے انعقاد تقاریب ، اضلاع و ملحقہ مدارس

- مولانا حافظ محمد عبدالقدیر صاحب' مولوی کامل جامعہ نظامیہ
- مولانا قاضی سید لطیف علی قادری صاحب' نائب مہتمم کتب خانہ
- مولانا محمد محی الدین قادری صاحب' مولوی کامل جامعہ نظامیہ
- مولانا سید نعمت اللہ قادری صاحب' مودب جامعہ نظامیہ

مجلس قیام و طعام برائے مندوبین

- محترم جناب خواجہ سید ابوتراب شاہ قادری چشتی یمنی بندہ نوازی، تراب قدیری ہلکٹہ شریف
- محترم مولانا حافظ محمد عبید اللہ فہیم صاحب قادری الملتانی' منتظم جامعہ نظامیہ
- مولانا محمد محی الدین قادری صاحب' مولوی کامل جامعہ
- مولانا سید نعمت اللہ قادری صاحب' مودب جامعہ نظامیہ
- مولانا حافظ محمد عبدالقدیر صاحب مولوی کامل جامعہ
- مولانا محمد امتیاز احمد صاحب' داروغہ جامعہ نظامیہ

مجلس برائے اجرائی ڈاک ٹکٹ

- محترم جناب سید احمد علی قادری صاحب' معتمد جامعہ نظامیہ
- محترم جناب سید عظمت اللہ صاحب' ریٹائرڈ IAS
- محترم جناب حافظ محمد عبید اللہ فہیم صاحب' منتظم جامعہ نظامیہ

مجلس برائے نمائش کتب بانی و علمائے جامعہ نظامیہ

- مولانا محمد فصیح الدین نظامی صاحب، مہتمم کتب خانہ نظامیہ
- مولانا قاضی سید لطیف علی قادری صاحب، نائب مہتمم
- مولانا محمد عبدالغفور صاحب، شیخ التجوید جامعہ
- مولانا محمد عابد حسین نظامی صاحب، مولوی کامل جامعہ نظامیہ

مجلس نشر و اشاعت

- مولانا حافظ سید ضیاء الدین نقشبندی صاحب، شیخ الفقہ جامعہ
- مولانا محمد انوار احمد صاحب، نائب شیخ التفسیر جامعہ
- مولانا حافظ محمد عبیداللہ فہیم صاحب قادری الملتانی، منتظم جامعہ
- مولانا حافظ سید واحد علی صاحب، معلم وسطانی جامعہ
- مولانا حافظ محمد خالد علی قادری صاحب، معلم تحتانی جامعہ نظامیہ

مجلس ٹرانسپورٹ (حمل و نقل)

۱۔ مولانا قاضی سید لطیف علی قادری صاحب، مہتمم کتب خانہ جامعہ نظامیہ
۲۔ مولانا سید نعمت اللہ قادری صاحب مودب جامعہ
۳۔ مولانا محمد عبدالقدیر صاحب مولوی کامل جامعہ نظامیہ
۴۔ مولانا محمد محی الدین قادری صاحب، مولوی کامل جامعہ نظامیہ
۵۔ مولانا حافظ محمد مستان علی قادری صاحب، مولوی کامل جامعہ نظامیہ
۶۔ مولانا حافظ محمد صابر پاشاہ صاحب مولوی کامل جامعہ

عطیات راست دفتر معتمدی جامعہ نظامیہ، حیدرآباد پر باخذ رسید جمع کرسکتے ہیں۔

چیک یا ڈرافٹ پر ''جامعہ نظامیہ'' تحریر فرما کر کراس کردیں۔

A/C : 10194046903: اکاونٹ نمبر IFS Code: SBIN 0003256

SBI, Chandulal Baradari, Br.Hyderabad.

محترم جناب سید احمد علی صاحب کنوینر صدی تقاریب و **معتمد جامعہ نظامیہ**

مولوی حافظ محمد عبیداللہ فہیم قادری الملتانی منتظم دفتر صدی تقاریب

......O......

تعلیمی رپورٹ بابتہ سال ۱۴۳۵ھ ماہ جون ۲۰۱۴ء جامعہ نظامیہ

الحمد للہ، جامعہ نظامیہ کو عارف باللہ شیخ الاسلام حضرت العلام مولانا حافظ محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ علیہ الرحمۃ والرضوان نے بہ اشارہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲۹۲ھ میں تقویٰ وتوکل کے اساس پر قائم فرمایا۔ یہ ایک اقامتی دینی درسگاہ ہے جو (۱۴۴) سال سے علم دین کی تعلیم واشاعت میں مصروف ہے۔ مورخہ ۹ رشوال المکرّم ۱۴۳۵ھ م ۶ راگست ۲۰۱۴ء کو نئے تعلیمی سال کا آغاز ہوا۔ اس سال (۶۸۰) جدید طلبہ کو داخلہ دیا گیا دارالاقامہ میں (۷۰۰) طلبہ کے لئے مفت قیام وطعام کی گنجائش رکھی گئی ہے مابقی طلبہ بیرونی حیثیت سے تعلیم حاصل کرر ہے ہیں۔ اسطرح کل تعداد (۱۱۵۵) رہی۔ امتحانات سالانہ منعقدہ ماہ شعبان المعظم ۱۴۳۵ھ م ماہ جون ۲۰۱۴ء میں جملہ (۵۰۹۶) طلبہ شریک ہوئے جنکی تفصیل یہ ہے۔

(۱) سال آخر سندی درجات میں شرکاء امتحان کی جملہ تعداد (۵۴۲) رہی اور کامیاب (۴۴۳) نتیجہ کامیابی %۸۲ فیصد رہا۔ جن میں مولوی (۱۴۹) عالم (۱۲۹) فاضل (۱۱۵) کامل الحدیث (۳۸) کامل الفقہ (۵)۔ کامل التفسیر (۷)۔

(۲) مولوی تا کامل سال اول غیر سندی درجات میں شریک امیدواروں کی تعداد (۷۱۲) رہی جن میں کامیاب امیدواروں کو سال آخر سندی درجات میں شرکت کا اہل قرار دیا گیا۔ کامیاب طلبہ کی تعداد (۵۵۴) رہی اور نتیجہ کامیابی %۷۳ فیصد رہا۔

(۳) تحتانی ' وسطانی واہلخدمات شرعیہ درجات میں شریک امیدواروں کی تعداد (۲۵۵) رہی جن میں (۱۹۳) طلبہ نے کامیابی حاصل کی۔ کامیاب طلبہ کو آگے کی جماعت میں شرکت کا اہل قرار دیا جاکر ترقی دی گئی اور نتیجہ کامیابی %۷۶ فیصد رہا۔ نیز جامعہ کے ملحقہ مدارس دارالعلوم عربیہ کاورم پیٹ ' دارالعلوم النعمانیہ شاہ علی بنڈہ نئی روڈ' انوارالعلوم الحبیبیہ عثمان باغ ' مدرسہ عربیہ انوارالعلوم بھوانی نگر' مدرسہ انوارالعلوم لطیفیہ' امان نگر (بی)۔ دارالعلوم البرکاتیہ چندرائن گٹہ' 'مدرسہ انوارعثمان عنبرپیٹ' دارالعلوم سیف الاسلام مسجد تیغ جنگ' خلوت مدرسہ انوار العلوم کریم نگر سے شعبہ وسطانی میں جملہ (۱۰۵) طلبہ شریک رہے اور مختلف درجوں سے کامیابی حاصل کی۔

(۴) جامعہ کے شعبہ تحفیظ القرآن الکریم' میں شریک طلباء کی تعداد (۷۵) رہی جن میں سے جملہ (۴) طلبہ نے حفظ قرآن مجید کی تکمیل کی۔ نیز جامعہ کے ملحقہ مدارس سے (۲۴۴) طلباء شریک رہے جن میں (۱۹۰) طلباء نے حفظ قرآن مجید کی تکمیل کی جن میں (۵۴) طالبات بھی شامل ہیں۔

(۵) امتحانات قراءت سبعہ وعشرہ وقرات سیدنا امام عاصم کوفیؒ کے شرکاء امتحان کی تعداد (۱۶۶۰) رہی جن میں ذکور کی تعداد (۵۹۴) اناث کی تعداد (۹۹۴) ہے امتحانات قرات میں جملہ (۱۲۳۸) امیدواروں نے مختلف درجوں سے کامیابی حاصل کی اور نتیجہ کامیابی %۸۰ فیصد رہا

(۶) امتحانات نصاب ''اہل خدمات شرعیہ'' ان امتحانات میں شریک امیدواروں کی تعداد (۱۲۹۰) رہی۔

جنکی تفصیل حسب ذیل ہے ۔

نام امتحان	تعداد شرکاء امتحان	کامیاب شدگان
نائب قضاءت	۲۵۹	۲۱۷
خطابت	۱۲۹	۸۸
امامت	۵۱۱	۳۵۶
مؤذنی	۹۹	۶۸
ملا	۲۹۲	۲۰۳
جملہ شرکاء امتحان	۱۲۹۰	کامیاب ۔ ۹۳۲

نتیجہ کامیابی ۷۹ فیصد رہا ۔

ہر سال کی طرح امسال بھی قرأت سیدنا امام عاصم کوفیؒ اور نصاب اہل خدمات شرعیہ کے امتحانی مراکز شہر کے علاوہ اضلاع وتعلقہ جات، کاورم پیٹھ، محبوب نگر، کولم پلی، رائچور، گلبرگہ شریف، ناندیڑ، پربھنی، اورنگ آباد، کرنول، بیمگنور وغیرہ میں قائم کئے گئے و نیز کل ہند دعوت اہل سنت وجماعت کے امتحانی مراکز نظام آباد، عادل آباد، نارائن پیٹ، اچم پیٹ وگرمٹکال، کاغذنگر وغیرہ میں قائم کئے گئے ۔۔

(۷) ''ڈپلوما ان عربک'' یہ امتحان عربی زبان سیکھنے کے خواہشمند اصحاب کیلئے مقرر کیا گیا ہے تاکہ عوام میں عربی زبان اور قرآن فہمی کا شوق پیدا ہو۔ سال حال اس امتحان میں جملہ (۳۱۸) طلبہ و طالبات شریک رہے جن میں (۲۸۲) امیدواروں نے کامیابی حاصل کی اور نتیجہ کامیابی ۹۲% فیصد رہا۔الحمدللہ اس سال جدہ (سعودی عربیہ) میں ڈپلوما ان عربک کا سنٹر قائم کیا گیا۔

(۸) کلیۃ البنات جامعہ نظامیہ: کلیۃ البنات جامعہ نظامیہ واقع قاضی پورہ لڑکیوں کی اعلیٰ دینی تعلیم وتربیت کا مرکز ہے جس کو جامعہ نظامیہ نے 1997ء میں کو قائم کیا۔الحمدللہ کلیۃ البنات ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔امسال شریک امتحان طالبات کی تعداد (۹۹۰) رہی جن میں (۷۷۰) طالبات نے کامیابی حاصل کی، کامیاب طالبات کو آگے کی جماعتوں میں ترقی دی گئی ۔اور نتیجہ کامیابی ۸۶% فیصد رہا۔ مولوی (۷۷)، عالم (۶۱)، فاضل (۲۲)، کامل الحدیث (۱۰)، کامل التفسیر (۱) کامل الفقہ (۱) ڈپلوما ان عربک (۶۴)، قرأت عاصم کوفیؒ (۱۱۰)، اہل خدمات شرعیہ (۲۰۰)۔سال حال زیر تعلیم طالبات کی تعداد (۶۰۳) ہے ۔

مندرجہ بالا تفصیلات کی روشنی میں شرکاء امتحانات سالانہ منعقدہ ماہ جون ۲۰۱۴ء کی جملہ تعداد (۵۰۹۶) رہی جن میں کامیاب طلبہ کی تعداد (۴۰۰۷) رہی اور نتیجہ کامیابی ۷۹ فیصد رہا۔

سندی درجات مولوی تا کامل میں جملہ (۴۴۳) امیدواروں اور حفظ قرآن مجید سے فارغ (۱۹۰) طلبہ و طالبات کو اسناد اور حسب روایت قدیم (۱۱۵) فاضلین جامعہ اور (۱۹۰) حفاظ جامعہ کو دستار فضیلت وخلعت حفظ شیوخ کرام جامعہ نظامیہ کے دست مبارک سے بموقع عرس شریف بانی جامعہ نظامیہ وجلسہ تقسیم اسناد وعطائے خلعت و دستار بندی منعقدہ ۲۱/مارچ ۲۰۱۵ء عطا کئے گئے ۔

گولڈ میڈلس (طلائی تمغہ جات)

بزم طلباء قدیم ومحبان جامعہ نظامیہ (جدہ) کی جانب سے جامعہ نظامیہ کے طلباء اور کلیۃ البنات کی طالبات کیلئے گولڈ میڈلس دینے کا سلسلہ شروع کیا گیا تھا۔ الحمد للہ اس کا سلسلہ جاری ہے اور سال حال حسب ذیل حضرات کی جانب سے جملہ (۹) گولڈ میڈلس دیئے جارہے ہیں۔

نشان سلسلہ	نام امیدوار	جماعت	منجانب	گولڈ میڈل
۱	محمد حامد بن نور محمد صاحب	کامل الحدیث	محترم محمد مصلح الدین جاوید صاحب بتوسط بزم طلبا قدیم ومحبان جامعہ (جدہ)	حضرت شیخ الاسلام حافظ محمد انوار اللہ فاروقی قدس سرہ بانی جامعہ نظامیہ
۲	حافظ غلام احمد بن شفیق احمد صاحب	کامل الحدیث	خانقاہ روضۃ الاصفیاء شاہ ولی اللہیؒ سکندرآباد	حضرت شاہ ولی اللہ صوفی محدث دہلویؒ
۳	حافظ غلام دستگیر خان بن محمد عثمان محی الدین خان صاحب	فاضل دوم	محترم بیرسٹر اسدالدین اویسی صاحب صدر کل ہند مجلس اتحاد المسلمین ورکن پارلیمنٹ حیدرآباد	حضرت شاہ آغا محمد داؤد ابو العلائیؒ
۴	حافظ محمد عبدالقادر بن محمد فاروق صاحب	فاضل دوم	قمقام ذھین ویلفیر سوسائٹی بیادگار حضرت مولانا عبدالوہاب عندلیبؒ	حضرت مولانا عبدالوہاب عندلیبؒ
۵	حافظ محمد انوار اللہ تمیم بن حافظ محمد عبیداللہ فہیم صاحب	فاضل دوم	خانقاہ روضۃ الاصفیاء شاہ ولی اللہیؒ سکندرآباد	حضرت شاہ عبدالعزیز صوفی محدث دہلویؒ
۶	حمیرا فاطمہ بنت محمد اعظم الدین صاحب	کامل الفقہ	انتظامی کمیٹی درگاہ حضرت خواجہ محبوب اللہ شاہ علیہ الرحمہ	حضرت خواجہ محبوب اللہ شاہ علیہ الرحمہ
۷	حمیرا صدیقہ بنت اشفاق احمد صاحب	فاضل دوم	محترم بیرسٹر اسدالدین اویسی صاحب صدر کل ہند مجلس اتحاد المسلمین رکن پارلیمنٹ، حیدرآباد	امام سُبکی علیہ الرحمہ
۸	مہناز فاطمہ بنت قادرالدین احمد صاحب	فاضل دوم	خانقاہ روضۃ الاصفیاء ولی اللہی سکندرآباد	حضرت سید شاہ عبدالقادر صوفی محدث سکندرآبادیؒ
۹	سیدہ میمونہ بنت سید رؤف علی صاحب	فاضل دوم	محترم سراج محمد خان صاحب صدر حراء ایجوکیشنل سوسائٹی (جدہ)	محترم سرتاج محمد خان صاحب مرحوم

علاوہ ازیں امتیازی درجہ سے کامیاب شدہ طلبہ و طالبات کو انعام تعلیمی و گولڈ میڈلس اور انعامات تقریری بدست مہمانان خصوصی عطا کئے گئے ۔

و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ و نور عرشہ سیدنا محمد النبی الامی و علی الہ وصحبہ و بارک

وسلم اجمعین والحمد للّٰہ ربّ العالمین ۔۔

حق تلفی کی کثرت، مسلم معاشرہ میں مسائل کی بنیاد

جامعہ نظامیہ میں علمی مذاکرہ سے مولانا مفتی خلیل احمد اور اسکالرس کا خطاب

مفکر اسلام مولانا مفتی خلیل احمد شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ نے کہا کہ آج مسلم معاشرہ میں جا بجا جو مسائل نظر آ رہے ہیں، اس کی وجہ حق تلفی ہے۔ میاں بیوی کے درمیان، والدین اور اولاد کے درمیان اور رشتہ داروں کے درمیان حق تلفیاں عام ہوگئیں ہیں، جس کی وجہ سے اختلافات اور نااتفاقیاں بڑھ گئیں ہیں اور رشتوں کا احترام باقی نہیں رہا۔ انہوں نے علماء سے کہا کہ علوم اسلامیہ کے حصول کا مقصد محض احکام شریعت سے واقفیت حاصل کرنا ہی نہیں بلکہ وہ ہر دور کے تقاضوں سے خود کو ہم آہنگ کریں۔ علوم اسلامیہ کے طالب علموں پر ضروری ہے کہ اپنی فکر کو وسیع کریں اور اپنے حالات زمانہ کے اعتبار سے اپنی علمی و عملی سرگرمیوں میں اضافہ کریں۔ مولانا مفتی خلیل احمد از ہر ہند جامعہ نظامیہ میں اصلاح معاشرہ کے عنوان سے منعقدہ علمی مذاکرہ سے صدارتی خطاب کر رہے تھے۔ اس علمی مذاکرہ میں شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ مولانا محمد خواجہ شریف کے علاوہ شیوخ، نائبین شیوخ، اساتذہ، طلبہ وحفاظ طلبۂ قدیم اور سامعین کی کثیر تعداد شریک تھی۔ مولانا مفتی خلیل احمد نے اپنے خطاب میں کہا کہ موجودہ دور میں میڈیا کی اسلام مخالف سرگرمیوں کی وجہ سے اہل اسلام پر بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ معاندین اسلام کا علمی جواب دینے کی اہلیت حاصل کریں۔ اس مرحلہ پر ہم اگر غافل رہیں گے تو بھاری نقصان اٹھانا پڑیگا۔ مولانا مفتی خلیل احمد نے کہا کہ آج میاں بیوی کے درمیان اختلاف کی صورت میں ملک میں جو قانون موجود ہیں، اس سے فائدہ کے بجائے نقصان ہو رہا ہے جبکہ قانون اسلام میں میاں اور بیوی دونوں کے حقوق کا پورا لحاظ کیا گیا ہے، انہوں نے اپنے خطاب کے آخر میں جامعہ نظامیہ کی مختلف علمی سرگرمیوں پر روشنی ڈالی۔

مولانا ڈاکٹر محمد سیف اللہ شیخ الادب جامعہ نظامیہ نے کثرت طلاق کے اسباب اور اس کا سدباب کے عنوان سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اسلام وقت ضرورت طلاق کی اجازت ضرور دیتا ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی بتا دیا گیا کہ یہ کوئی قابل ستائش اور کوئی مستحسن فعل نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ ایک سخت ناپسندیدہ اقدام ہے۔ اس لئے ناگزیر ضرورت اور انتہائی مجبوری ہی میں یہ اقدام ہونا چاہئے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ: اللہ تعالیٰ کے پاس حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسلامی شریعت نے ایک طرف شوہر کے ذہن میں یہ بات بٹھائی کہ طلاق ایک ناپسندیدہ عمل ہے اور دوسری طرف بیوی کو ہدایت کی کہ وہ بلا وجہ مرد سے طلاق کا مطالبہ نہ کرے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو عورت بغیر کسی مجبوری کے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے تو اس پر جنت کی خوشبو (بھی) حرام ہے ۔ اس طرح اسلام میں بے انتہا ضروری صورت میں طلاق کی اجازت دی گئی ہے ۔

مولانا ڈاکٹر سید بدیع الدین صابری صدر شعبہ عربی عثمانیہ یونیورسٹی نے والدین اور اولاد کی باہمی ذمہ داری کے عنوان سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ بچوں کی اسلامی تربیت اسی وقت مکمل ہوگی جبکہ ماں باپ خود اسلامی آداب کا نمونہ بن جائیں اور بچے ان کی زندگی کے مختلف معمولات میں اسلام کا اثر ملاحظہ کریں ۔ گھر کا ماحول برائیوں سے پاک ہو تا کہ بچے اپنی فطرت کے مطابق بڑوں کی تقلید کریں اور اسلام کا نقش ان کے دلوں میں قائم ہو۔ آج ٹی وی' سینما بینی کی کثرت نے مسلم نوجوانوں اور مرد و خواتین کی آنکھوں سے شرم و حیاء اور عفت کا وہ مقدس سرمایہ چھین لیا ہے جس کی حفاظت اسلاف کی نگاہوں میں جان سے زیادہ اہم تھی ۔ ماں باپ کا فرض ہے کہ وہ ایسے زہریلے عناصر سے اپنی نسل کی حفاظت کریں اور بچوں کے ناجائز مطالبات کو پورا کر کے خود کی آخرت کو تباہ نہ کریں ۔

مولانا ڈاکٹر محمد عبدالمعز صدر شعبہ عربی مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی نے کہا کہ ملت اسلامیہ کو صرف تقریر کرنے والے واعظین کی ہی ضرورت نہیں بلکہ ان کے ساتھ ساتھ ایسے افراد کی ضرورت ہے جو عصری اسلوب' سائنٹفک انداز اور آج کی مروجہ زبانوں میں اسلام کا دفاع کرسکے آج علماء کے لئے انگریزی سے واقفیت ضروری ہے انٹرنیٹ نے انگریزی کی ضرورت کو دوگنا کر دیا ۔ حتی کہ وہ ممالک جو انگریزی کے سخت مخالف تھے جیسے چین جو ایک زمانے تک انگریزی زبان کا سخت مخالف تھا' اس نے بھی انگریزی زبان کی تدریس کے لئے سینکڑوں بلکہ ہزاروں اساتذہ کو متعین کیا ۔ انگریزی میں اپنے مافی الضمیر کو معروضی اور اطمینان بخش انداز میں پیش کرنا چاہئے ۔ اس کے علاوہ ہمارے ایسے ویب سائیٹ اور چیانلز ہوں جن میں اسلام کا صحیح تعارف اسلامی عقائد و احکام کی درست تشریح مدلل انداز میں دنیا کے سامنے پیش کرسکیں ۔ آج دلائل و براہین کے ذریعہ قائل کرنے کا زمانہ ہے ۔ آج کے اسلوب میں نئے متکلمین پیدا کرنے کی ضرورت ہے ۔ مدارس عربیہ کے نصاب میں بھی ضروری انگریزی دراسات مقارنۃ بین الادیان' حوار بین الأدیان جیسے مضامین کو شامل کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے ۔ آج الکٹرانک میڈیا بچوں کے نفسیات پر اپنے منفی اثرات ڈال رہا ہے اس لئے کہ بچے کو جو چیز پیش کی جاتی ہے اس کو بچے بغیر کسی غور و فکر کے قبول کر لیتے ہیں ۔ ان کا اکثر وقت ٹیلی ویژن کے سامنے یا انٹرنیٹ کے ساتھ گذرتا ہے ۔ پہلے بڑے بزرگ ان کی ہر معاملہ میں تربیت کرتے تھے آج ان کی تربیت میڈیا کر رہا ہے ۔ یہ فطری بات ہے کہ بچے جو دیکھتے ہیں وہی کرتے ہیں ۔ چنانچہ تشدد' ہٹ دھرمی' نافرمانی' غیر شعوری طور سے بچوں کے ذہنوں میں داخل ہو جاتی ہے ۔ اور پھر بڑے ان سے شاکی ہوتے ہیں ۔ ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ اپنے فوائد کے ساتھ وقت کی بربادی کا بڑا ذریعہ ہو چکا ہے بچے اپنا وقت اس میں برباد کرتے ہیں ۔ ان امور پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے ۔

مولانا سید ہاشم عارف پاشاہ قادری مولوی کامل جامعہ نظامیہ نے کہا کہ مسلم معاشرہ میں شادی بیاہ کے موقع پر بے جارسم ورواج کی کثرت ہوگئی ہے اگران بے جارسوم ورواج کی وجہ سے فضول خرچی ہورہی ہوتو وہ سخت ناجائز ہے کیونکہ اسلام میں اسراف اورفضول خرچی کو شیطانی عمل اور ناشکری کا شیوہ بتایا گیا ہے ۔شادی بیاہ کے موقع پر بیانڈ باجوں اور آتش بازی پر پانی کی طرح پیسہ بہا دیتے ہیں جو ناجائز ہے ۔ نکاح میں سادگی اختیار کرنا اسلام میں نہایت قابل تعریف بات ہے اور بے جا رسم ورواج سے بچنا نہایت ضروری ہے ۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو بے جا رسم ورواج سے بچنے اور گناہوں سے باز آنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ مولانا محمد فصیح الدین نظامی نے نظامت کے فرائض انجام دیئے ۔ مولانا حافظ محمد عبیداللہ فہیم قادری ملتانی نے انتظامات کی نگرانی کی ۔ ۔ (روزنامہ اعتماد' ۱۳؍مارچ ۲۰۱۴ء)

علماءٔ زمانے کے تقاضوں کے پیش نظر اپنے دائرہ عمل کو مرتب کریں

عرس حضرت شیخ الاسلام محمد انواراللہ فاروقیؒ و جامعہ نظامیہ کا سالانہ جلسہ۔علماء مشائخ کی شرکت' طلبہ میں اسناد کی تقسیم

جامعہ نظامیہ کا 143 واں سالانہ جلسہ تقسیم اسناد وعطائے خلعت کے موقع پر 4520 طلبا طالبات میں اسناد' امتیازی درجہ سے کامیاب طلبہ و طالبات کو انعامات و گولڈ میڈلس بدست مہمانان خصوصی تقسیم کئے گئے ۔ شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ حضرت انوار اللہ فاروقیؒ کے عرس کے موقع پر جامعہ کے سالانہ جلسہ میں ملک و بیرون ملک کے علماء مشائخ نے شرکت کی ۔ مولانا سید شاہ علی اکبر نظام الدین حسینی صابری امیر جامعہ نظامیہ نے تقریب کی نگرانی کی ۔ مولانا مفتی خلیل احمد شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ نے اپنے مختصر خیر مقدمی خطاب میں فارغین جامعہ کو تلقین کی کہ وہ زمانہ کے تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے دائرہ عمل کو مرتب کریں ۔ انہوں نے کہا کہ جامعہ نظامیہ مختلف تعلیمی شعبہ جات میں اپنی خدمات انجام دے رہا ہے۔ جامعہ میں علماء کی نئی نسل کو مستقبل کے چیلنجس کے پیش نظر بہتر طور پر تیار کیا جارہا ہے ۔ الحمد للہ جامعہ نظامیہ کے تعلیمی معیار اور کارکردگی میں مسلسل اضافہ ہوتا جارہا ہے ۔ انہوں نے ہندوستان کے مختلف علاقوں سے آئے ہوئے علماء ومشائخ اور پاکستان کراچی سے آئے مولانا پروفیسر سید عطاء اللہ الحسینی قادری الملتانی کا خیر مقدم کیا۔اس موقع پر مختلف کتب سالنامہ مجلّہ ''انوار نظامیہ'' حمایت الصلوۃ' نصاب اہل خدمات شرعیہ حصہ اول' چہارم و پنجم' انوار الانشاء' انوار التجوید کی رسم اجراء بھی عمل میں آئی ۔

مولانا حافظ محمد لطیف احمد نائب شیخ الفقہ تذکرہ شیخ الاسلام پیش کرتے ہوئے کہا کہ بانی جامعہ نے اپنے فیض یافتگان کو اس طرح سے تیار کیا کہ انہوں نے مخطوطات کی اشاعت کے ذریعہ علوم اسلامیہ کی بنیادی کتابوں کا تحفظ کیا ۔ بانی جامعہ کے دور میں جن مخطوطات کو شائع کیا گیا انہیں سارے عالم اسلام میں مقبولیت حاصل ہے ۔اس میں سے کئی کتابیں جامعہ از ہر میں داخل نصاب بھی ہیں ۔ اس موقع پر مولانا ڈاکٹر محمد سیف اللہ نے تعلیمی رپورٹ پیش کی ۔ مولوی سید احمد علی معتمد جامعہ

نظامیہ نے رپورٹ مالیہ پیش کی ۔مولانا محمد فصیح الدین نظامی نے کارروائی چلائی ۔مولانا حافظ عبید اللہ فہیم قادری الملتانی نے انتظامات کی نگرانی کی ۔مہمانوں کے ہاتھوں سندی درجات مولوی تا کامل میں جملہ 376 امیدواروں اور حفظ قرآن مجید سے فارغ 166 طلبہ و طالبات کو اسناد 90 فاضلین جامعہ اور 166 حفاظ جامعہ کو دستار فضیلت وخلعت اور جملہ 9 گولڈ میڈلس دیئے گئے ۔حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ یادگار گولڈ میڈل حافظ محمد فہیم الدین کامل الفقہ کو منجانب محمد مصلح الدین جاوید بتوم بزم طلباء قدیم جدہ ومحبان جامعہ (جدہ)' حضرت شاہ ولی اللہ صوفی محدث دہلیؒ یادگار گولڈ میڈل حافظ محمد جیلانی کامل الفقہ کو منجانب خانقاہ روضۃ الاصفیاء شاہ ولی اللّٰہیؒ سکندرآباد' حضرت شاہ آغا محمد داؤد ابوالعلائیؒ یادگار گولڈ میڈل حافظ محمد فیروز خان فاضل دوم کو منجانب بیرسٹر اسدالدین اویسی صدر کل ہند مجلس اتحاد المسلمین ورکن پارلیمنٹ حیدرآباد' حضرت شاہ عبدالعزیز صوفی محدث دہلویؒ یادگار گولڈ میڈل حافظ شیخ محمود محی الدین فاضل دوم کو منجانب خانقاہ روضہ الاصفیاء شاہ والی اللّٰہی سکندرآباد' حضرت خواجہ محبوب اللہ شاہ' یادگار گولڈ میڈل سیدہ مشکورہ بی بی کامل الحدیث کو منجانب انتظامی کمیٹی درگاہ حضرت خواجہ محبوب اللہ امام سبکی علیہ الرحمہ یادگار گولڈ میڈل اسر فاطمہ فاضل دوم کو منجانب بیرسٹر اسدالدین اویسی صدر کل ہند مجلس اتحاد المسلمین ورکن پارلیمنٹ حیدرآباد' حضرت سید شاہ عبدالقادر صوفی محدث سکندرآباد یادگار گولڈ میڈل عطیہ سلطانہ فاضل دوم کو منجانب خانقاہ روضہ الاصفیاء سکندرآباد' محترم سرتاج محمد خان ۔۔ یادگاری گولڈ میڈ رضوانہ بیگم فاضل دوم منجانب سراج محمد خان صدر حراء ایجوکیشنل وسائٹی (جدہ) دیئے گئے ۔اس موقع پر مولانا محمد خواجہ شریف شیخ الحدیث' مولانا مفتی سید ضیاء الدین نقشبندی شیخ الفقہ' مولانا ڈاکٹر حافظ سید بدیع الدین صابری صدر شعبہ عربی جامعہ عثمانیہ' مولانا سید شاہ ظہیر الدین علی صوفی قادری' مولانا عبدالحق محمد رفیع الدین قادری قندھاری نبیرہ بانی جامعہ' مولانا سید بہاء الدین فاروقی انجینئر' مولانا ڈاکٹر عبدالمجید نظامی اور دوسرے موجود تھے ۔ (روزنامہ اعتماد' ۳۱/مارچ ۲۰۱۴ء)

جامعہ نظامیہ ملت اسلامیہ کیلئے سرمایہ افتخار

پاکستانی مہمان حضرت پیر خالد سلطان باہو کا جامعہ نظامیہ کے دورے کے موقع پر خطاب

ملک کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد کو آج سے تقریباً ڈیڑھ صدی قبل عاشق رسول اللہ ﷺ شیخ الاسلام حضرت حافظ شاہ محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگؒ نے تقویٰ وتوکل کی بنیاد پر قائم کیا۔اس جامعہ سے اب تک لاکھوں کی تعداد میں تشنگان علم فیضان ہوئے اور ہو رہے ہیں ۔دنیا کے مختلف ممالک میں یہاں کے فارغین اشاعت دین وتبلیغ اسلام میں مصروف ہیں۔حضرت شیخ الاسلام نے نہ صرف جامعہ نظامیہ قائم کیا بلکہ کئی تصانیف بھی اپنے پیچھے چھوڑے ہیں تاکہ صبح قیامت تک ان تصانیف کے ذریعہ ملت اسلامیہ خصوصاً اہل علم طبقہ اپنے علمی معلومات میں اضافہ کرسکے ۔یہی وجہ ہے کہ جب کبھی کوئی اہم شخصیت حیدرآباد آتی ہے تو جامعہ نظامیہ کا دورہ کرے بغیر نہیں جاتی ۔اس کی کڑی کے طور پر پاکستان سے

تشریف لائے ہوئے حضرت پیر خالد سلطان باہو سروری القادری سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت سلطان العارفینؒ پاکستان نے مادر علمی جامعہ نظامیہ کا تفصیلی دورے کئے ۔ مفکر اسلام مولانا مفتی خلیل احمد شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ نے آپ کو جامعہ کا تفصیلی دورہ کروایا اور جامعہ کا تعارف کرتے ہوئے کہا کہ جامعہ کے نام میں نظامی کا لزوم ہے دوسرا یہ کہ بغداد شریف میں حضور غوث الثقلینؒ نے جس مدرسہ سے تعلیم حاصل کی اس مدرسہ کا نام بھی مدرسہ نظامیہ ہے ۔ اسی نسبت سے اس کو شامل کیا گیا۔ تیسرا یہ کہ جس وقت دکن میں اس ادارے کی بنیاد ڈالی گئی اس وقت کے حکمراں بھی نظام کے نام سے تھے اس لئے اس کا نام شامل کیا گیا اور کئی بزرگان اولیائے کرام کی خاص توجہ اس جامعہ کے ساتھ رہی ہے ۔ مولانا مفتی خلیل احمد نے پاکستانی مہمان کا تمام جامعہ کے علماء سے فرداً فرداً ملاقات کرواتے ہوئے کتب خانہ کا بھی معائنہ کروایا۔ قدیم و نادار کتب کے متعلق تفصیلات بتائی ۔ پاکستانی مہمان حضرت پیر خالد سلطان باہو نے جامعہ اور بانی جامعہ کی علمی خدمات دیکھ کر کہا کہ مجھے سے مسرت ہو رہی ہے کہ اس ملک میں علمی خدمات انجام دینے والا اتنا بڑا ادارہ ہے ۔ یقیناً بانی جامعہ نے اس ادارے کی بنیاد ڈال کر بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے ۔ انہوں نے علماء جامعہ سے مل کر اپنی خوشنودی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ علماء کو دیکھنا بھی عبادت ہے ۔ اس لئے کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں ۔ انہوں نے بانی جامعہ کی تصانیف اور کتب خانہ میں موجود تقریباً سات سو سالہ قدیم کتب کا معائنہ کر کے بھرپور خراج پیش کیا۔ اس موقع پر مولانا حافظ حافظ و قاری محمد عبداللہ قریشی الازہری خطیب مکہ مسجد' مولانا محمد خواجہ شریف شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ' مولانا سید شاہ عزیز اللہ قادری شیخ المعقولات جامعہ نظامیہ' مولانا مفتی سید ضیاء الدین نقشبندی' مولانا مفتی عبداللطیف' مولانا قاضی محمد عبدالقوی' مولانا شاہ محمد فصیح الدین نظامی مہتمم کتب خانہ جامعہ نظامیہ کے علاوہ دیگر موجود تھے ۔

(روزنامہ راشٹریہ سہارا' ۱۲؍مارچ ۲۰۱۴' حیدرآباد)

حوادثِ زمانہ کے باوجود جامعہ نظامیہ پوری آب وتاب کے ساتھ مصروف عمل

جشن تاسیس کے موقع پر مولانا مفتی خلیل احمد کا خطاب

علوم اسلامیہ کی عظیم و قدیم دینی یونیورسٹی جامعہ نظامیہ حیدرآباد کا 144 واں جشن تاسیس آج عظیم الشان پیمانہ پر منعقد ہوا۔ اس موقع پر صدارتی خطاب کرتے ہوئے مفکر اسلام مولانا مفتی خلیل احمد شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ نے کہا کہ بانی جامعہ شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد انواراللہ فاروقی علیہ الرحمہ نے اس جامعہ کو تقوی و توکل کی اساس پر قائم فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ 143 سال کے دوران زمانہ میں کئی انقلابات آئے' کئی اداروں کا نام و نشان مٹ گیا' خود سلطنت آصفیہ کا زوال ہوا۔ سقوط حیدرآباد کا سانحہ پیش آیا' اس کے باوجود جامعہ نظامیہ پوری آب تاب کے ساتھ نہ صرف

قائم ہے بلکہ عالم اسلام میں اپنی امتیازی شان رکھتا ہے اور ملت اسلامیہ اور علوم اسلامیہ کی خدمت میں ہمہ تن مصروف ہے۔ حضرت شیخ الجامعہ نے فرمایا کہ بانی جامعہ نے زمانہ کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے دینی تعلیم کے فروغ اور علوم اسلامیہ کی اشاعت کے لئے باشارۂ منامی نبویﷺ اس ادارہ کو قائم کیا اور اس کا انحصار مکمل طور پر حکومتی امداد پر رکھنے کے بجائے عوامی تعاون اور اپنے رفقاء کی امداد پر رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ سقوط حیدرآباد کے باوجود جامعہ نظامیہ نہ صرف قائم رہا بلکہ پہلے سے زیادہ تندہی کے ساتھ اپنی خدمات انجام دے رہا ہے اور پورے عزم و استقلال کے ساتھ مستقبل کی طرف گامزن ہے۔ حضرت مفکر اسلام نے کہا کہ فارغین جامعہ اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کریں اور ملت کی اسی انداز میں خدمات انجام دیں جیسے حضرت شیخ الاسلام نے انجام دی ہے۔ بانی جامعہؒ نے علماء کو درس و تدریس کے ساتھ صنعت وحرفت سے وابستہ ہونے کا مشورہ دیا تا کہ علماء عزت نفس کے ساتھ اپنی معاشی ضروریات کی تکمیل کریں۔

حضرت مولانا محمد خواجہ شریف صاحب شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ نے مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ آج جامعہ نظامیہ پورے عالم میں اپنی منفرد شان رکھتا ہے۔ عرب علماء اس جامعہ سے اکتساب فیض کر رہے ہیں اور ہندوستان بھر میں جامعہ کا کام آگے بڑھ رہا ہے یہ سب بانی جامعہ کے اخلاص کا ثمرہ اور فیضان ہے۔ انہوں نے علماء جامعہ کو مشورہ دیا کہ اپنے آپ کو جامعہ کے لئے اور جامعہ کے کاز کے لئے وقف کر دیں، تب ہی وہ اپنے مقصد تعلیم کو پورا کرسکیں گے اور مادر علمی کی خدمت کا حق ادا ہوگا۔ جلسہ کا آغاز قرات ونعت سے ہوا۔ بعدازاں طلبا جامعہ نے مولانا افسر الحق دہلویؒ کا لکھا مشہور ترانہ ''قائم رہے الٰہی یہ جامعہ ہمارا'' پڑھا۔ اس موقع پر شیوخ جامعہ، اساتذہ کرام، طلبہ قدیم، طلبہ جامعہ نظامیہ اور عوام کی کثیر تعداد شریک تھی۔ مولانا محمد فصیح الدین نظامی نے جلسہ کی کاروائی چلائی۔ مزار حضرت بانی جامعہ پر فاتحہ وگل افشانی کے بعد حضرت شیخ الجامعہ کے ہاتھوں پرچم کی ایستادگی عمل میں آئی۔ (روزنامہ سیاست ۱۶؍نومبر ۲۰۱۴ء حیدرآباد)

جامعہ نظامیہ کے نصاب میں انگریزی زبان شامل

لسانیات کی تعلیم کا بھی باقاعدہ آغاز۔ مولانا مفتی خلیل احمد کی پریس کانفرنس

ملک کی سرکردہ اسلامی یونیورسٹی جامعہ نظامیہ میں اب باقاعدہ لسانیات کی تعلیم کا آغاز کیا گیا ہے۔ 144 ویں سال میں داخل ہونے والی اس عظیم جامعہ کے نصاب میں پہلی مرتبہ تبدیلی کرتے ہوئے انگریزی اردو اور دیگر زبانوں، بشمول انگریزی، عربی ترجمہ کو شامل نصاب کیا گیا ہے۔ اس تبدیلی کا مقصد جامعہ سے فارغ التحصیل طلبہ کو ملک کے اصل تعلیمی دھارے سے

مسابقت کا اہل بنانا اور انہیں دور حاضر کے چیلنجس سے نمٹنے اور اسلام پر کئے جانے والے اعتراضات کا اسی زبان میں جواب دینے کے قابل بنانا ہے ۔ نئے نصاب کے تحت فاضل (گریجویشن) کورس کو دوسال سے بڑھا کر 3 سال کر دیا گیا ہے۔ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ مولانا مفتی خلیل احمد نے یہ اعلان کیا۔اس موقع پر مولانا محمد خواجہ شریف شیخ الحدیث اور معتمد جامعہ جناب سید احمد علی بھی موجود تھے ۔مولانا مفتی خلیل احمد نے کہا کہ جامعہ نظامیہ نے اپنے اہم بنیادی نصاب کو برقرار رکھتے ہوئے لسانیات کا نیا شعبہ قائم کیا ہے اوراس کی تدریس کانظم شروع ہو چکا ہے۔اس نئی تبدیلی کے سبب جامعہ سے فارغ التحصیل طلبہ کو ہندوستان کی کسی بھی یونیورسٹی میں اعلیٰ تعلیم کے مواقع حاصل ہوں گے اوران کی سندوں کو مسلمہ حیثیت حاصل ہوگی' جس کی وجہ سے مختلف سرکاری ملازمت کے مواقع میسر ہوں گے۔ انگریزی تعلیم کی تدریس کے لئے اعلیٰ تعلیم یافتہ 15 اساتذہ کا تقرر کیا گیا ہے ۔اورمزید تقررات کئے جائیں گے ۔انہوں نے کہا کہ جامعہ نظامیہ کا بنیادی باوقار تعلیمی نظم درس نظامی جوں کا توں برقرار ہے ۔لسانیات کے نئے شعبوں کے ساتھ اوقات تعلیم میں بھی یومیہ 3 گھنٹے اضافہ کر دیا گیا ہے۔انہوں نے کہا کہا بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمہ نے دین کے ساتھ ساتھ فارغ التحصیل طلباء کومعیشت سے بھی جوڑے رکھنے پر زور دیا تھا اس مقصد کے لئے صنعت وحرفت کی تربیت کی تجویز پیش کی گئی ۔ چونکہ صنعت وحرفت کے لئے کافی مالیہ کی ضرورت ہے اس لئے یہ کام انجام نہیں دیا جاسکا ۔ چونکہ انگریزی زبان حصول روزگار کا اہم ذریعہ اورصنعت وحرفت کا بدل ہے اس لئے لسانیات کا یہ اضافہ مقصد بانی علیہ الرحمہ کے عین موافق ہے ۔ نئے نصاب کا مقصد جامعہ سے فارغ ہونے والے طلبہ کو معاشی طور پر کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے سے روکنا ہے تاکہ یہ ملک کی تعلیمی مسابقت میں اپنا حصہ لیں اوراپنی صلاحیتوں کے حساب سے اپنے لئے بہتر معیشت کے حامل بنیں ۔ انہوں نے کہا کہ انگریزی کے ساتھ ساتھ اردو کا بھی نظم کیا گیا ہے ۔حالانکہ اردو مادری زبان کی حیثیت سے ابتدائی درجوں تک محدود ہے۔لیکن ادب کی حیثیت سے جامعہ میں ادوتعلیم کا نظم نہیں تھا پہلی مرتبہ انگریزی کے ساتھ اردو درس وتدریس کا نظم کیا گیا ہے اس کے علاوہ انگریزی عربی کے ترجمہ کا کورس بھی شروع کیا گیا ہے جو کافی منفعت بخش ثابت ہوگا۔اس سے طلبہ کوعرب دنیا اورملٹی نیشنل کمپنیز میں روزگار کے باوقار مواقع حاصل ہوں گے۔مولانا مفتی خلیل احمد نے کہا کہ مستقبل میں دیگر زبانیں فارسی' ہندی' تلگوکو شعبہ لسانیات کے ذریعہ پڑھایا جائیگا۔انہوں نے کہا کہ اس سے قبل جامعہ نظامیہ کے اسناد کو عثمانیہ یونیورسٹی کی جانب سے مسلمہ حیثیت دی جاتی تھی لیکن لسانیات و عام مضامین کے نصاب میں شامل نہ ہونے کی وجہ سے یہ معاملہ مسدود ہوگیا تھا۔اب چونکہ جامعہ نظامیہ کے نصاب میں لسانیات کو بھی شامل کیا گیا ہے اور نہ صرف عثمانیہ یونیورسٹی بلکہ دیگر یونیورسٹیز کی جانب سے جامعات کی اسناد کو مسلمہ حیثیت ہونے کی امید ہے۔جامعہ نظامیہ اورکلیۃ البنات

جامعہ نظامیہ کے علاوہ جامعہ کے تحت اس کی 200 سے زائد شاخوں میں پڑھنے والے تقریباً 25 ہزار سے زائد طلبا و طالبات کو بھی استفادہ کا موقع ملے گا۔ نصاب اور روزگار کے مواقعوں کے لئے اہل ہوجائیں گے اور دین مبین کی تبلیغ عصری انداز میں انجام دیں گے۔ (روزنامہ اعتماد ۳۱ر ڈسمبر ۲۰۱۴ء حیدرآباد)

علماء کو اسلاف کے طریقہ پر گامزن ہونے کا مشورہ

مولانا مفتی عظیم الدین مدظلہ' کو صدر جمہوریہ کے ایوارڈ پر تہنیتی تقریب علماء کا خطاب

حضرت مولانا مفتی محمد عظیم الدین مفتی جامعہ نظامیہ کو عربی زبان میں غیر معمولی صلاحیت اور تحقیقی خدمات پر صدر جمہوریہ ہند جناب پرنب مکرجی کی جانب سے خصوصی ایوارڈ دیا گیا۔ یہ ایوارڈ توصیف نامہ شال اور رقمی تحفہ پر مشتمل ہے۔ اسی خصوص میں آج جامعہ نظامیہ میں مفتی صاحب کے اعزاز میں ایک تہنیتی تقریب منعقد ہوئی ۔مولانا مفتی خلیل احمد شیخ الجامعہ نظامیہ نے مولانا مفتی محترم عظیم الدین کو مبارکباد پیش کی اور کہا کہ مفتی صاحب علمی خانوادہ سے تعلق رکھتے ہیں ۔آپ کے آباد و اجداد کا علوم اسلامیہ سے تعلق رہا ہے آپ کے چاچا حضرت مولانا مفتی رحیم الدینؒ اپنے وقت کے عظیم عالم اور جامعہ نظامیہ کے مفتی رہے ۔آپ کے والد اور برادر کلاں نے بھی جامعہ میں علمی خدمات انجام دیں ۔حضرت شیخ الجامعہ نے کہا کہ مفتی صاحب کی زندگی طلبا اور علماء کے لئے بہترین نمونہ ہے ۔مفتی صاحب شہرت اور نام نمود سے ہمیشہ گریزاں رہا ہے ۔ انہوں نے کہا کہ علماء کی نئی نسل کو چاہئے کہ وہ حضرت مولانا مفتی محمد عظیم الدین کو اپنے لئے نمونہ بنائیں۔ اپنے اوقات کو بہتر کاموں میں صرف کریں ۔علمی شغف بڑھائیں اور للّٰہیت اور اخلاص کے ساتھ میدان میں جٹے رہے ۔حضرت مولانا محمد خواجہ شریف شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ نے مبارکباد پیش کرتے ہوئے کہا کہ مفتی صاحب کا جس طرح کا نام عظیم ہے آپ کے اعمال و افکار بھی عظیم ہیں اور آج عظیم الشان پیمانے پر آپ کی خدمات کا اعتراف کیا گیا ہے ۔ انہوں نے کہا کہ طلبا کے لئے مفتی صاحب کی ذات مینارہ نور رہے ۔انہوں نے کہا کہ سابق میں جامعہ نظامیہ کے کئی علماء کو صدر جمہوریہ ایوارڈ عطا کیا گیا ہے ۔جن میں حضرت مولانا ابو الوفاء الافغانیؒ ' علامہ حبیب عبداللہ المدرسیج ' مفتی شوافع جامعہ نظامیہ' علامہ سید شاہ طاہر رضوی القادری صدر الشیوخ جامعہ نظامیہ' علامہ ابوبکر الہاشمیؒ پروفیسر محمد سلطان محی الدینؒ اور ڈاکٹر محمد عبدالمجید نظامی شامل ہیں ۔اس موقع پر مولانا مفتی محمد عظیم الدین مفتی جامعہ نظامیہ نے اپنے تاثرات کا اظہار کیا اور اپنی تمام کامیابیوں کو مادر علمی جامعہ نظامیہ اور اپنے اساتذہ کے نام معنون کیا ۔انہوں نے اس موقع پر اپنے چچا اور مربی

مولانا مفتی محمد رحیم الدین کا بھی تذکرہ کیا اور طلباء کو نصیحت کی کہ وہ علمی میدان میں جدوجہد اور اخلاص کو اپنائیں اللہ تعالیٰ انہیں دنیوی و اخروی تمام نعمتوں سے سرفراز کرے گا۔ اساتذہ طلباء کی جانب سے مفتی صاب کی گلپوشی وعباء پوشی کی گئی۔ مولانا محمد فصیح الدین نظامی لائبریرین جامعہ نظامیہ نظامت کے فرائض انجام دیئے۔

(روزنامہ سیاست ۲۶ ؍ڈسمبر ۲۰۱۴ء حیدرآباد)

جامعہ نظامیہ کا معیار تعلیم عرب جامعات کے مماثل

شام کے ممتاز عالم دین شیخ محمد بن یحییٰ کا دورہ جامعہ نظامیہ کے موقع اظہار خیال

سرزمین شام کے ممتاز عالم دین شیخ طریقت محمد بن یحییٰ الحسینی مقیم اٹلانٹا امریکہ نے آج ازہر ہند جامعہ نظامیہ کا معائنہ کرتے ہوئے اس ادارہ کو ہندوستان میں علوم اسلامیہ واہل سنت کا قلعہ قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ جامعہ نظامیہ کے شیوخ عبقری شخصیات کے مالک اور علوم اور علوم ومعارف کے پاسبان ہیں۔ انہوں نے جامعہ نظامیہ کے نہج تدریس اور معیار تعلیم کو عرب جامعات کے مماثل قرار دیا۔ انہوں نے جامعہ کو تعلیمات اسلامیہ کا نقیب اور مینارہ نور قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ شیخ الجامعہ مولانا مفتی خلیل احمد کی خدمات سے عرب علماء کو استفادہ کرنا چاہئے۔ اس موقع پر انہوں نے شیخ الجامعہ سے اجازت حدیث بھی حاصل کی۔ مہمان عالم دین نے طلبہ جامعہ نظامیہ کو مبارکباد پیش کی کہ انہوں ایسے عظیم جامعہ سے استفادہ کا موعق مل رہا ہے۔ جو برصغیر میں ملت اسلامیہ کا حقیقی مرکز علم وعرفان ہے۔ اس موقع پر معزز مہمان کو جامعہ کے مختلف شعبہ جات کا معائنہ کروایا گیا۔ انہوں نے جامعہ کی تاریخی لائبریری کے شعبہ مخطوطات میں کافی وقت گذارا۔ نیز جامعہ نظامیہ کے زیر اہتمام شائع شدہ علمی وتحقیقی کتب کا مشاہدہ کرتے ہوئے ان کتابوں کو عالم اسلام کا سرمایہ قرار دیا۔ جامعہ نظامیہ سے جن عرب اسکالرس نے ڈاکٹریٹ کی ہے ان کے تحقیقی مقالوں کو بھی موصوف نے ملاحظہ کیا اور اپنی بے پناہ مسرت کا اظہار کیا اور پنی مطبوعہ کتب جامعہ کی لائبریری کے لئے عطیہ دیا۔ معزز مہمان نے اٹلانٹا میں اپنے ادارہ کلیۃ الشریعہ سے جامعہ کے معادلہ کی خواہش کا اظہار بھی کیا۔ اس موقع پر انہیں شیخ الاسلام حضرت انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمہ بانی جامعہ نظامیہ کے صد سالہ عرس شریف کے پروگرام سے واقف کروایا گیا جس پر موصف نے اپنی مسرت کا اظہار کیا اور شیخ الاسلام علیہ الرحمہ کو خراج عقیدت پیش کیا۔ اس موقع پر معزز مہمان کو جامعہ کی مطبوعہ کتب کا تحفہ پیش کیا گیا۔ معزز مہمان نے جامعہ کے دورہ سے متعلق کتاب الرائے میں گراں قدر احساسات کا اظہار کیا۔ اس موقع پر حضرت مولانا محمد خواجہ شریف شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ کے علاوہ دیگر شیوخ، نائبین شیوخ اور اساتذہ کرام موجود تھے۔

(روزنامہ رہنمائے دکن، ۱۵ ؍ڈسمبر ۲۰۱۴ء)

فضیلۃ الشیخ محمد ہشام کبانی کا دورہ جامعہ نظامیہ، حیدرآباد

سلسلہ نقشبندیہ کے ممتاز شہرہ آفاق لبنانی نژاد امریکی عالم فضیلۃ الشیخ محمد حشام کبانی سرزمین دکن کے پانچ روزہ پر آئے اور انہوں نے سب سے پہلے جنوبی ہند کی عظیم علمی دینی درسگاہ جامعہ نظامیہ کا دورہ کیا اور شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ کی مزار پر حاضر ہوتے ہوئے فاتحہ خوانی کی اس موقع پر حضرت مولانا مفتی خلیل احمد صاحب شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ' مولانا محمد خواجہ شریف صاحب' شیخ الحدیث' مولانا مفتی محمد عظیم الدین صاحب مفتی جامعہ نظامیہ' مولانا مفتی ضیاء الدین نقشبندی' مولانا انوار احمد اور مولوی احمد علی نے ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا اور جامعہ نظامیہ سے متعلق تمام تر تفصیلات سے واقف کروایا۔ فضیلۃ الشیخ نے جامعہ نامعہ نظامیہ کی لائبریریوں میں موجود نادر کتب کا مشاہدہ کیا۔ انہوں نے جنوبی ہند کی عظیم دینی علمی درسگاہ کے متعلق بتایا کہ جامعہ سے متعلق جو کچھ سنتا تھا اس سے زائد دیکھنے کا موقع ملا۔ انہوں نے جامعہ نظامیہ میں طلبہ کی تعلیم وترویج واشاعت پر بھی خوشنودی کا اظہار کیا۔ بعدازاں تاریخی چارمینار کا دورہ کر کے اس شاہکار کو تاریخی کارنامہ قرار دیا۔ اہل سنہ والینٹرس کے اصرار پر انہوں نے ڈی سی پی ساؤتھ کے دفت پہنچ کر ڈی سی پی ستیہ نارائنا سے ملاقات کر کے گذشتہ دنوں شہر میں مرکزی میلاد جلوس کے کامیاب انعقاد پر پولیس کی جانب سے مکمل تعاون کئے جانے پر اظہار تشکر کیا۔ پروگرام کے مطابق فضیلۃ الشیخ نے بارگاہ حضرت یوسفینؒ واقع ناملی پہنچ کر حاضری دی اور چادر گل چڑھائی اس موقع پر متولی وسجادہ نشین فیصل بابا کے علاوہ دیگر ذمہ داران نے فضیلۃ الشیخ کا خیر مقدم کیا اور بارگاہ حضرات یوسفینؒ کی کرامات سے واقف کروایا۔ فضیلۃ الشیخ نے سرزمین دکن کے اولیاء کرام اور بزرگان دین کی سرزمین قرار دیا۔ فضیلہ الشیخ نے بارگاہ حضرت بابا شرف الدینؒ واقع پہاڑی شریف پہنچ کر چادر گل پیش کر کے فاتحہ خوانی کی۔ اس موقع پر سید امیرالدین حمد' رضوان' عامر العمودی' منور قادری' کلیم قادری اور محمد انور کے علاوہ دیگر موجود تھے۔

(روزنامہ راشٹریہ سہارا' ۸/جنوری ۲۰۱۵' حیدرآباد)

......○......

تحصیل علوم عربیہ حسب نصاب نظامیہ

افادات از : حضرت شیخ الاسلام مولانا حافظ محمد انوار اللہ فاروقی
المخاطب بہ فضیلت جنگ قدس اللہ سرہ العزیز بانی جامعہ نظامیہ

یہ امر پوشیدہ نہیں کہ انسان کی شرافت محض علم سے ہے جس کی وجہ سے وہ تمام حیوانات میں ممتاز ٹھیرا اور ہمارے دین میں جس قدر فضائل وارد ہیں محتاج بیان نہیں اس سے بڑھ کر کیا ہو کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ و جہاد وغیرہ عبادات سے اس کے افضل ہونے میں متعدد احادیث وارد ہیں ۔ اسی وجہ سے اصحاب صفہ تمام دنیا کے کاروبار چھوڑ کر فاقہ پر فاقہ کھینچتے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درِفیض گستر سے مفارقت گوارا نہ کرتے ۔ اس وقت علم قرآن شریف میں تھا یا جو کچھ حضرت کا ارشاد ہوتا غرض جو کچھ سنتے خوب یاد رکھ لیتے اور اپنے ملاقاتیوں کو پہونچا دیتے جب صحابہؓ کا زمانہ آیا مختلف زبانوں کے لوگوں کے اختلاط کی وجہ سے عربی زبان پر بُرا اثر پڑنے لگا جس سے اس کی حفاظت کی فکری ہوئی چنانچہ حسب ارشاد حضرت علی کرم اللہ وجہہ علم نحو کی بنیاد ڈالی گئی اس وقت تک جس قدر علم تھا سب مبانی تھا ۔ بمصداق اس قول کے علم در خلد خویش نہ درِ جلدمیش لیکن آخری صدی میں کتابت احادیث کی شروع ہوگئی اور حدیث شریف کی کتابیں مدون ہونے لگیں پھر جیسا جیسا زمانہ گذرنے لگا نئی نئی ضرورتیں پیش ہوتیں اور علماء اس کو انجام دیتے چونکہ اسلامی سلطنت اعلی درجہ کے تمدنی حالت پر تھی اور قاعدہ ہے کہ تمدنی ضرورتیں مختلف شعبوں سے انجام پاتی ہیں اس لئے بحسب مناسب طبع ایک ایک جماعت نے ایک ایک کام اپنے ذمہ لیا کسی نے قرآن کی طرف توجہ کی جس سے علم قرأت تجوید اور رسم الخط وغیرہ علوم متعلقہ قرآن مدون ہوئے کسی نے تفسیر قرآن کا ذمہ لیا کسی نے الفاظ قرآن حدیث کی حفاظت کے لئے صرف ونحو ولغت وغیرہ کی طرف توجہ کی کسی نے معانی قرآن وحدیث سے متعلق قواعد مرتب کر کے علم معانی واصول فقہ وغیرہ ایجاد کیا کسی نے الفاظ احادیث نبویہ صحیح صحیح طور پر جمع کرنے کی فکر کی جس سے فن حدیث ورجال اصول حدیث مدون ہوا ۔

ایک جماعت نے یہ خیال کیا کہ آیات واحادیث میں ناسخ ومنسوخ وغیرہ ہونے کی وجہ سے ہر کسی کو معلوم نہیں ہوسکتا کہ عمل کس آیت وحدیث پر کیا جائے اس لئے انہوں نے آیات واحادیث اقوال وافعال صحابہ کو پیش نظر رکھ کر مسائل کا استنباط کیا جس سے علم فقہ مدون ہوا کسی نے تہذیب اخلاق ظاہری و باطنی کے مسائل مستنبط کر کے علم اخلاق وتصوف ایجاد کئے ۔

غرض ہزار علماء اپنے اپنے فرض منصبی میں مشغول ہوئے اور ہر طرف طلبا کے جوق جوق ترقی علوم میں مشغول تھے کہ

دوسری صدی میں فلسفہ عربی میں آ دھمکا ۔ پہلے ہی سے انسان کی طبیعت فلسفہ پسند ہے جیسا کہ ابن خلدونؒ نے لکھا ہے ''**العلوم علی صنفین علم طبعی للانسان یهتدی الیه بفکره وهی العلوم الحکمیة الفلسفه**'' پھر ہئیت مجموعی اس کے پیش نظر ہوجانے سے یکبارگی طبیعتیں اس کی طرف مائل ہوگئیں اور اسلام پر اس کا بُرا اثر پڑنے لگا چنانچہ معتزلہ وغیرہ نے بہت کچھ اس سے مدد لی اور خلط مبحث کردیا۔ اس فتنہ کو دفع کرنے کے لئے علماء کو کامل توجہ کی ضرورت ہوئی ۔ چنانچہ انہوں نے یونانی کتابوں کا ترجمہ کرکے ایک ذخیرہ فلسفہ کا علماء کے روبرو رکھ دیا جس سے اُن کو ان ہی کے کتابوں سے رد کرنے کا موقع ملا اور علم کلام مدون ہوا ہر چند یہ علم اسلام کے حق میں فی نفسہ مضر ہے لیکن اس وجہ سے کہ بات بات میں اس کے تدقیقات بھری ہوئی ہیں اور آدمی بالطبع قوت عقلیہ بڑھانے پر مجبول ہے اکثر علماء نے اس طرف توجہ مبذول کی اور اس سے کام لیکر خصم پر غلبہ حاصل کیا ۔ چونکہ یہ کام بھی علماء کے اعلیٰ درجہ کا فرض منصبی تھا اس لئے تکمیل علوم میں یہ فن بھی بجائے شرط قرار دیا گیا ۔ جب اعلیٰ درجے کی ترقی علوم کی ہوئی تو قابل استناد اور کامل وہی شخص سمجھا جاتا کہ ان تمام علوم وفنون میں ماہر ہو جب وہ زمانہ آ گیا کہ ہر فن کی کتابیں بکثرت تصنیف ہوگئیں اور پڑھنے پڑھانے والے حیران ہوئے کہ کونسی کتابیں داخلِ نصاب تعلیم ہوں تو ہرفن کے ماہر اور متبحر علماء نے یہ کام اپنے ذمہ لیا کہ بحسب ضرورت تدریس کے قابل کتابیں تصنیف کریں چنانچہ بعضوں نے متون اس غرض سے لکھے کہ ان کا یاد کرنا آسان ہو اور ان میں التزام کیا کہ قابل اعتماد مسائل چھوٹے چھوٹے فقروں میں ہوں جیسے کافیہ وشافیہ تلخیص وغیرہ ۔ کسی نے مشکل کتابوں کی تصنیف کا التزام کیا اس غرض سے کہ طلبہ کے ذہنوں کو دشوار مضامین سمجھنے اور احتمالات جدیدہ کے پیدا کرنے کی عادت ہو غرض محققین نے خاص خاص اغراض کو پیش نظر رکھ کر مختلف مذاق کی کتابیں فراہم کردیں اور اکابر علماء مدرسین نے جس کو مفید سمجھا نصاب تعلیم میں داخل کیا جس کی وجہ سے شروح وحواشی اُن پر اس غرض سے لکھے گئے کہ اُن کا پڑھنا آسان ہو ۔ غرض جیسے جیسے کتابیں تصنیف ہوئیں بحسب ضرورت و اغراض ماہرین فن ان کو داخل اور بے ضرورت کتابوں کو خارج کرتے اس وجہ سے ہر زمانہ اور ملک میں نصاب کی ترمیم ہوا کی' یہاں تک کہ مولانا نظام الدین صاحبؒ لکھنوی کا زمانہ آیا چونکہ آپ اُس زمانہ کے گویا شیخ الشیوخ تھے خاص خاص ضروری اغراض پیش نظر رکھ کر ایسا مفید نصاب ٹھیرایا کہ جو شخص اُس کی تکمیل کرے جمیع علوم میں اُس کو اس قدر مہارت حاصل ہوجاتی ہے کہ ہرفن کی کتاب خود مطالعہ سے نکال لیتا ہے پھر اگر کسی فن میں کمال حاصل کرنا چاہتے تو بطور خود حاصل کرسکتا ہے چنانچہ صدہا بلکہ ہزارہا علماء اسی نصاب کی بدولت ایسے نامی وگرامی نکلے جو شہرۂ آفاق ہیں ۔ اس نصاب میں ایک عمدہ فائدہ یہ ہے کہ ملکۂ جامعیت علمی حاصل ہوجاتا ہے ۔ دوسری ولایتوں میں طلبہ کو جامعیت بہت کم حاصل ہوتی ہے اس لئے کہ ہرفن کے صدہا بلکہ ہزارہا مسائل ہوتے ہیں سب کو ازبر کرکے ہر ایک فن میں کمال حاصل کرنا قریب محال کے ہے شاید ہزاروں میں کوئی ایسا

ہوگا کہ جو ایام طالب علمی میں سب فنون میں کمال حاصل کرے۔

دوسری غرض اس نصاب سے یہ ہے کہ ذہن کو اس بات کی عادت ہو کہ ایک بات سے دوسری بات پیدا کرے اور مناظرہ میں ایسے احتمالات قائم کر سکے جو مسکت خصم ہوں اس کی ضرورت اس وجہ سے ہوئی کہ فلاسفہ اور دوسرے مذہب وملت کے لوگ ہمیشہ ہمارے دین پر حملہ کیا کرتے ہیں اور ان کا جواب دینا علماء ہی کا فرض منصبی ہے پھر جب ایام تحصیل ہی میں اس کی عادت ہوجائے تو احتمالات قائم کر کے خصم کو ساکت کرنا آسان ہوتا ہے۔ علم کلام کی کتابوں سے ظاہر ہے کہ ہمارے علماء نے فلاسفہ وغیرہ کے جوابات میں اکثر یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔ **جزء لایتجزی** کا مسئلہ جو کتاب کلامیہ میں شائع ہے اس کا منشا یہی ہے کہ جب حکمانے ہیولیٰ اثابت کر کے قدم عالم وغیرہ تعریفات اس پر جمائے جو ہمارے دین پر ان کا بڑا اثر پڑتا تھا۔ متکلمین نے یہ احتمال قائم کر دیا کہ ممکن ہے کہ بجائے ہیولیٰ امادۂ عالم اجزائے **لا یتجزی** ہوں۔ جس سے ہیولی کے متفرعات کا ابطال ہوجائے۔ اسی طرح اور مسائل میں بھی اکثر کہا جاتا ہے کہ "**لما لا یجوز ان یکون کذا**" الغرض خصم کے دلائل میں احتمالات پیدا کر کے اُن کو ثابت نہ ہونے دینا بھی ایک بڑا کام ہے چونکہ مذاہب باطلہ کا شیوع مولانا موصوف کے پیش نظر تھا۔ انہوں نے اس نصاب میں اس کا لحاظ زیادہ تر رکھا اور فوقانی درجہ کے لئے ایسی کتابوں کا انتخاب کیا جس سے یہ غرض پوری ہو اور یہ خیال صرف انہیں کو نہ تھا بلکہ ایک زمانۂ دراز سے چلا آتا تھا اور علمائے متبحرین ایسی تصانیف کر گئے جن سے اس بات کا سلیقہ حاصل ہو مثلاً قطبی اور میر میں شمسیہ کی اس عبارت "**العلم اما تصورا فقط وهو**" ضمیر ہو پر کئی احتمال اور ہر ایک میں رد وقدح خوب کی گئی تاکہ طلبہ کو مضامین میں خوض کرنے اور دلائل و جوابات اور احتمالات پیدا کرنے کا طریقہ معلوم ہو اسی طرح ملا جلال وتصنیفات میر زاہد وغیرہ جو فوقانی درجہ میں رکھے گئے ہیں اُن سب سے یہی غرض ہے کہ اس قسم کی باتیں فن کے حاصل کرنے سے حاصل نہیں ہوتیں کیونکہ ہر فن کے مسائل اکثر بطور قواعد کلیہ ہوتے ہیں اُس کے استعمال کا طریقہ عملی طور پر جب تک نہ بتایا جائے معلوم کرنا مشکل ہے ان کتابوں میں گویا فن مناظرہ کی مشق کروائی جاتی ہے کہ دلیل اس طرح قائم کرتے ہیں اور اُس کا رد اس طرح کیا جاتا ہے اور خصم کو یوں ساکت کیا کرے ہیں پھر اس ضمن میں ہر فن کے مسائل دقیقہ کا بھی استحضار وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا ہے۔

اگرچہ کتاب کسی فن کی ہوتی ہے مگر نظر طالب علم کی ہر طرف پڑتی ہے اور دقیق دقیق مسائل کا تذکرہ ہوتا جاتا ہے اور غیر مانوس مضامین سمجھنے کی عادت ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ کیسا ہی ناآشنا مضمون پیش کیا جائے فوراً ذہن نشین ہوجاتا ہے۔

اس نصاب میں مسائل علمیہ حاصل کرنے کا پہلا درجہ مقرر کیا گیا ہے اس وجہ سے اکثر متون تحتانی درجہ میں رکھے گئے ہیں طالب علم جب ان کو سمجھ کر پڑھ لیتا ہے تو ہر علم کے ضروری مسائل مستحضر ہوجاتے ہیں پھر فوقانی کتابوں میں ان کا اعادہ مع

شئی زائد ہو جاتا ہے اب رہی یہ بات کہ باوجود متون پڑھ لینے کے لیاقت حاصل نہیں ہوتی سو وہ طلبہ یا اساتذہ کی کم توجہی کے باعث سے ہے۔نصاب کا اس میں کوئی قصور نہیں۔

یہاں یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ یہ سب کتابیں متاخرین کی ہیں قدماء کی کتابیں ان سے بہتر ہیں۔اس کا جواب یہ ہے کہ فی الواقع قدما کو فضیلت ہے مگر ان کا مقصود تصانیف سے صرف مسائل فن کو جمع کر دینا تھا اور متاخرین نے خاص خاص اغراض پیش نظر رکھ کر تعلیم کے واسطے کتابیں لکھیں۔اور مختلف فیہ مسائل میں وہی قول اختیار کیا جو متفق علیہ ہو۔یہ بات قدماء کی تصانیف سے حاصل نہیں ہوئی اس لئے کہ اُن کے معاصرین اور متاخرین نے مسائل میں جو اختلاف کیا ہے اس کا قول فصیل ان میں نہیں۔اسی طرح وہ اغراض جو ابھی بیان کئے گئے اُن سے حاصل نہیں ہوسکتے اور قاعدہ کی بات ہے کہ جو کچھ بہت تجربوں اور تلاحق انظار کے بعد حاصل ہوتا ہے وہ زیادہ تر مفید ہوتا ہے اور یہی قابل تسلیم ہے کہ ہر فن تلاحق انکار و انظار سے روز بروز ترقی پذیر اور مہذب ہو جاتا ہے جس سے اکثر متاخرین کی کتابیں زیادہ مسائل پر حاوی ہیں اس صورت میں مستند متاخرین کی کتابیں چھوڑ کر قدماء کی کتابیں پڑھانا مثلاً معانی اور مطول کو چھوڑ کر دلائل الاعجاز پڑھانا تقریباً ایسا ہے جیسے اس زمانہ میں فیربکس کی جگہ قدیم دیا سلائی کی تلاش کرنا جس کو کوئی عقلمند پسند نہ کرے گا اور اس نصاب کی مقبولیت اس سے بھی معلوم ہوتی ہے کہ حال کا ذکر ہے کہ مدرسہ نظامیہ میں اس سال جب جلسۂ دستار بندی کا ہوا اور طلبہ کی سندوں پر علماء نے دستخطیں کر کے اُن کو دیں تو اس ہی شب میں ایک بزرگ نے جو مشائخین عظام سے ہیں خواب میں دیکھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور کل اسناد اس غرض سے طلب فرما رہے ہیں کہ خود بھی اُن کو اپنے دستخط خاص سے مزین فرما دیں جن حضرات کے نزدیک اس قسم کے خوابوں کی وقعت ہے وہ خیال فرما سکتے ہیں کہ یہ نصاب کس قدر قابل قدر ہے۔

ان وجوہات پر اگر یہ خیرخواہانِ قوم غور و انصاف کی نظر ڈالیں تو میری رائے میں نصاب موجودہ کو قدر کی نگاہوں سے دیکھیں گے۔اب میں چاہتا ہوں کہ اسباب تنزل علوم میں تھوڑی سی بحث کروں لیکن اُس کے پہلے اسباب ترقی معلوم کرنے کی ضرورت ہے جس سے بمصداق تعریف الاشیاء باضدادھا اسباب تنزل خود پیش نظر ہو جائیں گے۔

تقریر سابق سے یہ بات معلوم ہوئی کہ احادیث نبویہ سے جس قدر علم کی فضیلت ثابت ہے کسی عبادت کی نہیں اس لئے جب تک اسلامی جوش مسلمانوں کے دلوں میں تھا اور دین کو دنیا اور جمیع تلذذ ذات نفسانیہ پر مقدم رکھتے تھے علوم کی روز افزوں ترقی تھی۔فن رجال سے یہ بات بخوبی ثابت ہے کہ جس قدر قدما نے تحصیل علم میں سعی کی اگر اس زمانہ کی طبیعتوں کے لحاظ سے دیکھی جائے تو طاقت انسانی سے خارج معلوم ہوتی ہے۔صدہا منازل پیادہ پا بغیر زاد راہ کے طے کرنا فاقہ کشی اور افلاس کی حالت میں سالہا سال ثابت قدم رہنا انہی حضرات کا کام تھا۔علماء سلف میں اس کی کی نظیریں موجود ہیں۔اسی میں

لکھا ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث کی خاطر کئی رات اور کئی دن پاپیادہ چلتے رہے ۔ حافظ ابو العباس رازیؒ باوجود یکہ مادر زاد نابینا تھے مگر تحصیل علم کے واسطے بلخ اور بخارا' نیشاپور اور بغداد کی سیاحت اختیار کی ۔ غرض یہ حضرات دین میں اس کی زیادہ ضرورت سمجھ کر تحصیل علم میں جانفشانی اور جانبازی کرتے تھے ۔ پھر یہ ذوق وشوق صرف علماء ہی میں تھا بلکہ عموماً ہزار ہا اشخاص رہتے تھے چنانچہ علماء سلف نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ سلیمان بن حرب رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے ایک وسیع میدان میں مثل منبر کے ایک مرتفع جگہ بنائی گئی تا کہ اُس پر بیٹھ کر املائے حدیث کریں اُس مجلس میں امیر المومنین مامون الرشید اور تمام امرائے خلافت حاضر تھے جو لفظ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کی زبان س نکلتا اس کو امیر المومنین خود اپنے قلم سے لکھتے جاتے تھے اُس مجلس کے حاضرین کا اندازہ کیا گیا تو چالیس ہزار (40000) تھے ۔

امام عاصم ابن علی رحمۃ اللہ علیہ املائے حدیث کے واسطے بغداد سے باہر ایک بلند چبوترہ پر بیٹھتے تا کہ دور تک آواز پہونچے' خلیفہ معتصم باللہ نے یک بار اپنا معتمد اُس مجلس کے شرکاء کا اندازہ کرنے کے لئے بھیجا اُس نے ایک لاکھ بیس ہزار کا اندازہ کیا ۔ ایسے مجالس میں کئی شخص فاصلہ فاصلہ پر کھڑے رہ کر بہ آواز بلند الفاظ شیخ کو نقل کیا کرتے اور اس کے نظائر اور بہت سی کتاب رجال میں مذکور ہیں جن سے ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں عموماً علم کا شوق تھا ۔ اور علماء کو اعلیٰ درجہ کی وقعت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے ۔ بڑا سبب اس کا یہ تھا کہ قریب زمانہ نبوی کی وجہ سے کل مسلمانوں کے دلوں میں یہ بات جمی ہوئی تھی کہ ہمارے معلوم کرنے کے لئے علماء کی ضرورت ہے جب عموماً قوم کا یہ خیال ہوا اور علماء کی اس قدر اور منزلت ہو تو طلبہ کے حوصلے کس قدر بڑھتے ہوں گے اور کیسی کیسی جانفشانیوں سے علم حاصل کرتے ہوں گے ۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جہاں جس چیز کی قدر ہوتی ہے اُس کو فراہم کرنے والے بھی زیادہ ہوتے ہیں ۔ اگر چہ ہزار ہا اشخاص ایسے تھے کہ خالصاً لوجہ اللہ علم حاصل کرتے اور قوم سے اُس کا معاوضہ کچھ نہ لیتے مگر بہت سے ایسے بھی ہوں گے کہ علماء کی قدر ومنزلت اُن کو تحصیل علم پر آمادہ اور مجبور کرتی ہوگی بہر حال خواہ خلوص سے ہو یا قوم کی توجہ سے ہو ہزار ہا افراد قوم روز افروزں ترقیاں کر کے کمال حاصل کرتے تھے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قوم کی ترقی اور قدر دانی بھی اعلیٰ درجہ کی محرک تحصیل کمال کے لئے ہے ۔

اور ایک وجہ ترقی علم کی توجہ سلاطین ہے ۔ ابھی معلوم ہوا کہ خلیفہ مامون رشید سلیمان ابن حرب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر ہو کر جو وہ فرماتے تھے اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے ۔ ادنیٰ تامل سے یہ بات معلوم ہوسکتی ہے کہ جس قوم کا بادشاہ مجالس علم میں حاضر ہو کر سب کے برابر بیٹھے اور اپنے ہاتھ سے لکھے اُس قوم کی ترقی علم کس درجے کو پہونچے گی ۔ پھر صاف ظاہری اور زبانی قدر دانی نہ تھی بلکہ اعلیٰ خدمات اور عہدوں کے مستحق علما ہی سمجھے جاتے تھے جس کا حال تاریخ دانوں پر پوشیدہ نہیں ۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو صرف یہی ایک سبب تحصیل کمال اور ترقی علم کے لئے کافی ووافی ہے ۔ گورنمنٹ کی سلطنت میں دیسی

تعلیم یافتہ اعلیٰ خدمات کے مستحق نہیں سمجھے جاتے باوجوداس کے انگریزی میں کمال حاصل کرتے ہیں کسی قدر سعی کی جاتی ہے اور کتنے لوگ مشغول ہیں پھر جہاں اعلیٰ درجے کے خدمات علوم سے وابستہ ہوں وہاں کیا حال ہو۔غرض اس تقریر سے اسباب تنزل علوم بھی معلوم ہوگئے ہوں گے پھر نصاب مقررہ پر یہ الزام لگانا کہ باعث تنزل علوم وہی ہے۔ بالکل واقع اور عقل کے خلاف ہے اب ان اسباب ترقی کے بعد مجھے اسباب تنزل کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں مگر ایک بات البتہ قابل بیان ہے وہ یہ ہے کہ تنزل کی بنیاد کا پہلا پتھر فلسفہ تھا جب سے اس کا منحوس قدم مسلمانوں میں آیا۔ اسلامی خیالات میں تغیر آ گیا۔ مذاہب باطلہ کو ہتھیار مل گئے خانہ جنگیاں شروع ہوگئیں۔علماء کو سخت مصیبت کا سامنا ہوا ترقی کے خیالات اس بلا کے روکنے کی طرف مائل ہوگئے ۔مناظرے کی کتابیں لکھیں ۔تعلیم کے طریقے ایجاد کئے تاکہ آئندہ آنے والی نسلیں اُس پر کاربند ہوں اور خصم پر غالب رہیں ۔غرض تجربوں اور پیش بینیوں سے قوم کے لئے ایک سرمایہ کافی تیار کردیا۔فلسفہ چونکہ طبعی فن ہے جس کا حال اوپر معلوم ہوا اس لئے وہ ہر وقت ایک نئے لباس میں ظہور کرتا رہا اس زمانہ میں جس رنگ میں ظاہر ہوا ہے اُس کو دیکھ کر فلسفۂ سابق کی نسبت بے اختیار رحمت پرنباش اول زبان پر جاری ہوتا ہے ۔ کیونکہ تصانیف شیخ مثل شفا ارشارات وغیرہ سے ظاہر ہے کہ حکماء سابق کو توحید میں کمال درجہ کا غلو تھا تعدد و جبا کو بڑی شدومد سے رد کیا تنزیہ میں وہ مسلک اختیار کیا جو ضرورت سے زیادہ تھا۔ نبوت اور جزا وسزا کے ضروری ہونے پر دلائل قائم کئے معجزات و کرامات اولیاء کو عقلی طریقے سے ثابت کیا' سات آسمانوں کا وجود جیسا کتب سماوی میں تھا باقی رکھا۔ اسی طرح اوراسلامی مسائل کا ثبوت ملتا ہے گو اسلامی طریقہ سے کسی قدر ہٹے ہوئے ہیں ۔مگر آج کل کے فلسفہ کو دیکھئے تو عجیب مطلق العنانی ہے نہ واجب الوجود سے کام نہ نبوت کا ذکر نہ آسمانوں وغیرہ کا وجود۔تمام عالم کا دارومدار نیچر پر ہے ۔ نبوت ایک قوت کا نام ہے جونجار اور لوہا وغیرہ میں بھی موجود ہے ۔غرض اس فلسفہ میں کسی عقیدۂ اسلامی سے تعلق ہی نہیں اور مسلمانوں وہ اس قدر سرایت کرتا جاتا ہے کہ تپ دق کی طرح اُس کا احساس بھی نہ رہا کیونکہ اگر کچھ احساس ہوتا تو علماء اُس کے دفعیہ کی طرف مثل قدما کے توجہ کرتے ۔ برخلاف اُس کے اُن کے آمادہ کئے ہوئے سامان کی بربادی کی فکر ہورہی ہے ۔اگر ندوہ کو اس وقت تقلیل مدت ختم نصاب کی ضرورت کسی دینی غرض سے پیش ہوتو اُس کی تدبیر یہ ہوسکتی ہے کہ اُس غرض کے لئے خاص نصاب کا انتخاب کرے مگر نصاب مقررہ میں کوئی تغیر نہ کیا جائے اور جو طلبہ للّہیت یا مذاق طبعی کی وجہ سے اُس کو ختم کرنا چاہیں اُن کو اُس سے محروم نہ کریں بلکہ اُن کے ممنون ہونا چاہئے کہ ایک بڑی غرض ہماری وہ پوری کرتے ہیں اس زمانہ میں قوم کی توجہ طلبہ کی طرف جس قسم کی ہے ظاہر ہے اور دوسرے اسباب ترقی علوم کی حالت بھی چھپی ہوئی نہیں ۔ اس پر جو طلبہ علوم عربیہ کی طرف توجہ کرتے ہیں اور اپنے اوطان کو چھوڑ کر دینی مدارس میں اپنی عمر کا ایک معتد بہ حصہ صرف کرتے ہیں اُن کو اس جفاکشی و جان فشانی پر آمادہ کرنے والی سوائے اس کے اور کیا

چیز ہے کہ اسلامی علوم کو باقی رکھنا چاہتے ہیں اور اُن کی علوئے ہمت کا یہ حال کہ نصاب مقررہ سے اگر ایک کتاب کم کی جائے تو راضی نہیں ۔ بلکہ اس فکر میں ہوتے ہیں کہ سفر دور دراز اختیار کر کے تکمیل کرلیں ۔ ان میں اکثر لوگ ایسے ہیں کہ انگریزی وغیرہ علوم پڑھنے کی اُن کو ترغیب دی جائے تو ہرگز راضی نہیں ہوتے ۔ اگر ولایت کوئی چیز ہے تو اُن آثار و امارات سے اُن کو اولیاء اللہ کہنا بے موقع نہ ہوگا ۔ اس زمانہ میں اس سے بڑھ کر کیا خرق عادت ہوسکتی ہے کہ دنیا طلبی کے علوم کو چھوڑ کر یہ حضرات فقر و فاقہ میں خوش اور اپنے کام میں مشغول اور اُن کے مقصود میں اگر کوئی ہوتو اُس کو اپنا اور دین کا دشمن سمجھتے ہیں ۔ مدرسہ نظامیہ کے طلبہ نے جب الندوہ کا پرچہ دیکھا جس میں نصاب موجودہ کی خرابی بیان کی گئی ہے ۔ سخت برہم ہوئے اور بُرے الفاظ سے اُس کو یاد کیا اُن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ باوجود ان خرابیوں کے جو اکثر مسلمانوں میں آ گئی ہیں اب تک بھی حق تعالیٰ کو منظور ہے کہ اس امت مرحومہ میں ایسے افراد پیدا ہوں جو قوم کے پیشوا بنیں ۔ اور اُن کے دین کی حمایت کر کے مخالفوں کے مکائد سے اُن کو بچائیں ۔ کیونکہ اس اولوالعزمی کا سوائے اس کے حق تعالیٰ کی طرف سے اُن کو عطا ہوئی ہیں بظاہر کوئی سبب معلوم نہیں ہوا ۔

اگر ان حضرات کی نسبت تمام مسلمانوں کے ساتھ لگائی جائے تو اس وقت شاید پچاس ہزار کے مقابلہ میں بھی ایک ہوگا نہ ہوگا کیونکہ ہندوستان میں دینی مدارس خود معدودے چند ہیں ۔ اور اُن میں شوقین مستقل مزاج طلبہ چند ہی ہوں گے اگر ایسی نازک حالت میں علماء بھی اس بات کے درپئے ہوجائیں کہ یہ لوگ اپنے مقصود میں جو درحقیقت تمامی خیر خواہان ملت کا مقصود ہے اور ہونا چاہئے کامیاب نہ ہوتو قوم کی حالت پر سخت افسوس کا مقام ہے فقط ۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت و الیہ انیب و اخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد و الہ و صحبہ اجمعین .
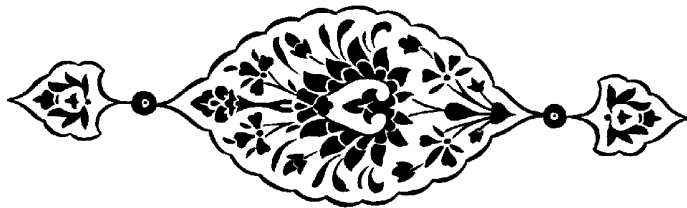
حضرت مولانا مفتی محمد عظیم الدین صاحب
صدر مفتی جامعہ نظامیہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین متین اس مسئلہ میں کہ

۱۔ جناب شیخ عبدالقادر جیلانیؒ جنکو پیرانِ پیر کے نام سے پکارا جاتا ہے' کیا ان کی زندگی میں یا فوراً بعد غوث اعظم دستگیر کہہ کر پکارا جاتا تھا، جب کہ علمائے حق فرماتے ہیں کہ غوث فریادرساں یا فریاد کو سننے والے کو کہا جاتا ہے' ظاہر ہے اور ہم سب کا ایمان ہے کہ اللہ عز وجل کے سوائے کوئی فریادرسان نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں خود اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے کہ میں شہ رگ سے قریب ہوں اور پکارنے والے کی سنتا ہوں۔

۲۔ ہندوستان میں اور بہت سے علاقوں میں خصوصاً حیدرآباد کے ہر محلے میں اور محلّہ کے نکڑ پر غوث اعظم دستگیر کے نام پر چلّے ہیں اور اس کے ساتھ جھنڈا سبز رنگ کا لگا ہوتا ہے' کیا دین حق و اسلام میں اس کی گنجائش ہے؟ کیا کتاب وسنت سے ثابت ہے جب کہ اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے جب تک تم دو چیزوں کو تھام لو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہوں گے ایک کتاب اللہ اور دوسری میری سنت' جواب سے سرفراز فرمائیں؟

۳۔ ہندوستان میں بعض شہروں اور قریوں میں بزرگان دین کا عرس منایا جاتا ہے اور اس میں مرد وخواتین اور بچے شرکت کرتے ہیں' کیا ہمارے رسول ﷺ سے یا صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین) سے ثابت ہے اور کیا کسی صحابی کا عرس منایا گیا؟

۴۔ کیا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ بعد نماز عصر اور فجر مروجہ فاتحہ اور ہر جمعرات کی فجر کے بعد سلام جو کسی شاعر کا کلام ہوتا ہے جس میں استعانت طلب کیجاتی ہے اور بہت سے اشعار مشرکانہ ہوتے ہیں جب کہ حضور ﷺ سے متعلق قرآن میں ذکر ہے ''اگر میں غیب کا علم رکھتا تو دنیا کے فائدے کی چیزیں لے لیتا'' (یہ موٹے موٹے الفاظ ہیں) علمائے دین قرآن کا صحیح ترجمہ کرسکتے ہیں اور کیے ہیں' کیا صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین) کے زمانے میں اس طرح پڑھا گیا؟

۵۔ اور یہ بھی بتائیے کہ بہت سے مسلمان ان مندرجہ بالا عمل کو نہیں اپناتے اور اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث پیش کرتے ہیں کہ (کل محدث بدعة و کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار) جس کا مفہوم یہ کہ دینِ اسلام میں ہر نئی چیز جو ایجاد کی گئی ہو وہ بدعت اور بدعت کے رائج کرنے والے اور اس پر عمل کرنے والے جہنم میں جائیں گے اور حوض کوثر سے جب اللہ کے رسول ﷺ امتیوں کو پلائیں گے' فرشتے بدعتی کو روکیں گے اور کہیں گے کہ آپ کے بعد

دین اسلام میں یہ لوگ نئی نئی بدعتیں ایجاد کئے تب اللہ کے رسول ﷺ فرمائیں گے دوری ہو دوری ہو' التحیات اور درود ابراھیم میں سلام بھی ہے اور دورد بھی ہے، کیا اس سے بہتر سلام اور درود روئے زمین پر ہے جو قاعدہ میں بیٹھ کر پڑھا جاتا ہے؟ جواب سے سرفراز فرمائیں۔

۶۔ ماہِ رمضان المبارک میں بعد تراویح اسپیکر کے ذریعہ بہ آواز بلند حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آن حضرت ﷺ تک ''یا'' کہہ کر پکارتے ہیں' کیا یہ حضور ﷺ سے یا صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین) سے ثابت ہے؟

۷۔اور یہ بھی بتائیے کہ رمضان المبارک کے مہینے میں تراویح میں ہر ترویحہ کے درمیان چاروں خلفاء کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین) کا نام لیا جاتا ہے' کیا یہ رسول ﷺ اور صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین) سے ثابت ہے یا اس طرح کرنے کا حکم دیا گیا ہے؟ اگر ہے تو کتاب وسنت کی روشنی میں جواب دیں۔

الافـــــتـــــاء

۱۔غوث کے معنی اعانت کرنا' مدد کرنا' فریادرسی' پناہ دینا' دستگیری کرنا' مساعدت کرنا ہیں۔حضرت پیران پیر سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو قطب وغوث اعظم ان ہی کی حیات میں بولا جاتا تھا' چنانچہ مشہور ومعروف محدث امام نووی نے حضرت پیران پیر کے لئے ان القاب کا استعمال فرمایا ہے بستان العارفین میں آپ تحریرفرماتے ہیں کہ ''**ماعلمنافیما بلغنا من الثقات الناقدین کرامات الاولیاء اکثر مما وصل الینا من کرامات القطب شیخ بغداد محی الدین عبدالقادر الجیلی رضی اللہ تعالی عنہ' کان شیخ السادۃ الشافعیۃ والسادۃ الحنابلۃ ببغداد وانتھت الیہ ریاسۃالعلم فی وقتہ**''۔ نیز حضرت غوث اعظم اپنے الہامات میں بیان فرمائے کہ یہ لقب اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے چنانچہ الہامات غوثیہ میں (۶۵) الہامات ہیں ہر ایک کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے ''یا غوث الاعظم'' سے آپ کو تخاطب فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں مدد کرنے کی صلاحیت وقوت بخشی ہے چنانچہ احادیث شریفہ میں بارش کو ''غوث'' کہا گیا، ہجرت کے سولہویں سال فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے عہد میں ابوعقیل بعیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے الغوث الغوث پکار کر پانی طلب کیا ہے تو فاروق اعظم نے ان کو تسلی دیتے ہوئے۔ **اتـاک الـغوث** فرمایا' روایت کے کلمات یہ ہیں۔**فالغوث الغوث فقال عمر اتاک الغوث اصبح معنا بالماء**۔المعجم الاوسط للطبرانی۔ پانی سے پیاس بجھانے میں مدد ہوتی ہے اس لئے اسے غوث کہا گیا۔

اسی طرح حضرت عیسی علیہ السلام کو بھی غوث کہا جائے گا، قرب قیامت جب مسلمان مظلوم ہوں گے تو آخر میں وہ ندا سنیں گے: اے لوگو تمہارے پاس غوث آئیں گے! اس کے بعد حضرت عیسی علیہ السلام کا نزول ہوگا، دیکھو مصنف ابن ابی شیبہ باب ماذکر فی فتنة الدجال ۔المعجم الکبیر للطبرانی رقم حدیث (۲۹۰) میں حضور ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا اگر تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہوجائے یا کوئی راستہ بھٹک جائے اور وہاں کوئی راہبر نہ ہو تو ایسی پریشانی کی حالت میں اس کو چاہئے کہ ''یا عباداللہ اغیثونی' یاعباداللہ اغیثونی '' کہے تو اللہ کے بندے جن کو تم نہیں دیکھتے وہ تمھاری مدد کریں گے، جس کو الجامع الصغیر میں علامہ سیوطی نے حدیث نمبر (۱۳۹۶) اور کنز العمال میں حدیث نمبر (۱۷۴۹۸) میں نقل کیا ہے۔

پس مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ لفظِ ''غوث'' مخلوق کیلئے بھی استعمال ہوا ہے اس لئے حضرت پیران پیر کو غوث اعظم کہنا نہ ممنوع ہے اور نہ صفت الٰہی میں مشارکت کا احتمال رکھتا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو حضرت عیسی علیہ السلام اور پانی کو غوث نہ کہا جاتا۔

۲۔جھنڈا قوم' ملت' ملک' گروہ' مذہب کی علامت ہوتا ہے۔مختلف رنگ کے جھنڈے' اپنی شناخت دوسروں سے اپنے کو ممتاز کرنے کے لئے استعمال کرسکتے ہیں۔ان پر نقش نگاری جیسے چاند' تارہ' سورج' تلوار' کھجور کا درخت' کلمہ طیبہ' درودِشریف یا غوث پاک کا نام لکھا جاسکتا ہے۔جھنڈے سے متعلق خود سرکار دوعالم ﷺ کا ارشاد جنگِ خیبر کے وقت ہے کہ کل میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس سے اللہ و رسول محبت کرتے ہیں اور جو اللہ و رسول سے محبت کرتا ہے۔ باب مناقب علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحیح بخاری کتاب الفضائل میں ہے۔اور صحیح بخاری میں غزوہ موتہ کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت زید و جعفر و ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شہادت کی اطلاع آنے سے قبل حضور ﷺ نے ارشادفرمایا جبکہ آپ کی چشمانِ اقدس سے آنسو بہہ رہے تھے کہ زید نے جھنڈا لیا شھید ہوئے پھر جعفر نے لیا وہ شہید ہوئے پھر ابن رواحہ نے لیا وہ شھید ہوئے یہاں تک کہ سیف من سیوف اللہ (یعنی خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے لیا اللہ نے ان کے ہاتھ فتح نصیب کی۔لہذا ہندوستان کے مسلمان اپنی علامت و نشانی کے طور پر سبز رنگ کا جھنڈا جس پر حضور غوث پاک کا نام یا کلمہ طیبہ تحریر کردہ نصب کرتے ہیں اس میں کوئی قباحت نہیں۔قرآن و حدیث میں ممنوعات و محرمات ذکر کئے گئے ہیں ان سے ہٹ کر سب چیزیں جائز و مباح ہیں۔ چلّے اور جھنڈے بھی اسی زمرہ میں آتے ہیں۔معرفۃ السنن والآثار باب تعریف العرفاء وعقد الالویہ میں ہے کہ دشمنان اسلام سے لڑائی یا کسی اور غرض سے صحابہ کرام کے مختلف قبائل سفر کرتے تو حضور ﷺ انہیں اپنے ساتھ شناخت کے لئے ہر ایک قبیلہ کو جھنڈا رکھنے کا حکم دیتے تھے۔

۳۔عرس شادمانی وخوشی کو کہتے ہیں۔ اللہ کے محبوب بندوں کے یوم وصال ان کے مزار پر بغرض زیارت و ہدیہ ثواب کے لئے انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر جمع ہونے کا نام عرف میں ''عرس'' کہلاتا ہے۔ یہ عمل حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام

حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنھم سے بھی ثابت ہے۔ مصنف عبدالرزاق باب فی زیارۃ القبور میں ہے۔ **کان النبی ﷺ یاتی قبور الشھداء عند رأس الحول فیقول السلام علیکم بماصبرتم فنعم عقبی الدار، قال و کان ابوبکر وعمر وعثمان یفعلون ذلک** ۔زیارت قبور جس طرح مرد کے لئے مستحب وآخرت کی یاد اور دنیا سے بے رغبتی کا ذریعہ ہے اسی طرح عورتوں کے لئے بھی ہے، حضور ﷺ کا ارشاد ہے میں تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا تو اب زیارت کرو وہ تم کو آخرت کی یاد دلاتی اور دنیا سے بے رغبت کرتی ہے۔ البتہ عورتوں مردوں کا اختلاط یا خلاف شرع امور سے اجتناب ضروری ہے۔

۴۔ آیۃ کریمۃ ''**صلوا علیہ وسلموا تسلیما**'' سے بلا قیدِ وقت وہئیت درود وسلام پڑھنا مامور بہ ہے۔ دینی و دنیاوی کسی بھی محفل کے اختتام سے پہلے درود وسلام نہ پڑھے تو حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اہل مجلس پر ندامت ہوگی۔ دیکھئے تفسیر ابن کثیر سورہ احزاب۔ صحابہ وتابعین کا روزانہ صبح درود وسلام پڑھنا ثابت ہے۔ اِس زمانہ میں صرف جمعرات و جمعہ میں سلام پڑھتے ہیں تو اس میں کوئی خلاف شرع عمل نہیں ہے۔ کنز العمال کی حدیث جلد (۴) صفحہ (۲۸۴) حدیث نمبر (۵۷۹۷) صلاۃ حفظ القرآن میں ہے۔ **فاذا فرغت من التشھد فاحمد اللہ و احسن الثناء علی اللہ تعالی وصل علیّ و احسن و علی سائر النبیین** ....الخ سے درود ابراھیم کے سواء خود ارشاد نبوی کے تحت حضور اور انبیاء پر اچھے الفاظ سے درود وسلام بھیجنے کا حکم ہے اور کنز العمال کی جلد اول میں باب فی الصلاۃ علیہ ﷺ میں صحابہ کرام سے مختلف صیغوں سے درود وسلام کا ذکر آیا ہے تو معلوم ہوا کہ صرف درود ابراھیم ہی پر درود وسلام کا حصر نہیں۔

البتہ ردالمحتار میں علامہ شامی نے حسب ذیل ایسے مواقع کا ذکر فرمایا جہاں درود وسلام پڑھنا مکروہ ہے۔ (۱) وقت مباشرت (۲) قضاء حاجت (۳) خرید وفروخت کے وقت ساز وسامان کی عمدگی بتانے کے لئے (۴) بوقت تعجب (۵) بوقت جھوٹ (۶) بوقت ذبح (۷) چھینک کے وقت۔

۵۔ اللہ کی ذات اور صفات میں کسی کو شریک جاننا شرک ہے۔ نعتیہ اشعار میں جواب نمبر ایک کے تحت اگر کوئی لفظ آجائے تو قباحت نہیں۔ ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور اللہ کی عطا وسیلہ سے ہوتی ہے۔ لہذا وسیلہ کو شرک کہنا غلط فہمی ہے۔ فقہاء کا یہ قول ہے کہ کسی مسلمان سے کوئی مشتبہ لفظ نکل جائے تو ممکنہ حد تک اس کی تاویل کی جائے اور اس کو کافر نہ کہا جائے۔ تعصب سے ہٹ کر کھلے دماغ سے سونچنے کی ضرورت ہے۔ فاتحہ سے ایصال ثواب مقصود ہے۔ انفرادی واجتماعی طور پر پڑھنا مستحب وباعث ثواب ہے۔ اس عمل سے ان احادیث شریفہ کی متابعت ہوتی ہے جن میں نماز کے بعد سورۂ فاتحہ واخلاص اور معوذتین پڑھنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ سنن ابی داؤد **باب مایقول اذا اصبح** میں ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے صبح شام سورۂ اخلاص سورۂ فلق سورۂ الناس تین بار پڑھنے کا حکم فرمایا۔ کنز العمال جلد (۴) صفحہ (۱۶۴)

میں ہے کہ جو شخص بعد نماز جمعہ سورۂ فاتحہ سورۂ اخلاص سورۂ فلق سورۂ ناس پڑھیگا وہ اس جمعہ سے آئندہ جمعہ تک اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہے گا۔

علم غیب سے متعلق یہ بات مسلّم ہے کہ ’نبی‘ غیب کی بات بتلانے والے ہی کو کہتے ہیں ۔اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کو علم غیب عطا کرتا ہے اور نبی کریم ﷺ کے متعلق ارشاد باری ہے **وماھو علی الغیب بضنین** کہ وہ غیب کی بات بتلانے میں بخالت نہیں کرتے۔(جھنڈوں سے متعلق تحریرکردہ جواب میں حضور ﷺ کا علم غیب واضح ہے)۔سورۂ آلِ عمران آیۃ (۱۷۹)میں ہے: اوراللہ یہ بھی نہیں چاہتا کہ غیب کی باتوں پرتم کو مطلع کردئے بلکہ وہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے‘منتخب فرمالیتا ہے۔سورۃ النساء آیت (۱۱۳)میں نبی کریم ﷺ سے فرمایا:اورتم کو وہ باتیں سکھادی ہیں جوتم پہلے سے نہیں جانتے۔نیز سورۃ الجن آیت (۲۶‘۲۷)میں ہے:وہی غیب کی باتوں کا جاننے والا ہے اوروہ کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا‘ ہاں اپنے کسی برگزیدہ پیغمبر کو مطلع کردیتا ہے۔

بدعت کا لفظ اکثر بے محل استعمال ہورہا ہے، بدعت سے مراد وہ نیا کام ہے جس کی اصل شریعت میں نہ ہواور جس کی اصل شریعت میں موجود ہے وہ بدعت نہیں‘ مسلم شریف کی حدیث **من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بهامن بعده من غير ان ينقص من اجورهم شيئ ومن سن فی الاسلام سنة سيئة كان عليه وزرها ووزرمن عمل بها من بعده من غير ان ينقص من اوزارهم شيئ** سے کل بدعۃ ضلالۃ کی کلیت منسوخ ہے۔اگر ہر نئے عمل کو بدعتِ سیئہ کے زمرہ میں لائیں اوراس کی تقسیم کا اعتبار نہ کریں تو خیر وشر کی پہچان باقی نہ رہے گی۔

۶۔لفظ ’’یا‘‘ ایسا حرف ندا ہے جو قریب و بعید حاضر و غائب زندہ ووفات شدہ کے لئے استعمال ہوا ہے۔چنانچہ قرآن مجید میں **یاایھاالناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا** میں جو لفظ ’’یا‘‘ ہے اس کے مخاطب حضور کے زمانے کے لوگوں سے قیامت تک آنے والے لوگ ہیں۔نیز بیت اللہ کی تعمیر کے بعد حضرت ابراھیم علیہ السلام کو حج کی ندا دینے کا حکم **واذن فی الناس بالحج** سے ہوا تو انہوں نے عرض کیا: میری آواز کہاں تک پہنچے گی۔تو ارشادالٰہی ہوا تمہارا کام ندا دینا ہے اور پہنچانا میرے ذمہ ہے۔تو انہوں نے عرض کی میرے پروردگار میں کیسے ندادوں؟ توارشادِ الٰہی ہوا کہ کہو’’**یاایھاالناس کتب علیکم الحج الی البیت العتیق** ’’(اے لوگوتم پر بیت اللہ کا حج فرض کیا گیا) آپکی اس آواز کو زمین و آسمان میں سنا گیااور قیامت تک آنے والے حجاج لبیک کے ذریعہ جواب دیئے(درمنثور‘سورۃ الحج)۔اس کے علاوہ قبرستان میں زیارت قبور کو جانے والے کے لئے **السلام علیکم یا اھل القبور یغفراللہ لنا ولکم** کی تعلیم حضور اکرم ﷺ کے ارشاد سے ثابت ہے۔ترمذی کتاب الجنائز۔

۷۔رمضان المبارک میں تراویح کے ہر چار رکعت کے بعد نبی کریم ﷺ اور خلفاء اربعہ کا نام جو لیا جانے کا رواج پڑا ہے اس سے رکعتوں کی تعداد یاد رکھنے اور بعد میں آنے والے مصلیوں کو فوت شدہ رکعتوں کی تعداد سے باخبر رکھنا مقصود ہے۔ اس میں شرعًا کوئی ممانعت نہیں۔تراویح کے بعد انبیاء کرام علیہم السلام کے اسماء مع القاب پکارنے سے بچوں اور ناواقف مسلمانوں کی تعلیم اور انبیاء کی عظمت سے واقفیت ہوتی ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وماعلینا الاالبلاغ۔

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فرقہ مسعودی (جماعت المسلمین رجسٹرڈ) جو بزعم خود بس اپنے کو مسلم کہتا ہے ۔ باقی سارے مکاتبِ فکر کے سارے مسلمانوں یعنی بریلوی، دیوبندی، جماعت اسلامی، اہل حدیث وغیرہ کو اور اسی طرح چاروں سلاسل کے صوفیاء و اُولیاء یعنی نقشبندیہ، چشتیہ، قادریہ اور سہروردیہ کو اور ائمہ مجتہدین اور مکہ مکرمہ مدینہ منورہ کے علماء، صلحاء اور ائمہ کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہے اور اس فرقہ کے ادعا میں بھی شامل ہے کہ ''جو دین اسلام چودہ سو سال سے چلا رہا ہے اس کو مانے مگر مسعود احمد کے لٹریچر پر ایمان نہ لائے وہ مسلم نہیں'' اور یہ فرقہ قیاس و اجماع کو حجت ماننے سے انکار کر رہا ہے۔

ایسی صورت میں اس فرقہ کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے۔ بینوا تؤجروا ؟

الافتاء

بشرط صحت سوال صورت مسؤل عنہا میں فرقہ مسعودی (جماعت المسلمین رجسٹرڈ) کا یہ عقیدہ کہ ''جو دین اسلام چودہ سو سال سے چلا رہا ہے اس کو مانے مگر مسعود احمد کے لٹریچر پر ایمان لائے وہ مسلم نہیں'' وہ دراصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین پر ایمان لانے کو کافی نہیں سمجھ رہا ہے اور اپنے لٹریچر پر ایمان لانے کو ضروری قرار دے رہا ہے ، گویا یہ اپنے نبی ہونے کا ادعا کر رہا ہے ۔ نیز اس کے عقیدہ سے دنیا بھر کے سارے مسلمان کافر قرار پاتے ہیں ۔ اور مسلمانوں کو کافر قرار دینے والا خود دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے ۔ اس کے علاوہ شرعاً اجماعِ امت کا منکر کافر ہے ۔ ''الشفا للقاضی عیاض ص ۳۹۳ میں ہے ۔ ''و کذلک نقطع بتکفیر کل قائل قال قولاً یتوصل بہ الی تضلیل الامۃ ۔ اور اصول فخر الاسلام اکمل الدین محمد بن محمود البابرتی الحنفی کی شرح التقریر کی جلد ۵ ص ۳۹۷ میں مطلب صیرورۃ الاجماع کآیۃ من الکتاب اور حدیث متواتر کے تحت ہے ۔ قال رحمہ اللہ فصار الاجماع کآیۃ من الکتاب

أو حديث متواتر في وجوب العلم و العمل به فيكفر جاحده في الأصل.

پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے انکار اور ساری امت مسلمہ کو کافر کہنے کی بناء فرقہ مسعودی خارج از اسلام ہے۔ مسلمانوں کو اس سے دور رہنا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم۔

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فرقہ وہابیہ کے افراد کی طرف سے ایک اشتہار بعنوان ''اثبات رفع الیدین'' شائع کیا گیا جس میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث بحوالہ مسلم' وابوداؤد' ترمذی اور دوسری حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بحوالہ ابن ماجہ' بیہقی ج ۲' دارقطنی' جزء بخاری تلخیص جزء سبکی اور ایک حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ذکر کی گئی جس میں تکبیر تحریمہ اور قبل رکوع و بعد رکوع رفع یدین کا ذکر کیا گیا۔ اور اس کے علاوہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا قول بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۸ نقل کیا کہ ''والذی یرفع احب الی ممن لا یرفع'' (رفع ان کے پاس محبوب ہے) اور مولانا عبدالحئ لکھنویؒ کا قول بھی نقل کیا کہ یہ اثر مردود ہے کیونکہ اس کی سند میں ابن عیاش ہے جو متکلم فیہ ہے اور یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ' ہمارا مطالبہ دوام رفع یدین کا ہے اس پر دلائل پیش کئے جائیں جو حدیث صحیح صریح مرفوع اور متصل سے ہو اور مسجد ابراہیم اہل حدیث تیکل کوٹہ' نامی ایک مہر جس پر ثبت کی گئی۔

ایسی صورت میں شرعاً اس اشتہار کے متعلق کیا حکم ہے۔؟ بینوا تؤجروا۔

الافتاء

تکبیر تحریمہ میں رفع یدین سب کے پاس مسلم و ثابت ہے۔ البتہ قبل رکوع و بعد رفع یدین میں صحابہ کرام' تابعین' تبع تابعین' وائمہ مجتہدین کا اختلاف ہے اور ہر فریق کے پاس اپنے اپنے دلائل وتحقیق ثابت ہے۔ جب خیر قرون میں یہ اختلاف پایا گیا تو ان میں سے کسی ایک کا بھی متفقہ اثبات نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ جہاں رفع یدین کے احادیث مذکورہ ہیں وہیں عدم رفع یدین کے احادیث بھی ثابت ہیں جن میں چند یہ ہیں:

حديث تميم بن طرفة عن جابر بن سمرة قال: خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: مالي اراكم رافعي ايديكم كانها اذناب خيل شمس اسكنوا في الصلاة۔ اخرجه مسلم في باب الامر

بالسکوت فی الصلاۃ و ابوأدد فی باب السلام و الطحاوی فی باب الاشارۃ فی الصلاۃ و احمد اور الجامع الکبیر للسیوطی میں ہے۔ اخرجہ الطیالسی رقم (۷۸٦) و احمد (۲۱۰۰۱) مسلم رقم (٤۳۰) ابوداؤد رقم (۱۰۰۰) النسائی رقم (۱۱۸٤) ابن حبان رقم (۱۸۷۸) و اخرجہ ایضاً ابن ابی شیبۃ رقم (۸٤٤۷) و ابو عوانۃ رقم (۱۵۵۲) والطبرانی رقم (۱۸۲٦) والبیھقی رقم (۳۳۳٦)۔

جابر بن سمرہؓ نے فرمایا کہ ہم پر رسول اللہ ﷺ رونق افروز ہوئے تو کہا کہ کیا بات ہے' میں تم کو ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھ رہا ہوں گویا کہ وہ بے قابو گھوڑوں کی دمیں ہیں' نماز میں سکون سے رہو۔ اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کے ہاتھ اٹھانے پر منع کرتے ہوئے ان کو نماز میں ہاتھ اٹھانے سے رکنے کا حکم فرمایا۔ امام بخاری دوسری حدیث (جس میں رفع یدین بوقت سلام مذکور ہے) ذکر کر کے اس حدیث کو بوقت سلام ہاتھ اٹھانے سے خاص کرتے ہیں۔ دیگر محدثین نے دونوں احادیث کو علحدہ علحدہ بتلاتے ہوئے اس حدیث میں 'فی الصلاۃ' کی قید ذکر کی ہے۔ اور دوسری حدیث میں نہیں فرمایا۔ اور بوقت سلام رفع یدین مراد لینے سے حدیث کے ظاہری معنیٰ 'فی الصلاۃ' سے عدول کرنا لازم آیگا کیونکہ فی الصلاۃ کے معنیٰ متقاضی ہے کہ بعد تکبیر تحریمہ وقبل تسلیم کے مابین ہاتھ اٹھانے سے رکا جائے۔ اگر حدیث کے معنیٰ بوقت سلام ہاتھ اٹھانا مخلِ سکون نماز ہونے کی وجہ اس حرکت سے منع ہے تب بھی عین نماز قبول رکوع و بعد رکوع رفع یدین کا بدرجہ اولیٰ مخل سکون نماز ہونا ثابت ہوگا اوراس سے بھی منع ضروری ہے۔ اس کے علاوہ سنن ترمذی' ابوداؤد اور نسائی وغیرہ میں ہے۔

عن وکیع عن سفیان الثوری عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمۃ قال قال عبداللہ بن مسعودؓ ألا اصلی بکم صلاۃ رسول اللہ ﷺ ! فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ قال و فی الباب عن البراء بن عازبؓ انتھی . و فی لفظ : فکان یرفع یدیہ اول مرۃ ثم لا یعود ' قال الترمذی حدیث حسن و ابو داؤد فی باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع و الترمذی فی باب رفع الیدین عند الرکوع و النسائی فی باب ترک رفع الدین للرکوع و فی باب الرخصۃ فی ذلک احمد .

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا: کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز کی طرح نماز نہ پڑھاؤں! پس نماز پڑھانے سوائے پہلی مرتبہ کے آپ ہاتھ نہیں اٹھائے' اور یہ بھی لفظ مذکور ہے کہ پہلی مرتبہ دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے پھر اس کا اعادہ نہیں کرتے۔ اس حدیث میں واضح الفاظ میں حضور اکرم ﷺ کا ایک مرتبہ ہی رفع دین مروی ہے۔ اس کے علاوہ نہیں اور مسند حمیدی کی حدیث ہے:

حدثنا الحمیدی قال حدثنا الزھری قال اخبرنا سالم بن عبداللہ عن ابیہ قال رأیت رسول اللہ ﷺ

اذا افتتح الصلاۃ رفع یدیه حذو منکبیه و اذا اراد ان یرکع و بعد ما یرفع رأسه من الرکوع فلا یرفع و لا بین السجدتین (مسند الحمیدی ' احادیث عبداللہ بن عمر حدیث ٦١٤) .

سالم بن عبداللہ نے اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے رسول ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ ﷺ نماز شروع کرتے تو دونوں ہاتھوں کو مونڈھوں کے برابر اٹھاتے اور جب رکوع کرنے کا ارادہ کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو ہاتھ نہیں اٹھاتے اور نہ ہی دونوں سجدوں کے درمیان اٹھاتے ۔ اس حدیث سے بھی صرف ابتدائے نماز میں رفع یدین مذکور ہے اس کے علاوہ قبل رکوع بعد رکوع و بین السجدتین رفع یدین نہ ہونا مذکور ہے ۔ (یہ روایت احادیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما میں مذکور ہے) اس کے علاہ شرح معانی الآ ثار میں ہے :

حدثنا ابن ابی داؤد قال ثنا نعیم بن حماد قال ثنا وکیع عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمة عن عبداللہ عن النبی صلی اللہ علیه وسلم : انه کان یرفع یدیه فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود 'حدثنا محمد بن النعمان قال ثنا یحیی بن قال ثنا وکیع عن سفیان فذکر مثله باسناده . حدثنا ابو بکرۃ قال ثنا مؤمل قال ثنا سفیان عن المغیرۃ قال قلت لابراهیم حدیث وائل انه رأی النبی صلی اللہ علیه وسلم یرفع یدیه اذا افتتح الصلوۃ و اذا رکع و اذا رفع راسه من الرکوع فقال ان کان وائل رء اہ یفعل ذلک فقد رأہ عبداللہ خمسین مرۃ لا یفعل ذلک ۔(شرح معانی الآثار. ج ١ ص ١٦٢) .

مغیرہ نے ابراہیم سے وائل کی حدیث بیان کی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ابتداءِ نماز میں اور قبل رکوع و بعد رکوع رفع یدین کرتے دیکھا تو ابراہیم نے کہا کہ اگر وائل نے اس طرح کرتے دیکھا تو عبداللہ نے پچاس مرتبہ اس طرح نہیں کرتے دیکھا ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ رفع یدین نہیں کرتے تھے اور علامہ عینی اس ضمن میں فرماتے ہیں ۔[**و یؤید النسخ مارواہ الطحاوی باسناد صحیح) (عبداللہ) عینی)**] ج ۴ ص ۳۸۰ کہ امام طحاوی کی صحیح اسناد سے روایت کردہ احادیث نسخ رفع یدین) تائید کرتی ہیں ۔ علاوہ ازیں ۔

حدثنا ابن داؤد قال حدثنا احمد بن یونس قال حدثنا ابوبکر بن عیاش عن حصین عن مجاهد قال : صلیت خلف ابن عمر فلم یکن یرفع یدیه الا فی التکبیرۃ الاولی من الصلاۃ . شرح معانی الآثا رج ١ص ١٦٣ کہ مجاہد روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھا تو وہ سوائے تکبیرۂ اولی کے نماز رفع یدین نہیں کئے ۔ اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بھی قبل رکوع و بعد رکوع رفع یدین پر عمل نہ تھا جو کہ ان کی رفع یدین کے باب میں روایت کردہ احادیث کے مخالف ہے ۔ لہذا ان کے پاس بھی رفع یدین منسوخ

ہونے پر یہ بھی دلیل ہے کیونکہ وہ کسی بھی سنت رسول ﷺ کو چھوڑنے والے نہ تھے۔ علاوہ ازیں و مع ذلک فقد رويناه متصلا في حديث عبدالرحمن بن الاسود و كذلك كان عبدالله يفعل في سائر صلواته كما حدثنا ابن ابي داؤد قال حدثنا احمد بن يونس قال ثنا ابو الاحوص عن حصين عن ابراهيم قال كان عبدالله لا يرفع يديه في شئ من الصلاة الا في الافتتاح و قد روى مثل ذلك عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه كما حدثنا ابن ابي داؤد قال ثنا الحماني قال ثنا يحيى بن آدم عن الحسين بن عياش عن عبدالملك بن ابجر عن الزبير بن عدى عن ابراهيم عن الاسود قال رأيت عمر بن الخطاب رضي الله عنه يرفع يديه في اول تكبيرة ثم لا يعود 'قال و رأيت ابراهيم و الشعبي يفعلان ذلك شرح معاني الآثارص: ۱٦٤ .

ابراہیم نے فرمایا کہ عبداللہؓ نماز کے کسی بھی حصہ میں سوائے ابتداء نماز کے رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ اور اسود فرماتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو میں نے دیکھا کہ پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے پھر اس کا اعادہ نہیں کرتے اور فرماتے ہیں کہ ابراہیم وشعبی کا بھی یہی عمل تھے۔ علاوہ ازیں مروی ہے

حدثنا ابوبكر بن عياش عن حصين عن مجاهد قال ما رأيت ابن عمر يرفع يديه الا في اول ما يفتتح (مصنف ابن ابي شيبة ۲٤٥۲) کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما صرف ابتداء ہی میں رفع یدین کرتے تھے۔

رفع یدین کے جواب میں شرح بخاری میں مذکور ہے ' فجوابه انه روى عنه ايضاً ما ينافيه و يعارضه (فان ابابكرة قد حدثنا قال ثنا ابو احمد قال ثنا ابوبكر النهشلي قال ثنا عاصم بن كليب عن ابيه ان علياً رضي الله عنه كان يرفع يديه في اول تكبيرة ثم لا يرفع بعده . (شرح معاني الآثار ج ۱ ص ۱٦۳) رواه الطحاوي و ابوبكر ابن ابي شيبة في مصنفه و لا يجوز لعليؓ ان يرى ذلك من النبي ﷺ ثم يترك هو الا و قد ثبت نسخ الرفع في غير تكبيرة الاحرام . اسناد عاصم بن كليب صحيح على شرط مسلم۔ عمدة القاری (ج ٤ ص ۳۸۲) کہ رفع یدین کے منافی ومعارض عاصم بن کلیب کی روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلی تکبیر میں اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے پھر اس کے بعد انہیں اٹھاتے تھے۔ جس کو امام طحاوی اور ابوبکر ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے درست نہیں کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رفع یدین کو دیکھے ہوں اور اس کو ترک کریں' مگر یہ کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ ہاتھ اٹھانا منسوخ ثابت ہو۔ اور عاصم بن کلیب کی اسناد صحیح مسلم کی شرط پر ہے۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ : و احتج اصحابنا بحديث البراء بن عازب قال كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا كبر لافتتاح الصلوة رفع يديه حتى يكون

ابھاماہ قریباً من شحمتی اذنیہ ثم لا یعود اخرجہ ابوداود و الطحاوی من ثلاث طرق و ابن ابی شیبة فی مصنفہ ۔(عمدۃ القاری ۴ ص ۳۸۰) کہ ہمارے (حنفی حضرات) براء بن عازبؓ کی اس حدیث سے حجت قائم کرتے ہیں کہ براء بن عازبؓ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ابتداء نماز کی تکبیر کہتے دونوں ہاتھوں کو اتنا اٹھاتے کہ آپ کے دونوں انگوٹھے دونوں کانوں کی لولکیوں کے قریب ہوتے پھر اس کا اعادہ نہیں کرتے ۔

ان تمام احادیث و آثار سے حضور اکرم ﷺ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت براء بن عازبؓ، حضرت جابر بن سمرہؓ، مجاہدؒ، ابراہیمؒ، شعبیؒ وغیرھم من الصحابۃ والتابعین رضی اللہ عنہم اجمعین کا عدم رفع یدین منقول ہے اور یہی رفع یدین قبل رکوع و بعد رکوع کے منسوخ ہونے پر ایک بڑی حجت ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ و حنفی فقہاء وعلماء کے پاس بھی یہی مختار ہے اور اسی پر عمل ہے ۔

ابن عیاش کے بارے میں کبار محدثین و ائمہ حدیث عثمان الدارمی، ابن معین، نسائی، ابن حبان، یحییٰ الحمانی، طحاوی، عجلی سے انکا ثقہ، اہل صدق، وامانتدار اور حجت ہونا منقول ہے ۔ بلکہ دونوں بھائی حسن بن عیاش بن سلم اسدی کوفی اور ان کے بھائی ابوبکر سے صحیحین میں بھی روایت ہے امام بخاری نے ابوبکر ابن عیاش کی روایت باب الفتنة التی تموج کموج البحر (٦٦٨٧) میں لی ہے، اور حسن بن عیاش کی حدیث کو امام مسلم نے جمعہ کے بیان میں لی ہے ۔تہذیب التہذیب باب الحاء الحسن ج ۲ ۔ص ۳۱۳) ہے ۔حسن بن عیاش بن سالم الاسدی الکوفی اخوہ ابوبکر ... قال عثمان الدارمی عن ابن معین ثقة و اخوہ ابوبکر ثقة قال عثمان و لیسا بذاک وھما من اھل الصدق والامانة . و قال النسائی ثقة و ذکرہ ابن حبان فی الثقات ، قال یحیی الحمانی مات سنة (۱۷۲) له فی صحیح مسلم حدیث واحد فی الجمعة، قلت یکنی ابا محمد ، و قال الطحاوی ثقة حجة ، و قال العجلی ثقة فقط والله اعلم .

......O......

تعارف مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ
نادر ونایاب تحقیقی کتب کی طباعت کا ادارہ

مولانا حافظ محمد عبیداللہ فہیم قادری ملتانی
شریک معتمد مجلس اشاعت العلوم ومنتظم جامعہ نظامیہ

رواں سال حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمہ کے صد سالہ عرس شریف تقاریب تزک و احتشام کے ساتھ منائی جارہی ہیں اس سال مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ کے 106 سال ہوتے ہیں یہ مجلس علوم اسلامیہ کی مفید‘ نادر تحقیقی اصلاحی اور معلومات آفریں کتب کی اشاعت کا ایک معتبر ادارہ ہے‘ جس کو حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ نے 1330ھ میں قائم فرمایا۔ حضرت شیخ الاسلام نے زمانہ کے تقاضے اور ضرورت کے مطابق جو مسائل قوم وملت کے درپیش ہوئے ان موضوعات پر قلم اٹھایا اور آپ سے ایسی تصانیف عالم وجود میں آئیں جو قوم وملت کیلئے نہایت مفید ہوئیں نیز وقت کے علماء اعلام کو بھی شیخ الاسلام کسی نہ کسی موضوع پر تصنیف کا حکم دیتے اور اس کی طباعت کا انتظام کرواتے۔ مولانا علیہ الرحمہ کی جملہ تصانیف پر تفصیل سے روشنی نہیں ڈالی جاسکتی البتہ مختصر تعارف پیش کیا جاسکتا ہے۔

مقاصد الاسلام: مقاصد الاسلام اول تا یازدہم‘ بانی جامعہ کی معرکۃ الاراء تصنیف ہے۔ جب کبھی مولانا علیہ الرحمۃ کو اپنے مشغلہ علمی میں کوئی خاص خیال پیدا ہوتا تو آپ اس کو ایک مضمون کی شکل میں لایا کرتے تھے چونکہ ایسے مضامین عوام کے افادہ کے لئے مناسب تھے۔ بانی جامعہ نے اس کی اشاعت کے لئے مقاصد الاسلام کے نام سے کتاب شائع فرمائی جس کی اشاعت کوئی موقتی چیز نہیں تھی بلکہ جب کبھی مضامین ضبط تحریر ہوجاتے شائع کر دیئے جاتے مقاصد الاسلام کے تعلق سے کہا جاسکتا ہے کہ مختلف قسم کے جواہر ہیں جو ایک لڑی میں پرو دیئے گئے ہوں۔ مقاصد الاسلام کے مضامین میں اخلاق‘ تمدن‘ فقہ اور کلام پر بحث ہے۔ اور دیگر حصوں میں مسئلہ تقدیر‘ تحقیق ولایت‘ تصوف‘ مسئلۂ جبر وقدر‘ وحدۃ الوجود‘ معجزہ‘ اتباع صحابہ‘ وغیرہ مضامین موجود ہیں۔ اس زمانہ میں اس کا مطالعہ بے حد ضروری ہے۔

کتاب العقل: اس کتاب میں عقل کی حقیقت‘ حکمت قدیمہ وجدیدہ کا بیان ہے بصارت کے متعلق حکماء کے مختلف اقوال نقل کر کے آپ نے ثابت کیا ہے کہ انسان کی بصارت بعض علانیہ اور ظاہر چیز کی حقیقت وادارک سے بھی محروم ہے۔ زمین کشش ثقل کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ کمیونزم کی جانب سے اٹھنے والے سوالات کے جوابات دیئے۔ جدید تعلیم یافتہ حضرات کے لئے یہ کتاب ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ اس کتاب کو جدید کمپیوٹر کتابت کے ساتھ شائع کیا جائیگا۔

انوار احمدی: مدینہ طیبہ میں لکھی ہوئی سیرۃ النبی ﷺ پر ایک ایسی کتاب ہے جو مولانا علیہ الرحمۃ کے جذبات حب نبوی کا آئینہ ہے۔ ایک ایک لفظ سے عشق مصطفوی ظاہر ہوتا ہے اس کتاب پر حضرت مولانا الحاج امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے

تقریظ لکھی ہے جب آپ مدینہ منورہ حاضری کے لئے گئے تھے اس وقت اس کتاب کو تحریر فرمایا۔ اس کتاب کو جدید کمپیوٹر کتابت' آفیسٹ پرینٹنگ پر دیدہ زیب ٹائیٹل کے ساتھ شائع کیا گیا۔

افادۃ الافہام ۔ جب ہندوستان میں مرزا غلام احمد قادیانی کذاب نے تدریجاً ادعاء نبوت کی طرف قدم بڑھایا تو مسلمانوں نے مخالفت شروع کی۔ شیخ الاسلام وہ پہلی شخصیت ہیں جنھوں نے مذہب قادیانی کے رد میں قلم اٹھایا۔ افادۃ الافہام (اول' دوم) انوارالحق اور مفاتیح الاعلام کے نام سے چار کتب شائع فرمائیں ان میں کسی ایک کا جواب بھی کذاب مرزا قادیانی نے نہیں دیا۔ غرض ان حصوں کے دیکھنے سے مذہب قادیانی کی اصل تصویر دکھائی دیتی ہے۔

حقیقۃ الفقہ (اول دوم): مسلمانوں کا ایک فرقہ جو اپنے کو اہل حدیث سے موسوم کرتا ہے وہ فقہ کا مخالف ہے اور فقہاء کو برا کہنے والا ہے' جو اکابرین دین پر طرح طرح کے الزام عائد کرتا ہے اور ان کو بدنام کرنے کی کوشش کرتا ہے اور فقہ کو علماء کا ایک ڈھکوسلہ اور فقہ پر عمل کو نہ صرف غیر ضروری سمجھتا ہے بلکہ گمراہی بتلاتا ہے۔ جس کی وجہ سے عام طور پر مسلمانوں پر برا اثر پڑنے کا قوی احتمال تھا۔ اس غلطی کو دور کرنے کیلئے مولانا علیہ الرحمۃ نے یہ کتاب دو حصوں میں لکھی ہے۔ اس میں فقہ کی تاریخ بتائی ہے اور اس کی تدوین میں فقہاء نے جو مصیبتیں اٹھائیں ان کو ظاہر فرمایا۔ جس سے فقہ پر کسے جانے والے اعتراضات خود بخود دور ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح عقل و نقل سے یہ بھی ثابت کیا کہ قرآن و حدیث سے احکام مستنبط کرنا ہر شخص کا کام نہیں ہے بلکہ احکام کے استنباط کرنے والوں میں چند شرائط کا پایا جانا ضروری ہے' ورنہ اس کے استنباط میں بجائے ہدایت کے گمراہی کا احتمال ہے۔ غرض کہ بانی جامعہ کی یہ تصنیف قابل دید و قابل مطالعہ ہے۔

شمیم الانوار: حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ کے تصوف سے لگاؤ کے باعث جو خیالات و جذبات اٹھتے تھے ان کو نظم فرما دیا کرتے تھے۔ شیخ الاسلام کی کل مؤلفات کم و بیش چالیس تک پہونچتی ہیں جو آپ نے زمانہ کی ضروریات کے مطابق تالیف فرمائیں ان کتب کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اکثر کتابیں کئی بار شائع ہوچکی ہیں بانی جامعہ کے منشاء و مقصد کے مطابق مجلس اشاعت العلوم اپنے قیام کے 106 سالہ عرصہ میں اردو' عربی' فارسی' انگریزی' تلگو زبان میں شائع کیں جو اندرون و بیرون ملک بے حد مقبول و فائدہ بخش ثابت ہوئیں۔ اس وقت تک مجلس اشاعت العلوم نے تفسیر' حدیث' فقہ' تاریخ ' سیرت' اخلاق' اسلامی تہذیب و تمدن فضائل و مناقب' زیارت قبور' علم غیب' میلاد مبارک' وسیلہ' شعر و ادب وغیرہ پر شیخ الاسلام مولانا حافظ محمد انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمۃ و دیگر اقطاع عالم کے علماء اعلام کی مدلل تصانیف شائع کیں جن کا مطالعہ ایمان میں تازگی اور روح میں بالیدگی پیدا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اس ادارہ سے دوسرے علماء کرام کے جو کتب طبع ہوئیں ان میں بعض کتب ایسی ہیں جن کے متعلق بجا طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس فن میں یہ پہلی کتاب ہے اور اس کی طباعت کا اعزاز مجلس اشاعت العلوم کو حاصل ہوا۔ ان کتب میں خاص طور پر نثر المرجان فی رسم نظم القرآن جو سات جلدوں پر مشتمل ہے

۔اس میں قرآن کریم کے رسم الخط ونظم سے متعلق بحث ہے۔ یہ کتاب اس اسلوب پر عالم اسلام کی ایک منفرد کتاب ہے۔شیخ الاسلام کے وصال کے بعد مجلس اشاعت العلوم کی سرگرمیاں بہت ہی محدود ہوگئیں اور مالیہ کی کمزوری کی وجہ سے چند اور علوم و فنون کے بیش بہا نوادرات کی اشاعت عمل میں نہ آسکی ۔مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی خلیل احمد صاحب کے ذریعہ مجلس اشاعت العلوم کی نشاۃ ثانیہ ہوئی ۔اس وقت حضرت مولانا مفتی عظیم الدین صاحب صدرنشین اور مولانا محمد خواجہ شریف صاحب شیخ الحدیث معتمد مجلس اشاعت العلوم ہیں ۔

الحمد للہ مجلس اشاعت العلوم سے مقاصد الاسلام' مختارات الادب' شعائر اللہ' سلام الاسلام دوبارہ شائع ہوئیں ۔اور قدیم کتب کو تزئین نو کے ساتھ سہ بارہ شائع کیا گیا ۔مقاصد الاسلام کے حصص ختم ہو چکے تھے ۔مقاصد الاسلام کے جملہ حصص آفیسٹ پر طبع کروائے گئے ۔

فتاوی نظامیہ: نیز مفتی اول حضرت مولانا مفتی محمد رکن الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم جامعہ نظامیہ کے جاری کردہ فتاویٰ پہلی طباعت میں تین جلدوں میں شائع ہوئے تھے ۔لیکن عرصہ دراز سے ناپید تھے ۔مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ نے دوبارہ تین جلدوں کو یکجا کر کے ایک ہی جلد میں بہترین عصری انداز کی کمپیوٹر کتاب' آفیسٹ طباعت اور دیدہ زیب ٹائٹل اورخوبصورت گیٹ اپ کے ساتھ شائع کیا ہے ۔یہ بات قابل ذکر ہے کہ ملک کی ہر عدالت جامعہ نظامیہ کے فتاوی کو تسلیم کرتی ہے ۔جدید طباعت میں مسائل کو ابواب کے تحت یکجا کیا گیا اور اس کی ترتیب میں فقہ کی مشہور کتاب ''ہدایہ'' کی ترتیب ملحوظ رکھی گئی ہے تمام عربی عبارتوں کو چھان بین اور مراجعت کے بعد درستگی کا اہتمام کیا گیا ہے۔ نیز اردو زبان کی رعایت رکھی گئی ہے ۔فہرست کے بعد فتاوی میں جن کتب کی عبارتوں کا حوالہ دیا گیا ہے ان کتابوں کے ناموں کی فہرست بھی بطور مصادر و مراجع (کتابیات) تیاری کی گئی ہے ۔قرآن کریم کی آیتوں پر مکمل' نیز دیگر عربی عبارتوں پر ضروری اعراب لگائے گئے ہیں فتاوی کی عبارت انتہائی آسان اور عام فہم ہے ۔معمولی اردوداں بھی آسانی سے مسائل کو سمجھ سکتا ہے ۔ بروقت شرعی احکام کو معلوم کرنے کیلئے ہر مسلمان کے گھر میں فتاوی نظامیہ کا رہنا از حد ضروری ہے ۔اسی طرح فقہ کی آسان اور مشہور کتاب نصاب اہل خدمات شرعیہ جس کو مختلف ناشرین طبع کروا رہے تھے لیکن اس میں بہت غلطیاں ہو رہی تھیں مجلس اشاعت العلوم نے اس کو بعد تصحیح اور تنقیح جدید کمپیوٹرائزڈ کروا کر شائع کیا ۔انگریزی داں طبقہ کے بے حد اصرار پر نصاب اہل خدمات شرعیہ کا انگریزی ترجمہ کیا جا کر شائع کیا گیا ۔مولوی سید احمد علی صاحب معتمد جامعہ نظامیہ نے اس کا انگریزی ترجمہ کیا ہے اس کے علاوہ حضرت محدث دکن ابوالحسنات مولانا سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادریؒ کی معرکۃ الاراء کتاب زجاجۃ المصابیح کا اردو ترجمہ بنام نور المصابیح شائع ہوا ۔مجلس اشاعت العلوم کے طباعتی پروگراموں میں طلبہ جامعہ نظامیہ کا تعاون بھی حاصل رہا' کئی کتابیں طلبہ جامعہ نظامیہ نے شائع کیں ۔

سال حال صد سالہ عرس سراپا اقدس کے موقع پر کئی ایک کتابیں منظر عام پر لائی گئیں اور جدید کمپیوٹر طباعت' دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ شائع کی گئیں ۔''حقیقۃ الفقہ (حصہ اول و دوم) کی کمپوزنگ کی گئی اور نہایت باریک بینی و دقت نظری سے پروف ریڈنگ کی گئی ۔مولانا موسی باحجاج العجاج حال مقیم شارجہ کے تعاون سے یہ کتاب شائع ہوئی ۔افادۃ الافہام (حصہ اول ودوم) بھی کمپیوٹرائز ڈ کی گئی' دقیق النظری کے ساتھ دیکھی گئی اور فارغین جامعہ نظامیہ ۲۰۰۸ء کے تعاون وکا کردگی سے شائع ہوئی ۔''کتاب العقل'' مولانا سید شاہ فیض الدین قریشی سلیم پاشاہ متولی وسجادہ نشین درگاہ قادری باغ کے تعاون سے شائع ہوئی ۔''انوار الحق'' نائبین' قضاءت ویلفیر اسوسی ایشن گورنمنٹ قضاءت قلعہ محمد نگر حیدرآباد و رنگاریڈی ریاست تلنگانہ' نواب صاحب کنٹہ کے تعاون سے شائع کی گئی ۔''الکلام المرفوع فیما یتعلق بالحدیث الموضوع'' طلبہ فاضل سوم کے تعاون سے شائع کی گئی ۔''مطلع الانوار'' مولوی یوسف اشرفی ومولوی یوسف نظامی طلبہ فاضل سوم کے تعاون سے شائع کی گئی ۔''شمیم الانوار '' طلبہ کامل دوم کے تعاون سے طبع کی گئی ۔''انوار التجید فی ادلۃ التوحید'' طلبہ فاضل دوم کے تعاون سے شائع کی گئی ۔''رسالہ خلق افعال'' طلبہ مولوی اول کے تعاون سے طبع ہوئی ''انوار اللہ الودود وخدا کی قدرت'' طلبہ مولوی دوم کے تعاون سے شائع کی گئی ۔''الانوار البھیۃ'' طالبات فاضل اول و دوم وسوم کلیۃ البنات جامعہ نظامیہ کے تعاون سے شائع ہوئی ۔''مرجع غیب'' طلبہ فاضل اول کے تعاون سے طبع کی گئی ۔''حقیقت فاتحہ واستعانت بالاولیاء'' طلبہ عالم اول کے تعاون سے شائع کی گئی ۔ احسن التوضیح فی مسئلۃ التراویح'' کی اشاعت طلبہ عالم دوم کے تعاون سے عمل میں آئی ۔''فتاوی نظامیہ'' کی اشاعت محترم سمین احمد خان صاحب سانچہ توپ کے تعاون سے عمل میں آئی ۔

اس طرح پوری آب و تاب کے ساتھ مجلس اشاعت العلوم اپنا اشاعتی سفر جاری رکھے ہوئے ہے جو شیخ الاسلام علیہ الرحمہ کے فیضان کا مظہر ہے ۔اس اشاعتی کارواں میں مولانا شاہ محمد فصیح الدین نظامی مہتمم کتب خانہ جامعہ نظامیہ' مولانا محمد خالد علی' مولانا سید واحد علی اساتذہ جامعہ وفاضل وکامل کے طلبہ شریک سفر رہے ۔اللہ تعالی تمام کی سعی قبول فرمائے ۔

مجلس اشاعت العلوم کے طباعتی پروگرام، ارکان کی امداد اور اہل خیر اصحاب کے عطیات سے تکمیل پاتے ہیں علم دوست اصحاب سے خواہش کی جاتی ہے کہ مجلس اشاعت العلوم کی کتب کی طباعت کے لئے تعاون فرمائیں ۔مجلس اشاعت العلوم کی تمام مطبوعات دفتر مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ شبلی گنج حیدرآباد سے 10 تا 4 ساعت دن حاصل کی جاسکتی ہیں ۔نیز دکن ٹریڈرس مغل پورہ ۔نظام عطا، لاڈ بازار ۔مکتبہ اہل سنت والجماعت، چوک ۔تاج بک ڈپو، چوک ۔اسٹوڈنٹس بک ڈپو، چارمینار ۔حسامی بک ڈپو، حیدرآباد اور مکتبہ رفاہ عام گلبرگہ پر بھی یہ کتب دستیاب ہیں ۔فون نمبر 9849071327 / 24416847 پر حاصل کی جاسکتی ہیں ۔وباللہ التوفیق ۔۔

سائنسی انکشافات سے اسلامی حقائق کا اثبات

شیخ الاسلام کے افادات کی روشنی میں

مولانا مفتی حافظ سید ضیاء الدین نقشبندی مجددی قادری صاحب
شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ

اسلام دین فطرت ہے، اس کے احکام ومسائل عقائد ونظریات فطرت کے عین مطابق ہوتے ہیں، اور یہ بات قطعی وحتمی ہے کہ مسلمانوں کو احکام الٰہیہ کے درست اور حق بجانب ہونے کے سلسلہ میں کسی سند کی ضرورت نہیں، چونکہ سائنس کاشف رموز فطرت ہے، مظاہر قدرت کی خصوصیات وامتیازات کو ظاہر کرتی ہے اس لئے سائنس' اسلام کی خادم ومددگار ہے، جہاں سائنسی تحقیق دین اسلام کے خلاف ہو، وہاں سمجھنا چاہئے کہ ابھی سفر تحقیق باقی ہے، جب اس مسئلہ میں تحقیق عروج کو پہنچ جائے گی تب مذہب اسلام کے مطابق انکشاف کرے گی اور اس کی حقانیت کی دلیل ثابت ہوگی۔

دین اسلام کے ساتھ ساتھ مذاہب عالم میں کوئی مذہب اساسی طور پر علم وتحقیق کا انکار نہیں کرتا، بلکہ مبنی برحقیقت یہی بات ہے کہ اسلام کی آمد کے بعد سائنس کو ارتقاء نصیب ہوا، کتاب وسنت کا پیام جتنا عام ہوتا گیا سائنسدانوں کو مخلوقات الٰہی کی وسعت کا علم ہونے لگا، کلام الٰہی کے ذریعہ دانشمند طبقہ کو مظاہر قدرت میں بار بار غور وفکر کی دعوت دی گئی، حکیم مطلق کی اس تاکید پر اہل اسلام وارباب فکر ونظر نے غور وخوض کر کے قرب الٰہی کے منازل طئے کئے، اور مادہ پرست وظاہر بیں آثار واسباب میں تدبر وتفکر کر کے انہیں کو موثر ومسبب قرار دینے لگے جبکہ ان میں کی قابل لحاظ تعداد نے تدبر وتفکر کے ذریعہ عرفان حق حاصل کیا جس کے باعث وہ مشرف بہ اسلام بھی ہوئی۔

﴿لفظ سائنس کی تحقیق﴾

''سائنس کا لفظ لاطینی زبان سے انگریزی میں منتقل ہوا ہے، لاطینی زبان میں اسے ''سائنشیا''(SCIENTIA)اور یونانی میں ''اسکیزین''(SKHIZEIN) کہتے ہیں جس کا معنی چاک کرنا اور علحدہ کرنا ہے اور اک منظم طریقے سے کسی بات کی تہ تک پہنچنے کا نام سائنس ہے، اب سائنس کا سیدھا معنی 'علم' ہوا، اور وہ لوگ سائنسداں کہلائے جو کسی بھی وقوع پذیر اشیاء کی اصل وقوام تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں خواہ ان اشیاء کا تعلق ارضیات سے ہو یا فلکیات سے انسانیت سے ہو یا حیوانیت سے، مخلوقات کی اصل وحقیقت جاننا اور انکے فوائد وثمرات اور مفاسد ونقصانات معلوم کرنا سائنس کہلاتا ہے۔(آزاد دائرۃ المعارف ویکی پیڈیا)

﴿کیا سائنسی تجربات قطعی ہیں﴾

یاد رہے کہ سائنس کی جتنی تحقیقات ہوئی یا ہوتی رہنگی وہ سب قول فیصل وحرف اخیر کا درجہ نہیں رکھتیں کیوں کہ انسان اپنی عقل وفہم اور تجربات کی روشنی میں تحقیق کرتا ہے، بسااوقات ادراک ومشاہدہ میں خطاء واقع ہوتی ہے تو اس کا نتیجہ بھی غلط نکلتا ہے، مخفی مباد کہ سمع وبصراور احساس میں کبھی ایسے امور آتے ہیں جن کی حقیقت کچھ اور ہوتی ہے لیکن ان کا احساس کچھ اور ہوتا ہے، جس کی وجہ سے انسانی عقل درست نتیجہ برآمد نہیں کر پاتی۔اسی لئے سائنسی تجربات بالکلیہ طور پر قطعی اور حتمی نہیں ہوتے۔خصوصا اس وقت جبکہ سائنس کے اصول ومحققات، کلام ربانی وفرمودات نبوی سے ٹکراتے ہوں۔

﴿اسلام سے متصادم سائنسی انکشافات نا قابل قبول﴾

ہماری برادری کا وہ طبقہ جو تعلیم یافتہ طبقہ کہلاتا ہے، ٹھیٹھ اور پکے اسلامی عقیدت مندوں کے مقابل اس طبقہ کو چونکہ جدید علوم اور سائنس وتحقیقات کی نسبت زیادہ علم ہونے کا احساس رہتا ہے اس لئے یہ طبقہ اسلامی اسکالرس کی باتوں پر کان نہیں دھرتا ، انہیں سائنسی علوم پر اتنا یقین ہوتا ہے کہ آیات واحادیث میں تاویل کرکے انہیں سائنسی اصول کے مطابق بنانا گوارا ہوتا ہے لیکن سائنس کے باطل نظریات جو اسلام سے متصادم ہیں ان کا انکار کرنے کی وہ اپنے میں ہمت نہیں پاتا، وہ اپنی عقل شرع کے تابع کرنا نہیں چاہتا بلکہ شریعت کو عقل کے تابع کرنا چاہتا ہے۔

جدید ٹکنالوجی، سائنس، ماڈرنزم کے دائرہ میں جو تحقیقات ہوئی ہیں ان کا علم رکھنے والا ادنی طالب علم بھی جانتا ہے کہ مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ ٹکنالوجی کی ترقی جوں جوں ہوتی رہی سائنسدانوں کی تحقیقات ومشاہدات میں اختلاف ہوتا رہا اور ایک ہی شخص کی رائے مرور زمانہ کے سبب بدلتی رہی، علماء سائنس میں متاخرین اسی وقت نیک نام ہوتے ہیں جبکہ وہ متقدمین علماء سائنس کی تحقیقات میں اخطاء کا انبار لگائیں اس کی بے شمار مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔

سائنس نے آج تک صرف پانچ فیصد امور کی تحقیق کی وہ بھی عالم غیب کے نہیں بلکہ اس نے عالم مشاہدہ کے پانچ فیصد رازوں سے پردہ اٹھانے کی کوشش کی ہے، کیا اس پر کلیۃً یقین کرکے مکمل یقین والے دین برحق کے احکامات پر شبہات کے تارتانے جاسکتے ہیں؟ ہرگز نہیں، بلکہ اصول دین پر قائم رہتے ہوئے سائنس سے خدمت لیجاسکتی ہے لیکن اس کے تجربات جب شریعت سے ٹکراتے ہوں تو انہیں قبول نہیں کیا جاسکتا۔

﴿شیخ الاسلام دینی وعصری علوم میں نابغۂ روزگار﴾

دین کو سائنس کے تابع بنانے والی ایک جماعت جب سر اٹھانے لگی تو خالق کائنات نے ان کو انہیں کی عقل اور ان کے مبلغ علم کے مطابق سمجھانے کے لئے فاروقی گھرانے میں عدالت کے پیکر، صوفیٔ باصفا، محقق بے مثال، علوم جدید وسائنس کے ماہر

مدبر ودانشور کو پیدا فرمایا جنہوں نے سائنس کے گرویدہ لوگوں کی عقلوں کو صحیح رخ عطا کیا۔فلکیات وارضیات کے بے آب وگیاہ میدانوں میں سرگرداں سائنسدانوں کا ہاتھ تھام کر عرفان الٰہی کے لہلہاتے چمنوں میں سانس لیکر جینا سکھایا اور بتلایا کہ آثار ومظاہر قدرت سے معرفت کردگار حاصل کی جائے اوراس کی ذات پر ایمان لایا جائے۔

اس عظیم المرتبت شخصیت کو دنیا، عالم ربانی، مرشد حقانی، دانشور لاثانی، حقائق آگاہ معارف دستگاہ، شیخ الاسلام والمسلمین عارف باللہ مجدد وقت امام محمد انوار اللہ فاروقی قدس سرہٗ کی ذات گرامی سے جانتی ہے۔

حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمہ جلیل القدر محدث، قدآور مفسر، نکتہ رس فقیہ ہیں، آپ کی تحریرات ونگارشات میں تفسیری نکات وحدیثی تحقیقات جابجا ملتی ہیں، آپ کی تصانیف میں شان فقاہت جھلکتی ہے، علوم اسلامیہ میں گہرائی وگیرائی ہی نہیں بلکہ تمام علوم عالیہ وآلیہ میں شانِ امامت آشکار ہوتی ہے۔

﴿سائنسی ایراد کے لئے شیخ الاسلام کا اسلوبِ تحقیق﴾

حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کی تحریری خصوصیت یہ ہے کہ آپ سائنسدانوں کے غلط نظریات کا جواب دینے کے لئے اُن کے نظریہ کو انہیں کے مسلمہ اصول کی بنیاد پر غلط ثابت کرتے ہیں، آپ کی بحث کا انداز یہ ہوتا ہے کہ کسی بھی مسئلہ پر بحث کرنے سے پہلے اس کے بنیادی اصول بیان کرتے ہیں، پھر متعلقہ جزوی مسئلہ کو اس خوبی کے ساتھ سمجھاتے ہیں کہ موافق ومخالف اعتراف کئے بغیر نہیں رہتے، آپ کی تحریر پڑھنے کے بعد ایک انشراحی کیفیت محسوس ہوتی ہے۔

حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ ہمہ گیر شخصیت اور علوم وفنون پر کمال ومہارت رکھنے والی ذات گرامی ہے، دینی علوم میں دستگاہ کے زاویے سے دیکھیں تو آپ میں متعدد اکابر کے جلوے اوران کی نیابت نظر آتی ہے علوم عقلی ونقلی، فنون آلی وعالی سب میں آپ کی مہارت مسلم ہے۔

آپ کی تصانیف منیفہ وتالیفات قیمہ کا جس قدر مطالعہ کیا جائے اسی قدر فنی مہارت ودنیوی علوم میں کمال کا پتہ چلتا ہے، آپ کے عہد میں حکمت جدیدہ وماڈرن علوم عام ہورہے تھے بے گانے تو بے گانے خود کو مسلمان کہنے والے بھی جدید علوم کا سہارا لیکر عقائد اسلام واہل اسلام پر شب خون ماررہے تھے، پھر کیا تھا، شیخ الاسلام نے غزالیٔ وقت رازیٔ دوراں کی شان سے علوم جدیدہ کے اصول وقوانین سے حقانیت اسلام کو ثابت فرمایا اوراس طوفان بے راہ روی کا رخ موڑ دیا، شیخ الاسلام کی علوم جدیدہ پر مہارت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ آپ نے سائنس کا اثر مکمل طور پر قبول نہیں کیا اور نہ ہی بالکلیہ انکار فرمایا بلکہ سائنس کے جو اصول عقائد اسلام کے مخالف ہیں ان کا رد فرمایا اور جو تحقیقات جدیدہ اصول دین سے نہیں ٹکراتی انہیں سے اصولی وفروعی مسائل کا عقلی طور پر اثبات فرمایا۔

شیخ الاسلام نے سائنس کے جن علوم پر بحث فرمائی وہ یہ ہیں

فلکیات(ASTRONOMY)،ارضیات(GEOLOGY)

ٹکنالوجی (Teknologi)،فرنالوجی(Phrenology)،مسمر یزم(MESMERISM)،

طبعیات(PHYSICS)،نباتات (BOTANY)،ریاضیات(MATHS)،علم طب(Medicine)

شیخ الاسلام نے سائنس پر گفتگو اور سائنسی مباحث میں بنیادی طور پر تین طریقے اختیار فرمائے۔

(۱) عقائد اسلام سے ٹکرانے والے سائنسی اصول کا بالکلیہ رد فرمایا سائنسی اصول کو تسلیم کر دینی اصول میں غلط تاویل نہیں کی جیسا کہ آپ کے ہمعصر بعض لوگوں نے اسلامی حقائق میں باطل تاویل سے کام لیا۔

(۲) بلکہ سائنسی تحقیقات ومباحث پر دقیق وعمیق بحث کرکے ان کے ذریعہ اسلام کی حقانیت کو ثابت فرمایا۔

(۳) آپ نے جابجا سائنسدانوں کو ان کی غلطیوں پر متنبہ فرمایا اور ان کے مسلمہ اصول کے ذریعہ اسلام پر ان کی جانب سے کئے گئے اعتراضات کا تشفی بخش جواب دیا، وہ کہاں کہاں کس طریقے سے خطا کر گئے اس کی نشاندہی فرمائی۔

ہم اجمالی طور پر وہ مباحث ذکر کرتے ہیں جو حضرت شیخ الاسلام نے سائنس کے میدان میں کی ہیں، آپ نے اساسی طور پر یہ بتایا کہ کائنات میں پوشیدہ کئی موجودات اہل سائنس پر اب کھلی ہیں جبکہ انکا بیان کتاب وسنت میں پہلے سے موجود ہیں اور یہ اصول دیا کہ دین سائنس کے تابع نہیں بلکہ سائنس کو دین کے تابع بنایا جائے،

☆ آپ نے گردش زمین پر عقلی ونقلی ایرادات کر کے اسی تحقیق سے معجزات کو ثابت کیا۔

☆ علم فرنالوجی کے اصول سے بتایا کہ عقل وسمجھ مختلف ہوتی ہے۔

☆ اس بات کا رد فرمایا کہ انسان، بندر کی ترقی یافتہ نسل ہے۔

☆ شعاع آفتاب کی سرعت سے سفر معراج جسمانی وبیداری میں ہونے کا عقیدہ ثابت کیا۔

☆ سائنس کی جدید تحقیقات کی رو سے **اعطیت مفاتیح الخزائن** کی تشریح فرمائی۔

☆ میکرومیٹر سے سائنس نے جراثیم دریافت کئے شیخ الاسلام نے اس تحقیق سے ظاہر فرمایا کہ گوشت خوری فطرت انسانی ہے۔

☆ ٹیلی فون کی ایجاد سے انگوٹھے چومنے کے مسئلہ پر روشنی ڈالی۔

اس قسم کے متعدد سائنسی انکشافات کی روشنی میں شیخ الاسلام نے اسلامی حقائق کو ثابت فرمایا جن میں سے چند بنیادی امور اس مقالہ میں ذکر کئے جاتے ہیں۔

عقل وخرد کی رسائی کہاں تک ہے اور اس سے دینی احکام ومسائل، عقائد ونظر میں کس حد تک استفادہ کیا جاسکتا ہے سب سے پہلیا سی کوزیر بحث لاتے ہیں دین اعلیٰ درجہ کی عقل کے مطابق ہے، عام عقل کے مطابق نہیں اور جو بات عقل کے خلاف ہو اُس کو ماننے کا نام تصدیق ہے، چنانچہ حضرت شیخ الاسلام فرماتے ہیں :

''الحاصل اس خودرائی کا دین پر ایسا بُرا اثر پڑ رہا ہے کہ معاذ اللہ بے دینی دین بن رہی ہے اگر چہ کہ کہنے سننے سے اس بلا کا دفع ہونا ممکن نہیں مگر خیر خواہی کا مقتضیٰ یہ ہے کہ جو حق بات ہو کہہ دی جائے چاہے کوئی مانے یا نہ مانے ۔ جب اہل اسلام کے نزدیک مسلم ہے کہ ہمارا دین وہی ہے جو قرآن وحدیث سے ثابت ہے تو قرآن وحدیث جو راہ بتلائیں اسی راہ پر عقل کو چلانا اور اُس کے مطابق اعتقاد رکھنا لازم ہے کیونکہ تصدیق اُسی چیز کی مطلوب ہوا کرتی ہے کہ جس کو عقل باور نہ کرے ورنہ اُن امور کی تصدیق طلب کرنا جو مطابق عقل ہوں تحصیلِ حاصل ہے مثلاً کوئی کسی سے کہے کہ آفتاب روشن ہونے کی تصدیق کرو اور اُس پر ایمان لاؤ تو یہ درخواست فضول سمجھی جائے گی ۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث میں معمولی عقلوں کے خلاف امور بھی ہیں اور اُن سب کو بصدق دل ماننے اور تصدیق کرنے والے کو مومن اور ایماندار کہتے ہیں جن کی تعریف میں حق تعالیٰ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ فرماتا ہے اور چونکہ خلافِ عقل امور کی تصدیق کرنا نہایت سخت کام ہے ۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی کے دباؤ یا اور کوئی وجہ سے آدمی سرسری طور پر مان لیتا ہے اور فی الحقیقت پوری تصدیق اُن کی نہیں ہوتی اس لئے حق تعالیٰ اہل ایمان کو بھی ایمان لانے کے واسطے امر فرماتا ہے ۔ چنانچہ ارشاد ہے یَاأَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْکِتَابِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَالْکِتَابِ الَّذِیْ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ یعنی اے ایمان والو تصدیق کرو ایسا نہ کرو کہ کہیں ظن ہی کو تصدیق سمجھ بیٹھو کیونکہ ظن سے کچھ نفع نہیں ۔ چنانچہ ارشاد ہے اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا ۔ عاقل پر خلافِ عقل امور کی تصدیق شاق ہونے کی وجہ سے حق تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے انبیا علیہم السلام کو معجزے عنایت فرمائے تا کہ خوارقِ عادات کو جو سراسر مخالفِ عقل ہیں دیکھ کر عقلیں مقہور ہوں اور یہ بات ثابت ہوجائے کہ حق تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے ۔ جو چاہتا ہے کرسکتا ہے جس طرح چاند کا دوٹکڑے ہوجانا ۔ کنکریوں کا بات کرنا ۔ جانوروں کا سربسجود ہونا ۔ انگلیوں سے چشمہ جاری ہونا ۔ جھاڑوں کا مثل آدمیوں کے صِرف بُلانے سے آنا اور پھر اپنے مقام پر چلے جانا ۔ ایک مشتِ خاک سے ایک بڑے لشکر کو ہزیمت دینا وغیرہ وغیرہ امور جن کو معمولی عقل محال سمجھتی ہے جب بے تکلف ادنیٰ اشاروں سے واقع کرکے بتلادیئے گئے تو عقل کو خدا ورسول کی کسی بات میں تردد کا موقع نہ رہا کہ اُن کو خلافِ واقع سمجھے کیونکہ جب ہزار ہا امور جن کا وقوع محال سمجھا جاتا ہے واقع ہوگئے تو یہ بھی منجملہ اُنہیں کے ہوں گے جن کا وقوع قدرتِ الٰہی سے کچھ بعید نہیں ۔

الغرض جو لوگ اہل انصاف وحق پسند تھے اُنھوں نے اپنی عقلوں کو خدا ورسول کے کلام کے آگے مسخر کردیا تھا اور جن

کی طبیعتوں پر عصوبت وعناد غالب تھے صرف نفسانیت سے اُنھوں نے نہ مانا اور معجزات کو سحر بتلایا صرف اس مناسبت سے کہ سحر سے بھی خلافِ عادت امور کا ظہور ہوا کرتا ہے حالانکہ سحر کجا معجزہ کجا، سحر سے چند معیّن چیزیں ہوا کرتی ہیں اُس میں یہ اقتدار کہاں کہ آسمان میں تصرّف جاری کرے۔ معجزات کے مقابلہ میں تو ساحر خود عاجز ہوکر یہ کہتے تھے کہ یہ امور قدرتِ بشری سے خارج ہیں۔(کتاب العقل ،ص2 تا4)

﴿برقی روشنی کے ذریعہ معجزۂ شق القمر کا اثبات﴾

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ شق القمر قرآن پاک واحادیث شریفہ سے ثابت ہے' عقل پرستوں نے اس میں طرح طرح کے اعتراضات کئے' انہیں سمجھانے کے لئے شیخ الاسلام نے برقی روشنی' کی مثال دی اور ایک طویل بحث فرمائی ملاحظہ ہو:

برقی روشنی کا کارخانہ ایک مقام میں ہوتا ہے جس میں مادّہ روشنی کا جمع رکھا جاتا ہے اور بذریعہ تار وہ مادّہ جس کو پوَر کہتے ہیں تقسیم کیا جاتا ہے' اور وہ مادّہ جہاں جہاں گلوب یعنی چراغ ہوتے ہیں پہنچ کر ان کو روشن کردیتا ہے اور جب چاہتے ہیں ان چراغوں کو خاموش کردیتے ہیں۔ اب یہاں دیکھنا یہ ہے کہ ان چراغوں کو خاموش کرنا ان کو معدوم کردینا ہے۔ یا یہ کہ پوَر کو روک لینے سے خود بخود وہ خاموش ہوجاتے ہیں۔ اگر یہ خیال کیا جائے کہ وہ معدوم کردیئے جاتے ہیں جس طرح حباب معدوم کردیا جاتا ہے تو چاہئے جس طرح حباب کو معدوم کرتے وقت اس کو ہوا یا ہاتھ کا صدمہ پہنچایا جاتا ہے، چراغ کو بھی کوئی صدمہ پہنچایا جائے حالانکہ ایسا نہیں ہوتا۔ بلکہ تار میں کھٹکے (بٹن) ایسے لگائے جاتے ہیں کہ جب خاموش کرنا منظور ہوتا ہے تو ان کو حرکت دیتے ہیں تاکہ تار کا اتصال جاتا رہے۔ جس سے پوَر یعنی مادّہ روشنی چراغ تک پہنچ نہ سکے' اور جب پوَر نہ پہنچے تو روشنی کا خاموش ہوجانا ضروری ہے۔ کیونکہ شعلہ روشنی دراصل وہی پوَر ہے جو بحسب استعداد و مقام روشنی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس موقع میں ادنیٰ تامل سے یہ بات معلوم ہوسکتی ہے کہ ہر آن میں ایک نیا شعلہ پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ جو پوَر اس مقام خاص میں آتا ہے وہ شعلہ کی صورت میں مشکل ہوتا ہے پھر جب تک وہ فنا نہ ہو یعنی آتش بن کر جل نہ جائے دوسرے پوَر کو جگہ نہیں مل سکتی۔ اس لئے وہ فوراً فنا ہوجاتا ہے اور اس کے مقام میں دوسرا پوَر آکر شعلہ سابقہ کی جگہ قائم ہوتا ہے۔ اگر کسی آن میں پوَر نہ پہنچے تو فنا شدہ شعلہ کی جگہ دوسرا شعلہ قائم نہیں ہوتا۔ فوراً چراغ گل ہوجاتا ہے۔

کرنٹ کے ذریعہ برقی گولوں کے جلنے اور کرنٹ نہ ہو تو بجھنے کی تفصیل بتلانے کے بعد شیخ الاسلام نے چاند ٹکڑے ہونے کو سائنسی طور پر یوں ثابت کیا کہ: اگر یہ مسئلہ تعمق نظر سے ذہن نشین ہوجائے تو چاند کے دوٹکڑوں میں جو اشکال پیدا ہوتا ہے اس کا جواب بآسانی سمجھ میں آجائے گا کیونکہ جب تجدد امثال کو مان لیا جائے تو یہ بات معلوم ہوجائے گی کہ چاند جس آن میں دوٹکڑے ہوا تھا۔ اس وقت وہ اپنے مقام میں فنا ہوگیا' اور آنِ لاحقہ میں خدائے تعالیٰ نے اس کو جب وجود عطا فرمایا تو

بجائے اس کے کہ ہیئت اور جسامت مستمرہ پر ہے، ایسا وجود دیا گیا کہ دو حصوں پر منقسم ہوا۔ پھر جب وہ ٹکڑے اپنے مقام سے علیحدہ ہوئے تو ہر آن میں جو وجود دیا جاتا تھا اس مقدار میں دیا گیا جو سابق سے کم ہو۔ یہاں تک کہ جب ایک ٹکڑا جبل ابوقبیس پر اترا اسی قدر اس کو وجود دیا گیا کہ پہاڑ میں اس کی گنجائش ہو سکے۔ علیٰ ہذا القیاس دوسرے حصے کو بھی اس قسم کا وجود دیا گیا اس کے بعد اس کو آسمان پر وجود دیا گیا تو اس قدر دیا گیا جو تمام عالم میں نظر آ سکے۔ (مقاصد الاسلام' ج:9' ص: 112-116)

تجدد امثال سے متعلق نہایت گہری اور مفصل بحث کرنے کے بعد آپ نے تحریر فرمایا: ''جب بتائید سائنس عقل سے ثابت ہوگیا کہ تجدد امثال کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس کو عقل نہ مان سکے' اور روایات متواترہ سے ثابت ہوا کہ شق قمر ہوکے دو ٹکڑے دو پہاڑوں پر گرے تو عقل کی رو سے اس کی تصدیق کرنے میں بھی کوئی امر مانع نہیں۔ (مقاصد الاسلام' ج:9' ص: 121)

﴿جنات کے وجود سے پل صراط کسی کے حق میں باریک اور کسی کے حق میں کشادہ ہونے پر استدلال﴾

ابتداء میں جنات کا وجود مادیین کے پاس نہیں مانا جاتا تھا' مادہ پرست ان کے وجود کا انکار کیا کرتے تھے تحقیقات کے بعد وہ خود وجودِ جن کے قائل ہوئے ہیں جنات کے وجود سے متعلق اُن کے اقوال بیان فرما کر حضرت شیخ الاسلام نے ''پلصراط'' اور اس کی باریکی وغیرہ کو ثابت فرمایا:

یہاں ایک اور مسئلہ حل ہوگیا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ پل صراط بعض کے واسطے بال سے باریک ہوگا' اور بعض کے حق میں کشادہ میدان۔ کیونکہ یہ ثابت ہوگیا کہ ایک معین چیز وقت واحد میں کئی مقامات میں ہوسکتی ہے' پھر کیا تعجب کہ ایک مقام میں نہایت باریک ہو اور دوسرے مقام میں نہایت وسیع' اور دونوں بوحدت شخصی ایک ہوں۔

جب جن کا وجود مشاہدہ سے ثابت ہوگیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کے احوال نرالے ہیں انسانوں پر ان کا قیاس نہیں ہوسکتا' تو اب ان مشاہدات سے انکار کی کوئی ضرورت نہ رہی جو متواتر ثابت ہیں کہ وہ کبھی نظر آتے ہیں اور ان کا مختلف صورتیں بدلنا محسوس ہوتا ہے' مثلاً کتے یا بلی کی صورت میں دکھائی دیتے ہیں' پھر ساتھ ہی مہیب وقد آور آدمی بن گئے۔ جب کوئی اپنے چشم دید واقعات اس قسم کے بیان کرتا تو کہا جاتا تھا یہ سب خیالی اور وہمی صورتیں ہیں جن کی خارج میں کوئی اصل نہیں! حالانکہ ان امور کی اصلیت اب ثابت ہوچکی ہے۔

اب بھی شائد بعض لوگوں کی سمجھ میں یہ نہ آئے گا کہ اگر وہ ایسے اجسام ہیں جو دکھائی نہیں دیتے تو پھر ان کا دکھنا کیسا؟ اور اشکال کے بدلنے میں بڑے بڑے اِشکال پیدا ہوتے ہیں' مگر غور کیا جائے تو اس کا سمجھنا کوئی مشکل بات نہیں۔ حق تعالیٰ نے جس چیز کو پیدا کیا اس کے اوصاف واحوال خاص خاص قسم کے معین کئے جو ہمیشہ ایک طور پر دیکھے جاتے ہیں' اس وجہ سے جب اس چیز کا خیال آئے گا تو وہی احوال واوصاف پیش نظر ہوجائیں گے۔ (مقاصد الاسلام' ج8' ص:160-159)

﴿"سائنٹفک طریقہ" سے انگوٹھے چومنے کے مسئلہ پر انوکھی بحث﴾

اذان میں نام مبارک محمد صلی اللہ علیہ وسلم سن کر انگوٹھے چومنا احادیث شریفہ سے ثابت ہے یہاں خیال ہوتا ہے کہ نام مبارک کان سے سن کر انگوٹھوں کو چومنے اور آنکھوں پر ملنے کی کیا وجہ ہے؟ عقل کی بنیاد پر غور کیا جائے تو آدمی تذبذب میں پڑجاتا ہے یا پھر انکار کے درپے ہوتا ہے، حضرت شیخ الاسلام نے اس پر سائنٹفک انداز میں بحث فرمائی اور اپنے دور کے نہایت جدید ایجاد ٹیلیفون کے ذریعہ ثابت کیا کہ یہ برکت حاصل کرنے کا ایک طریقہ ہے، شیخ الاسلام رقمطراز ہیں:

اسی طرح ملفوظی نام مبارک سے بھی برکت حاصل کی جاتی ہے۔ چنانچہ ہم نے متعدد کتابوں سے انوار احمدی میں نقل کیا ہے کہ جب موذن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لے اور سننے والا دونوں ابہاموں (انگوٹھوں) کے ناخنوں پر بوسہ دے کر آنکھوں پر ملے تو آشوب چشم سے اس کی آنکھیں محفوظ رہیں گی' اور جو شخص آنکھوں پر ملنے کے وقت یہ دعا پڑھے: **اللهم احفظ حد قتي و نورهما ببركة حد قتي محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم و نورهما.** تو وہ اندھا نہ ہوگا' اور ابوالعباس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بھائی فقیہ محمد سے روایت کی ہے کہ ایک بار سخت ہوا چلی جس سے ایک کنکری ان کے آنکھ میں گری بہتیرا اس کو نکالا' نہ نکلی اور شدت سے آنکھ میں درد ہونے لگا۔ جب موذن سے **اشهد ان محمدا رسول الله** سنا' حدیث مذکور پر عمل کیا فوراً آنکھ سے کنکری نکل پڑی انتہی۔

یہ برکت نام مبارک کے الفاظ سے ہوئی جو ناخنوں کو آنکھوں پر ملنے کی وجہ سے تھی۔ منشاء اس کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ موذن کے منہ سے جو ہوائے صوتی نکلی اس میں وہ ہوا جو حروف نام مبارک سے مکیف تھی کہ پہلے اس کو بوسہ دیا اس کے بعد اپنی آنکھوں پر ملا جس کا اثر یہ ہوا کہ آنکھیں تمام بلیات سے محفوظ ہوگئیں۔ ہر چند یہ بظاہر سمجھ میں نہ آئے گا کہ نام مبارک کا اثر آنکھوں تک کیونکر پہنچا۔ مگر سائنس میں غور کیا جائے تو اس کا استبعاد کم ہوسکتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک آلہ ایجاد ہوا ہے۔ جس سے بغیر تار برقی کے صدہا کوس پر خبر پہنچائی جاتی ہے جتنے دور پر چاہیں وہ آلہ رکھ دیں۔ جب ایک آلہ میں مقررہ اشارات عمل میں آئیں تو دوسرے آلہ میں فوراً وہ نمایاں ہوجاتے ہیں یہ سب اندر ہی اندر ہوتا ہے۔ اس مسافت بعیدہ میں کسی کو خبر بھی نہیں ہوتی کہ ہوا کے اندر وہ خبر جارہی ہے۔ اسی طرح برکت اس نام مبارک کی آنکھوں تک پہنچ جاتی ہے۔ غرضکہ جس طرح بحسب اعتقاد ابن عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کی برکت لباس خاص میں آئی اور لباس کی برکت اس مقام میں آئی جہاں حضرت تشریف رکھتے تھے اس کو انہوں نے اپنے ہاتھوں کے ذریعہ اپنے منہ تک پہنچایا۔ اسی طرح حضرت کے ذات کی برکت نام مبارک میں اور نام مبارک کی برکت ہوا میں آئی' اور برکت ہوا بذریعہ ناخنِ ابہام' لبوں اور آنکھوں تک پہنچائی گئی۔۔ (مقاصد الاسلام' ج:9' ص:181-180)

﴿لعاب دہن کی تاثیراورسیّال دواؤں کی مثال﴾

اطباء کے پاس ادویہ اورلکوڈ سے جان لیوا زہر کا ازالہ کیا جاتا ہے' آنکھ میں ڈالی جانے والی دوا تمام جسم میں سرایت کئے ہوئے زہر پر اثر کرتی ہے ،معدہ میں ڈالی گئی دوائیں خاص اعضاء پر اثر انداز ہوتی ہیں اسی تناظر میں حضرت شیخ الاسلام نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن کی تاثیر پر تفصیلی بحث فرمائی:

خصائص کبریٰ میں روایت ہے کہ حبیب ابن فدیک رضی اللہ عنہ کی بصارت زائل اور آنکھیں سفید ہوگئی تھیں۔ ان کے والد نے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کیا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے وجہ دریافت کی' عرض کیا کہ سانپ کے انڈوں پر میرا پاؤں پڑ گیا تھا۔ جس کا اثر آنکھوں پر ہوا۔ حضرت نے ان کے دونوں آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا۔ اور وہ دیکھنے لگیں۔ انتہیٰ ۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے ان کو دیکھا کہ ان کی اسیؔ سال کی عمر ہوگئی تھی اور سوئی کے ناکہ میں وہ تاگا پروتے تھے اور لطف یہ کہ آنکھیں سفید تھیں۔ انتہیٰ ۔

سانپ کے زہر سے ان کی بصارت زائل ہوجانا منجملہ عجائبات کے ہے شائد ظاہر بینوں کو اس قسم کے اثر کے ماننے میں تامل ہوگا۔ مگر ان کو یہ سمجھنا چاہئے کہ اشیاء کی تاثیرات خاص خاص قسم پر ہوتی ہیں۔ دیکھئے دواؤں میں مشاہدہ ہے کہ کوئی سر میں تاثیر کرتی ہے کوئی جگر میں کوئی گردہ وغیرہ میں۔ چنانچہ بعض ادویہ ایسی بھی ہیں کہ مثانہ میں جو پتھر پیدا ہوتا ہے اس کو گلا دیتی ہیں۔ ستاروں کی تاثیرات کو اکثر اشخاص جانتے ہیں کہ اتنی دور سے کسی کی تاثیر سے غلہ میں دودھ وغیرہ پیدا ہوتا ہے اور کسی کی تاثیر سے غلہ پختہ ہوتا ہے۔ علیٰ ہذاالقیاس سانپ کے انڈوں کی تاثیر خاص آنکھوں سے متعلق ہوتو کیا تعجب ہے۔

حق تعالیٰ نے عالم میں عجیب عجیب صنعتیں ودیعت رکھی ہیں۔ منجملہ ان کے دوستی اور دشمنی ہے۔ بعضے اشیاء کو بعضوں کے ساتھ موافقت ہوتی ہے اور بعضوں کو مخالفت۔ مثلاً غذا کو جسم انسان کے ساتھ موافقت اور الفت ہے۔ چنانچہ بدل ما یتحلل بن کر اس کو ہلاک ہونے سے بچاتی ہے۔ بخلاف اس کے سمیات کو جسم انسان سے دشمنی ہے کہ جہاں پہنچا اس کو تباہ کیا۔ اسی طرح اگر اشیاء میں غور کیا جائے اور سائنس کی کتابوں پر نظر ڈالی جائے تو بہت ساری چیزوں کا حال معلوم ہوسکتا ہے۔

اس وقت ایک طبیب میرے احباب میں موجود ہیں جن کا نام سید محمد قاسم صاحب شاہ نوری ہے۔ ان کے پاس ہزار ہا دیوانے کتے کاٹے ہوئے اور مارگزیدہ آتے ہیں اور وہ ایک دوا آنکھوں میں لگادیتے ہیں جس سے تھوڑے عرصہ میں اس کا زہر اتر جاتا ہے۔ دیکھئے دوا تو آنکھ میں لگائی جاتی ہے اور سانپ یا کتا مثلاً پاؤں کو کاٹے تو یہ تھوڑی سی دوا کا اثر اس مقام میں فوراً پہنچ جاتا ہے۔ اس سے زیادہ حیرت انگیز یہ بات ہے کہ ان جانوروں کا زہر فوراً تمام جسم میں سرایت کرجاتا ہے۔ تمام جسم کے زہر کو وہ تھوڑی سی آنکھ میں لگائی ہوئی دوا کیونکر دفع کرتی ہوگی۔

غرض کہ معنوی آثار کی حقیقت خدائے تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ کس چیز میں کس قسم کی تاثیرات رکھی ہیں۔ کسی بات کے سمجھ میں نہ آنے سے اس پر اعتراض کر دینا عقلمند کا کام نہیں۔ جب عموماً اشیاء میں ایسی تاثیرات رکھیں ہیں کہ ان کے سمجھنے میں عقل حیران ہوتی ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تھوک میں اقسام کی تاثیرات اگر رکھی گئی ہوں تو کیا تعجب! کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باعث ایجاد عالم ہیں۔ تمام عالم کو آپ کا مسخر اور ممنون ہونا ضرور تھا۔ اسی وجہ سے آپ کے تصرفات خاک، آب، باد، آتش، افلاک، کواکب اور ارواح میں برابر جاری تھے۔ (مقاصد الاسلام، ج:9، ص:226-224)

﴿زمین کی تیز گردش اور معجزات و کرامات﴾

شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں انوکھا اور اچھوتا انداز ملتا ہے، شیخ الاسلام کی نظر باکمال نے دیکھا کہ اگلا دور مادیت زدہ دور ہے اس دور میں پھیلائی جانے والی گمرہی و بے دینی کی تیاریاں آپ کے دور میں ہو رہی تھیں خصوصاً سید احمد خان وغیرہ نے مادیت پسندی کا جال پھیلانا شروع کیا تھا اور اپنی کتابوں میں ضروریات دین جیسے معجزات، جنت و دوزخ وغیرہ کا بڑے لطیف پیرائے میں انکار کر چکے تھے، حضرت شیخ الاسلام نے قواعد و تحقیقات سائنس سے ضروریات دین کو ثابت فرمایا، چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہواؤں پر سفر اور تخت بلقیس کے اثبات میں آپ نے سائنسی بحث فرمائی:

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ آپ دن بھر ایک ہزار میل مسافت طے کرتے ہیں، اور زمین کی گردش کے بارے میں سائنس نے بتایا ایک ساعت میں اڑھ سٹھ ہزار دوسوسترہ میل مسافت طے کرتی ہے، زمین کا مسافت طئے کرنا سائنسی گمان سے ثابت ہے اور یہ حرکت علماء سائنس کے پاس بلا محرک ہے، زمین کو گردش میں لانے والے خالق کا وہ اقرار نہیں کرتے۔ افسوس کہ ایمان کے دعویداروں کے پاس کلام اللہ کی وہ اہمیت نہیں جو سائنسی بے بنیاد تحقیق کی اہمیت ہے۔ زمین کی اس حرکت کو جب تسلیم کر لیا جاتا ہے تو تخت بلقیس کا لمحے میں دنوں کی مسافت طئے کرنا بعید از عقل کیوں ہوسکتا ہے۔

ہیئت جدیدہ میں بیان کیا گیا ہے کہ زمین ایک ساعت میں اڑسٹھ ہزار دوسوسترہ میل مسافت طے کرتی ہے، حالانکہ اس کا مشاہدہ ممکن نہیں، پھر جب ایسی غیر محسوس مافوق العقل چیز کو حکمائے یورپ کی تخمین و قیاس پر مان لیا تو خدائے تعالیٰ نے جو خبر دی ہے کہ سلیمان علیہ السلام ہر روز تخمیناً ایک ہزار میل بذریعہ ہوا طے کرتے تھے اس کے مان لینے میں عقل کو کیا تامل؟ دونوں میں فرق ہے تو اس قدر ہے کہ دن بھر میں ایک ہزار میل مسافت طے کرنے کی خبر اللہ تعالیٰ نے دی ہے، اور اڑسٹھ ہزار میل سے زیادہ ایک ساعت میں طے کرنے کی خبر اہل یورپ نے دی ہے، اب غور کیجئے کہ حکیموں کی قیاسی خبر سے 16 لاکھ 37 ہزار میل سے زیادہ مسافت روزانہ طے کرنے کو مان لینا اور خدا نے جو صرف ایک ہزار میل روزانہ طے کرنے کی خبر دی ہے اس کو غلط قرار دینا کیا ایمانداری کا مقتضیٰ ہوسکتا ہے۔

حق تعالیٰ نے تخت بلقیس کی جوخبر دی ہے کہ چند روز کی مسافت ایک لمحے میں طے کر کے سلیمان علیہ السلام کے پاس آ گیا تھا اس کو بھی عقل مان سکتی ہے' کیونکہ جب اس نے زمین کی ایسی حرکت کو مان لیا کہ نہ اس پر کسی کا دباؤ ہے نہ کوئی محرک تو خدائے تعالیٰ کے حکم سے تخت کا حرکت کر کے آجانا کونسی مشکل بات ہے! بشرطیکہ اس کو باور کرایا جائے کہ خدا ایسی زبردست قدرت والا ہے کہ معدوم شئے کو وجود میں لایا کرتا ہے' اور اگر خدا ہی پر ایمان نہ ہو تو البتہ عقل اس قسم کی بات کو نہیں مان سکتی۔ (مقاصد الاسلام' ج:2' ص:48-47)

﴿سائنسدانوں کے علم کی حقیقت﴾

جدید تحقیقات جتنی ترقی کی راہ پر ہوں گی' اسلام کی حقانیت اور خرق عادات' حشر ونشر وغیرہ عقائد کی صداقت مزید آشکار ہوتی جائیگی' یہی سائنسدان کل تک جن امور دینیہ کے انکار پر بضد تھے آج اس کی حقانیت تسلیم کر رہے ہیں۔ شیخ الاسلام نے اس بات کی وضاحت انہیں کی کتابوں سے فرمائی:

''کامیل فلامریون'' جو یورپ میں ایک مشہور فلاسفر ہے اور اعلیٰ درجے کے مصنفین علوم میں شمار کیا جاتا ہے جس نے مسائل روح میں ایک مبسوط کتاب سنہ 1900ء میں لکھی ہے وہ لکھتا ہے کہ ''اکثر لوگ خیال کرتے ہیں کہ موجودات عالم اسی قدر ہیں جو حدود افق میں ان کے پیش نظر ہیں اور کرسیوں پر بیٹھے کہتے ہیں کہ جن چیزوں کا علم ہمیں حاصل ہے وہی کافی ہے اور جو چیز ان کے سمجھ میں نہیں آتی اس کا انکار کر دیتے ہیں' کشش زمین ہی کے مسئلے کو انہوں نے علم سمجھ رکھا ہے' ہر زمانے میں اس قسم کے لوگ رہتے ہیں ان کا زعم باطل یہ ہوتا ہے کہ ہم کل وجود کی ترکیب کے بھید سمجھ گئے' ان کی مثال ایسی ہے جیسے دو چیونٹیاں کسی باغ میں فرانس کی تاریخ بیان کریں اور ہم میں اور آفتاب میں جو فاصلہ ہے اس میں گفتگو کریں''۔ اس کے بعد کئی نظیریں اس بات کی پیش کیں کہ ہر زمانے میں علمی ترقی اور نئی ایجادوں کے وقت پرانے خیال والے ضرور مخالفت کرتے ہیں' منجملہ ان کے ایک یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک روز میں انجمن علوم فرنساویہ میں بیٹھا تھا کہ ''اڈیسن'' جو موجد فونوگراف ہے اس کا وکیل فونوگراف اس غرض سے لایا کہ انجمن علمیہ میں بھی اس کی تصدیق ہو جائے' جب آلہ گردش کرنے لگا اور اس کے نقوش سے آواز بلند ہوئی تو حضار جلسہ میں سے ایک پیر مرد عالم کمال جوش غضب سے اٹھا اور نہایت نا ملائم اور سخت سست الفاظ کہتے ہوئے اس ایجنٹ پر جا پڑا اور اس کا گلا گھونٹ کر کہنے لگا اے شقی ہم جیسے علماء کو ایک ایسا شخص دھوکا دے سکتا ہے کہ جو شعبدہ کر کے اپنے پیٹ کی آواز سنائے اور اس کو فونوگراف کی آواز بتائے! کیا عقل اس کو باور کر سکتی ہے کہ ایک حقیر معدنی چیز انسانی آواز کا سامان مہیا کرے! غرض کہ ڈاکٹر کامیل فلامریون نے پرانے خیال والوں کی خوب ہی خبر لی' کونسے پرانے خیال والے؟ جو نئے خیال والے کہلاتے ہیں۔ سبحان اللہ کیا شان کبریائی ہے کہ کل جو لوگ ہم پر پرانے خیالات کا الزام لگا کر اقسام کی پھبتیاں اڑاتے تھے آج انہیں پر وہ الزام الٹ پڑا! اب جب تک وہ اپنے خیالات سے توبہ کر کے خوارق عادات کے قائل نہ ہوں اس الزام سے بری نہیں ہو سکتے۔

فاضل وجدی نے یہ بھی لکھا ہے کہ حیرت انگیز واقعات کے تجربے اس کثرت سے ہوتے رہے ہیں کہ یورپ اور امریکہ میں ان کا عام چرچا ہے' چنانچہ مجلّہ المجلات فرنساویہ میں ''وسل ولاس'' (جوفن فزیالوجی میں سب سے برتر مانا گیا ہے) اس کا قول نقل کیا ہے کہ اس وقت ان حیرت انگیز واقعات کی حقیقت پر بیس ملین افراد اقرار کرتے ہیں جن میں ہر فن کے علماء شامل ہیں۔

چونکہ یہ خوارق عادات اس قسم کے نہیں ہیں جو کسی کے عقل میں آجائیں' باوجود اس کے بڑے بڑے فلاسفر اور سائنسدان ان کے قائل ہونے لگے تو مخالفین نے ان کی تحقیق کی غرض سے ایک مجلس قائم کی جس میں لندن فرانس' امریکہ' جرمنی اور اٹالیا کے نامی وگرامی بڑے بڑے فلاسفر جو ہر فن حکمت کے ماہر تھے ارکان قرار پائے اور صدہا علماء بطور خود شریک رہتے تھے' اٹھارہ مہینے یہ مجلس برابر کام کرتی رہی' اس مدت میں ماہرین فنون نے بہتیرا چاہا کہ کسی نہ کسی تدبیر سے ان خوارق میں شبہات پیدا کردیں مگر چونکہ وہاں رؤیت او رمشاہدات تھے کسی سے کچھ نہ ہوسکا' آخر سب کو اقرار کرنا پڑا کہ وہ کل واقعات جو وقتاً فوقتاً ظہور میں آتے گئے سب واقعی اور چشم دید ہیں' وہم یا خیال کو ان میں کوئی دخل نہیں' یہ تحریری اقرار کرکے اپنی سابقہ کی غلطی کا اقرار کرلیا' پھر تو ہر طرف اخبار شائع ہونے لگے اور کئی کتابیں تصنیف ہوگئیں اور ماہواری رسالے جاری ہوئے' چنانچہ بیس سے زیادہ رسالے اس وقت یورپ وامریکہ میں جاری ہیں جن میں نئے نئے واقعات اور تحقیقات ان خوارق کے متعلق درج ہوتی رہتی ہیں۔

اور لکھا ہے کہ ''جبریل ولن'' کی کتاب (حادثہ روحیہ) جو پانچ بار طبع ہوچکی ہے اس میں لکھتا ہے کہ ''اب سے کچھ عرصہ پہلے ممکن تھا کہ مادہ پرست ان مسائل میں کلام کرسکیں' لیکن اب ان کا ہمیں کچھ خوف نہیں' اب ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ جس کو ان خوارق عادات میں شک ہو وہ آئے اور ہر طرح سے اپنا اطمینان کرلے۔(مقاصد الاسلام' ج:2' ص:99-97)

﴿فونوگراف اور روبوٹ کے ذریعہ کرامات ومعجزات کا اثبات﴾

جولوگ خوارق عادات کرامات ومعجزات کا انکار کرتے ہیں ان کے انکار کا خیال یہی ہے کہ ان خلاف عادات امور کا وقوع عقلی اور حسی طور پر نہیں' متبعینِ عقل کے اس نظریہ کے مطابق کسی ایسے شخص کے سامنے روبوٹ' ٹیلی ویژن' سیٹلائٹ' زمین کی گردش وغیرہ کا ذکر ہو' جو ان سب جدید اشیاء سے ناواقف ہو تو وہ بھی ان چیزوں کا انکار کریگا' عقل کی راہ سے یہ نئی ایجادات بھی قابل قبول نہیں ہوتیں' لیکن چونکہ بارہا ان کا تجربہ ومشاہدہ ہوتا ہے اسی لئے ان کا وقوع بھی سمجھ میں آتا ہے۔

بندوں کی ایجادات عقلاً ناممکن ہونے کے باوجود مشاہدہ وتجربہ کی بنیاد پر یا محض محققین پر اعتماد کی راہ سے قبول کی جاتی ہیں تو یقیناً بندہ کا اعتقاد اپنے خالق ومالک کے کلام پر اس اعتماد سے ہزاروں درجہ زیادہ ہونا چاہئے' جو اعتماد سائنسدانوں پر ہوتا ہے۔ معجزات وکرامات کی تفہیم کے لئے حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ نے روبوٹ' فونوگراف وغیرہ پر اعتقاد کی مثالیں بیان فرمائیں۔

غرض کہ یہ سب عجائبات قدرت جوخوارق عادات ہیں کہ کسی زمانے میں ان کا وجودنہیں ہوا تھا،حق تعالیٰ حسب وعدہ ظاہرفرمارہا ہے۔اگران عجائبات قدرت کا ذکرگزشتہ زمانوں میں کیا جاتا کہ آئندہ ایسی چیزیں ظہور میں آئیں گی تو وہ ایسی ہی دوراز قیاس سمجھی جاتیں جیسے اس زمانے میں معجزے خیال کئے جاتے ہیں۔

فونوگراف اورٹلگراف' ریڈیو' لاسلکی (ٹیلی ویژن) وغیرہ کا حال کسی ناواقف شخص سے کہا جائے تو عقل کی راہ سے ہرگز اس کی تصدیق نہ کرے گا' اورفونوگراف کی بات اور کنکریوں کی تسبیح کو' اورسرعت سیر میں ریل وہوائی جہاز وتار برقی اورتخت سلیمان وتخت بلقیس علیہما السلام کوایک ہی قسم کی بات سمجھے گا۔ایسا بیہوش شخص جس کا جسم بھی چیرا پھاڑا جائے تو اس کو کچھ خبر نہ ہو' اس سے ایسے کام لینے جو چلنے پھرنے اور سمجھ سے متعلق ہوں بعینہٖ ایسا ہی ہے جیسے حیوانوں اورآلات (اور روبوٹوں) سے حیرت انگیز کام لئے جائیں''۔(مقاصدالاسلام' ج:2' ص:85)

﴿میکرواسکوپ کے ذریعہ حدیث ذریت پر کئے گئے اعتراض کا سائنسی جواب﴾

حضرت آدم علیہ السلام کی ذریت پشت اطہر سے نکالنے کی خبر خالق نے دی اس شاہکارقدرت میں چہ مگوئیاں اورعقلی بحثیں کی جاتی ہیں' لیکن مادہ پرست قوم کو یہ تحقیق قبول کرنے میں ادنیٰ تامل بھی نہیں ہوتا کہ سائنس نے آلات جدیدہ کے ذریعہ پانی کے قطرہ میں ہزاروں کیڑوں کا وجودتسلیم کرلیا ہے' ایسے ذہنوں کو مادیت والے طریقے سے ''حدیث ذریت'' کا مفہوم حضرت نے سمجھایا اورفرمایا کہ پانی کے ایک قطرہ میں اتنے کیڑے پائے جاتے ہیں جتنی تعدادانسانوں کی بھی نہیں' یہ وہ جراثیم ہیں جومیکرواسکوپ کے ذریعہ دریافت ہوئے ہیں۔محققین کی رائے یہ بھی ہے کہ اس سے بڑھ کر جراثیم کی تعدادقطرہ میں موجود ہے جنہیں یہ کلابینیں بھی نہیں دکھاسکتی تو اب کہئے کہ تخم میں لکھوکھا بلکہ کروڑہا متمائز اجزاءموجود ہوں تو خدائے تعالیٰ کی قدرت سے کیا بعید ہے؟

حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ نے جوتحریرفرمایااس کی تفصیل یہ ہے:

دیکھئے حکمت جدیدہ نے کلاں بینوں کے مشاہدات سے ثابت کردیا ہے جس کا حال اسی رسالے میں معلوم ہوگا کہ کلاں بینوں اورمیکرواسکوپ سے دریافت ہوا ہے کہ پانی کے ایک چھوٹے سے قطرے میں اتنے حیوانات ہوتے ہیں کہ تمام روئے زمین پراتنے آدمی نہیں اوران میں توالد وتناسل برابر جاری ہے' اور نادر بات یہ ہے کہ باوجوداس کثرت کے نہ ان کا ازدحام معلوم ہوتا ہے اور نہ ایک دوسرے سے ٹکرکھاتے ہیں' یہ وہ حیوان ہیں جوموجودہ کلاں بینوں سے نظرآتے ہیں' اگران کلاں بینوں سے زیادہ طاقتورکلاں بین ہوتو معلوم نہیں اور کتنے محسوس ہوں گے۔دیکھئے پانی شفاف ہے اوراس میں کے حیوانات کتنے ہی چھوٹے ہوں ان کا جسم کثیف ہے اور ظاہر ہے کہ جب کثیف جسم پانی میں شامل ہوتا ہے تو اس کو میلا اور گدلا بنا دیتا

ہے‘ مگر یہ کروڑوں اربوں حیوانات اس کی شفافیت میں ذرا بھی فرق نہ لا سکے! اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان تمام کا جسم اس قطرے کے جسم کے مقابلہ میں عشر عشیر بلکہ لاکھواں حصہ بھی نہیں‘ اب کہئے کہ جب ان کروڑوں حیوانوں کا مجموعہ اس شفاف قطرے میں غیر محسوس ہے تو ایک ایک کا ادراک سوائے اس خالق عز وجل کے جس نے انہیں پیدا کیا کون کرسکتا ہے؟ جب حکمت جدیدہ نے ایسے باریک حیوانوں کا مشاہدہ کرادیا اور حکماء نے یہ اعتراف بھی کرلیا کہ ان حیوانوں سے باریک تر بھی اس پانی میں موجود ہیں مگر افسوس ہے کہ ان کو دکھانے والی کلاں بین اب تک نہ بن سکی‘ تو اب کہئے کہ تخم میں لکھوکھا بلکہ کروڑہا متمائز اجزا موجود ہوں تو خدائے تعالیٰ کی قدرت سے کیا بعید ہے؟ قابل افسوس یہ بات ہے کہ اس ترقی پذیر زمانے میں جس قدر خدائے تعالیٰ کی قدرت کا ظہور زیادہ ہوتا جاتا ہے اور میکرو بیالوجی کی تحقیقات کے ذریعہ خالق کائنات کی قدرتوں کا ظہور ہوتا جارہا ہے‘ بیمار عقلوں پر اور زیادہ پردے پڑتے جاتے ہیں‘ یہاں تک تو نوبت پہنچ گئی ہے کہ خدا کی قدرت کا نام لینے والے بے وقوف اور پاگل سمجھے جاتے ہیں‘ اہل ایمان کو اس زمانے میں شکر کرنا چاہئے کہ حق تعالیٰ ہمارے ضعف ایمان پر رحم فرما کر جب حسبِ وعدہٗ سنریھم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسھم ‘ اپنی قدرت کاملہ کی ایسی ایسی نشانیاں ظاہر فرمارہا ہے کہ ان میں غور کرنے سے ایمان قوی ہوجائے اور وسوسہ اندازوں کے مقابلے میں ثابت قدم رہیں۔

اہل انصاف اپنے وجدان سے دریافت کریں کہ جو امور غریبہ حکمت جدیدہ کے آلات و ادوات سے ہمارے زمانے میں محسوس ہوگئے ہیں اگر ان کا ذکر قرآن شریف میں ہوتا تو کیا معتزلہ اور ان کے ہم خیال ان چیزوں کی تصدیق کرتے؟ میری دانست میں ہرگز نہ کرتے۔ اگر پانی کے حیوانات اور خورد بینی جراثیم کا ذکر قرآن شریف میں ہوتا تو وہ اس میں یہ تاویل ضرور کرتے کہ ان حیوانات سے مراد اس کے کروڑہا اجزائے لایتجزیٰ ہیں اور ان پر حیوان کا اطلاق اس وجہ سے ہوا ہے کہ وہ باعث حیات ہیں۔ اور معلوم نہیں کہ اس کے سوا اور کیا کیا نزاکتیں نکالتے مگر اس کے کبھی قائل نہ ہوتے کہ پانی کے ایک قطرے میں اتنے حیوانات بستے ہیں کیونکہ انہوں نے ٹھہرا رکھا ہے کہ خدا کی قدرت بھی ہو تو اسی قدر ہو جس سے ہماری عقل بلکہ حواس متعلق ہوں حالانکہ عقل دائرہ محسوسات سے قدم باہر نہیں رکھ سکتی جیسا کہ ہم نے ’’کتاب العقل‘‘ میں ثابت کیا ہے۔ ایسے لوگ اگر خدا و رسول کے کلام کو نہ مانیں اور اس پر ایمان نہ لائیں کہ خدائے تعالیٰ نے روز میثاق آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی ذریات کو نکالا تو کوئی تعجب کی بات نہیں‘ مگر اہل ایمان کو چاہئے کہ حق تعالیٰ کی قدرت کو پیش نظر رکھ کر اس کو مان لیں اور یہ سمجھ لیں کہ جس نے ایک لفظ کن سے تمام عالم کو پیدا کیا اس کے نزدیک آدم علیہ السلام کی ذریت کو وقت واحد میں موجود کرنا کوئی بڑی بات نہیں۔

یہاں ایک اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ تمام ذریات کو ان کی پیٹھوں سے نکالنے کا یہ مطلب ہوا کہ سب آدم علیہ السلام کی پیٹھ سے نکالے گئے۔ تو یہ کہنا پڑے گا کہ وہ سب ان کی پیٹھ میں جمع تھے‘ حالانکہ یہ صریح البطلان ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ فی الواقع جو بات کبھی دیکھی نہ گئی ہو وہ سمجھ میں نہیں آتی مگر اس کو باطل کہنا عقلاء کی شان سے بعید ہے‘ عقلاء تو ادنیٰ ادنیٰ

مشابہت سے بڑی بڑی محال باتیں ثابت کیا کرتے ہیں' دیکھئے اہل حکمت جدیدہ نے صرف یہ دیکھا کہ مقناطیس لوہے کو کھینچ لیتا ہے تو اس پر قیاس کر کے کہا کہ آفتاب زمین کو اور زمین آفتاب کو کھینچتی ہے' پھر کسی تدبیر سے آفتاب کے گرد اسے گھما دیا اور گوپن کے پتھر پر قیاس کر کے قوت تارک المرکز نکالی تا کہ آفتاب سے علیحدہ رہ کر اس کے گرد چکر لگاتی رہے! اور ان کی اس خبر پر کل نئی روشنی والوں کا ایمان ہے' غرض کہ عقلاء کو عقل سے ثابت کرنے کے لئے صرف مثال مل جانا کافی ہے۔ (مقاصد الاسلام' ج:3' ص:27-24)

﴿دین اسلام اور سائنس کے درمیان ربط کی نوعیت﴾

جیسے جیسے سائنس ترقی وعروج کے منازل طے کر رہی ہے معنوی اور غیر حسی امور کا سمجھنا آسان ہوتا جا رہا ہے' غیروں کا حال تو یہ ہے کہ وہ اسلام کے قریب ہوتے جا رہے اور خود کو مسلمان کہنے والے ضروریات دین کو بھی عقل کے تابع بنانے کی کوشش میں سرگرداں ہیں۔

سائنسی ایجادات وتحقیقات پر یقین کہاں تک ہونا چاہئے اس حوالہ سے سرسید صاحب کے افکار کا علم محاسبہ کرتے ہوئے شیخ الاسلام فرماتے ہیں:

سید صاحب سائنس کے ایسے دل دادہ اور اس کے آگے حواس باختہ ہیں کہ اس کے مقابلے میں خدا کے کلام کو بھی نہیں مانتے اور اس کو بھی کھینچ کھانچ کر سائنس کے مطابق بنالیتے ہیں' اور سائنس کا حال مولوی مہدی علی خاں محسن الملک نے لکھا ہے اور جس کو سید صاحب نے "تحریر" میں نقل کیا ہے کہ: ماڈرن سائنس (علوم جدیدہ) نے فتویٰ دے دیا ہے کہ: خدا وجود معطل ہے' رزاقی اور الوہیت بیہودہ خیالات ہیں' دعا اور عبادت وحشیوں اور جاہلوں کے ڈر اور خوف کا نتیجہ ہے' نبوت دھوکے کی ٹٹی ہے' وحی افسانہ ہے' الہام خواب ہے' روح فانی ہے' قیامت ڈھکوسلہ ہے' عذاب وثواب انسانی اوہام ہیں' دوزخ اور جنت الفاظ بےمعنٰی ہیں' انسان صرف ایک ترقی یافتہ بندر ہے' مابعد الموت نہ سزا ہے نہ جزا ہے!!

سید صاحب اس قسم کی کئی بات صاف صاف تو نہیں کہہ سکتے' اس وجہ سے کہ اگر علانیہ ان امور کے قائل ہو جائیں تو مسلمان دام میں نہ آئیں گے' مگر ہر بات میں ایک نیا طریقہ نکالتے ہیں' مثلاً نبی کو مانتے تو ہیں مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ ایک قسم کا دیوانہ شخص ہوتا ہے جو مثل دیوانوں کے بے اصل چیزوں کو دیکھتا اور سنتا ہے۔ اب کہئے کہ کون ایسا دیوانہ ہوگا جو کسی دیوانے کی تصدیق کرے اور اس کو اپنا مقتدا بنالے؟ اس طرح قرآن کو کلام الٰہی مانتے ہیں مگر کس طرح کہ نبی مذکور یعنے دیوانہ کے دل میں جو خدا کی طرف سے القا ہوتا ہے وہی قرآن ہے جس کو کھلے لفظوں میں کہا جائے تو قرآن سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ ایک قسم کے دیوانے کے پریشان خیالات کا مجموعہ ہے **نعوذ باللہ من ذلک**، جبھی تو یہ جرأت ہوئی کہ جس طرح بن پڑے سائنس کے مطابق اس کو بنالیتے ہیں تا کہ عقل مند کا کلام بن جائے کہ جو عادت جاری اور قانون

فطرت ٹھرا ہوا ہے اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتا' دیکھئے خدا کی قدرت میں سب کچھ دے دیا مگر ہوگا وہی جو اسباب کے قبضہ میں ہے! کسی کا شعر ہے ؎ از فرشِ خانہ تا بہ لب بام ازانِ من وز بامِ خانہ تا ثریا ازانِ تو

سبحان اللہ معجزات و کرامات کے مسئلہ میں تو اس قدر احتیاط کہ اگر وہ مانے جائیں تو شرک فی الصفات ہوگا' اور ثابت کیا جارہا ہے کہ علل و اسباب پر عالم کا کام چل رہا ہے!

خدائے تعالیٰ نے اپنے خاص خاص بندوں کو معجزات و کرامات جو دیئے اس سے اسباب پرستی بہت کم ہوگئی تھی اور لوگ مسبب الاسباب کی طرف رجوع کرتے تھے' مگر سید صاحب کو وہ ناگوار ہوا اور پھر اسباب پرستی پر لوگوں کو لگا دیا۔ (مقاصد الاسلام' ج:2' ص:145-144)

﴿بارش کے سلسلہ میں سائنس کیتحقیق پر علمی ایراد﴾

سائنس کی وہ تحقیقات جو صرف مصنوعات میں غور و فکر تک محدود ہیں اور عقائد اسلامیہ سے متصادم ہوتی ہے، در پردہ ان سے صانع حقیقی، خلاق کائنات کی قدرت کا انکار لازم آتا ہے، اُن پر شیخ الاسلام نے جابجا ایرادات کئے ہیں اور ان کے وضع کردہ اصول اور بیان کردہ علتوں کو انہیں کے عقلی دلائل کی روشنی میں مسترد کردیا۔ اسی قسم کے ایک چشم کشا اقتباس پر مقالہ کا اختتام کیا جاتا ہے۔

''یہاں ایک بات اور معلوم کرنی ہے کہ جب بخارات کی وجہ سے بارش ہوتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ کسی سال مطلقاً بارش نہیں ہوتی، بلکہ بسا اوقات قحط سالی متواتر کئی سال رہا کرتی ہے اور اکثر بے ہنگام بھی پانی برس جاتا ہے، بے ہنگام بخارات کہاں سے آجاتے ہیں اور عین ہنگام میں کدھر مفقود ہوجاتے ہیں اگر زمینی بخارات کو بارش کے وجود میں دخل تام ہے تو جب دو چار سال امساک باراں ہوجائے تو چاہئے کہ آئندہ کے لئے امید بارش کی منقطع ہوجائے اس لئے کہ مادہ بارش یا اجزائے مائیہ اس صورت میں تقریباً فنا ہوجاتے ہیں حالانکہ بعد قحط کے بارش اکثر بکثرت بھی ہوتی ہے اور اگر سمندر کے بخارات سے بھی بارش ہوتی ہے تو کبھی امساک نہ ہونا چاہئے اسلئے کہ اگر زمینی بخارات فنا بھی ہوجائیں تو سمندر کے بخارات ضرورت سے زیادہ نکل سکتے ہیں اور ملک عرب میں تو ہمیشہ بارش رہنا چاہئے اس لئے کہ تین طرف سے سمندر اس ملک کو گھیرے ہوئے ہیں حالانکہ وہاں بارش بہت کم ہوتی ہے بلکہ کسی حصہ میں ہوتی ہی نہیں جیسا کہ شمس الضحیٰ میں لکھا ہے برخلاف اس کے تمام ہندوستان میں پانی بکثرت برستا ہے حالانکہ اکثر بلاد اس کے سمندر سے بہت دور ہیں۔............

اگر جغرافیہ کی مبسوط کتابوں میں غور کیا جائے تو اکثر مقامات ایسے نکلیں گے کہ قواعد کلیہ عقلیہ وہاں چل نہ سکیں گے اور یہ بات معلوم ہوجائیگی کہ یہ سب امور حق تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ سے ہوتے ہیں وہ فاعل مختار ہے اپنے کاموں میں کسی سبب کا محتاج نہیں چاہے سبب پیدا کرکے کسی چیز کو وجود میں لائے چاہے بلا سبب۔ عالم تمام اس کی ملک ہے جیسا چاہتا ہے تصرف کرتا ہے کسی قاعدہ کا پابند اور کسی چیز میں مجبور نہیں۔ (کتاب العقل) وصلی اللہ تعالی وسلم علی خیر خلقه سیدنا محمد وعلی آله وصحبه اجمعین۔۔

قانون اسلامی کی آفاقیت

مولانا مفتی حافظ سید صادق محی الدین فہیمؔ صاحب
سابق نائب مفتی جامعہ نظامیہ

دین اسلام ایک آفاقی و عالمگیر دین ہے۔ان الدین عند الله الاسلام ۔(۳/۱۹)۔ یقیناً اللہ سبحانہ وتعالی کے ہاں اسلام ہی دین ہے۔ ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ۔(۳/۸۵) جو کوئی اسلام کے سواء اور کسی دین کو پسند کرے تو اس کا دین نا قابل قبول ہوگا۔ارشاد ربانی ہے۔قل انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔آپ فرما دیجئے اے لوگو میں تم سب کی طرف رسول بنا کر مبعوث کیا گیا ہوں۔آپ ﷺ کی رسالت ساری انسانیت کیلئے ہے۔ وما ارسلناک الا کافۃ للناس ۔(صبا/۹۲) یہی پیغام آپ ﷺ نے حدیث پاک سے دیا ہے۔ بعثت الی الخلق کافۃ ۔ یہ حدیث پاک گویا مذکورہ آیات پاک کی تشریح وتوضیح ہے اسلام چونکہ آسمانی دین ہے اس لئے اس کے احکام وقوانین خالق کائنات کی طرف سے بذریعہ وحی نازل کردہ اور پیغمبر اسلام ﷺ کے بیان فرمودہ ہیں۔ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شی وھدی ورحمۃ وبشری للمحسنین۔(۱۶/۸۹) ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کی ہے جس میں ہر شی کا تفصیلی شافی وکافی بیان ہے اور یہ سراپا ہدایت ورحمت ہے اور مسلمانوں کیلئے اس میں بشارت ہے۔

اصول وضوابط تو سب کے سب قرآن پاک میں موجود ہیں اور ان ہی اصول وقواعد کی روشنی میں احادیث پاک ان کا بیان کرتی ہے۔اللہ سبحانہ وتعالی نے سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنا برگزیدہ اور محبوب رسول بنا کر دنیا میں مبعوث فرمایا اور ان پر کتاب ہدایت قرآن پاک کو نازل کیا یہ انتظام اس لئے کیا گیا تا کہ افراد انسانیت اپنے طور پر اللہ کے کلام کو سمجھنے کی کوشش نہ کریں بلکہ اللہ کے رسول ﷺ کے بیان اور وضاحت وتشریح کی روشنی میں اللہ کے کلام کو سمجھیں۔اللہ سبحانہ وتعالی کا ارشاد ہے۔ وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیھم ولعلھم یتفکرون ۔اور ہم نے آپ پر ذکر یعنی کتاب کو نازل کیا تا کہ آپ جو کچھ آپ پر نازل کیا گیا ہے اس کو کھول کھول کر بیان فرمائیں اور تا کہ لوگ اس میں غور وفکر کریں۔

انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں سے متعلق واضح ہدایات وارشادات بطور اصول وضوابط گو کہ قرآن پاک میں بیان کردئے گئے ہیں لیکن ان کی تفصیل کا ادراک ہر ایک کیلئے کہاں ممکن جب تک کہ احادیث پاک سے روشنی حاصل نہ کی جائے۔

اسلام نام ہے ایک مکمل نظام حیات کا جس میں انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں رہنمائی فرمائی گئی ہے،اس کی تعلیمات،اس کے قوانین ابدی ہیں، ہر دور کیلئے ہیں اور ہر خطہ وقوم کیلئے ہیں۔جو ہر زمانے اور ہر طرح کے سماج ومعاشرہ کیلئے یکساں مفید وقابل عمل ہیں،زندگی کے سارے مسائل کا حل ان میں موجود ہے۔قانونی،سیاسی،سماجی،معاشرتی

،معاشی ،بین الاقوامی ہر سطح پر اس کے قوانین فطری اور سادہ ہونے کی وجہ ساری انسانیت کیلئے عمل میں آسان اور باعث رحمت ہیں۔اسلامی قوانین ابدی ہونے کے ساتھ جامعیت کے حامل ہیں ۔اسلامی قانون کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ کوئی انسانوں کا بنایا ہوانہیں بلکہ خود خالق کائنات کا بنایا ہوا ہے ۔ اس لئے یہ قانون ناقابل تغیر وتبدل ہے ۔ اس کے برخلاف انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین وضعی قوانین کہلاتے ہیں وقت وحالات کی تبدیلی سے ان میں تبدیلی ناگزیر ہوجاتی ہے ، نئے نئے تجربات وحادثات ان قوانین کوتبدیل کرنے پر مجبور کرتے ہیں ،اس لئے وہ تادیر قائم نہیں رہ سکتے ۔کیونکہ وہ انسانی ذہنوں کی پیداوار ہوتے ہیں ،انسان تو اللہ کی مخلوق ہیں ان کا ذہن ودماغ بھی مخلوق ہے۔مخلوق مخلوق کیلئے کوئی قانون مدون کرے تو وہ کیسے ساری انسانیت کیلئے دائمی طور پر مفید اور قابل عمل ہوسکتا ہے ۔ظاہر ہے انسان محدود اس کی صلاحیتیں محدود اس کی فکر وفہم محدود ان محدود ذرائع سے کس طرح وہ اربوں کھربوں انسانوں کے نفسیات تک پہونچ سکتا ہے اور کیسے سارے انسانوں کے طبائع اور ان کے احساسات کو پیش نظر رکھ کر قانون بنا سکتا ہے ۔ قانون بنانے والے خواہ کتنے ہی مخلص کیوں نہ ہوں ان کے ذاتی رجحانات اور طبعی میلانات کے اثر سے وہ قانون محفوظ نہیں رہ سکتا ۔اسلامی قانون ایک آسمانی قانون ہے اس لئے وہ اپنے اندر بڑی طاقت رکھتا ہے ،زندگی کا کوئی گوشہ ہوخواہ وہ سیاست ہو کہ معاشرت پہلے قانون بنتا ہے پھر وہ حکومت ومعاشرت پر لاگو ہوتا ہے ایسا نہیں ہے کہ پہلے حکومت تشکیل پاگئی ہو یا معاشرہ وجود میں آگیا ہواور اس کے بعد قانون بنایا گیا ہو۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا دستور یہ ہے کہ وہ اپنی وحی اپنے خاص بندوں یعنی پیغمبروں پر نازل فرماتا ہے تاکہ وہ بندوں کو اس کی تعلیم دیں اور اس پر عمل کا ان کو پابند کریں ،اسلامی قانون فطری اصولوں پر مبنی ہے اور اس قانون کا اصل الاصول تو اللہ سبحانہ وتعالی کا کلام ہے جو متلو ہے ، احادیث رسول ﷺ بھی جو غیر متلو ہیں ،انمیں وہ جو متواتر ہیں اور اجماع کی وجہ بہ اعتبار ثبوت قطعی ہیں وہ بھی اصل ہیں ، اسی طرح اجماع اور قیاس بھی احکام شریعت کی بنیاد ہیں ،وہ طور طریق یا عرف و عادات جو انسانی مزاج وطبیعت کی وجہ معاشرہ میں رواج پاجاتے ہیں وہ اسلامی قانون کے دائرہ میں نہیں آتے ۔اسلامی قانون اور غیر اسلامی قانون میں زمین آسمان کا فرق ہے ۔ اسلامی قانون میں فطرت انسانی سے ایک مناسبت ومطابقت پائی جاتی ہے کیونکہ انسانی فطرت اس کے مطابق پیدا کی گئی ہے ۔ اللہ سبحانہ وتعالی کا ارشاد ہے ۔ **فطرت اللہ الذی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ** ۔ اللہ کی بنائی ہوئی فطرت جس پر انسان کی تخلیق ہوئی ہے ۔حدیث پاک ۔ ’’**کل مولود یولد علی الفطرة**‘‘ سے اسی طرف اشارہ ہے ۔اس لئے اسلام کا قانون ساری انسانیت کیلئے ایک عظیم اور گراں قدر تحفہ ہے ۔ اسلام کا قانون اعتقادات وعبادات ،ذکر واذکار کے باب میں ایسی ہدایات دیتا ہے جو حقیقی معنی میں انسانوں کیلئے

تسکین کا باعث بنتے ہیں، جس سے روح کو راحت پہونچتی ہے اور قلب کو سرور وانبساط ملتا ہے، سماج ومعاشرہ کو ایسے قوانین دیئے گئے جن سے معروف کوفروغ ملتا ہے اور منکرات پر روک لگتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی معاشرہ ایک صالح معاشرہ کی عملی تصویر پیش کرتا ہے اور معاشرہ میں رہنے والے ہرطرح کے ضرر ونقصان سے محفوظ رہتے ہیں۔ یہ قانون نیکی وبدی کے راستوں کا تعین کرتا ہے، نیکی حقیقتا وہی ہے جس کو اسلام کا قانون نیکی کہے۔ بدی حقیقت میں وہی ہے جس کو اسلام کا قانون بدی قرار دے۔

ہم سب کا اس پر ایمان ہے کہ حق سبحانہ وتعالی نے حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ پر جو شریعت نازل فرمائی ہے وہ حق ہے اور سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نبی برحق ہیں اور آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ پر جو احکامات نازل کئے گئے ہیں وہ بالکلیہ آخری ہیں۔ اب قیامت تک نہ کوئی نبی ورسول آئیں گے اور نہ کوئی آسمانی ہدایات انسانوں کو دی جائیں گی۔ آپ ﷺ کے مبارک دور سے پہلے جتنے انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم السلام آتے رہے ہیں وہ سب کے سب ایک متعین زمانہ اور مخصوص قوم وقبیلہ کیلئے رہے ہیں۔ ان کی رسالت اس زمانے کے احوال کی مناسبت سے رہی ہے، لیکن آپ ﷺ جو دین لے کر تشریف لائے ہیں وہ آخری اور ابدی ہے۔ اس لئے اللہ سبحانہ وتعالی نے اس کی حفاظت اپنے ذمہ لی ہے۔ **انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون.** (۱۶/)

سماج ومعاشرہ میں کچھ مسائل تو وہ ہوتے ہیں جو ہمیشہ ایک حال پر برقرار رہتے ہیں اور کچھ تو وہ ہوتے ہیں جو بدلتے رہتے ہیں اس وجہ سے ہر زمانے میں کچھ نئے مسائل کا سامنا ہوتا رہتا ہے۔ جب تک نبوت کا سلسلہ جاری تھا انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت اور ان پر کتابوں کے نزول سے یہ مسائل حل ہوجایا کرتے تھے۔ اب جب کہ نبوت کا دروازہ بند ہوچکا ہے تو یہ سوال سامنے آتا ہے کہ آخر مرور زمانہ سے جو نت نئے مسائل پیش آتے رہیں گے ان کے حل کی آخر کیا صورت ہوسکے گی۔ حضرت نبی پاک سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے مبارک زمانے میں بھی مسائل کا سامنا رہا ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ سے ان کا حل دریافت کرلیا کرتے، کبھی تو ایسا ہوتا ان کے دریافت پر وحی نازل ہوجاتی جس کو وحی متلو کہتے ہیں۔ چنانچہ قرآن پاک کی بیشمار آیات ایسی ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سوال کے جواب میں نازل ہوئی ہیں، ان آیات پاک کے شان نزول کے ضمن میں اس کی تفصیل کتب احادیث وتفاسیر میں محفوظ ہے اور کبھی ان کا جواب آپ ﷺ کے قلب اطہر پر القاء ہوجاتا اور آپ ﷺ ان کو حل فرمادیتے۔ اس کو حدیث کہتے ہیں اور اس کو وحی غیر متلو سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ اللہ سبحانہ کا ارشاد پاک ہے: **وما ینطق عن الھوٰی، ان ھوا الا وحی یوحٰی،** (۵۳/۳۔۴) وہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔ یعنی اللہ سبحانہ کی وحی کے بغیر وہ کبھی

لب کشائی نہیں فرماتے، یہاں تک کہ مزاح اور خوش طبعی کا موقع ہو تب بھی آپ ﷺ کی زبان اقدس سے حق ہی نکلتا ہے، حق کے سوا نہیں۔

حضرت نبی پاک سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وساطت سے قیامت تک آنے والے سارے انسانوں کو یہ ہدایات دی ہیں کہ جب کبھی کچھ نئے مسائل کا سامنا ہو تو سب سے پہلے کتاب اللہ میں اس کا حل تلاش کیا جائے پھر سنت رسول اللہ ﷺ میں دیکھا جائے اگر ان دونوں میں اس کا حل نہ مل سکے تو اجتہاد سے کام لیا جائے۔ چنانچہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے ایک ذمہ دار عہدے پر فائز فرما کر رخصت فرماتے ہوئے دریافت فرمایا۔کہ اگر کوئی معاملہ درپیش ہو تو کس طرح فیصلہ کرو گے۔عرض کیا کتاب اللہ میں جس طرح کا حکم ہے۔فرمایا اگر کتاب اللہ میں صراحت نہ ملے تو عرض کیا نبی کریم ﷺ کی سنت کے مطابق پھر،فرمایا کہ اگر اس میں بھی نہ ملے تو عرض کیا اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمام تعریف اس اللہ کیلئے سزوار ہے جس نے اپنے رسول کے قاصد کو اس بات کی توفیق عطا فرمائی جو اس کے رسول کو پسند ہے۔(معارف السنن والاثار۱۴/۲۳۱)

قرآن و حدیث چوں کہ اصل ماخذ ہیں اس لئے وہ اصل الاصول ہیں قیاس و اجتہاد اس کے تابع ہے، قرآن و سنت میں جو احکام مذکور ہیں ان میں سے کچھ صریح ہیں اور کچھ احکام وہ ہیں جو نصوص کے دلالات و اشارات اور اقتضاءُت سے سمجھے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے ان سے مسائل کا مستنبط کرنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں وہ علمائے ربانیین جنہوں نے اس دشت میں سیاحی کی ہے اور قرآن وسنت کے علوم کی گہرائیوں میں شناوری کی ہے، وہی کچھ اس کے معنی و مفاہیم تک پہونچ سکتے ہیں اس حدیث پاک سے بھی یہی بات مستفاذ ہوتی ہے، ارشاد پاک ہے: اللہ سبحان و تعالیٰ اس بندے کو سرسبز و شاداب رکھے جو میری بات کو سنے اور اسے یاد کرلے اور محفوظ کرلے اور دوسروں تک اسے پہنچائے یقیناً بہت سے لوگ فقیہ یعنی علم کی بات کے حامل ہوتے ہیں لیکن وہ خود فقیہ نہیں ہوتے، اور بہت سے علم رکھنے والے اس کو ایسے لوگوں تک پہونچا دیتے ہیں جو ان سے زیادہ فقیہ ہوں، **نَضَرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَوَعَاهَا وَ حَفِظَهَا ثُمَّ اَدَّاهَا، اِلٰی مَنْ لَا یَسْمَعُهَا فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ غَیرُ فَقِیْهٍ وَ رُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ اِلٰی مَن هَوَ اَفْقَهُ مِنْهُ.**

اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے لوگ کتاب وسنت کا علم رکھتے ہیں لیکن ان سے مسائل کا استنباط نہیں کرسکتے، اور کچھ لوگ وہ ہوتے ہیں جن کو حدیث پہونچتی ہے تو وہ ایسی صلاحیت کے حامل ہوتے ہیں کہ اس سے مسائل مستنبط کرتے ہیں۔کتاب وسنت سے بھی قیاس کی نظیر ملتی ہے۔''اے ایمان والو اپنی پاکیزہ کمائی سے اور زمین سے تمہارے لئے ہماری نکالی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرو ان میں سے خراب چیزوں کے خرچ کرنے کا ارادہ نہ کرو جیسے تم

خود اس کے لینے والے نہیں ہو‘‘(۲؍۲۶۷)۔اس آیت پاک میں قیاس کا طریقہ بتایا گیا ہے یعنی ردّی و بیکار چیز کا اللہ کی راہ میں دینے کا قیاس اس کے لینے پر کیا گیا ہے،حضرت نبی پاک ﷺ کے پاس ایک عورت حاضر ہوئی اورعرض کی کہ یا رسول اللہ میری ماں نے حج کی نذر مانی تھی لیکن اس کو پورا نہ کرسکی اورفوت ہوگئی تو کیا میں اس کی طرف سے حج کر کے اس کی نذر کو پورا کروں،تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر تیری ماں پر کسی کا قرض ہوتا تو کیا اُس کوادا نہ کرتی اور فرمایا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا حق تو اس بات کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ اُس کوادا کر دیا جائے،حضرت نبی پاک ﷺ نے نذر کا قیاس قرض پر فرمایا ہے، اس حدیث پاک سے بھی پیش آمدہ مسائل میں قیاس واجتہاد کی روشنی ملتی ہے۔اجتہادات میں علل کو پیش نظر رکھا جاتا ہے جس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ جہاں وہ علت پائی جائے وہاں قیاس سے وہ حکم ثابت کیا جائے،علت کا تعین کوئی آسان کام نہیں ہے حضرات صحابہ اکرام کے عہد سے لے کر ائمہ مجتہدین کے زمانے تک مسائل حل کرنے کا یہی طریقہ رہا ہے۔ اجتہادی مسائل کے حل کے لئے اصول فقہ مدون کئے گئے، اصول فقہ میں یہی بحث ہوتی ہے کہ مسائل کیسے مستنبط کئے جائیں، چونکہ قیامت تک نت نئی ایجادات ہوتی رہیں گی نئی چیزیں وجود میں آتی رہیں گی جس کی وجہ نئے نئے مسائل بھی پیش آتے رہیں گے،اس کے حل کے لئے اسلام نے اسی اجتہاد و قیاس کے منہج کو پسند کیا ہے اب ومسائل جوامت مسلمہ کو پیش آتے رہیں گے ہر دور و ہر زمانے میں علماء وفقہا کی ذمہ داری ہے کہ وہ کتاب وسنت کے اشارات اورفقہائے امت کے اجتہادات کوسامنے رکھتے ہوئے مسائل کا حل تلاش کریں۔ چنانچہ موجودہ دور میں کچھ ایسے مسائل علماء کے سامنے آئے ہیں جو نہ تو گذشتہ زمانے میں تھے اور نہ ان کا کوئی تصور تھا۔اور کچھ مسائل وہ بھی ہیں جن کے بارے میں کچھ نظائر ملتے ہیں۔

اسلامی قانون کی تدوین میں جونمایاں رول ائمہ اربعہ نے انجام دیا ہے وہ ایک زرین کارنامہ ہے، اعتقادات ، عبادات، معاملات، معاش ومعاشرت وغیرہ جیسے اور بہت سے امور میں مسائل مستنبط کئے ہیں، وہ مسائل جوکتاب وسنت کے واضح نصوص سے ثابت ہیں اس میں تو کسی اجتہاد کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ البتہ وہ مسائل جونصوص کے اشارات و دلالات اور اقتضاأت سے ثابت ہوتے ہیں اس میں کسی مجتہد کو اصول فقہ کے دائرہ میں رہتے ہوئے اجتہاد کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔امام آعظم ابوحنیفہ رحم اللہ کا مقام اور ائمہ کے مقابلہ میں افضل وارفع ہے، ان کے اجتہادات اقرب الی الصواب ہیں۔امام آعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کواور ائمہ ومحدثین کے بالمقابل تقدم واولیت حاصل ہے، احادیث کی جتنی مشہور کتابیں ہیں جیسے بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، طبرانی، بیہقی، مسند ابن حبان، مسند احمد بن حنبل، وغیرہ امام صاحب کی رحلت کے تقریباً دیڑھ سوسال بعد وجود میں آئی ہیں، ان مشہور کتب احادیث کے ائمہ میں سے کسی نے بھی آپ کا زمانہ نہیں پایا، ان میں سے اکثر امام صاحب رحمہ اللہ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں، ان کتب کے منصۂ شہود میں آنے

سے کئی سال قبل امام صاحب کے شاگردوں نے امام صاحب کی مرویات احادیث وفقہ کی درسی کتابوں کی شکل میں مرتب کر دیا تھا، جو آج بھی دنیا کے مشہور کتب خانوں میں اور بہت سے اہل علم کے پاس موجود ہیں۔ حدیث کی مشہور کتابوں میں عموما چار پانچ یا چھ، واسطوں سے روایت کی گئی ہے، جب کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو جو احادیث ملی ہیں وہ اصح الاسانید کے علاوہ احادیث صحیحہ، مرفوعہ، مشہورہ، اور متواترہ، کا مقام و درجہ رکھتی ہیں، الغرض جن احادیث کی بنیاد پر فقہ حنفی مرتب کی گئی ہے، وہ سند کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ کی احادیث ہیں۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے دوران درس جو احادیث بیان کی ہیں ان کے شاگردوں نے ان کو ''حدثنا'' اور ''اخبرنا'' وغیرہ الفاظ کے ساتھ جمع کر دیا ہے، آپ کی درسی افادات کا نام کتاب الآثار ہے، جو دوسری صدی ہجری میں مرتب ہوئی ہے، کتاب الآثار اس دور کی کتاب ہے جس نے بعد کے آنے والے محدثین کے لئے ترتیب وتبویب کے رہنما اصول فراہم کئے ہیں۔ آپ کے انتقال کے بعد آپ کے شاگردوں نے آپ کے دروس کو محفوظ کر کے اس کے نفع کو بہت عام کیا ہے، حکومتی سطح پر بھی آپ کے مرتبہ قوانین سے بہت استفادہ کیا گیا ہے، عباسی وعثمانی دور میں ان کے مدون قانون کو سرکاری حیثیت دے دی گئی تھی (ماخوذ از امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ حیات و کارنامے)، حضرت علامہ ابوالوفاء الافغانی قدس سرہٗ نے ''احیاء المعارف النعمانیہ'' قائم فرما کر فقہ حنفی کی بڑی خدمت کی ہے، آپ کی ان خدمات کی وجہ سارے عالم اسلام میں آپ کا شہرہ ہے، چنانچہ عالم عرب کے بڑے بڑے علماء آپ سے متاثر ہیں۔ آپ نے فقہ حنفی کی کئی ایک نایاب و نادر کتابوں کو بڑی کوشش و کاوش کے ساتھ جمع فرما کر ان پر حاشیہ لکھ کر پوری تحقیق کے ساتھ شائع کیا ہے، عالم عرب کے نامور بڑے بڑے علماء نے آپ کی تحسین کی ہے اور آپ کے جلالت علم کا اعتراف کیا ہے۔

اجتہادی اختلافات میں ائمہ کے درمیان جو اختلاف پایا جاتا ہے وہ محمود و پسندیدہ ہے، چونکہ ان کا اختلاف اصول دین میں نہیں ہے بلکہ ان کا جو کچھ اختلاف ہے وہ دراصل دین کی فروعات میں ہے علامہ سیوطی رحمہم اللہ نے نقل کیا ہے اگر اصحاب رسول ﷺ کے درمیان ان جیسے فروعی مسائل میں اختلاف نہ ہوتا تو مجھے خوشی نہ ہوتی، کیونکہ اختلاف کی وجہ سے اس میں بہت سی رخصت کی صورتیں مل پاتی ہیں'' **و نقل السیوطی عن عمر بن عبدالعزیز انه یقول ماسرّنی لو ان اصحاب محمد لم یختلفو الانّهم لو لم یختلفوا لم تکن رخصة** ''(شامی ۱/۴۷)، ایک بہت مشہور حدیث پاک جو زبان زد خاص وعام ہے اگر چہ کہ محدثین نے اس میں کلام کیا ہے لیکن جو مفہوم اس سے مستفاد ہوتا ہے وہ رحمت پر مبنی ہے، وہ حدیث پاک یہ ہے'' **اختلاف أمتی رحمة** ''۔ یہ اختلاف دراصل امت کے حق میں ایک طرح سے رحمت ہے، حق کے متلاشی بندوں کو راہ حق تک پہونچنے کے لئے جو راستہ ومنہج تیار ہوا ہے اختلاف کی وجہ اس میں بڑا توسع اور گنجائش

فراہم ہوگئی ہے،''**فان اختلاف الائمة الهدی توسعة للناس**'' (شامی ۱/۴۶)

ائمہ اربعہ رحمہم اللہ نے بڑی دقت نظر سے جن مسائل کو مستنبط کیا وہ آج بھی امت میں رائج اور قابل عمل ہیں، بہت سے وہ مسائل جو اُس دور میں موجود نہیں تھے مستقبل میں ان کے پیش آنے کے امکانات کو فرض کر کے بھی ان کے احکام بتادئے گئے ہیں، علمائے امت اور ملت اسلامیہ قیامت تک ان کے احسانات کی زیر بار ہے، اس کے باوجود وہ مسائل جو اس نئے دور میں ایجادات واختراعات کی بناء امت مسلمہ کو درپیش ہیں اور اس طرح قیامت تک پیش آتے رہیں گے۔ان کی رہبری ورہنمائی محقق، متدین، متقی، علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ کتاب وسنت اجماع اور سابقہ آئمہ کے اجتہادات وآراء کی روشنی میں موجودہ نئے مسائل کا حل تلاش کریں اور امت کی رہبری فرمائیں۔البتہ وہ مسائل جن میں رخصت واجازت کا پہلو واضح ہواس کو ضرور پیش نظر رکھیں، ہمارے ائمہ کرام نے بھی اس کو ملحوظ خاطر رکھا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ کتاب و سنت میں اس کی بڑی وضاحتیں ملتی ہیں، اللہ سبحانہ تعالیٰ کے ارشادات ہیں: اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتا ہے، دشواری وتنگی کا نہیں (۲/۱۸۵) اللہ سبحانہ کسی کو اس کی طاقت وقدرت سے بڑھ کر احکام کا مکلّف نہیں بناتا (۲/۲۸۶) اللہ سبحانہ تم کو کسی دشواری میں ڈالنا نہیں چاہتا بلکہ وہ تم کو پاک وصاف کرنا چاہتا ہے (۵/۶) اللہ سبحانہ نے دین کے بارے میں تمہارے لئے کوئی دشواری وتنگی نہیں رکھی (۲۲/۷۸)

نبی پاک ﷺ نے بھی یسر وآسانی کا راستہ اختیار کرنے کی ہدایت دی ہے، ایک موقع پر حضرت معاذ بن جبل اور حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو دینی مناصب سپرد کرتے ہوئے ہدایت فرمائی: آسانی پیدا کرو مشکلات میں مت ڈالو، ترغیب سے کام لو، نفرت کے جذبات نہ پیدا کرو، اطاعت اور اتحاد واتفاق کو اہمیت دو، اور ایک موقع پر فرمایا کہ میں آسان دین دے کر مبعوث کیا گیا ہوں، اور فرمایا اسلام میں نہ کسی کو تکلیف پہنچانا اور نہ خود تکلیف اٹھانا ہے، **لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام** (ابن ماجہ ۳۲۰)، آپ ﷺ کے مزاج میں شفقت ومحبت، رافت ورحمت، عفو ودرگزر، یسر وآسانی بہت زیادہ تھی، حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب کبھی دو چیزوں میں سے آپ ﷺ کو کسی ایک کے انتخاب کا اختیار ملتا تو آپ ﷺ اس میں آسان صورت کو اختیار فرماتے، بشرطیکہ اس میں کوئی گناہ نہ ہوتا (مسند احمد حدیث نمبر ۲۵۰۵)۔

یہ حدیث پاک موجودہ دور کے محقق علماء ومجتہدین اور قیامت تک آنے والے اسی درجہ کے علماء کے لئے نشانِ راہ ہے، اس سے روشنی حاصل کر کے امت کے لئے مشفقانہ طرز عمل اختیار کریں اور یسر وآسانی کو بہر صورت ملحوظ رکھیں۔

......☆......

''ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کی خدمات حدیث''
ایک مطالعہ و معقولی تجزیہ

مولانا حافظ محمد لطیف احمد قادری ملتانی صاحب
نائب شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ

اسلام کے بین الاقوامی سفیر و ترجمان' عصر حاضر کے محقق شہیر' نامور داعی اسلام جو یائے علم و تحقیق' ماہر علم المخطوطات مترجم و مفسر قرآن' محافظ و مدافع حدیث و سنت' ممتاز سیرت نگار' عالم ألسنۂ عالَم' اسلامی قانون بین الممالک کے اکسپرٹ جیسی گونا گوں کمالات کی حامل شخصیت ''حضرت مولانا حافظ و قاری پروفیسر ڈاکٹر محمد حمید اللہ'' نائطی' حیدرآبادی المولد' فرنساوی الموطن' امریکی المدفن' شافعی المذہب' سنی المسلک' نقشبندی مجددی السلوک' نظامی انوار اللٰہی المشرب رحمۃ اللہ علیہ کے نام مبارک سے معنون آج کی اس علمی مجلس مذاکرہ میں میرے مقالہ کا موضوع ''ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی خدمات حدیث'' ہے۔

مجھ سے بے بضاعت طالبعلم کی کیا بساط کہ وہ ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمہ جیسی قد آور ہستی پر تحقیقی مقالہ کا حق ادا کر سکے' لیکن ''ما لا یدرک کله لا یترک کله'' کے بمصداق میں نے کمر ہمت باندھ لی' اس اُمید پر کہ ڈاکٹر صاحب جیسے ولی کامل کے وسیلہ سے مطالعہ حدیث کی توفیق مل جائے اور اپنی بے بضاعتی کو کم کرلوں۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب کے کام کی عظمت و وسعت' گہرائی و گیرائی کے بالمقابل ایام کی قلت اور وقت کی تنگی کو پیش نظر رکھتے ہوئے ڈاکٹر صاحب کی دستیاب تصانیف کے مطالعہ اور اُن پر قلمبند کردہ تحریرات کے مطالعہ کا خلاصہ و نچوڑ پیش کرنے کی ناقص کوشش کر رہا ہوں۔ اُمید کہ عامۃ المسلمین کے لئے فائدہ کا باعث ہو جائے' اور اگر کوئی فروگزاشت یا غلطی ہو جائے تو اپنے اساتذہ کی جناب میں بصد ادب اپنی اصلاح کے لئے رجوع ہوں۔ خصوصاً میرے شیوخ حدیث حضرت شیخ الجامعہ صاحب قبلہ' جن سے صحیح مسلم کامل کی لفظاً لفظاً قرأت و سماعت اور دیگر تمام مرویات کی اجازت مجھے حاصل ہے' اور حضرت شیخ الحدیث صاحب قبلہ جن سے صحیح بخاری کامل کی لفظ بہ لفظ قرأت و سماعت اور دیگر مرویات کی زبانی اجازت مجھے حاصل ہے۔

تمہید کے بطور مختصراً عرض ہے کہ حدیث اور علم حدیث کی تعریف بیان کرتے ہوئے حضرت شیخ الحدیث ''ثروة القاری من أنوار البخاری'' کے مقدمہ میں رقم فرماتے ہیں:

حدیث صفت کا صیغہ ہے۔ علامہ جوہری اس کے لغوی معنیٰ بیان کرتے ہوئے صحاح میں لکھتے ہیں: الحدیث الکلام قلیله و کثیره' لغت میں تھوڑی یا زیادہ کسی بھی بات کو حدیث کہتے ہیں۔ اور اصطلاح شریعت میں حدیث شریف کی

تعریف:''قول رسول الله صلی الله علیه وسلم و فعله و تقریره و صفته (علیه و اله الصلاة و السلام) '' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل، تقریر اور صفت مبارکہ کو حدیث کہتے ہیں۔

علم الحدیث: علم حدیث وہ علم ہے جس میں ان چار امور (قول، فعل، تقریر وصفت) کی تفصیلات اور ان سے متعلق بحث ہوتی ہے۔علم حدیث شریف کی یہ تعریف نہایت جامع ہے اور حدیث شریف کی روایت و درایت اور اس کے تمام اقسام کو شامل ہے۔علم حدیث کی بنیادی دو قسمیں ہیں: (علم روایت حدیث اور علم درایت حدیث) اور ان دونوں کی متعدد تقسیمات ہیں جن میں سے ہر تقسیم کے تحت کئی قسمیں ہیں۔

(حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد خواجہ شریف: مقدمہ ثروۃ القاری: ص ۳۔۴)

محدث یا شیخ الحدیث اُس عالم کو کہتے ہیں جو مشتغل بالحدیث ہو۔اور جس کو راوی و مروی، یعنی سند و متن دونوں سے واقفیت ہو۔(حوالہ سابق: ص: ۵۷)

مذکورہ بالا تعریفات کی روشنی میں اگر ہم قرن اول یعنی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے عہد حاضر تک حدیث شریف سے اُمت مسلمہ کے اعتناء والتفات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ڈاکٹر صاحب کی خدمات حدیث کا جائزہ لیں اور مطالعہ کریں تو اُن خدمات کو ذیل کے شعبوں یا زمروں میں پھیلے ہوئے پاتے ہیں:

۱) خدمت حدیث کا احقاقی و دفاعی پہلو (۲) خدمت حدیث کا تحقیقی پہلو (۳) خدمت حدیث کا تفہیمی و توضیحی پہلو (۴) خدمت حدیث کا شارحانہ رتشریحی پہلو (۵) مستشرقین کے پیدا کردہ شکوک اور اشکالات کا ازالہ و جوابات (۶) تصنیف و تالیف (۷) فرنسی ترجمۂ بخاری کی تصحیح اور ترتیب اشاریہ (۸) خدمت حدیث کا تجزیاتی و سائنٹفک پہلو (۹) خدمت حدیث عملی تجربات ومشاہدات اور معقولی استدلالات کے ذریعہ۔

ڈاکٹر صاحب کی ان خدمات کی حیثیت ایک خاص انداز کی منفرد ہے۔وہ عرف عام کے مطابق تو محدث نہیں کہلاتے تھے اور نہ روایتی انداز سے تدریس حدیث کی خدمت انجام دی۔لیکن علم حدیث کی تاریخ میں ایسا ممتاز مقام پایا کہ اگر اُن کی یہ خدمات نہ ہوتیں تو صدیوں پر محیط اسلاف کی محنتوں کو مغربی مستشرقین شکوک وشبہات کے دلدل میں غرق کر دیتے اور حدیث کی حقانیت و حجیت کو اپنی دسیسہ کاریوں اور اوہام کے غبار کے دھند لکے میں گُم کر دیتے۔

انگریزی زبان وادب میں استشراق (Orientalism) اور مستشرق کی اصطلاحات اٹھارویں صدی کے اواخر میں مرّوج ہوئیں۔استشراق کی تفصیل بتاتے ہوئے پروفیسر عبدالرحمٰن مومن، ایڈورڈ سعید کی مشہور کتاب ''Orientalism' استشراق'' کے حوالے سے رقمطراز ہیں: استشراق کی تحریک کا آغاز اٹھارویں اور انیسویں صدی میں ایک سیاسی ضرورت کے

تحت ہوا۔ یہ اس زمانہ کی پیداوار ہے جب مشرقی اقوام مغرب کے سامنے مغلوب اور بے دست و پا تھیں۔ استشراق کا مقصد یہ تھا کہ مشرقی ممالک کے تہذیبوں اور ان کے افکار و مذاہب کا تنقیدی مطالعہ ان کی ادبیات کی روشنی میں کیا جائے۔ ایک علمی شعبہ کی حیثیت سے استشراق کی بنیاد پیرس میں السنہ شرقیہ کے ایک علمی ادارہ میں 1795ء میں رکھی گئی۔..... پروفیسر مومن صاحب آگے رقم فرماتے ہیں: مستشرقین کا ایک طبقہ ایسا ہے جو نہایت شاطرانہ انداز میں اسلامی روایات کو تشکیک و تنقید کا ہدف بناتا ہے۔ ان مستشرقین میں ''یوسف شاخت'' اور ''گولت سیہر'' شامل ہیں۔ مستشرقین کے ایک طبقہ نے قرآن کریم کے وحی الٰہی ہونے پر شکوک و شبہات کا اظہار کیا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک پر رکیک تنقیدیں کیں اور حدیث کی صحت و استناد پر اعتراضات کئے۔ بدقسمتی سے تعلیم یافتہ مسلمانوں کا ایک طبقہ مستشرقین کی ہرزہ سرائی سے یک گونہ متاثر ہوا۔
(پروفیسر عبدالرحمٰن مومن: ''ڈاکٹر محمد حمید اللہ'' ص:۱۱۱-۱۲۲)

ڈاکٹر صاحب نے ساری عمر مغربی علماء و فضلاء، یورپی محققین اور مستشرقین کے درمیان گذاری۔ ان مستشرقین کی بدنیتی، اسلام سے ان کا بغض، مسلمانوں سے نفرت اور علم و تحقیق کے پردہ میں ان کے مذموم مقاصد اور دسیسہ کاریاں، ان کے طور طریقے اور حملے و حربے وہ خوب جانتے اور پہنچاتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے مقدور بھر مغربی علماء اور مستشرقین کے جواب میں 'ان ہی کی زبان'، انہی کے طرز تحقیق اور ان ہی کے معیار پر مضامین، مقالات، کتابوں کے ڈھیر لگا دیئے اور اپنے آپ کو منوایا۔ اسلام، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے مصادر و ماخذ کے بارے میں پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا۔ ان کے اعتراضات کا مُسکت جواب دیا۔ ان کی مغالطہ آمیز تحقیقات کا پردہ چاک کیا اور بالآخر اسلام کی برتری، علم و تحقیق میں مسلمانوں کی اولیت، تہذیب و تمدن اسلامی کی فوقیت اور اسلاف کے کارناموں کی وقعت و اہمیت کو دنیا سے تسلیم کروایا۔ وہ نام نہاد مغربی علماء محققین اور کینہ پرور مستشرقین سے ان ہی کی زبان میں بات کرتے تھے۔ اُردو، انگریزی، فارسی، عربی تو گویا ڈاکٹر صاحب کے گھر کی زبانیں تھیں۔ اس کے علاوہ فرانسیسی، جرمنی، اطالوی، ترکی روسی زبانوں میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے۔

ڈاکٹر صاحب کی خدمات حدیث کے جن شعبوں یا پہلوؤں کا ہم نے ذکر کیا ہے، یہ مختصر مقالہ ان کا متحمل نہیں ہے۔ بلکہ کسی ڈاکٹورل طالبعلم کی تحقیق کا موضوع ہو سکتے ہیں، لہٰذا ان کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

ا) ڈاکٹر صاحب کی خدمت حدیث کا احقاقی و دفاعی پہلو:

اس نقطۂ نگاہ سے اُن کا نہایت وقیع اور مؤقر کام صحیفہ ہمام بن منبّہ پر لکھا گیا تدوین حدیث سے متعلق مقدمہ ہے۔ انہوں نے اس کتاب کو شائع کر کے یہ ثابت کر دیا کہ حدیث کی جمع و تدوین کا کام صدر اسلام سے ہی ہوتا آیا ہے۔ اور اس پر انہوں نے اپنے مقدمہ میں متعدد دلائل اور شواہد پیش کئے ہیں۔ انہوں نے ثابت کیا کہ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور

علیہ الصلاۃ والسلام کی احادیث مبارکہ پر مشتمل ذاتی مجموعے ترتیب دیئے تھے ۔ کئی ایسی دستاویزات تھیں جنہیں حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے مختلف مقاصد کے لئے ضبط تحریر میں لانے کی ہدایت فرمائی ۔ یہ دستاویزات صحابہ کرام، تابعین اور بعدازاں فقہاء اور مورخین نے محفوظ کیں ۔ ان ہی میں میثاق مدینہ شامل ہے جو مدینہ طیبہ کے معاشرے کے اہم اجزا، حقوق اور ذمہ داریوں کے بارے میں ۵۲ سے زیادہ دفعات پر مشتمل ہے ۔

ڈاکٹر صاحب حدیث شریف کی تاریخ و تدوین پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنے ایک خطبہ میں فرماتے ہیں : حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کے زمانے میں مسلمانوں کی جماعت کی تعداد بڑھی اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات معلوم کرنے کا شوق پیدا ہوا تو میرے پاس بہت سے شاگرد آیا کرتے تھے ۔ اس کے بارے میں ان کی روایات کے دو الفاظ ہیں ''اذا کثروا'' (جب ان کی تعداد زیادہ ہوئی) اور ''اذا أکثروا'' (جب وہ زیادہ اصرار کرتے) بہرحال جو بھی صحیح ہو حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کے ایسے موقع پر ایک صندوق میں سے ایک پرانا رجسٹر یا پرانی کتاب نکالتا اور اپنے شاگردوں کو بتاتا اور کہتا کہ یہ وہ چیز ہے جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نوٹ کی ہے اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں وقتاً فوقتاً پیش کیا بھی ہے ۔ میری تحریر میں اگر کوئی خامی یا غلطی ہوتو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اصلاح فرمادیتے ۔ یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا مجموعہ ہے جو یقیناً کئی ہزار حدیثوں پر مشتمل ہوگا ۔ یہ ایک ایسی حدیث کی کتاب کہی جاسکتی ہے جو صحیح ترین حدیث کی کتاب ہے ، کیونکہ لکھنے کے بعد خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر نظر ثانی فرماتے، یعنی سن کر اس کی اصلاح فرماتے ۔ ایسی اور مثالیں بھی ملتی ہیں ۔ غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حدیث کی تدوین ہو رہی تھی ۔ (ڈاکٹر محمد حمید اللہ : خطبات بھاولپور : تاریخ حدیث شریف ۔ پیرا قطعہ ۵۳، ص: ۷۲) ۔

۲) ڈاکٹر صاحب کی خدمت حدیث کا تحقیقی پہلو :

ڈاکٹر صاحب کو مخطوطات سے فطری لگاؤ تھا ۔ کئی نادر و نایاب مخطوطات کو انہوں نے ڈھونڈ نکالا ۔ اور ان پر تحقیق و تعلیق کرنے کے بعد انہیں شائع کیا، ان مخطوطات میں سے چند حدیث کے متعلق ہیں جیسے : سنن سعید بن منصور، صحیفہ ہمام بن منبہ اور کتاب السردوالفرد ہیں ۔

(ألف) : ھمام بن منبہ (ت : ۱۰۱ھ) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں ۔ جنہوں نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے سنی ہوئی ۱۳۸ احادیث کا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا، جس کا نام ''الصحیفة الصحیحة'' بتایا گیا ہے ۔ پروفیسر نثار احمد فاروقی اس کی دریافت کے بارے میں لکھتے ہیں : یہ اب تک کی دریافت کے مطابق احادیث نبوی کا سب سے قدیم نسخہ

ہے جو ٹیوبن گن (جرمنی) سے ملا تھا۔اس سے نا قابل تردید طور پر یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ تدوین حدیث کا کام اسلام کے بالکل ابتدائی دور سے ہورہا تھا۔ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اس کا مخطوطہ دریافت کیا اور حسن اتفاق سے اس کا ایک اور نسخہ انہیں دمشق میں بھی مل گیا جس کی مدد سے انہوں نے اس کا متن مرتب کیا ہے اور اور اس پر نہایت مفید اور ضروری حواشی کے علاوہ ایک مفصل مقدمہ بھی تحریر فرمایا ہے۔ یہ علم حدیث کی ایک ایسی بیش بہا خدمت ہے جو تاریخ علوم اسلامیہ میں ڈاکٹر صاحب موصوف کو نہایت ممتاز مقام عطا کرتی ہے۔

(پروفیسر نثار احمد فاروقی: مقالہ ''ڈاکٹر محمد حمید اللہ اور خدمت حدیث''، مجلّہ فکر ونظر۔ص:۱۲۲۔صفر رجب ۱۴۲۴ھ)

(بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی۔اسلام آباد)

(ب) **کتاب ''السرد والفرد فی صحائف الاخبار و نسخها المنقولة عن سید المرسلین ''** کے متعلق پروفیسر مومن صاحب بیان کرتے ہیں: یہ کتاب اُبوالخیر احمد بن اسماعیل القزوینی (۵۱۲۔۵۹۰ھ) کی تصنیف ہے جو ۱۴۱۱ھ میں اسلام آباد سے شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب کا اصل مخطوطہ ۵۹۹ ھ میں لکھا ہوا وزیر شہید علی پاشا کے مکتبہ ''سلیمانیہ'' استانبول (ترکی) میں موجود ہے۔

اس کتاب میں ۴۳۶ روایات پر مشتمل گیارہ صحائف ہیں جو دراصل عہد صحابہؓ کے قدیم ترین مجموعہ ہائے حدیث کی حیثیت رکھتے ہیں۔کتاب کے تمام مرویات میں اسناد کا التزام کیا گیا ہے' ان میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی تین صحائف ہیں۔ایک ان کے شاگرد ہمام بن منبہ کا مرتب کردہ ہے' دوسرا کلثوم بن محمد کا اور تیسرا عبدالرزاق کا ترتیب دیا ہوا ہے۔حضرت انس بن مالکؓ کی روایت کردہ حدیثوں کے دو صحیفے ہیں۔ایک ان کے شاگرد حمید الطّویل کا ترتیب کردہ ہے اور دوسرا خراش کا۔حضرت علیؓ کی مرویات کے دو صحیفے ہیں۔ایک انکے اہل خانہ کی زبانی اور دوسرا اشج کا روایت کردہ ہے۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی مرویات کے دو صحیفے ہیں' ان میں ایک عبدالرزاق کا روایت کردہ اور دوسرا جویریہ بنت اسماء کا۔ایک صحیفہ جعفر بن نسطور رومی کا ہے جو صحابہؓ میں سے ہیں۔ایک صحیفہ حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہما السلام کی مرویات پر مشتمل ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے جن کے سر اس مخطوطہ کی دریافت کا سہرا ہے' تمام مرویات کی تخریج کی ہے' اور صحاح ستہ نیز مسند امام احمد بن حنبل میں پائی جانے والی مرویات کی نشاندہی کی ہے۔ ہر صحیفہ کے آخر میں اہم رواۃ کے بارے میں ڈاکٹر صاحب نے معلومات فراہم کی ہیں' ان میں ایک راوی ابو محمد عبداللہ بن محمد بن زیاد الکندی ہیں جو چوتھی صدی ہجری کے محدث ہیں۔

اسلامی روایات میں حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام کی شخصیت کچھ پُر اسرار سی ہے۔ ان کے بارے میں عام طور سے یہ خیال پایا جاتا ہے کہ وہ زندہ ہیں۔''کتاب السرد والفرد'' کے صحیفۂ خضر والیاس میں ہے کہ راوی

ایک غار میں داخل ہوئے اور راستہ بھول گئے ۔ اتنے میں اچانک ان کو حضرت خضر علیہ السلام نظر آئے ان کے ساتھ حضرت الیاس بھی تھے ۔راوی نے ان سے پوچھا:''هل رأيتما محمداً ﷺ'' کیاتم نے آنحضور ﷺ کو دیکھا ہے؟ ۔انہوں نے جواب دیا ''ہاں'' ،راوی نے ان سے درخواست کی کہ آپ مجھ سے آنحضور ﷺ کی چند حدیثیں روایت کریں تاکہ میں آپ کی سند سے ان کو روایت کروں' اس صحیفہ میں حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام سے روایت کردہ ۲۱ مرویات ہیں ۔ان میں سے صرف ایک روایت صحاح ستہ میں اور ایک مسند امام احمد بن حنبل میں ہے ۔صحیفہ جعفر بن نسطور رومی میں ۱۲ مرویات ہیں ۔ان میں سے کوئی روایت صحاح ستہ میں نہیں پائی جاتی ۔اس صحیفہ میں جعفر بن نسطور رومی کو صحابی بتایا گیا۔ لیکن اس بارے میں تاریخ اور اسماء الرجال کی کتابوں میں کوئی معلومات نہیں ملتیں ۔شیخ ابوالفضل محمد بن علی الخراسانی المہتدی کی ملکیت میں صحیفہ جعفر بن نسطور رومی کا جو نسخہ تھا اس کے اخیر میں یہ لکھا ہوا تھا:۔

ابوالحسن علی بن الحسین سے اس نسخہ کی صداقت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ ان کے استاد ابوداؤد نے اپنے استاد ابوالقاسم منصور کی زبانی یہ سنا کہ جعفر بن نسطور غزوہ تبوک میں آنحضور ﷺ کے ہمراہ تھے ۔اتفاق سے آنحضور ﷺ کا کوڑا نیچے گر پڑا' جعفر نسطور نے کوڑا اٹھا کر آپ ﷺ کو دیا۔آنحضور ﷺ نے ان کے لئے درازی عمر کی دعا فرمائی ۔چنانچہ جعفر بن نسطور کی عمر ۲۸۰ برس کی ہوئی اور انہوں نے بصرہ میں وفات پائی ۔ یہ روایت رتن ہندی والی روایت سے ملتی جلتی ہے جس کے بارے میں محدثین اور اصحاب جرح وتعدیل لکھتے ہیں کہ یہ باطل ہے ۔

محدثین عظام نے موضوع روایتوں کی جو صفتیں بتلائی ہیں' ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس میں معنوی رکاکت پائی جاتی ہو' نیز یہ کہ عقل انسانی یا مشاہدہ کے خلاف ہو۔

علامہ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں: ''**ما أحسن قول القائل اذا رأيت الحديث يباين المعقول أو يخالف المنقول أوينا قض الأصول فاعلم أنّه موضوع** ''۔کسی نے کیا خوب کہا ہے جب کسی حدیث کو عقل ونقل کے خلاف دیکھو یا اصول کے خلاف پاؤ تو جان لو کہ وہ موضوع ہے''۔

(پروفیسر عبدالرحمٰن مومن:''مقالہ کتاب السرد والفرد'' ، مجلّہ معارف اسلامی ۲۰۰۳۔۲۰۰۴' علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی ۔اسلام آباد ص: ۹۷)

موضوعات اور ان کی معرفت سے متعلق لکھی جانے والی کتابوں میں ایک نہایت عمدہ کتاب حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ حضرت مولانا محمد انواراللہ فاروقی فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کی کتاب ''**الکلام المرفوع فیما یتعلق بالحدیث الموضوع** '' ہے' جو اس بحث کے اصول وفروع کو حاوی مفصل کتاب ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی خدمات حدیث سے ایک طرف بعض نادر ونایاب مخطوطاتِ حدیث مثلاً صحیفہ ہمام بن منبّہ‘ کتاب السرد والفرد ( ) سیرت ابن اسحاق‘ ’’انساب الاشراف‘‘ آپ کی اپنی تحقیق سے طبع ہوئے ۔اسی طرح آپ کی خصوصی عنایت سے سنن سعید بن منصور‘ مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی کی تحقیق سے منصۂ شہود پر آئی ۔ دوسری طرف آپ نے اپنی تحقیق انیق ’’مجموعة الوثائق السیاسیة ‘‘ میں عہد نبویؐ اور خلافت راشدہ کے تحریری سرمائے کو اکٹھا کر دیا ہے ۔آپ نے اپنی اِن کاوشوں سے حدیث شریف کے متعلق پھیلائے گئے اعتراضات کو قلعی کھول کر بے بنیاد بنا دیا ہے۔ اسی طرح سیرۃ ابن اسحاق (ت:۱۵۱ھ)‘ انساب الاشراف للبلاذری (ت:۲۷۰ھ) سے دوسری تیسری صدی ہجری میں مؤلفین صحاح ستہ سے متقدم یا معاصر محدثین ومورخین کی کتابیں سامنے لاکر مستشرقین ومنکرین حدیث کی علمی جہالت کا پردہ چاک کیا ہے اور ان کے نام نہاد بلند بانگ علمی وتحقیقی مقام‘ مرتبے کا کھوکھلا پن ظاہر کر دیا ہے ۔آپ کے ہاں مستشرقین کے حوالے سے علمی طور پر قطعاً کوئی مرعوبیت یا متجددین (جدیدیت پسند) کی طرح احساس کمتری نہیں پایا جاتا‘ جو کہ مولانا شبلی اور سرسید احمد خان کی تصانیف میں ہے‘ جس پر حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمہ نے دونوں اصحاب پر نکیر فرمائی ہے ۔جس کی تفصیل ’’مقاصد الاسلام‘‘ کتاب العقل‘ اور حقیقۃ الفقہ ‘‘ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے ۔

میں اپنی اس نامکمل گفتگو اور ناقص تحریر کو علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے وائس چانسلر پروفیسر سید الطاف حسین کے دیئے ہوئے خطبۂ صدارت سے اقتباس لیتے ہوئے ختم کرتا ہوں‘ وہ فرماتے ہیں ’’کتنے افسوس کی بات ہے کہ اتنا عظیم اور محترم شخص اس دنیا میں رہا اور ہم اُس سے بے خبر رہے‘‘ .... ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے آج کا تعزیتی جلسہ کافی نہیں ۔آپ کی علمی خدمات پر علوم اسلامیہ کے اساتذہ اور محققین کی ورکشاپ ہونی چاہئے‘ جس میں آپ کی کدّ و کاوش کا بھرپور جائزہ لینے کے بعد اس پہلو سے تخطیط (پروگرامنگ ومنصوبہ بندی) کی جائے کہ جو کام انہوں نے شروع کئے تھے‘ ان کو آگے کیسے بڑھایا جائے ۔

نوٹ : یہ مضمون دراصل ایک سمینار میں پڑھا ہوا مقالہ ہے‘ جو مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی خلیل احمد شیخ الجامعہ دامت برکاتہ کی صدارت میں بمقام اُردو مسکن ۔خلوت ماہِ جنوری ۲۰۱۴ء زیر اہتمام انجمن طلبۂ قدیم جامعہ نظامیہ منعقد ہوا تھا ۔ہدیۂ قارئین ہے ۔۔

......O......

عوام میں خودکشی کا بڑھتا ہوا رجحان اور اس کے اسباب

مولانا حافظ سید واحد علی قادری صاحب
استاذ جامعہ نظامیہ

یہ ایک حقیقت ہے کہ زمانہ جیسے جیسے قیامت کے قریب ہوتا جارہا ہے، معاصی ونافرمانیوں میں اسی قدر اضافہ ہورہا ہے ،نت نئے فتنے رونما ہورہے ہیں، ہردن ایک نئی گمراہی اور ہرصبح ایک نیا فتنہ اُبھرکر نواع انسانی کو اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے، انہی فتنوں میں ایک خودکشی کا بڑھتا ہوا رجحان ہے، جو سوسائٹی کو دیمک کی طرح کھوکھلا کررہا ہے۔

یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ دنیا دارالامتحان ہے، ہروقت‘ ہرمنزل پر آدمی کو نئے نئے مسائل ومشکلات سے گزرنا پڑتا ہے، زندگی کی تمام گھڑیاں یکساں نہیں ہوتیں، ہرشخص کی زندگی میں نشیب وفراز آتا ہے، اس آزمائش وامتحان میں وہی شخص کامیاب ہے جو ہرطرح کی مشکلات کا پامردی سے مقابلہ کرے۔

مصیبت نام ہے اہلِ وفا کی آزمائش کا اسی میں آدمی کا حوصلہ معلوم ہوتا ہے

(صفؔی اورنگ آبادی)

جس خالق کائنات نے انسان کو پیدا کیا، ماں کے شکم سے لے کر زندگی کے آخری مرحلہ تک اس کی حفاظت ونگہبانی کا انتظام فرمایا،اس کو سکون وراحت کی نعمت سے سرفراز کیا، جب وہی خدا مصائب ومشکلات کے ذریعہ اپنے بندوں کا امتحان لیتا ہے تو بعض لوگ مصیبت وآزمائش میں صبر کا دامن چھوڑ دیتے ہیں اور جلد بازی وبے صبری میں متاعِ حیات ہی کو خیرباد کہہ دیتے ہیں۔

اسلام اپنے ماننے والوں کو یہ تصور دیتا ہے کہ انسان اپنے جسم وجان کا خود مالک نہیں ہے بلکہ صرف امانت دار ہے، ہرامانت دار کی ذمہ داری ہے کہ وہ امانت کو بے کم وکاست صاحب امانت تک پہنچادے، انسان کا جسم اس کے خالق کی دی ہوئی امانت ہے،اس لئے اس کو خالق کی مرضی کے خلاف استعمال نہیں کرسکتا،سورۂ نساء میں ارشاد ہے: وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا. وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا.
ترجمہ: اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو، بیشک اللہ تم پر نہایت مہربان ہے اور جو ظلم وزیادتی کی بنیاد پر اس کا ارتکاب کر بیٹھے تو

عنقریب ہم اسے جہنم میں ڈال دیں گے اور یہ کام اللہ پر آسان ہے۔(سورۃ النساء:29/30)

اگر کسی شخص کو مصیبت پہنچ جائے تو مصیبت زدہ اپنی زندگی کا خاتمہ کرکے اس مصیبت سے نجات حاصل نہیں کرسکتا، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ خودکشی کرنے والے شخص کو دوزخ میں اسی طرح کا عذاب دیا جائیگا جس طرح اس نے اپنے آپ کو قتل کیا ہوگا۔

صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے: عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَدّٰى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهُ ، فَهُوَ فِی نَارِ جَهَنَّمَ ، يَتَرَدّٰى فِيهِ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا ، وَمَنْ تَحَسّٰى سَمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ ، فَسَمُّهُ فِی يَدِهِ ، يَتَحَسَّاهُ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا ، وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ ، فَحَدِيدَتُهُ فِی يَدِهِ ، يَجَأُ بِهَا فِی بَطْنِهِ.

ترجمہ: حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشادفرمایا: جس کسی نے پہاڑ سے گرکر خودکشی کرلی وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اسی طرح گرتا رہے گا، جس کسی نے زہر پی کرخودکشی کرلی تو زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا اور جہنم کی آگ میں وہ ہمیشہ ہمیشہ زہر پیتا رہے گا اور جس نے لوہے کے ہتھیار سے خودکشی کرلی تو وہ ہتھیار اس کے ہاتھ میں ہوگا جس سے وہ جہنم کی آگ میں مسلسل اپنا پیٹ چاک کرتا رہے گا۔

(صحیح بخاری، باب شرب السم والدواء به وبما يخاف منه ،حدیث نمبر:5778۔صحیح مسلم شریف،حدیث نمبر:313)

جولوگ عارضی مصیبتوں سے بچنے کے لئے خودکشی کرتے ہیں مذکورہ حدیث پاک کے مطابق اس سے بڑی مصیبتیں ان کی منتظر رہتی ہیں۔

اس حقیقت سے انکارنہیں کیا جاسکتا ہے کہ کسی بھی شخص کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ پروردگار عالم کا فیصلہ ہوتا ہے، بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ بندے فیصلۂ الٰہی پر راضی رہیں، اللہ تعالیٰ سے عافیت طلب کریں اور یقین کی کیفیت کے ساتھ یہ کہیں جوقرآن کریم میں ہدایت دی گئی ہے: قل لن يصيبنا الا ماكتب الله لنا هو مولنا وعلى الله فليتوكل المؤمنون ۔

ترجمہ: آپ فرمادیجئے! ہمیں ہرگز کوئی مصیبت نہیں پہنچتی مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مقرر فرمائی ہے، وہ ہمارا مالک ہے اور ایمان والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔(سورۃ التوبۃ: 51)

انسان کوکسی مصیبت کی وجہ سے مایوس نہیں ہونا چاہئے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بھی فیصلہ ہوٴ اسے دل و جان سے قبول کرلے، اللہ تعالیٰ نے جس قدر عطا فرمایا ہے اس پر خوش رہے، اور جو اسے نہ ملاٴ اس پر غمگین نہ ہو بلکہ ہمیشہ اللہ تعالی کی رحمت سے امید رکھتے ہوئے اپنی کوششوں کو جاری رکھے۔

اسلام خودکشی کی حوصلہ شکنی کرتا ہے اور اسے ممنوع قرار دیتا ہے، خودکشی وہ انتہائی اقدام ہے کہ جس کے ساتھ آدمی کی زندگی ختم ہوجاتی ہے، اللہ تعالیٰ نے بندوں کو یہ ہدایت دی کہ کوئی ہلاکت والی حرکت بھی مت اختیار کرو، کوئی ایسا عمل نہ کرو جس کے نتیجہ میں تمہیں مضرت ونقصان اٹھانا پڑے، ارشادالٰہی ہے: وَلَا تُـلْـقُـوْا بِأَيْدِيْكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ. ترجمہ: اورتم اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ (سورۃ البقرۃ:195)

خودکشی کے واقعات کا تجزیہ:

اگر خودکشی کے واقعات کا جائزہ لیا جائے تو حیرت وتعجب کی انتہا ہوجاتی ہے، BBC کی خبر کے مطابق ساری دنیا میں سالانہ دس لاکھ افراد خودکشی کرتے ہیں، اقوام متحدہ کے تحت چلائی جانے والی عالمی تنظیم صحت (World Health Organization) نے دیگر تنظیموں کی شراکت سے اکٹوبر 2012ء خودکشی کے واقعات کا سروے کیا، اس سروے کے مطابق دنیا بھر میں ہر دن تین ہزار (3,000) افراد خودکشی کرتے ہیں، ہر چالیس سیکنڈ میں ایک شخص یہ انتہائی اقدام کرتا ہے پچھلے پینتالیس (45) سالوں میں خودکشی کے واقعات میں ساٹھ (60) فیصد اضافہ ہوا ہے، خودکشی کا رجحان پہلے عمر رسیدہ افراد میں پایا جاتا تھا اور اب یہ رجحان نوجوانوں میں بھی آچکا ہے۔ (بہ حوالہ Healthindia.com)

ویب سائٹ oneindia.in نے ہندوستان میں خودکشی کے واقعات سے متعلق یہ تفصیل دی ہے کہ ہندوستان میں سالانہ ایک لاکھ، اسّی ہزار (1,80,000) افراد خودکشی کرتے ہیں جن میں اکثریت تامل ناڈو، آندھراپردیش، کرناٹک، کیرلا، مہاراشٹرا اور مغربی بنگال کے افراد کی ہے۔

ہندوستان کی آبادی میں سب سے زیادہ خودکشی کے واقعات شہر بنگلور میں پیش آتے ہیں، جو اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد کا شہر کہلاتا ہے۔ (بہ حوالہ oneindia.in)

عمر کے لحاظ سے جائزہ لیا جائے تو آسٹریلیا سے نشر کیا جانے والا مشہور نیوز چیانل ABC News اور ہندوستانی نیوز چیانل NDTV کی ویب سائٹس کے مطابق ہندوستان کے خودکشی کرنے والوں میں اکثر وہ نوجوان ہیں جن کی عمر پندرہ (15) تا اُنتیس (29) سال کے درمیان ہے۔

خودکشی کے اسباب

انسان خودکشی کیوں کرتا ہے؟ نفسیاتی اعتبار سے اس کا سبب بیان کرتے ہوئے حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ مجددِ ملت امام محمد انوار اللہ فاروقی بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے تحریر فرمایا:

''حالتِ یاس کا مقتضیٰ یہی ہے کہ ایسے خیالات پیدا ہوں، کیونکہ جو حالت آدمی پر غالب ہوتی ہے اس کے آثار کا ظہور میں آنا ضروری ہے۔ دیکھئے کسی قسم کی حالت کا جب غلبہ ہوجاتا ہے تو آدمی خودکشی کر لیتا ہے حالانکہ مقتضائے فطرتِ انسانی ہے کہ اپنی جان بچانے کی تدبیریں کرے! مگر غلبۂ حال اس مقتضائے فطرت پر بھی غالب آجاتا ہے''۔ (مقاصد الاسلام، حصہ ہشتم، ص70)

جن اسباب ووجوہات سے آدمی مایوسی کا شکار ہوجاتا ہے اور خودکشی کے بارے میں سوچتا ہے ان کی تعداد بہت ہے، ماہرینِ نفسیات نے خودکشی کے جو اسباب بتلائے ہیں' ان میں چند کو یہاں ذکر کیا جاتا ہے: مایوسی، شکستہ دلی، احساسِ کمتری، آزردگی، ناانصافی، مقصد میں ناکامی، جسمانی یا زبانی بدسلوکی، رسوائی، مہلک بیماری، نفسیاتی مرض، بھاری نقصان، شوہر بیوی کا جھگڑا، طلاق، والدین کی بے جاسختی، اولاد کی بدسلوکی، دیگر گھریلو خصومتیں، قریبی رشتہ دار کی موت، زنا بالجبر، شراب نوشی، سٹہ بازی، قانونی چارہ جوئی سے بیزاری وغیرہ۔

بعض ماہرینِ نفسیات نے مزید اسباب بتلائے ہیں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ اسباب میں بعض بنیادی اسباب ہیں اور بعض بنیادی اسباب سے رونما ہونے والی صورتحال ہے اور تمام اسباب کی بنیاد مایوسی واحساسِ کمتری ہے۔

ہندوستان میں خودکشی کے اسباب سے متعلق BBC کی ایک خبر ملاحظہ ہو:

بھارت میں خودکشی کی شرح سنگین صورت حال اختیار کرتی جارہی ہے۔ بھارت کے نیشنل کرائم ریکارڈ بیورو (National Crime Records Bureau) نے اپنی ایک رپورٹ میں کہا ہے کہ ملک میں ہر گھنٹے میں کم سے کم سولہ افراد کی موت خودکشی کے سبب ہوتی ہے۔ این سی آر بی (NCRB) کی رپورٹ کے مطابق گزشتہ سال سنہ دو ہزار گیارہ میں ایک لاکھ پینتیس ہزار لوگوں کی موت خودکشی کے سبب ہوئی۔ رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ زیادہ تر خودکشیوں کے اسباب خانگی مسائل، ناجائز حمل اور تاریک مستقبل کا اندیشہ ہیں۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ سنہ دو ہزار گیارہ میں طلاق کے سبب خودکشیوں میں چوپن فیصد اضافہ ہوا ہے جبکہ ناجائز حمل کے سبب اموات میں بیس فیصد کا اضافہ ہوا ہے۔ اسی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ گزشتہ سال چودہ ہزار سے زیادہ کسانوں کی موت کا سبب بھی خودکشی رہی ہے۔ (BBC، 2/جولائی 2012ء)

ماضی کے واقعات کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف عمر کے مرد وخواتین بالخصوص جواں سال لڑکے لڑکیاں نجی' خانگی' تعلیمی' سماجی اور نفسیاتی مسائل میں اُلجھ کر خودکشی کا انتہائی اقدام کرتے ہیں، آج خودکشی کرنے والوں کا یہ انداز بن چکا ہے کہ وہ ہر وقت مسابقت کا جذبہ رکھتے ہیں، خوب سے خوب تر کی تلاش کرتے ہیں اور اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کے

لئے ہمہ وقت فکر مند رہتے ہیں ۔۔

یقیناً یہ جذبۂ مسابقت' بہتر کارکردگی اور کامیابی کی فکر قابل ستائش ولائق تحسین ہوتی اگر اُن کی فکر میں توازن واعتدال ہوتا ، لیکن غیر متوازن طور پر ان کی فکر یہ رخ اختیار کرلیتی ہے کہ کوئی شخص اُن سے آگے بڑھ جاتا ہے تو بے چینی واضطراب میں مبتلا ہوجاتے ہیں ، اگر وہ کسی اہم کام کو بحسن وخوبی انجام نہ دے سکیں تو آزردگی کے شکار ہوجاتے ہیں، اگر وہ اپنے مقصد میں ناکام ہوجائیں تو شکستہ دل ہوجاتے ہیں، نفسیاتی پریشانی اور جذباتی ناآسودگی کے بھنور میں پھنس جاتے ہیں، یہی نفسیاتی کشمکش اُنہیں نامیدی کی طرف لے جاتی ہے پھر نفسیاتی مرض اُن کی طبیعت میں اور دل ودماغ کے رگ وریشے میں گھر کرجاتا ہے اور ان کے تمام خیالات پر یہاں تک کہ فطرت پر غالب آجاتا ہے او راسی نفسیاتی دباؤ کی وجہ سے احساسِ کمتری وناامیدی میں مستغرق ہوکر وہ زندگی سے مایوس ہوجاتے ہیں اور بالآخر خودکشی کا اقدام کر بیٹھتے ہیں۔

معاشرہ میں خودکشی کے جو بڑے اسباب ہیں ،جن کی وجہ سے خودکشی کے زیادہ واقعات پیش آتے ہیں وہ یہ ہیں،امتحان میں ناکامی، عشق میں ناکامی، خاندانی جھگڑے، سسرال میں ظلم وستم ، طلاق کے واقعات ، معاشرہ میں بدنامی ، معاشی بدحالی۔

(1)امتحان میں ناکامی:

دولتمند خاندانوں میں والدین اپنے بچوں کو ڈاکٹر ، انجینئر یا کوئی اعلیٰ عہدیدار بنانے کا خواب دیکھتے ہیں ،اس کے لئے وہ اپنے بچوں کو' وہ چاہیں یا نہ چاہیں' ہمہ تن مصروف کرتے ہیں ، والدین کی خواہش ہوتی ہے کہ بچہ اول درجہ یا امتیازی درجہ سے کامیابی حاصل کرلے تاکہ مستقبل میں اُس کے لئے بہتر مواقع میسر آئیں ، اگر ان بچوں کو امتحانات میں توقع سے کم نمبرات ملتے ہیں، امید کے مطابق درجہ حاصل نہیں ہوتا تو کبھی امتحان میں ناکامی کے سبب سے اور کبھی محض متوقع درجہ نہ ملنے کی وجہ سے مایوس ہوجاتے ہیں، ان کی مایوسی اس وقت انتہاء تک پہنچ جاتی ہے جب وہ ناکامی یا درجہ کی کمی پر والدین کی سخت ڈانٹ ڈپٹ اور رشتہ داروں کے طعن وتشنیع سنتے ہیں،اس کی وجہ سے وہ یا تو نتائج سے بے پرواہ ہوکر غلط راہ اختیار کرتے ہیں یا پھر اعصابی دباؤ اور ذہنی تناؤ کی وجہ سے خودکشی کا اقدام کرتے ہیں۔

امتحان میں ناکامی کے سبب خودکشی کے واقعات کی روک تھام کے سلسلہ میں والدین پر بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے نونہالوں کو ان کی صلاحیتوں کے لحاظ سے تعلیم میں مصروف رکھیں ، اُن کی دلچسپی والے مضمون کے انتخاب کا موقع دیں، بچوں کے ساتھ شفقت ونرم خوئی کا برتاؤ کریں۔امتحان دینے والے لڑکے' لڑکیوں کو چاہئے کہ محنت وجستجو سے اپنے

امتحان کی تیاری کریں ، اس کے باوجود امتحان میں نا کامی ہوجائے تو پست ہمت نہ ہوں ، یہ زندگی اور موت کا امتحان نہیں بلکہ کمرِ ہمت باندھیں اور آئندہ امتحان میں رغبت واشتیاق سے پڑھیں اور اعلیٰ کامیابی کی امید رکھیں ، تجربہ سے یہ ثابت ہے کہ آدمی جب نا کامی کے اسباب کا جائزہ لے کر تیاری کرتا ہے تو مقصد میں کامیاب وکامران ہوتا ہے۔

(2)عشق میں نا کامی:

کالج جانے والے اکثر لڑکے لڑکیوں کا مشغلہ یہ ہو چکا ہے کہ وہ اجنبی لڑکے لڑکیوں سے میل ملاپ رکھتے ہیں ، کالج کے نام پر یا دوستوں سے ملاقات کے حوالہ سے بن سنور کر اور زیب وزینت اختیار کر کے گھر سے نکلتے ہیں اور کسی پارک ، باغیچہ اور گھومنے پھرنے کے مقام کا رخ کرتے ہیں ، ستم بالائے ستم یہ کہ اعلیٰ تعلیم کی خاطر کالج کے لئے نکلنے والی برقعہ پوش مسلم لڑکیاں اجنبی بلکہ غیر مسلم لڑکوں کے ساتھ سیاحتی مقامات پر جاتی ہیں ، عثمان ساگر ، گنڈی پیٹ کے قریب قیام پذیر ایک صاحب نے ایک ٹی.وی چیانل کے لائیو پروگرام میں اس فکر کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ عثمان ساگر کے پاس صبح سویرے برقعہ پوش لڑکیوں کی آمد کا آغاز ہوتا ہے اور صبح آٹھ بجے تک یہ لڑکیاں اپنے عاشقوں کے ساتھ ہجوم کی شکل میں دکھائی دیتی ہیں ، دیگر سیاحتی مقامات کا حال بھی اس سے کچھ مختلف نہیں۔

جوانی نہیں بن سنور نے کے دن   جھجھکنے کی راتیں ہیں ڈرنے کے دن
یہ پابندِ اقرار ہونے کے دن   یہ وعدہ میں پورے اترنے کے دن
(صفؔی اورنگ آبادی)

یہ تعلقات بڑھتے ہوئے اس قدر گہرے اور پختہ ہوجاتے ہیں کہ لڑکی کے والدین یا لڑکے کے والدین کی ناراضگی کے سبب عاشق یا معشوق کی نسبت کہیں اور طے ہونے کے باعث اگر تعلقات ٹوٹ جاتے ہیں ، یا عاشق دھوکہ دیتا ہے یا معشوقہ فریب دیتی ہے تو ایسی صورت میں آزردگی کی انتہاء ہوتی ہے اور عشق میں نا کامی کے سبب لڑکا ' لڑکی دونوں یا دونوں میں کوئی ایک خودکشی کا اقدام کرجاتے ہیں۔

عشق میں جان بیچنے والے   سولہ سو کے ہزار کرتے ہیں
(صفؔی اورنگ آبادی)

پہلے تو اجنبی لڑکا ' لڑکی کا ملنا جلنا ، بے محابا گفتگو کرنا ' گناہ ہے ، جس عمل کی بنیاد ہی گناہ پر ہو اس میں نا کامی پر ''خودکشی'' کس قدر شرمناک ' اخلاق سوز اور متمدن معاشرہ کے لئے کیسی باعثِ فکر حرکت ہے ، اس سلسلہ میں بطور خاص

والدین اور سرپرست حضرات ہوش کے ناخن لیں، اولاد جن کو والدین سرمایۂ افتخار سمجھتے ہیں اُنہیں دینی تعلیم سے ضرور آشنا کریں، ساتھ ساتھ اُن کی کڑی نگرانی کریں، بالخصوص لڑکیوں کی آمد و رفت اور گفتگو پر نظر رکھیں، ان کے نوٹس اور اُن کے پاس موجود چھٹیوں کی چھان بین کریں، بلاضرورت موبائیل فون نہ دیں، اگر ضرورت کے تحت دیتے ہوں تو روزانہ موبائیل میں کال ہسٹری چیک کرتے رہیں، وصول شدہ اور بھیجے گئے SMS کا جائزہ لیں، اگر والدین کی مناسب تربیت اور کڑی نگرانی ہوگی تو انشاء اللہ تعالیٰ مسلم معاشرہ میں ناجائز میل ملاپ ہی نہ ہوگا چہ جائیکہ عشق میں ناکامی کے باعث ''خودکشی'' ہو۔

(3) خاندانی جھگڑے:

مختلف وجوہات کی بناء پر ایک خاندان سے دوسرے خاندان سے ایک فرد دوسرے فرد سے مال و دولت' زمین و جائیداد کے لئے جھگڑتا ہے، یہ جھگڑے وخصومتیں کہیں شوہر اور بیوی کے درمیان ہوتی ہیں تو کہیں بھائی بھائی کے درمیان، کہیں بہن بھائی کے درمیان اور کہیں ماں بیٹی یا باپ بیٹے کے درمیان ہوتی ہیں' جو بے روزگاری، اخلاقی تنزل اور دولت کی ہوس کا نتیجہ ہیں، بہت سی خصومتیں بڑھتے ہوئے آپسی قتل و غارت گری یا خودکشی پر ختم ہوتے ہیں۔

15/اپریل 2013ء روزنامہ اعتماد کی ایک خبر کے مطابق بیوی نے شوہر سے خواہش کی کہ اُسے 'راموجی فلم سٹی' کی سیر کرائی جائے لیکن شوہر نے کسی وجہ سے اس کا مطالبہ پورا نہیں کیا جس پر برہمی اور مایوسی کے عالم میں بیوی نے اپنے گھر میں سیلنگ فیان سے لٹک کر خودکشی کرلی۔

اسی طرح 21/اپریل 2013ء کے ہی روزنامہ اعتماد میں ایک خبر شائع ہوئی ہے جس کے مطابق بیوی میکہ سے واپس نہ آنے پر شوہر نے برہمی کی حالت میں اپنے مکان سے 5 فٹ بڑی آہنی سلاخ لی اور مکان کے سامنے سے گذرنے والے تھری فیس کو چھو کر اپنی جان دے دی۔ گھریلو جھگڑوں کی وجہ سے خودکشی کی خبروں سے شاید ہی کسی دن کوئی روزنامہ خالی رہتا ہو۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ ہر خاندان میں کوئی نہ کوئی پریشانی ہوتی ہے لیکن ان پریشانیوں کا حل خودکشی نہیں، گھریلو مسائل سے متعلق فریقین ایک دوسرے کا تعاون کریں، زن و شوہر اپنے حقوق ادا کریں، ماں باپ اولاد پر شفقت کریں اولاد والدین کی اطاعت کریں، ہر شخص اپنی ذمہ داری نبھائے، دوسرے کے ساتھ حسن سلوک کرے، صبر و تحمل، قناعت و کفایت شعاری سے کام لے تو باہمی جھگڑے تھم کر کالعدم ہوسکتے ہیں اور زندگی سرخروئی و کامرانی کے ساتھ گزر سکتی ہے۔

(4) سسرال میں ظلم و ستم:

مسلم معاشرہ میں کئی ایک گھرانے ایسے ہیں جہاں شادی کے بعد جہیز اور جوڑے کی رقم کی بنیاد پرلڑکی کو ہراساں کیا جاتاہے، اس سے مزید سامان یارقم کا مطالبہ کیا جاتا ہے ،لڑکی کے والدین کی معاشی حالت مزید مطالبات کو پورا کرنے کی اجازت نہیں دیتی جس کے نتیجہ میں لڑکی خودکشی کے ذریعہ اس ظلم وزیادتی سے خلاصی حاصل کرنا چاہتی ہے، بعض خاندانوں میں سسرالی رشتہ دارلڑکی کے ساتھ زبانی یا جسمانی بدسلوکی کرتے ہیں ،اُسے کمتر جانتے اوراس کی طاقت سے زیادہ کام لیتے ہیں اوراُسے خاندان کےفرد کا درجہ نہیں دیتے،اورلڑکیاں روزانہ کے اس ظلم وستم سے بیزار ہوکرخودکشی کا ارادہ کرلیتی ہیں۔

21/اپریل 2013ء کے ہی روزنامہ اعتماد میں خبر شائع ہوئی کہ ساس ونندوں کے طعنوں سے تنگ آکر ایک مسلم خاتون نے خودکشی کرلی۔

21/اپریل 2013ء روزنامہ اعتماد کاصرف صفحہ 3پرخودکشی کے چار 4واقعات کی خبریں شائع ہوئی ہیں جس سے معاشرہ میں خودکشی کا بڑھتاہوا رجحان واضح طور پرمعلوم ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں لڑکے کے والدین اور دیگر سسرالی رشتہ داروں کو یاد رکھنا چاہئے کہ بہو گھر کی خادمہ یا خانساماں نہیں بلکہ افرادِخاندان میں ایک فرد ہے، اس کے حقوق کامل طور پر اُسے دئے جائیں ، اس کے ساتھ زیادتی وبدسلوکی نہ کی جائے ،اللہ تعالیٰ نےظلم سے منع فرمایاہے صحیح مسلم شریف میں حدیث پاک ہے:

عن أبی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما یروی عن ربہ تبارک وتعالی إنی حرمت علی نفسی الظلم وعلی عبادی فلا تظالموا. ترجمہ: حضرت ابوذرغفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا،حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: اللہ تعالی نے فرمایا: میں نے اپنے آپ پراوراپنے بندوں پرظلم حرام کردیاہے،لہذاتم ایک دوسرے پرظلم مت کرو۔ (صحیح مسلم، **کتاب البر والصلة والآدب، باب تحریم الظلم**)

(5)طلاق کے واقعات:

شوہراور بیوی کے درمیان ناموافقت' طبیعت ومزاج کا اختلاف اور دیگر اسباب طلاق کا سبب بن جاتے ہیں ،لوگ اپنے مسائل لے کر رجوع ہوتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ چھوٹی چھوٹی بات پرشوہر طلاق دیتا ہے اوربعض مرد تین طلاق دیتے ہیں جس کے بعد رجوع کا اختیارنہیں رہتا، ایسے حالات میں لڑکی دل برداشتہ ہوکرخودکشی کا اقدام کرتی ہے، BBC کی رپوٹ کے بموجب 2011ء میں طلاق کے سبب خودکشی کے واقعات میں چوپن (54) فیصد اضافہ ہوا ہے۔

اس سلسلہ میں مردحضرات کو چاہئے کہ طلاق کا اقدام کرنے سے قبل اسلامی ہدایات کے مطابق عمل کریں ، بیوی

نافرمان بھی ہوتو شریعت مطہرہ نے اس کو سدھارنے اور اطاعت گزار بنانے کے جو طریقے بتلائے ہیں اُسے اختیار کریں، بعد ازاں مفاہمت ومصالحت کی سعی کرے، اختلاف کی صورت میں ثالثی مقرر کریں، اسلامی ہدایات کونظر انداز کر کے طلاق کے بارے میں ہرگز نہ سوچیں، طلاق سے متعلق سنن ابوداؤد میں حدیث پاک وارد ہے:

عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال أبغض الحلال إلی اللہ تعالی الطلاق .ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا: حلال امور میں اللہ تعالی کے پاس سب سے زیادہ ناپسندیدہ طلاق ہے۔ (سنن أبي داود، **کتاب الطلاق، باب فی کراهیة الطلاق**)

لڑکی کو ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ اگر اُسے طلاق دے دی گئی تو اس کی زندگی ختم نہیں ہوئی، شریعت اسلامیہ نے اُسے دوسرا نکاح کرنے کا حق دیا ہے، طلاق شدہ لڑکی کے ماں باپ اور دیگر رشتہ داروں کی ذمہ داری ہے کہ اسے سہارا دیں، اُسے بے یارومددگار نہ چھوڑیں، اس کے ساتھ اچھا سلوک کریں تا کہ وہ غمگین وبے بس ہوکر خودکشی کا ارادہ نہ کرلے۔

(6) معاشرہ میں بدنامی:

بدکاری کے واقعات میں آئے دن اضافہ ہوتا جارہا ہے، ان حیاسوز، انسانیت سوز واقعات سے نہ صرف شہر بلکہ قصبہ ودیہات بھی خالی نہیں، آبروریزی کے واقعہ کے بعد اکثر لڑکیاں زندگی کا لطف کھودیتی ہیں اور موت کو گلے لگانے کے لئے تیار ہوجاتی ہیں۔

خودکشی کے ایسے واقعات کو روکنے کے لئے مخلوط تعلیم' بے پردگی' مردوزن کا اختلاط' بدنظری جیسے محرکات کا انسداد لازمی ہے، جب تک بدکاری وزنا کے ان محرکات ودواعی پر قدغن نہ لگائی جائے تب تک نہ عصمت ریزی کے واقعات کی روک تھام ہوسکتی ہے اور نہ اس کے سبب خودکشی کے سلسلہ کو ختم کیا جاسکتا ہے۔

(7) معاشی بدحالی:

خودکشی کے اسباب میں ایک بڑا سبب غربت وافلاسی ہے، لوگ معاشی تنگی اور بنیادی ضروریات کی عدم تکمیل کے باعث خودکشی کرتے ہیں، تجارت میں بھاری نقصان اور قرض کے بوجھ کی وجہ سے اپنی جان دینے کا فیصلہ کرلیتے ہیں۔

شکاگو کے انگریزی اخبار انڈیا ٹریبیون (India Tribune) کے مطابق ہندوستان میں ہر بارہ گھنٹہ میں ایک کسان خودکشی کرتا ہے، 2013ء ماہ اپریل کے درمیانی ہفتہ میں مسلسل تین دن سونے کی قیمت میں کمی ہوتی گئی، پانچ دن

پہلے تیسرے دن سونے کی قمیت میں گیارہ سوساٹھ (1160) روپئے کی گراوٹ آئی ، روزنامہ اعتماد 17/اپریل کی خبر کے بموجب "گوہاٹی سے موصولہ اطلاع کے مطابق سونے کے ایک بیوپاری نے بازار کے انحطاط سے پریشان ہوکر خودکشی کرلی، نعش کے قریب ایک خودکشی نوٹ پایا گیا جس پر جوہری نے کاروباری نقصان برداشت نہ کرتے ہوئے یہ انتہائی قدم اُٹھانے کا اعتراف کیا"۔

غربت وافلاسی میں زندگی بسرکرنے والے افراد کو چاہئے کہ ہمت وحوصلہ سے کام لیں ، حالات کا مقابلہ کریں قبل اس کے کہ قرضدار قرض کے بار تلے دب کر خودکشی کرلے صاحبِ استطاعت قرض خواہ حضرات وصولی میں نرمی یا جزوی یا کلی طور پر حسب گنجائش معافی کی شکل اختیار کریں، جیسا کہ مسند امام احمد میں حدیث پاک ہے :

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِراً فَلَهُ بِكُلِّ يَوْمٍ مِثْلَهُ صَدَقَةٌ.قَالَ ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَقُولُ مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِراً فَلَهُ بِكُلِّ يَوْمٍ مِثْلَيْهِ صَدَقَةٌ ......قَالَ لَهُ بِكُلِّ يَوْمٍ صَدَقَةٌ قَبْلَ أَنْ يَحِلَّ الدَّيْنُ فَإِذَا حَلَّ الدَّيْنُ فَأَنْظَرَهُ فَلَهُ بِكُلِّ يَوْمٍ مِثْلَيْهِ صَدَقَة . ترجمہ: حضرت سلیمان بن بریدہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جوشخص کسی مفلس قرض دار کومہلت دے گا، اسے ہر روز اتنی رقم صدقہ کرنے کا ثواب حاصل ہوگا جتنی رقم اس مقروض کے ذمہ واجب ہے، انہوں نے کہا: پھر میں نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کوفرماتے ہوئے سنا: اگر کوئی شخص کسی مفلس کومہلت دے گا تو اس کو ہر روز دوگنی رقم صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا، حضوراکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ہرروز قرض کے برابر رقم صدقہ کرنے کا ثواب' میعادِقرض پوری ہونے سے پہلے مہلت دینے کی جزا ہے اور جب قرض کی ادائیگی کا وقت ختم ہوجائے اور وہ شخص ادا کرنے پر قادر نہ ہوتو ایسے وقت اگر کوئی مہلت دے گا تو اسے ہر دن اس کی دُوگنی رقم صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔(**مسند الامام احمد، حدیث بریدة الاسلمی ، حدیث نمبر:23748**)

یہ چند اہم اسباب ذکر کئے گئے ہیں جن کی وجہ سے معاشرہ میں خودکشی کے واقعات کثرت سے پیش آرہے ہیں، معاشرہ کو خودکشی کی اس وباء سے نجات دلانے کے لئے سب سے پہلے اسلامی تعلیمات کو اختیار کیا جائے ، مایوسی وناامیدی کو ترک کیا جائے ، کمتری کا احساس ختم کیا جائے ، خوداعتمادی وثابت قدمی پیدا کی جائے ، ہر شخص دوسرے کا خیال رکھے، دوسرے کے حقوق ادا کرے، کسی کے ساتھ ظلم وزیادتی نہ کرے، عدل وانصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے، ایثار وقربانی کے جذبہ سے سرشار رہے۔

اگر کسی شخص پر مصیبتیں ٹوٹ پڑی ہیں اور اس کی زندگی دوبھر ہوچکی ہے تو وہ عملی طور پر انتہائی اقدام نہ کرے اور نہ موت کی تمنا کرے، البتہ ایسا شخص وہ دعا کرے جو ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھلائی ہے، صحیح بخاری شریف میں حدیث پاک ہے :عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لاَ يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ مِنْ ضُرٍّ أَصَابَهُ ، فَإِنْ كَانَ لاَ بُدَّ فَاعِلاً فَلْيَقُلِ اللَّهُمَّ أَحْيِنِي مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِي ، وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِي. ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے،آپ نے فرمایا کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر کسی کو تکلیف پہنچے تو وہ ہرگز موت کی تمنا نہ کرے، زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتا ہے کہ اے اللہ! مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک میرے لئے زندگی بہتر اور خیر کی ہو اور اگر میرے لئے موت بہتر ہو تو مجھے موت دیدے۔(صحیح بخاری، کتاب المرضی، باب تمنی المریض الموت ،حدیث نمبر:5671)

اللہ تعالی ہم سب کو ہر مصیبت سے عافیت اور ہر فتنہ سے نجات عطا فرمائے۔صلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ والہ وصحبہ اجمعین.

......O......

حقیقۃ الفقہ اول و دوم کی اشاعت

بانی جامعہ نظامیہ حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ امام محمد انوار اللہ فاروقی قدس سرہ العزیز کی معرکتہ الآ راء تصنیف حقیقۃ الفقہ اول و دوم کی رسم اجراء بموقع سمینار منعقدہ 15 رفبروری 2015 اندرا پریہ درشنی آڈیٹوریم ہال' باغ عامہ' نامپلی میں مولانا مفتی محمد عظیم الدین صاحب مفتی جامعہ نظامیہ وصدرنشین مجلس اشاعت العلوم کے دست مبارک سے عمل میں آئی۔حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ نے حقیقۃ الفقہ کو دوحصوں میں تصنیف فرمائی۔اس کتاب میں فقہ کی تاریخ' تدوین فقہ میں جو مصیبتیں اٹھائی اس کو ظاہر فرمایا۔جس سے فقہ پر عائد ہونے والے اعتراضات خود بخود دور ہوجاتے ہیں۔اس طرح عقل و نقل سے یہ بھی ثابت کیا کہ قرآن وحدیث سے احکام مستنبط کرنا ہر شخص کا کام نہیں۔ بلکہ احکام کے استنباط کرنے والوں میں چند شرائط کا پایا جانا ضروری ہے ورنہ اس کے استنباط میں بجائے ہدایت کے گمراہی کا احتمال ہے۔غرض کے بانی جامعہ نظامیہ کی یہ تصنیف قابل مطالعہ ہے۔حقیقۃ الفقہ دوحصوں میں علحدہ علحدہ تھی اس کو ایکجا کر جدید کمپیوٹر کتابت و آفیسٹ پرنٹنگ پر دیدہ زیب ٹائیٹل کے ساتھ کثیر صرفہ سے طبع کروائی گئی۔اس کی قیمت -/300 روپئے رکھی گئی ہے۔

جامعہ نظامیہ سے متعلق تحریر کردہ مقالوں کی ایک وضاحتی فہرست

مولانا سید محبوب قادری صاحب
معلم اردو جامعہ نظامیہ

جامعہ نظامیہ کیا ہے؟ وہ بحر کبریائی ہے۔ جس کی نسبت یہ کہنا کہ اس کی آب و ہوا مسیحائی، جس کی بنیاد ایثار و قربانی، جس کی مٹی و پتھر نسخۂ اکسیر کے مترادف الفاظ اس کی حقیقت کو بیان نہیں کر سکتے۔

باخدا یہ تو شمع ایمان ہے، بحر کبریائی ہے، جس کا دن عید اور رات شب برأت ہے۔

اس برج اقلیم کو فلک رتبہ، سراج انجمن، شمہ از شمائل و ذرہ از خورشید خصائل، بلند مرتبہ، سحر کرشمہ، جم شوکت، فریدوں فر، حامل برہانِ قاطع، شیخ الاسلام، عارف باللہ، الحافظ محمد انواراللہ فاروقی انوؔر فضیلت جنگ خان بہادر علیہ الرحمہ نے ۱۲۹۲ھ ہجری کو متعارف کرایا۔۔

اس شمع ایمن کی نورانی کرنوں سے کائنات کے ظلمات جہل کی تاریکی کو ختم کر کے ایک روشن صبح طلوع کرنے میں سعی پیہم جاری رکھی ہے۔ اس بحر کبریائی سے جو وابستہ ہوا وہ دریا بن کر مختلف ناموں رکن الدین، ابراہیم ادیب، ابوالوفاء الافغانی، مفتی محمد رحیم الدین، سید احمد حسین امجد، بہاؤالدین صفی، حمیداللہ (رحمہم اللہ) سے جانا جاتا ہے۔ اور ان سے بے شمار نہریں، تالاب اور کنویں نکلے یہ سلسلہ جاری و ساری ہیں۔ اس علمی فیض رسانی کی ایک کڑی ''جامعہ نظامیہ سے یا جامعہ نظامیہ کے بارے میں لکھے گئے مقالوں کی ایک وضاحت فہرست'' ہے۔

اس مضمون سے اس بحر بے کراں کا خاکہ تو نہیں بن سکتا لیکن اس جامعہ کی نسبت ایک موہوم تصور سے انکار کی گنجائش بھی نہیں رہتی۔۔

مقالہ برائے Ph.D عربی

عنوان　:　''دراسة مقارنة بين تفسير البيضاوی و تفسير النسفی''

مقالہ نگار　:　ممتاز بیگم

نگران　:　حضرت العلامہ مولانا عبداللہ قریشی الازہری، نائب شیخ الجامعہ وخطیب مکہ مسجد

جامعہ　:　جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن

سنہ ادخال　:　فروری ۲۰۰۵ء

اس مقالہ میں مقالہ نگار نے جملہ چار ابواب کے علاوہ ایک مقدمہ اور ایک خاتمہ اور ہر باب کے تحت حسب ضرورت ذیلی ابواب بھی قائم کئے ہیں۔

باب اول: اس باب میں تفسیر کے لغوی اصطلاحی معنی کے علاوہ تفسیر کے بنیادی اصول پر گفتگو کی ہے۔

باب دوم: اس باب میں تفسیر بیضاوی کے فنی نکات واسرار کے علاوہ صاحب بیضاوی کے حالات زندگی پر بحث کی ہے۔

باب سوم: اس باب میں تفسیر نسفی کے فنی نکات واسرار پر بحث کی ہے۔

باب چہارم: اس باب میں تفسیر بیضاوی ونسفی کے مابین موازنہ کیا ہے۔ یہ ایک قلمی مقالہ ہے جو کہ ۳۸۷ صفحات پر مشتمل ہے اس کا ایک نسخہ کتب خانہ جامعہ نظامیہ میں موجود ہے۔

مقالہ برائے Ph.D عربی

عنوان　:　"انموذج اللبیب فی ذکر خصائص الحبیب" مصنف جلال الدین عبدالرحمن السیوطی

مقالہ نگار　:　محمد صفی اللہ خان

نگران　:　حضرت العلامہ مولانا عبداللہ قریشی الازہری نائب شیخ الجامعہ وخطیب مکہ مسجد

جامعہ　:　جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن

سنہ ادخال　:　جنوری ۲۰۰۳ء ذوالقعدہ ۱۴۲۳ھ

یہ مقالہ دراصل ایک صحیح متن کی بازیافت ہے جو کہ جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی کی عربی تصنیف "انموج اللبیب فی ذکر خصائص الحبیب" ہے۔ اس متن کی بازیافت کیلئے مقالہ نگار نے تین نسخوں کو سامنے رکھ کر اصل متن تک رسائی کی سعی کی ہے۔ (۱) نسخۂ اصفیہ (۲) نسخۂ جامعہ نظامیہ (۳) نسخہ جامعہ عثمانیہ۔ یہ مقالہ کمپیوٹر کیا ہوا ہے جس کی ضخامت ۳۴۸ صفحات ہے۔ یہ مقالہ کتب خانہ جامعہ نظامیہ میں موجود ہے۔

مقالہ برائے Ph.D عربی

عنوان　:　"کیف طلع فجر الاسلام فی الدکن"

مقالہ نگار　:　خدیجہ جبین

نگران : حضرت العلامہ مولانا محمد خواجہ شریف شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ

جامعہ : جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن

سنہ ادخال : جنوری ۲۰۰۷ء

مقالہ نگار نے اس مقالہ کو چار ابواب ایک مقدمہ اور ایک خاتمہ کے علاوہ حسب ضرورت ذیلی ابواب بھی قائم کئے ہیں۔

باب اول: اس باب میں دکن کی تعریف اور اس کے جغرافیہ پر بحث کی ہے۔

باب دوم: اس باب میں دکن میں اسلام کے ارتقاء پر مواد پیش کیا گیا ہے۔

باب سوم: اس باب میں قطب شاہی سلاطین کی اسلامی رواداری کو ظاہر کیا گیا ہے۔

باب چہارم: اس باب میں دکن میں اسلام کے ارتقاء میں علماء وصوفیاء اور دینی مدارس اور جامعات اور دیگر تعلیمی ادارہ جات کے حالات و کوائف درج ہیں۔ یہ مقالہ کمپیوٹر کیا ہوا ہے جس کی ضخامت ۲۹۱ صفحات ہے۔ اس مقالہ کا ایک نسخہ کتب خانہ جامعہ نظامیہ میں موجود ہے۔

مقالہ برائے Ph.D عربی

عنوان : "حروف الزيادة فى اللغة والقران الكريم"

مقالہ نگار : محمد یاسر القصمانی

نگران : حضرت العلامہ مولانا محمد عبداللہ قریشی الازہری نائب شیخ الجامعہ وخطیب مکہ مسجد

جامعہ : جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن

سنہ ادخال : ۲۳ر ربیع الاول ۱۴۴۲ھ

یہ مقالہ بنیادی طور پر عربی لسانیات سے تعلق رکھتا ہے جس میں مقالہ نگار نے عربی زبان وادب اور قرآن مجید میں زائد حروف کے فوائد اور اس کے خواص پر بحث کی ہے۔ یہ مقالہ ایک قلمی نسخہ ہے جو کہ ۴۱۰ صفحات پر ہے جس کا ایک نسخہ کتب خانہ جامعہ نظامیہ میں موجود ہے۔

مقالہ برائے Ph.D عربی

عنوان : "اهل البدع والاهواء فى رواة الصحاح السة"

مقالہ نگار : سید رئیس الدین

نگران : حضرت العلامہ مولانا محمد خواجہ شریف شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ

جامعہ : جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن

مقالہ نگار نے اس مقالہ کو ایک مقدمہ اور ایک خاتمہ کے علاوہ تین ابواب کے تحت حسب ضرورت ذیلی ابواب بھی قائم کئے ہیں۔

باب اول : اس باب میں بدعت کی تعریف اور اس کی حقیقت پر بحث کی گئی ہے اور مسلمانوں کے درمیان پائے جانے والے مذہبی اختلافات پر معقول اور منقول ہر دو انداز سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ مزید اس باب میں بدعت کا تاریخی جائزہ لیا گیا ہے۔

باب دوم : اس باب میں بین فرقہ جات کے مذہبی اختلافات مثلاً قدریہ، جبریہ، معتزلہ، خوارج اور مرجیہ وغیرہ کا تاریخی، معقول اور منقول ہر جہت سے بحث کی ہے۔

باب سوم : اس باب میں حدیث کی تعریف اور اس کی ضرورت و اہمیت اور مختلف محدثین کے ادوار اور علم رجال اور طرق احادیث اور مزید اصحاب صحاح ستہ کے علاوہ دیگر محدثین پر معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ یہ مقالہ کمپوز کیا ہوا ہے جس کی ضخامت ۳۶۲ صفحات ہے۔ جس کا ایک نسخہ کتب خانہ جامعہ نظامیہ میں موجود ہے۔

مقالہ برائے Ph.D عربی

عنوان : ''مزايا المخطوطات العربية الكتبةِ الجامعه النظامية''

مقالہ نگار : حافظ محمد فاروق حسین

نگران : حضرت العلامہ مولانا محمد عبداللہ قریشی الازہری و نائب شیخ الجامعہ وخطیب مکہ مسجد

جامعہ : جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن

سنہ ادخال : محرم الحرام ۱۴۲۸ھ مطابق جنوری ۲۰۰۷ء

مقالہ نگار نے اپنے مقالہ کو بنیادی طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا حصہ تین ذیلی ابواب پر مشتمل ہے جس میں جامعہ نظامیہ اور بانی جامعہ نظامیہ اور کتب خانہ جامعہ نظامیہ پر بحث کی گئی ہے۔

دوسرا حصہ دس ۱۰ ذیلی ابواب میں تقسیم کیا ہے جس میں مقالہ نگار نے جامعہ نظامیہ کے شعبہ مخطوطات میں موجود مختلف فنون کے مخطوطات پر بحث کی ہے۔ یہ مقالہ کمپیوٹر کیا ہوا ہے جس کی ضخامت ۳۶۶ صفحات ہے جس کا ایک نسخہ کتب خانہ جامعہ نظامیہ میں موجود ہے۔

مقالہ برائے Ph.D عربی

عنوان : "منهج ابن جرير الطبرى فى آيات الصفات مقارنا باراء غيره من العلماء"

مقالہ نگار : حسام الدین حسین صرصور

نگران : حضرت العلامہ مولانا محمد خواجہ شریف شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ

جامعہ : جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن

سنہ ادخال : ۱۶رشعبان ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۳رنومبر ۲۰۰۰ء

مقالہ نگار نے اپنے مقالہ کو ایک مقدمہ اور ایک خاتمہ کے علاوہ پانچ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔

باب اول: اس باب میں امام طبری کے حالات زندگی پر بحث کی ہے۔

باب دوم: اس باب میں تاویل وتفویض پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

باب سوم: اس باب میں محکم، متشابہ پر وضاحتی گفتگو ملتی ہے۔

باب چہارم: اس باب میں اللہ سبحانہ تعالیٰ کے صفات پر بحث کی گئی ہے۔

باب پنجم: اس باب میں امام طبری کا عندیہ نصوص متشابہ کے بارے میں اور دیگر علمائے مخالفین وموافقین کا نظریہ پر بحث کی ہے۔ یہ مقالہ کمپیوٹر کیا ہوا ہے جس کی ضخامت ۵۹۷ صفحات ہے جس کا ایک نسخہ کتب خانہ جامعہ نظامیہ میں موجود ہے۔

مقالہ برائے Ph.D عربی

عنوان : "مرويات اهل البيت الاطهار فى كتب المحدثين"

مقالہ نگار : سید عبدالروف

نگران : حضرت العلامہ مولانا محمد خواجہ شریف شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ

جامعہ : جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن۔

سنہ ادخال : ربیع الاول ۱۴۲۴ ہجری

مقالہ نگار نے اپنے اس مقالہ میں اہل بیت سے متعلق قرآن وحدیث میں جو فضائل وخصوصیات آئی ہیں ان کو مختلف کتب احادیث اور آیات مبارکہ کی روشنی میں پیش کیا ہے۔

یہ مقالہ کمپیوٹر کیا ہوا ہے جس کی ضخامت ۶۰۸ صفحات ہے۔ اس مقالہ کا ایک نسخہ کتب خانہ جامعہ نظامیہ میں موجود ہے۔

مقالہ برائے Ph.D عربی

عنوان : ''معاير الحلال والحرام في الاطعمة والاشربة والادوية المستحضرات الجميلية على ضوء الكتاب والسنة''

مقالہ نگار : علی مصطفیٰ یعقوب

نگران : پروفیسر محمد حسن ھیتو

جامعہ : جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن

سنہ ادخال : یکم ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ مطابق اپریل ۲۰۰۸ء

مقالہ نگار نے اس مقالہ کو ایک مقدمہ ایک خاتمہ کے علاوہ تین ابواب اور حسب ضرورت ذیلی ابواب بھی قائم کئے ہیں۔

باب اول: اس باب میں طیبات، خبائث، مضر، نجاست اور انسانی اعضاء وغیرہ کا بطور دوائی استعمال کے بارے میں قرآن وحدیث علمائے صالحین کے مستند اقوال کی روشنی میں بحث کی ہے۔

باب دوم: اس باب میں خنزیر، شراب کے ذریعہ بنائے جانے والی اشیاء کے احکام پر بحث کی ہے۔

باب سوم: اس باب میں عالمی سطح پر تیار ہونے والی اشیاء کے حلال وحرام ہونے کے معیارات پر بحث کی ہے۔

یہ مقالہ کمپیوٹر کیا ہوا ہے جس کی ضخامت ۵۴۷ صفحات ہے جس کا ایک نسخہ کتب خانہ جامعہ نظامیہ میں موجود ہے۔

مقالہ برائے Ph.D عربی

عنوان : ''الاسرة في القرآن الكريم''

مقالہ نگار : م۔محمد مشیش

نگران : حضرت العلامہ مولانا محمد خواجہ شریف شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ

جامعہ : جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن

سنہ ادخال : ۲؍ اگست ۲۰۰۵ء

مقالہ نگار نے اس مقالہ کو ایک مقدمہ چار ابواب اور ایک خاتمہ کے علاوہ حسب ضرورت ذیلی ابواب بھی قائم کئے ہیں۔

باب اول: اس باب کو خاندان کا خاکہ سے موسوم کیا ہے جس میں عورت کے مقام ومرتبہ کو قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کیا ہے اور عاقدین کے ایک دوسرے پر حقوق کو بھی کتاب وسنت کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔

باب دوم: اس باب میں طلاق، عدت، نفقہ، حق پرورش پر معقول ومنقول ہر دو طریقوں کو اپنایا ہے۔

باب سوم: اس باب میں والدین پر اولاد کی تربیت و آداب کے حقوق پر بحث کی ہے۔

باب چہارم: اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ پر بحث کی ہے کہ اللہ کے رسول کے معاملات اپنے ازواج مطہرات اور اولاد کے ساتھ کس طرح ہوتے تھے۔ یہ مقالہ کمپیوٹر کیا ہوا ہے جس کی ضخامت ۳۲۴ صفحات ہے۔ جس کا ایک نسخہ کتب خانہ جامعہ نظامیہ میں موجود ہے۔

مقالہ برائے عربی

عنوان : ''العالم الکبیر ابو الحسنات محمد عبدالحئی الفرنگی محلی حیاته و خدماته الجلیلة''

مقالہ نگار : حافظ سید محمود حسین

نگران : حضرت العلامہ مفتی خلیل احمد نائب شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ

جامعہ : جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن

سنہ ادخال : ۱۹۸۲ء

مقالہ نگار نے یہ مقالہ عبدالحئی فرنگی محلی کی حیات و خدمات پر تحریر کیا ہے جس میں علمی لیاقت، علوم قرآن وسنت کی ادراک اور ان کی معاصر علمائے کرام و دانشوروں میں مقام و مرتبہ کو واضح کیا ہے۔ یہ ایک دستی مقالہ ہے جس کی ضخامت ۱۷۵ صفحات ہے۔ اس مقالہ کا ایک نقل شیخ الاسلام لائبریری اینڈ ریسرچ فاؤنڈیشن میں موجود ہے۔

مقالہ برائے Ph.D عربی

عنوان : ''فی شرح لامية العرب. للرضوی تحقیق و دراسة و شرح و تعلیق''

مقالہ نگار : اسماء بنت حسن ھیتو

نگران : ڈاکٹر محمد سیف اللہ شیخ الادب جامعہ نظامیہ

جامعہ : جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن

سنہ ادخال : ۱۴۲۵۔۱۴۲۶ ہجری مطابق ۲۰۰۴ء۔۲۰۰۵ عیسوی

یہ مقالہ دراصل حضرت العلامہ ابراہیم ادیب رضوی علیہ الرحمہ کے قلم سے دیوان ''لامية العرب'' کی تنقیح و تشریح ہے۔ جس میں مقالہ نگار نے ابراہیم ادیب کی سوانح عمری اور ان کی عربی مہارت اور عربی شعر گوئی پر قدرت کے ساتھ ساتھ دیگر شعراء کے لکھے گئے لامیات سے موازنہ بھی کیا ہے۔ مزید اس مقالہ میں لامیۃ العرب کے ایک ایک شعر کو شعری و فنی لحاظ سے

پرکھا گیا ہے اور اس میں موجود صنائع و بدائع کی ہنر مندی کو بھی واضح کیا ہے۔ یہ مقالہ کمپیوٹر کیا ہوا ہے جس کی ضخامت ۲۹۱ صفحات ہے۔جس کا ایک نسخہ کتب خانہ جامعہ نظامیہ میں موجود ہے۔

مقالہ برائے Ph.D اُردو

عنوان : ''حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد انواراللہ فاروقی علیہ الرحمہ شخصیت علمی وادبی کارنامے''

مقالہ نگار : کے محمد عبدالحمید اکبر

نگران : ڈاکٹر محمد اعظم

جامعہ : یونیورسٹی آف پونہ

سنہ ادخال : ۱۹۹۵ء

مقالہ نگار نے اس مقالہ کی ترتیب وتزئین کیلئے ایک مقدمہ چھ ۶ ابواب اور ایک ضمیمہ قائم کیا ہے۔

باب اول: اس باب میں بانی جامعہ کے حالات زندگی اور شخصیت پر بحث کی ہے۔

باب دوم: اس باب میں بانی جامعہ کے علمی و اصلاحی کارناموں پر بحث کی ہے۔

باب سوم: اس باب میں بانی جامعہ کی شعر گوئی پر بحث کی ہے۔

باب چہارم: اس باب میں بانی جامعہ کی نثر نگاری پر بحث کی ہے۔

باب پنجم: اس باب میں بانی جامعہ کا اسلوب نگارش پر بحث کی ہے۔

باب ششم: اس باب میں کتابیات کی وضاحت کی ہے۔

یہ مقالہ ایک دستی مقالہ ہے جس کی ضخامت ۴۱۳ صفحات ہے۔اس کی ایک نقل کتب خانہ جامعہ نظامیہ میں موجود ہے اور یہ مقالہ مجلس اشاعت العلوم سے جنوری ۲۰۰۰ء میں شائع کیا گیا ہے۔۔

مقالہ برائے ایم فل فارسی

عنوان : ''سھم اساتیذ معروف جامعہ نظامیہ حیدرآباد درتوسعہ زبان وادبیات فارسی''

مقالہ نگار : حافظ محمد اسماعیل ہاشمی

نگران : ڈاکٹر شاہد نوخیز اعظمی

جامعہ : مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی، شعبہ فارسی

سنہ ادخال : ۲؍جولائی ۲۰۱۳ء

مقالہ نگار نے اس مقالہ کی ترتیب کیلئے ایک مقدمہ چار ابواب اور ایک خاتمہ قائم کیا ہے۔

باب اول میں جامعہ نظامیہ کا علمی و ادبی اور تاریخی پس منظر پیش کیا ہے۔

باب دوم میں بانی علیہ الرحمہ کے فارسی خدمات کو پیش کیا ہے۔

باب سوم میں علمائے جامعہ نظامیہ کی فارسی خدمات کا جائزہ پیش کیا ہے۔

باب چہارم میں جامعہ نظامیہ کے کتب خانہ میں موجود فارسی مخطوطات پر بحث کی ہے۔ یہ مقالہ کمپیوٹر کیا ہوا ہے۔ مقالہ نگار کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے۔ اس مقالہ میں ضرورت کے تحت رنگین تصاویر بھی شامل کئے گئے ہیں۔

مقالہ برائے ایم فل اُردو

عنوان : ''جامعہ نظامیہ کے اُردو مخطوطات کی ایک وضاحتی فہرست''

مقالہ نگار : سید ضمیر الدین

نگران : ڈاکٹر شمس الھدیٰ دریا آبادی

جامعہ : مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی شعبہ اُردو

سنہ ادخال : ۲۰۰۸ء

مقالہ نگار نے اپنے اس مقالہ کی ترتیب ایک مقدمہ اور آٹھ ابواب اور ایک خاتمہ پر دی ہے۔

باب اول: اس باب میں جامعہ نظامیہ کا پس منظر اور بانی جامعہ کا تعارف پیش کیا ہے۔

باب دوم: اس باب میں اُردو شاعری پر موجود جملہ ۴۴ مخطوطات کا ذکر کیا ہے۔

باب سوم: اس باب میں اُردو تصوف و اخلاق کے جملہ (۳۸) مخطوطات کا تعارف پیش کیا ہے۔

باب چہارم: اس باب میں تفسیر، قرأت و تجوید، قواعد صرف ونحو کے جملہ (۷) مخطوطات کا تعارف پیش کیا ہے۔

باب پنجم: اس باب میں اُردو حدیث، سیرت النبی اور وظائف وادعیہ کے جملہ (۹) مخطوطات کا تعارف پیش کیا ہے۔

باب ششم: اس باب میں اُردو عقائد وکلام کے جملہ (۱۴) مخطوطات کا تعارف پیش کیا ہے۔

باب ہفتم: اس باب میں اُردو فقہ کے جملہ (۱۰) مخطوطات کا تعارف پیش کیا ہے۔

باب ہشتم: اس باب میں وہ مخطوطات جو کہ مختلف فنون مثلاً تاریخ، تذکرہ و سیر، قیافہ و نجوم، لغت اُردو، منطق وحکمت وفلسفہ

کے جملہ (۲۰) مخطوطات کا تعارف پیش کیا ہے۔

یہ مقالہ کمپوز کیا ہوا ہے جس کی ضخامت ۲۵۲ صفحات ہے۔ اس کے علاوہ مقالہ نگار نے اہم مخطوطات کی کچھ نقلیں بھی مقالہ میں شامل کی ہیں۔ یہ مقالہ کتب خانہ جامعہ نظامیہ میں موجود ہے۔

مقالہ برائے ایم فل اُردو

عنوان : ''جامعہ نظامیہ کی صحافتی خدمات''

مقالہ نگار : سید محبوب قادری

نگران : پروفیسر خالد سعید

جامعہ : مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی، شعبہ اُردو

سنہ ادخال : ۲۰۱۲ء

مقالہ نگار نے اس مقالہ کی ترتیب کیلئے چار ابواب، ایک مقدمہ اور ایک خاتمہ کے علاوہ حسب ضرورت ذیلی ابواب بھی قائم کئے ہیں۔

باب اول: اس باب میں جامعہ نظامیہ اور بانی جامعہ اوران کے معاصر و معاونین علماء کا تعارف پیش کیا ہے۔

باب دوم: اس باب میں صحافت اور جامعہ نظامیہ ہر دو کے اغراض و مقاصد کو پیش کیا ہے۔

باب سوم: اس باب میں جامعہ نظامیہ کی صحافتی خدمات کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔

باب چہارم: اس باب میں جامعہ نظامیہ کی صحافتی خدمات کا ایک جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

یہ مقالہ کمپیوٹر کیا ہوا ہے جس کی ضخامت (۲۵۰) صفحات ہے جس کا ایک نسخہ کتب خانہ جامعہ نظامیہ میں موجود ہے۔

ثنا رضواں بھی جس کا خوشہ چین ہے وہ بیشک جامعہ نظامیہ کی سرزمین ہے

تلامذہ حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ قدس سرہ العزیز

مولانا قاضی میر محمد قادر علی قادری نقشبندی صاحب

آٹھویں شریعت پناہ بلدہ (سابق طالب علم) جامعہ نظامیہ
صدر انجمن قضاءت تلنگانہ اسٹیٹ و آندھرا پردیش

میرے نانا مولانا قاضی میر محمد انوار علی صاحب مرحوم ومغفور (شریعت پناہ بلدہ) تلامذہ خاص حضرت شیخ الاسلام علامہ حافظ محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ علیہ الرحمہ میں رہے ہیں اور آپ کے برادر خورد (میرے حقیقی دادا) مولوی میر محمد محبوب علی صاحبؒ کو بھی شرف تلمذ حضرت بانی جامعہ نظامیہ سے رہا ہے۔ آپ قاضی میر محمد سکندر علی صاحبؒ شریعت پناہ کے خلف الصدق، قاضی میر محمد دلاور علی صاحبؒ کے نبیرہ اور مولوی حافظ محمد ضیا الدین صاحبؒ کے نواسے ہیں۔ حضرت میر محمد انور علی صاحبؒ کی پیدائش ۲۶/ رجب المرجب ۱۳۰۳ھ روز یکشنبہ بلدہ حیدرآباد ہوئی۔ کمسنی میں آپ دونوں برادران کے سر سے سایۂ پدری اُٹھ چکا تھا ابتدائی تعلیم آپ دونوں نے اپنی والدہ ماجدہ کے زیرنگرانی قابل اور لائق اساتذہ اور بانی جامعہ کے علاوہ قاضی شریف الدین صاحبؒ سابق مصحح دائرۃ المعارف النظامیہ، مولانا رکن الدین صاحبؒ مفتی دارالافتاء مدرسہ نظامیہ وغیرہ سے نہایت اعلیٰ پیمانہ پر حاصل فرمائی۔ آپ مدرسہ نظامیہ کے فارغ التحصیل ہیں اور امتحان جوڈیشنل بھی درجہ اعلیٰ میں کامیابی حاصل فرمائی۔ نہایت سادگی پسند اور خاموش زندگی بسر فرماتے، نہایت خلیق ملنسار ہر کسی سے خندہ پیشانی سے پیش آتے، اہل علم وفن کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے، مردم شناسی میں اپنی آپ نظیر تھے۔ الحاصل یہ کہ بمصداق **الولد سر لابیہ** تھے۔ سیاق وسباق سے ماہر علم کلام، فقہ، حدیث، صرف ونحو، معانی ومنطق اور تاریخ وسیر پر اچھا عبور اور مرور رکھتے تھے۔ فن نسخ و نستعلیق میں بھی کافی دستگاہ حاصل تھی۔ اساتذہ کے تحریری نمونوں کو جمع کرنے کا آپ کو بیحد شوق تھا۔ آپ کے قلم میں خدا داد قوت تھی اور آپ کی طرز تحریر اساتذہ کے طرز پر ہوا کرتی تھی و نیز خوش نویسان حیدرآباد دکن میں آپ کی ایک ممتاز حیثیت تھی مشہور زمانہ حضرت موجزؒ کے شاگرد خاص تھے۔ یہ سب بانی جامعہ کے فیض کی بناء تھا۔ آپ کی خوش نویسی کا ایک فارسی نمونہ اور لیاقت نامہ مجریہ رقم جامعہ نظامیہ جس پر بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمہ کی دستخط ثبت ہے کا عکس شامل کیا جارہا ہے جو عامتہ المسلمین اور خاص طور پر نظامیہ برادری کے لیے نایاب تحفہ ثابت ہوگا۔

میرے نانا حضرت قاضی میر محمد انوار علی صاحبؒ کے خط کا نمونہ جو اپنے استاذ محترم حضرت صدر الصدور ممالک محروسہ سرکار عالی (بانی جامعہ) کے نام تحریر کیا گیا تھا جس میں علم کی تشنہ لبی، لگن، تڑپ اور حصول علم کی جستجو کا اظہار ہوتا ہے جو فی زمانہ

معدوم ہے خط کا نمونہ اور بانی جامعہ کا حکم ملاحظہ ہو۔۔

قاضی میر محمد انور علیصاحب شریعت پناہ بلدہ اردو، فارسی اور عربی کے ایک زبردست عالم ہونے کے علاوہ فن خوشنویسی میں بھی مہارت نامہ رکھتے ہیں۔ یہ قاضی صاحب کا لکھا ہوا ایک چھوٹا سا قطعہ ہے جو بطور نمونہ پیش کیا جارہا ہے (صمصام شیرازی)

لیاقت نامہ مدرسہ نظامیہ حیدرآباد دکن

قاضی میر انور علیصاحب شریعت پناہ بلدہ طالب علم مدرسہ موصوفہ بامتحان سالانہ ۱۳ فصلی

	نام کتاب	نمبر محصلہ	ممتحن
درکتب مندرجہ حاشیہ	شرح ملاجامی	(۱۰۰)	مولوی سید عبدالکریم صاحب صدر مدرس مدرسہ نظامیہ
امتحان دادہ کامیابی	شرح وقایہ	(۱۰۰)	ایضاً
درجہ (اول)	موطا امام محمد	(۱۰۰)	ایضاً
	شرح تہذیب	(۹۰)	ایضاً
حاصل نمودند لہذا العنوان	دیوان ابی العتاہیہ	(۱۰۰)	ایضاً

سند لیاقت نامہ ہذا دادہ شد فقط مرقوم سلخ شعبان ۲۲ ۱۳ ہجری۔

مکرمنا و معظمنا حضرت صدر المدور صاحب ممالک محروسہ سرکار عالی بعد از سلام مسنون عرض یہ ہے کہ راقم اب تک جو مختلف اساتذہ سے پڑھا تھا بطور امتحان مولوی محمد رکن الدین صاحب کو سنایا مولوی صاحب ایسے طریقہ تعلیم کو اپنے خیال میں غیر تشفی بخش اور بے سود تصور فرما کر مدرسہ میں آنے کے لیے مشورہ دیا (چونکہ راقم کی طبیعت بھی مولوی صاحب کی تفہیم و تدریس سے اچھی طرح مانوس ہے) اور تعطیل کے گھنٹہ میں معقول اور اصول کا سبق پڑھانے کا وعدہ بھی کئے چنانچہ دس روز کا عرصہ ہوا ہے کہ میں روزانہ تین چار گھنٹے مدرسہ میں آتا ہوں اور میرے دو سبق مولوی صاحب موصوف کے پاس جاری ہیں مگر راقم کی یہ خواہش ہے مولوی صاحب کے اوقات مدرسہ سے صرف ایک گھنٹہ میرے سبق کے لیے حضرت منظور فرمائیں تو اس میں فنون کی مشکل کتابیں جو سلسلہ نظامیہ کے درسی ہیں بتدریج نکلتی جائیں گی۔ چونکہ پانچ چھ روز میں سید محمد علی صاحبؒ کی شریفی ختم ہونے والی ہے اور اُس کے بعد کوئی کتاب نہیں وہ وقت خالی رہے گا لہذا مولوی محمد رکن الدین صاحبؒ کے نام اس ساعت اصول الشاشی پڑھانے کے لیے حکم عالی شرف وصدور فرمایا جائے۔ فقط

المرقوم ۲۴/ ربیع الثانی ۱۳۱۳ھ شرحد ستخط شریعت پناہ بلدہ

بانی جامعہ کا حکم

مولوی محمد رکن الدین صاحب

جس کسی گھنٹہ میں آپ کوئی کتاب شروع کرنا چاہیں تو اس کتاب کی جماعت بنالیں۔

شرحد ستخط

محمد انوار اللہ عفی عنہ

لہذا میری خواہش ہے کہ موجودہ دور کے طلباء بھی اسی طرح اپنی ساری توانائیاں، لگن اور تڑپ کے ساتھ حصول علم میں صرف کریں۔

میرے نانا حضرت (قاضی صاحب) کو اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی خاں ولیعہد بہادر کی نکاح خوانی کا بھی شرف رہا جو ۱۹/ صفر المظفر ۱۳۲۴ھ کو ایڈن گارڈن کنگ کوٹھی میں بہ ہمراہ اعظم النساء بیگم بنت نواب جہانگیر جنگ بہادر ہوا بعد تکمیل نکاح اعلیٰ حضرت آصف سادس نواب میر محبوب علی خاں بہادر اپنی خوشی کا اظہار کیے کم عمری میں آپ عمدگی سے مراسم نکاح کی تکمیل

مولوی محمد رکن الدین صاحب

جس گھنٹہ میں آپ کوئی کتاب شروع کرنا چاہیں تو

اوس کتاب کی جماعت بنالیں

محمد انوار اللہ

2015\scan\04a.jpg not found.
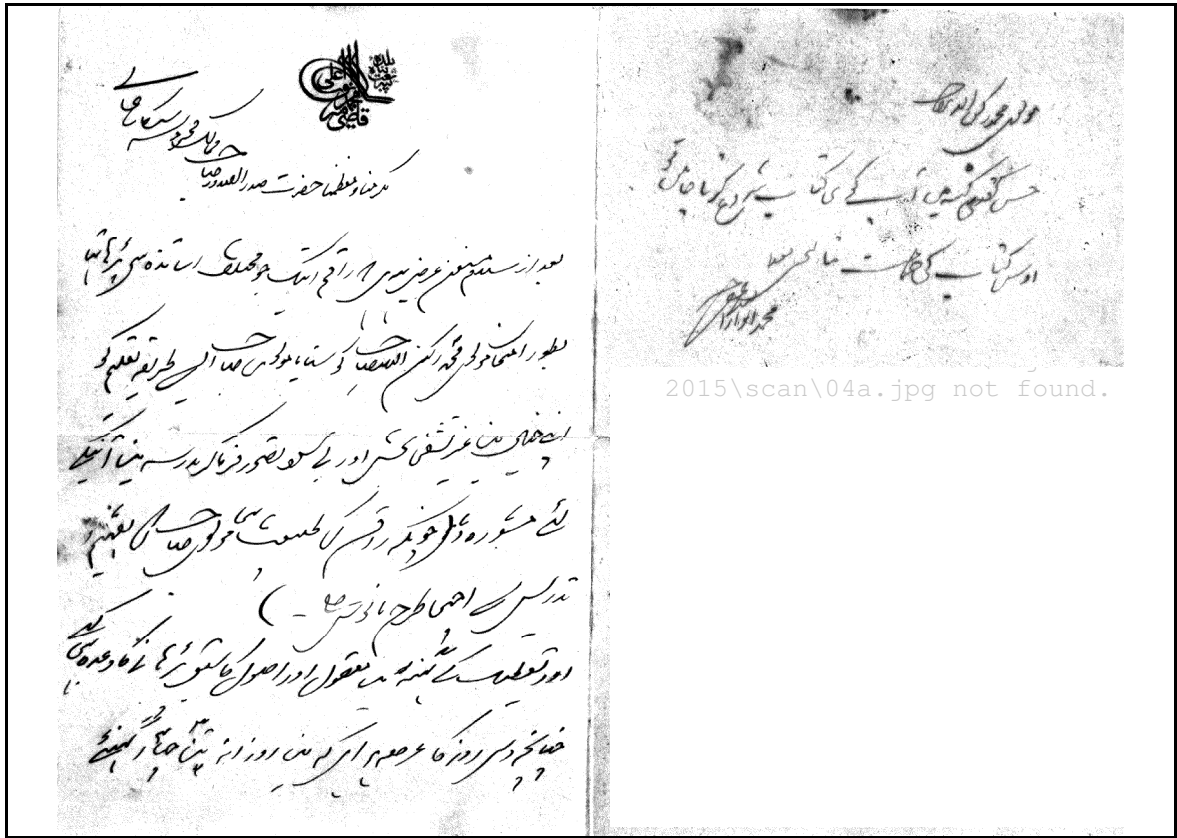
کیے اور تقریباً آدھا ایک گھنٹہ شرف تکلم سے بخشے اور تعلیم کے بارے میں اور شادی کے تعلق سے معلومات (نانا حضرت) سے حاصل کئے اور شاہی تحائف وغیرہ سے نوازے۔ اعلیٰ حضرت محبوب علی باشاہ جب اپنے ولیعہد کے عقد خوانی کی محفل میں رونق افروز ہوئے حسب دستور تمام امراء وغیرہ یکے بعد دیگرے نذر پیش کئے۔ جب نانا حضرت کی باری آئی شاہی چوبدار نے آواز لگائی کہ قاضی صاحب شریعت پناہ آپ کی خدمت سے علیحدہ کیا گیا پھر نانا حضرت آگے بڑھے شاہی آداب بجالائے اور حسب دستور نذر پیش کئے جس کو محبوب علی پاشاہ اپنا ہاتھ رکھ کر چھوڑ دیئے اور پھر شاہی چوبدار نے بآواز بلند اعلان کیا کہ قاضی صاحب شریعت پناہ آپ کو خدمت پر بحال کیا گیا۔ بعض حضرات (امراء) جو محفل میں موجود تھے اس کی وجہ اعلی حضرت سے دریافت کی خدمت سے علیحدہ کیا گیا اور پھر بعد پیشکشی نذر بحال کیا گیا۔ اعلیٰ حضرت فرمائے اس لڑکے (نانا) کی نہیں بلکہ عہدہ کا لحاظ رکھا گیا۔

میر دور طالب علمی میں مولانا مفتی محمد عبدالحمیدؒ (شیخ الجامعہ نظامیہ) فرمایا کرتے تھے کہ قاضی صاحب مدرسہ کی جو کمان ہے اُس پر جامعہ نظامیہ وغیرہ جو لکھا ہوا ہے وہ آپ کے نانا حضرت کے ہاتھ (خوش خطی) کا نمونہ ہے۔ ایک مرتبہ نانا حضرت اپنے ہم جماعت علامہ ابوالوفاء الافغانیؒ سے ذریعہ تحریر فقہی مسئلہ مفقود الخبر کے بارے میں دریافت کیے اس وقت مولانا بخار سے تھے نانا کی تحریر کا جواب اسی پرچہ پر لیٹے لیٹے پنسل سے لکھ کر روانہ کیے (جس کا عکس شامل ہذا کیا جا رہا ہے)۔ فقط

دستخط قاضی میر محمد قادر علی شریعت پناہ بلدہ

مولوی قاضی میر انوار علی شریعت پناہ

......○......
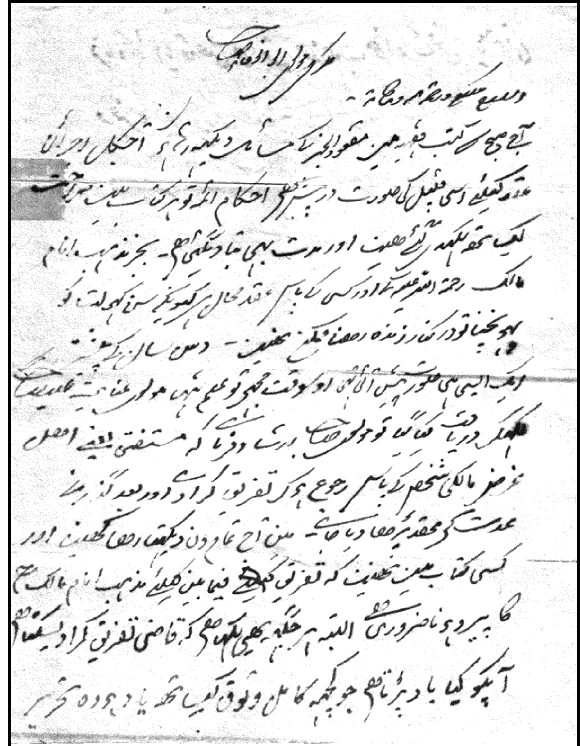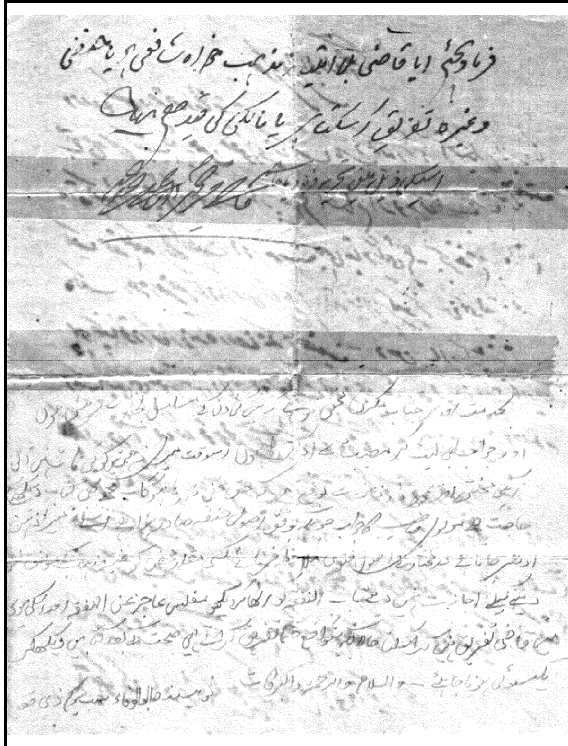
بخدمت اقدس جناب مکرمی مخفی نہ رہے کہ میں کئی دن کے مسلسل بخار سے فریش ہوں اور جواب بھی لیٹ کر مصیبت سے ادا کر رہا ہوں اس وقت میرے ذہن میں کوئی بات نہیں آتی ۔ آپ کے مختنی اور سمجھ دار ذہن سے توقع ہے کہ حق مخفی نہ رہا ہوگا ۔ مجھے بھی کتاب دیکھنے کی حاجت ہے ۔ مولوی (عنایت علی) صاحب کا جواب چونکہ بوفقِ اصول حنفیہ صادر ہوا ہے اس لئے میرا ذہن اُدھر جاتا ہے ۔ درمختار کے اصول فتوی ملاحظہ فرمایئے کسی مقلید محض کو غیر مذہب کے موافق فتوی دینے کے لئے اجازت نہیں دیتے ۔

باب الفقہ کو اُٹھا کر دیکھو مفلس عاجز عن النفقہ اور اس کی بیوی میں قاضی تفریق نہیں کراسکتا حالانکہ شوافع فیما تفریق کرائے ہیں ۔صحت کے بعد کتابیں دیکھ کر یکسوئی ہونا چاہئے ۔ والسلام والرحمہ و برکاتہ

نوسند ابوالوفاء

شب سیوم ذیقعدہ
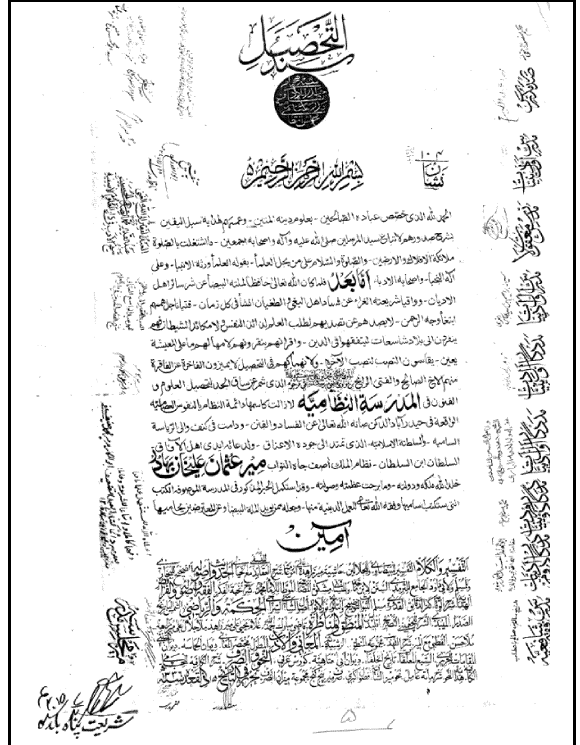
”اسلامک بینکنگ: خصوصیت، اہمیت اور افادیت“

مولانا ابوزاہد شاہ سید وحید اللہ حسینی القادری الملتانی صاحب
کامل الحدیث جامعہ نظامیہ

سودی کاروبار کی نحوست تھی کہ 2008ء کے بعد سے امریکہ و یورپی ممالک کی معیشت تیزی سے کساد بازاری (Recession) کا شکار ہوئی ہے، جس کے سبب زیادہ منفی اثرات ترقی پذیر ایشیائی ممالک پر بھی پڑے اور ان ممالک کی اقتصادی ترقی سست روی کا شکار ہوگئی اور ایشیائی مالی منڈیوں میں مندی کا رجحان غالب رہا۔ 2009 میں واقع ہونے والے عالمی مالی بحران کو بین الاقوامی مالیاتی فنڈ نے دوسری عالمی جنگ کے بعد کا سب سے بدترین مالیاتی بحران قرار دیا ہے۔ یہ بھی پیشن گوئی کی گئی کہ مستقبل قریب میں عالمگیر تجارت میں اس قدر گراوٹ آسکتی ہے جو پچھلے 80 برسوں میں واقع نہیں ہوئی۔ یہ سودی نظام ہی کی دین ہے کہ کئی ممالک بشمول سرمایہ دارانہ نظام کے سرخیل امریکہ میں بھی ملک کی 40 فیصد دولت ایک فیصد آبادی والے طبقے کے ہاتھ میں مرکوز ہوکر رہ گئی ہے۔ اسی وجہ سے عالمی سطح پر لوگ نہ صرف سرمایہ کے ارتکاز پر مبنی ظالمانہ نظام کے خلاف آوازیں اٹھارہے ہیں بلکہ ایک متبادل نظام کا مطالبہ اس قدر شدت سے کررہے ہیں جس کی نظیر ماضی میں نہیں ملتی۔ ایسے حالات میں اسلامک بینکنگ بہترین متبادل ہے۔ عالمی کساد بازاری کے کئی اسباب وعوامل ہیں ان میں سب سے اہم وہ غیر فطری وغیر منصفانہ بینکنگ نظام ہے جس کی بنیاد سود پر ہے۔ یہ نظام اقتصاد وتجارت کے لیے زہر ہلاہل اور انسانی معاشرے کے لیے نا قابل قبول ہے، چونکہ اس سودی کاروبار سے معاشرے میں طبقاتی کشمکش، محنت کش طبقے کی پسماندگی اور اشراف کی عیش پرستی، من مانی اور غرباء کا خون چوسنے کے جذبہ میں مسلسل اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ یہ سودی معاملات ہی کی نحوست ہے کہ 7 ارب کی آبادی میں سے ساڑھے پانچ ارب کی آبادی خط غربت کے نیچے زندگی گذار رہی ہے۔ اس بات کا انکشاف 2013 میں کیے گئے ایک سروے میں کیا گیا ہے۔ سودی معاملات نے انسانی معاشرے کو ایک کنزیومر سوسائٹی میں تبدیل کرکے رکھدیا ہے۔ ماہرین معاشیات بھی مانتے ہیں کہ سود عالمی معیشت کے لیے ناسور ہے۔ اسلام نے سود میں مضمر مذہبی، اخلاقی، دنیوی، اخروی اور معاشی خرابیوں، قباحتوں اور نقصانات کے سبب حرام قرار دیا ہے۔ آج وقت کی اہم ضرورت ہے کہ اسلامک بینک کاری نظام کی خصوصیت، اہمیت اور افادیت سے دنیا کو واقف کروایا جائے۔ جو سود پر مبنی سرمایہ کاری کے

بالکل خلاف ہے، جس کا نتیجہ بالآخر معاشی سرد بازاری و بحران (Economic Depression) کی شکل میں نکلتا ہے۔
چونکہ عصر حاضر میں لین دین کے معاملات میں بینک کا دخل اس قدر بڑھ چکا ہے کہ اسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ کسب معاش کے لیے بیرون ملک جانے والے افراد کے لیے بھی رقوم کی منتقلی کے لیے بینک کا استعمال ضروری و لازمی ہوگیا ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو ایسے بینک کی ضرورت ہے جو شرعی اصول کے عین مطابق ہو۔۔

اسلامک بینک کاری نظام سودی کاروبار کی نحوست سے بچا کر انسان کو شراکت و مضاربت سے حاصل ہونے والے حلال منافع کمانے کی سہولت فراہم کرتا ہے۔ آج دنیا بھی مانتی ہے کہ سود سے آلودہ کاروباری نظام کے سبب رونما ہونے والی عالمی کساد بازاری نے معیشت کو تباہ و تاراج کر کے انسانی فلاح و بہبود کو نقصان پہنچایا ہے۔ چونکہ سود پر مبنی مالیاتی معاملات میں صرف سرمایہ داروں کے مفادات کا تحفظ ہوتا ہے، جس کے سبب ایک طرف امیر وغریب کے درمیان فاصلے میں روز افزوں اضافہ ہوتا جاتا ہے تو دوسری طرف معاشرتی استحصال اور معاشی ناانصافیوں کا شکار لوگ جرائم کا ارتکاب کرنے کی طرف آمادہ ہوتے جاتے ہیں۔ جس سے سارا معاشرتی نظام درہم برہم ہوجاتا ہے۔ اس طرح انسان کا سکون وچین غارت ہوجاتا ہے۔
یہی وجہ ہے کہ آج مغربی ممالک بھی اسلامک بینکنگ کے محاسن و برکات سے متاثر ہورہے ہیں۔ اسلامک بینک کاری نظام نہ صرف اکیسویں صدی کا اہم تقاضا اور انسان کی ضرورت ہے، بلکہ قوانین قدرت کا علمبردار ہونے کے باعث اقتصادی استحکام اور انفرادی خوشحالی کا ضامن بھی ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ سرمایہ صرف سرمایہ داروں کی ملکیت میں نہ رہے۔ جس سے ایک طرف امیر امیر تر ہوتا چلا جاتا ہے اور غریب غریب تر تو دوسری طرف امیر، غریب اور متوسط طبقات کے فرق میں بھی مسلسل اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اسلامی بینک چھ بنیادی اصولوں پر کام کرتا ہے: جہاں (1) سود کا لینا اور دینا دونوں حرام ہوتا ہے (2) نفع ونقصان کی تقسیم پر کاروبار ہوتا ہے (3) پیسہ کو جنس کے طور پر استعمال نہیں کیا جاتا (4) پیش قیاسی پر مبنی کاروبار ممنوع ہوتا ہے (5) شرعی طور پر جائز تجارت ہی میں سرمایہ مشغول کیا جاتا ہے اور (6) معاہدات کو واجب العمل سمجھا جاتا ہے۔ اسلامک بینکنگ کا اہم مقصد نفع ونقصان کی تقسیم، غیر سودی کاروبار، پیداواری عمل کو فروغ دینا اور غیر پیداواری عمل جیسے جوا کھیلنا، منشیات کی تجارت وغیرہ سے روکنا ہے۔ اسلامک بینکنگ وہ نظام ہے جو لوگوں کو شرعی اصول وضوابط کے تحت مالیاتی ضروریات کی تکمیل کرنے، سرمایہ جائز تجارت میں مشغول کرنے اور حلال منافع کمانے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ چونکہ اکثر بینک سودی سرمایہ کاری کرنے والے ادارے کے طور پر مشہور ہیں، اس لیے علمائے کرام نے اسلامی بینک کے لیے 'وکالۃ' یا 'وعدیۃ' کا نام تجویز کیا ہے۔ اسلامی بینک کاری نظام کی اہم خصوصیت سود سے آزادی ہے۔ گرچہ سودی بینک کمانے میں اسلامی بینک سے بہت آگے ہوتے ہیں لیکن جب وہ معاشی بحران میں پھنستے ہیں تو انہیں زمین بوس ہوتے دیر نہیں لگتی۔ اسلامی بینک

کی کمائی محدود پیمانے پر ہوتی ہے لیکن اس کے بزنس کا رسک (مخاطرت) شرعی ہدایت کی وجہ سے کم سے کم ہوجاتا ہے ۔
سودی کاروبار ہی کی وجہ سے عالمی سطح پر کساد بازاری واقع ہوئی تھی اور انسان بے شمار معاشی پریشانیوں کا شکار ہوگیا تھا ۔

تجارت میں خریدی ہوئی چیز پر قبضہ کرنے اور قیمت ادا کرنے کے ساتھ ہی خرید وفروخت کا معاملہ ختم ہوجاتا ہے لیکن سودی معاملات میں اصل رقم واپس ہوجانے کے بعد بھی سود درسود کا سلسلہ طویل عرصہ تک قائم رہتا ہے ۔تجارت میں محنت و مشقت ، وقت ، آرام و دیگر چیزوں کی قربانی کے عوض نفع حاصل ہوتا ہے جبکہ سود میں بغیر کسی عوض کے نفع ملتا ہے جو مفلسوں ، کمزوروں اور ناداروں کے استحصال سے حاصل کیا جاتا ہے اور سودخور اپنی تمام تر ذہنی صلاحیتوں وتوانائیوں کو لایعنی امور میں صرف کرنے اور تضییع اوقات کا عادی بن جاتا ہے ۔تجارت سے مسابقت کا جذبہ اس وقت فروغ پاتا جب کہ سود سے نفرتیں ، رنجشیں ، عداوتیں جنم لیتی ہیں ۔اسی لیے قرآن حکیم نے تجارت وسود میں ظاہری مشابہت (یعنی نفع) ہونے کے باوجود تجارت کو بے شمار برکات ، حسنات اور فوائد کی وجہ سے حلال اور سود کو مختلف خطرات ، نقصانات اور مفاسد کے سبب حرام قرار دیا ہے ۔
صاحب ایمان لوگوں کو سود کھانے سے منع کرتے ہوئے رب کائنات ارشاد فرماتا ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ لاَ تَأْكُلُواْ الرِّبَا أَضْعَافاً مُّضَاعَفَةً وَاتَّقُواْ اللّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (سورۃ ال عمران آیت 130)

ترجمہ: اے ایمان والو! نہ کھاؤ سود دوگنا چوگنا کر کے اور ڈرتے رہو اللہ سے تاکہ تم فلاح پاجاؤ ۔

سود سے اجتناب کرنے کا جو حکم دیا جارہا ہے اس کی پہلی وجہ یہ ہے کہ اس سے ایک طرف سود لینے والے کی دنیا و آخرت برباد ہوجاتی ہے تو دوسری طرف سود کی زیادتی کی وجہ سے مقروض کے قرضہ کا مجموعہ اصل قرضہ سے کئی گنا زیادہ ہوجانے کے باعث مقروض ادا نہیں کرسکے گا اس طرح اس کی زندگی کا مکمل طور پر دیوالیہ نکل جائے گا ۔دوسری وجہ یہ ہے کہ سود کھانے کے برے اثرات انسان کے عادات و اطوار پر پڑتے ہیں جس طرح خراب پٹرول سے موٹر سیکل ، کار ، ہوائی جہاز کے اندرونی پرزے خراب ہوجاتے ہیں اسی طرح سودی رقم کا استعمال انسانی خون پر منفی اثرات ڈالتی ہے ۔اسی لیے دین اسلام نے سود خودی کو گناہ کبیرہ قرار دیا ہے ۔۔

سودی معاملات میں ملوث ہونے سے انسان کے دل سے نور ایمانی نکل جاتا ہے ۔اس کی طبیعت میں سستی و کاہلی پیدا ہوجاتی ہے ، وہ برے خیالات و جذبات کا عادی ہوجاتا ہے اور اس کی طبیعت نیک امور کی طرف مائل نہیں ہوتی ۔اسی لیے دین اسلام نے اپنے ماننے والوں کو سودی معاملات میں ملوث ہونے سے منع فرماتا ہے ۔

احادیث نبوی ﷺ میں بھی سود کے تعلق سے کثرت سے وعیدیں وارد ہوئی ہیں ۔حضرت جابرؓ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں :

" لعن رسول الله ﷺ اكل الربا ، موكله ، و كاتبه ، و شاهديه و قال هم سواء " (صحیح مسلم)۔

ترجمہ: رسول رحمت ﷺ نے سود کھانے والے، کھلانے والے، سودی معاملات لکھنے والے اور ان معاملات پر گواہی دینے والوں پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا کہ گناہ میں یہ سب برابر ہیں ۔ حضرت سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

" اجتنبوا السبع الموبقات قالوا يا رسول الله و ماهن ؟ قال الشرك ، والسحر ، و قتل النفس التى حرم الله الا بالحق واكل الربا و اكل مال اليتيم و التولى يوم الزحف و قذف المحصنات الغافلات المومنات " (بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی)

ترجمہ: سات تباہ کن گناہوں سے بچو، صحابہ کرامؓ نے دریافت فرمایا وہ کونسے گناہ ہیں؟ آپ نے فرمایا (1) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا (2) جادو کرنا (3) کسی کو ناحق مار ڈالنا (4) سود کھانا (5) یتیم کا مال ہڑپ کر جانا (6) میدانِ جہاد سے بھاگ جانا اور (7) پاکباز، غافل مومنہ عورتوں پر تہمت لگانا۔۔

سودخوری ایسا سنگین جرم ہے جس کی نحوست عالم برزخ اور قبر میں بھی ظاہر ہوگی اور سودخور میدان محشر میں بھی رسوا و ذلیل ہوگا ۔ اسلامی بینک کی مذکورہ بالا اہم خصوصیت کے علاوہ روایتی بینک اور اسلامی بینک میں حسب ذیل فرق پایا جاتا ہے :

(1) روایتی بینک میں پیسہ کو تبادلہ اشیاء کا ذریعہ اور جنس کی حیثیت حاصل ہے جس کی وجہ لوگوں میں پیسہ کی ہیرا پھیری اور ذخیرہ اندوزی کرنے کا جذبہ بڑھنے لگتا ہے اور آہستہ آہستہ بازار سے پیسہ غائب ہوجاتا ہے جب بازار میں پیسہ کی قلت ہو تو تجارت اور سرمایہ کاری کے مواقع میں بھی کمی واقع ہوگی جس کی وجہ سے ایک بیروزگاری (Unemployment) کا مسئلہ پیدا ہوگا تو دوسری طرف قلت پیداوار کے سبب اشیا کی قیمتوں میں اضافہ ہوگا جسے معاشیات میں (Inflation) مہنگائی کہتے ہیں گویا یہ مہنگائی حقیقی نہیں بلکہ انسان کے شامت اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے ۔ جب مہنگائی بڑھ جاتی ہے اور اشیاء لوگوں کی قوت خرید سے باہر ہوجاتی ہیں لوگ بازار میں مندی کا رجحان بڑھ جاتا ہے نتیجتاً تجارتی سرگرمیاں ختم ہوکر رہ جاتی ہے ۔ صنعتی پیداوار میں گراوٹ آجاتی ہے ، بیروزگاری بڑھنے لگتی ہے اور معاشی ترقی و خوشحالی پر روک لگ جاتی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ آج دنیا کے تقریباً ہر ملک میں سفید پوشوں کے ذریعہ چھپایا گیا کالا دھن (Black Money) اہم مسئلہ بنا ہوا ہے ۔ جب کہ اسلامی بینک میں پیسہ صرف مبادلہ اشیا کا ذریعہ ہے اسی لیے پیسہ کو اس کی اصل قدر سے زیادہ قیمت پر فروخت نہیں کیا جاسکتا ۔ جب انسان پیسہ کو صرف تبادلہ اشیا کا ذریعہ سمجھنے لگتا تو مذکورہ بالا تمام مسائل سے اسے نجات مل جاتی ہے ۔ اسلامی بینک پیسہ کو تجارتی سرگرمیوں میں استعمال کرتے ہوئے معاشی نظام کے حقیقی شعبہ جات سے جوڑنے کی کوشش کرتا ہے چونکہ اس عمل کی وجہ سے

پیسہ کا راست تعلق اثاثہ جات سے ہوتا ہے اسی لیے اس عمل سے معاشی خوشحالی میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی موجودہ دور میں اسلامی بینکنگ کی اہمیت وافادیت مسلم ہوجاتی ہے۔ (2) روایتی بینک انسان کے بنائے ہوئے قوانین کے مطابق چلتا ہے جب کہ اسلامی بینک کا انحصار اسلامی شریعت پر ہوتا ہے۔ (3) روایتی بینک کا مقصد زیادہ سے زیادہ منافع کمانا ہوتا ہے جس کے لیے حلال وحرام کی کوئی تمیز نہیں کی جاتی جب کہ اسلامی بینک کا مقصد گرچہ منافع کمانا ہوتا ہے لیکن شرعی حدود میں رہ کر۔ (4) روایتی بینک کو ذاتی مخصوص لوگوں کے منافع کی فکر لاحق رہتی ہے جب کہ اسلامی بینک عوام الناس کے مفاد اور ان کے فلاح و بہبود کے لیے کام کرتا ہے۔ (5) روایتی بینک چونکہ رب المال (Depositor) کو مقررہ حد تک ہی منافع دینا ہوتا ہے اسی لیے روایتی بینک کسی بھی پراجکٹ کی تنقیح کرنے اور اسے روبہ عمل لانے میں زیادہ دلچسپی نہیں لیتا اس کے برعکس اسلامی بینک چونکہ نفع ونقصان میں شریک ہوتا ہے اسی لیے وہ پراجکٹ کی تنقیح وروبہ عمل لانے میں ماہرین کی خدمات سے استفادہ کرتا ہے۔ (6) روایتی بینک میں بینک اور گاہک کا رشتہ ساہوکار اور قرضہ دار کا ہوتا ہے جب کہ اسلامی بینک میں گاہک کی نوعیت شریک، سرمایہ کار، تاجر، خریدار اور فروخت کنندہ کی ہوتی ہے۔ (7) روایتی بینک کی نظر گاہک کی مالی استحکام و استعداد پر زیادہ ہوتی ہے جب کہ اسلامی بینک کی نظر پراجکٹ کی نوعیت پر ہوتی ہے۔ (8) روایتی بینک تمام جمع کردہ رقومات کی ضمانت دیتا ہے۔ جب کہ اسلامی بینک اسی رقومات کی ضمانت دیتا ہے جو 'وعدیہ' کے تحت بینک میں جمع کی گئی ہوں۔ (9) روایتی بینک اس وقت بھی سود حاصل کرتا ہے جب کہ گاہک کو تجارت میں نقصان ہو۔ اسلامی بینکنگ نفع ونقصان کی تقسیم پر کام کرتا ہے اسی لیے اگر گاہک کو تجارت میں نقصان ہوگا تو بینک طریقہ تمویل (Mode of Financing) جیسے مشارکہ اور مضاربہ کے معاہدات کے مطابق نقصان میں بھی شریک ہوگا۔ (10) روایتی بینک جمع شدہ رقم کو ہر طرح کی تجارت میں مشغول کرتا ہے چاہے وہ حرام ہو یا حلال جب کہ اسلامی بینک جمع شدہ رقم کو انہی کاروبار میں مشغول کرتا ہے جو شرعی نقطہ نظر سے حلال ہو۔ جب اسلامی بینک شراب کی تیاری میں پیسے کا استعمال نہیں کرے گا تو اس سے شراب کی پیداوار پر کاری ضرب لگے گی اور جب شراب کی قلت ہوگی تو اس کی قیمت بڑھ جائے گی جس کے سبب شراب عام آدمی کی قوت خرید سے باہر ہوجائے گی اس طرح کئی لوگ شراب کی لت سے چھٹکارا پا سکتے ہیں۔ روایتی بینک میں بیع الدین (Bill of Exchange)، معدوم اشیاء کی بیع اور غرر کا چلن عام ہے اسلامک بینک کاری نظام میں یہ تمام حرام اور ناجائز ہیں۔ (11) روایتی بینک زکواۃ ادا نہیں کرتا جب کہ اسلامی بینک زکوٰۃ ادا کرتا ہے اور اسلامی بینک لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرنے کا مرکزی بھی ہوتا ہے۔ (12) روایتی بینک میں گاہک کوئی چیز خریدنے کے لیے بینک سے پیسہ لیتا ہے جس پر وہ زائد رقم سود کی شکل میں بینک کو ادا کرتا ہے جب تک وہ تمام اقساط ادا نہیں کردیتا شئے کا مالک بینک ہی ہوتا ہے ایسے میں گاہک کی طرف سے شئے کے غلط

استعمال کرنے کے قوی امکانات رہتے ہیں۔یعنی جب تک مکمل پیسہ ادانہیں ہوجاتا خریدی ہوئی شئے بینک کے پاس رہن رہتی ہے جب کہ اسلامی بینک میں خریدی ہوئی چیز کے بینک اور گاہک مشترکہ مالک ہوتے ہیں گاہک کو کامل ملکیت حاصل کرنے کے لیے مابقی اقساط مع مقررہ زائدرقم (بینک کا نفع) بینک کو ادا کرنے پڑتے ہیں اس طریقہ کار کو مرابحہ کہتے ہیں ۔ یعنی بینک گاہک کی مطلوبہ چیز ایک قیمت پرخریدتا ہے اور گاہک کو بتاتا ہے کہ میں نے یہ چیز اتنی قیمت میں خریدی ہے اور میرے منافع کے ساتھ میں یہ چیزتم کو اتنی قیمت میں آسان اقساط پرفروخت کررہا ہوں۔(13) روایتی بینک صرف ملک کے اصول وضوابط کے مطابق چلایا جاتا ہے۔ مذہبی قوانین کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ جب کہ اسلامی بینک اسلامی اصول وضوابط کے ساتھ ساتھ متعلقہ ملک کے اصول وضوابط کوبھی ملحوظ رکھتا ہے۔(14) روایتی بینک میں مرور مدت کے ساتھ روپیہ کی قدر میں اضافہ ہوتا ہے جب کہ اسلامی بینک میں پیسہ کی قدر میں اسی وقت اضافہ ہوتا ہے جب اسے کسی کاروبار میں مشغول کر کے منافع حاصل کیا جائے (15) روایتی بینک عوام الناس بالخصوص غریب اور متوسط طبقے کے لوگوں سے پیسہ لیتا اور سرمایہ کاروں کوفراہم کرتا ہے اورتجارت میں مشغول کیے گئے ان کے پیسوں پر برائے نام نفع سود کی شکل میں ادا کرتا ہے جب کہ اسلامی بینک بھی عوام الناس بالخصوص غریب اورمتوسط طبقے کے لوگوں سے پیسہ لیتا لیکن تجارت میں مشغول کیے گئے ان کے پیسوں پر حاصل ہونے والے منافع میں ان کو معاہدے کے مطابق انہیں شراکت دار بھی بناتا ہے۔آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے بطفیل نعلین پاک مصطفیٰ ﷺ ہمیں قرآن اور صاحب قرآن ﷺ کی تعلیمات کے مزاج کو سمجھنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق رفیق عطاء فرمائے۔آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین طہ ویسین ۔۔

......O......

اردو زبان کے فروغ وارتقا میں جامعہ نظامیہ کا حصہ

ڈاکٹر احمد حسن رضوی صاحب فاضل جامعہ نظامیہ
مدیر اعلیٰ ماہنامہ بطحاء حیدر آباد

''اردو زبان'' ہندوستان میں پیدا ہونے والی زبان ہے۔ دراصل عرب فاتحین میں سے علما وصوفیا کی آمد اور انکے تبلیغ و ارشاد سے اس زبان کا ہیولیٰ تیار ہوا ہے۔ ماہر لسانیات پروفیسر مسعود حسین خان نے اردو زبان کے آغاز کے سلسلے میں یہ تحقیق پیش کیا ہے کہ ''زبان دہلی و پیرامنش'' اردو کا اصل منبع و سرچشمہ ہے اور ''حضرت دہلی'' اس کا حقیقی مولد و منشاء'' (مقدمہ تاریخ زبان اردو) یعنی حضرت امیر خسرو نے دلی اور اسکے نواحی علاقوں میں بولی جانے والی زبانوں کی مدد سے اپنی خانقاہ سے اردو زبان کا اختراع کیا ہے۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق تحریر کرتے ہیں۔

''حضرت امیر خسرو کے حق میں یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سرزمین ہند میں اس زبان کا بیج بویا جو بعد میں ریختہ، اردو یا ہندوستانی کے نام سے موسوم ہوئی'' (اردو کی ابتدائی نشو ونما میں صوفیائے کرام کا کام، ص38)

حافظ محمود شیرانی کے موقف کے مطابق علما وصوفیا نے پنجاب میں آکر رشد و ہدایت کے مراکز قائم کئے اور تبلیغ دین کے اشاعت کا سلسلہ شروع کیا۔ان دونوں اقوال کے مطابق اردو زبان کا اصل سرچشمہ خانقاہ ہے یا دینی مدارس۔اور اسکی بیج بونے والے صوفیا ہیں یا علماء۔۔

ہندوستان میں دینی مدارس، مساجد اور خانقاہوں کے قیام کی تواریخ ہمیں محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے سے ہی ملتی ہیں جو تبلیغ اسلام کے مراکز تصور کئے جاتے تھے۔اولا ان مراکز میں صوفیوں نے رشد و ہدایت اور تبلیغ اسلام کے لئے عربی اور مقامی زبانوں کا سہارا لیا۔محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے حملے کے بعد عربی، فارسی، ترکی اور مقامی زبانوں کے وسیلے سے ایک نئی زبان ایجاد کی گئی جسے اس دور میں ہندوی کہتے تھے اور آج ہم اس کو اردو کہتے ہیں اسی نئی زبان کے ذریعہ تبلیغی فرائض انجام دیئے گئے۔

اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے سے باضابطہ دینی مدارس اور خانقاہوں میں تبلیغ اسلام کا ذریعہ اردو زبان ہی تھا جس کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔اردو زبان اپنی ابتدا سے ہی تہذیب وتمدن آپسی رواداری اور خیر سگالی کی علمبردار رہی ہے۔یہ اردو زبان مختلف زبانوں کی مٹھاس چوس کر نئی زمین پر قدم جمائی ہے۔ اردو زبان کو جہاں دیگر سخنوران اور

سلاطین نے فروغ دیا ہے وہیں دینی مدارس کے فارغین کسی سے پیچھے نہیں ہیں ۔ دینی مدارس سے تعلق رکھنے والے علماء و فضلاء نے مختلف موضوعات پر سینکڑوں کتابیں تصنیف کر کے اس کو زندہ رہنے والی زبانوں کے مد مقابل کھڑا کر دیا ہے۔ آج اس زبان کا شمار دنیا کے ترقی یافتہ زبانوں میں ہوتا ہے ۔اخوت ومحبت کا درس دینے والے صوفیا وعلماء نے خانقاہ و دینی درسگاہ سے اس زبان کو ارتقاء کی منزل تک پہونچا دیا ہے اس سلسلے کی ایک اہم کڑی ڈیڑھ سو سالہ قدیم دینی درسگاہ ''جامعہ نظامیہ حیدرآباد'' بھی ہے۔

فروغ اردو زبان میں جامعہ نظامیہ کی خدمات

زبان کسی بھی قوم کی دینی فکری اور سماجی زندگی کا پرتو ہوتی ہے برصغیر ہندوپاک میں اسلامی تمدن کا سب سے بڑا مظہر اردو زبان ہے خصوصا اس کا نثری اسلوب علوم دینیہ کی جان ہے۔ حیدرآباد میں اردو زبان و ادب کے فروغ میں بیشمار فرزندان ملک نے حصہ لیا ہے لیکن جامعہ نظامیہ کے سپوتوں نے جس تندہی کے ساتھ اردو ادب کا ساتھ دیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے خود بانی جامعہ نظامیہ حضرت مولانا انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ اردو زبان و ادب کے نامور اور سنجیدہ خدمت گزار تھے آپ کی تحریروں میں وہ دلنشینی پائی جاتی ہے جو دیگر علماء میں بہت کم ملتی ہے ۔آپ کا مقصد تحریر گرچہ عوام کی اصلاح اور طرز بیان عالمانہ وصوفیانہ تھا مگر اسکے باوجود وہ تحریر ادبی رنگ اختیار کیا ہے۔ آپ اردو کے ایک عظیم مصنف تھے مختلف موضوعات پر کئی کتابیں لکھی ہیں آپ کی تصانیف مندرجہ ذیل ہیں ۔

(۱) الکلام المرفوع فی مایتعلق بالحدیث (۲) انوار احمدی (۳) افادۃ الافہام فی ازالۃ الاوہام (۴) انوار الحق (۵) کتاب العقل (۶) حقیقۃ الفقہ اول دوم (۷) مقاصد الاسلام (۱۱ حصے) (۸) رسالہ وحدۃ الوجود (۹) رسالہ مسئلہ الربوٰ (۱۰) رسالہ خلق افعال (۱۱) انوار التمجید (۱۲) انتخاب صحاح ستہ (قلمی) (۱۳) انتخاب فتوحات کلیہ (قلمی)

حضرت شعر گوئی کے ذریعے بھی اردو ادب کی بہترین خدمت انجام دی ۔ چنانچہ آپ اردو ادب کے ایک بہترین شاعر بھی تھے آپ کی شاعری میں وہ تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں جو ایک اچھے شاعر میں ہونی چاہئے آپ کی تمام کاوشیں اردو ادب کے ارتقا کو ایک منزل اور آگے بڑھا رہی ہیں ۔حضرت شیخ الاسلام نے شعر گوئی کا آغاز انوار احمدی کے منظوم متن سے کیا جو (باسٹھ ۶۲) مسدسات پر مشتمل ہے۔

اردو زبان کی ترقی میں جامعہ نظامیہ کی تدریسی خدمات

جامعہ نظامیہ نے اپنے نصاب میں مندرجہ ذیل اردو زبان کی کتابیں مختلف جماعتوں اور شعبوں میں داخل کر کے اردو زبان

وادب کے بننے والے عالموں‘ فاضلوں‘ کاملوں‘ اورمفتیوں کا جز ولا زم قرار دیا جن کی زندگی کا بیشتر حصہ اردو سے شروع ہوکر اردو میں ختم ہوتا ہے۔

اردو کا قاعدہ ۔ اردو کی پہلی و دوسری وتیسری و چوتھی ۔ رسالئہ دینیات اول تا ہفتم ۔حساب‘ اول تا ہفتم‘ کتاب الحدیث اول‘ سماجی علوم اول تا ششم‘ قواعد اردو‘ جنرل سائنس سوم تا ششم‘ اہل خدمات شرعیہ‘ رحمت عالم‘ رحمت للعلمین‘ مقاصدالاسلام اول،ششم و یازدہم‘ آئینۂ قرآن‘ انوار احمدی‘ تاریخ ادبیات عربی‘ حقیقۃ الفقہ‘ یہ وہ اردو کتابیں ہیں جو جامعہ نظامیہ میں داخل نصاب ہیں ۔انکے علاوہ طلبہ کے اندرادبی مزاج پیدا کرنے کے لئے فوقانیہ کی جماعتوں میں نوائے ادب‘ گلزارادب‘ ادب کا مطالعہ‘ کوبھی شامل کیا گیا ہے ۔پرائمری سے فاضل کامل اور شعبۂ تحقیق تک جتنی دوسری کتابیں داخل نصاب ہیں اگر چہ وہ بیشتر عربی زبان کی ہیں مگر معدود چند سب کا ذریعہ تعلیم اردو زبان ہے اس طرح سے جامعہ نظامیہ کے فارغین جو لوگ کسی مدرسۂ ادارۂ اسکول‘ جامعہ‘ یا یونیورسٹی میں تعلیم دے رہے ہیں ان کے ذریعے بھی اسی طور پر اردو ادب کی خدمت اوراس کا فروغ ہورہا ہے۔

اردوزبان کےفروغ میں جامعہ نظامیہ کی تقریری خدمات:

دیگرفنون کی طرح تقریر وخطابت بھی ایک فن ہے۔سوئی قوم کو بیدار کرنے کے لئے مردہ دلوں میں جان ڈالنے کے لئے جذبات واحساسات کوابھارنے کے لئے تقریر سے بڑھ کرکوئی دوسری چیز مؤثر نہیں ۔چنانچہ پچھلے زمانے کے اچھےاور شعلے بار مقرروں کا مواد آج بھی تاریخ کے دامن میں ضبط ہے۔ کسےنہیں معلوم کہ سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کی ہیجان انگیز تقریر وہ کام کرتی تھی جو برسوں سے حرب وضرب کے تجربہ کاروں کا تجربہ اور ان کی تربیت وتحریک نہ کر پاتی تھی ہندوستان کی سرزمین پر جب مسلمان پسپا ہوکرفرار ہونے لگےتو سلطان محمودغزنوی کے تین جملوں نے ان مجاہدین اسلام کے دل میں وہ حرکت جذبہ اور ولولہ پیدا کیا جو ہزاروں کتابیں پیدا نہیں کرسکتیں سلطان نے بھاگتے سپاہیوں کا رخ کیا اورکہا ٹھرو ۔کجا می روید؟ افغان می رویدٔ افغان دوراست‘ وجنت قریب است ۔مذکورہ تینوں جملوں کوسن کرمجاہدین اسلام نے سنبھل کراور جان وتن کی بازی لگا کرایسی گھمسان اور فیصلہ کن جنگ لڑی کہ سومناتھ فتح ہوگیا ذرا جامعہ نظامیہ کواس پہلو سے بھی دیکھئے۔ اس نے جانے کتنے خطیب کتنے مقرراور کتنے واعظ پیدا کیئے سب کا حصار دشوار ہے آج دکن بلکہ آندھرا پردیش کا کوئی دینی بڑا جلسہ نظامی علماء سے خالی نہیں رہتا۔اور سارے نظامی خطیبوں‘ مقرروں‘ اور واعظوں کی زبان اردو ہوتی ہے بےشمار مساجد ومکاتب میں درس قرآن‘ درس حدیث‘ وغیرہ کی ذمہ داریاں انجام دینے والے اماموں کی زبان بھی اردو ہی ہوتی ہے۔

اردو کی ترقی میں جامعہ نظامیہ کی تصنیفی خدمات:

جامعہ نظامیہ اور اس کے فرزندانوں نے اردو زبان و ادب کی حیدرآباد میں وہ خدمات انجام دی ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں اور اس معاملہ میں بھی اس ادارہ کا کوئی دوسرا حریف نظر نہیں آتا۔ ڈاکٹر بیگ احساس سابق صدر شعبہ اردو سنٹرل یونیورسٹی آف حیدرآباد رقم طراز ہیں ''اس دور میں جب کہ اردو تعلیم کے مدارس کا سارا نظام درہم برہم ہے یہ دینی مدارس اردو کی ترقی و ترویج میں نمایاں کردار ادا کر رہے ہیں۔

جامعہ نظامیہ نے صرف دین ہی نہیں اردو ادب کی بھی خدمت کی۔ یہ اس جامعہ کے فیض یاب ہونے والے کئی مشہور شاعر ہیں جن میں خاص طور پر شہنشاہ رباعیات امجد حیدرآبادی، صفی اورنگ آبادی، علی افسر، حضرت بادشاہ حسینی لئیق، حضرت شیخین شطاری، سید شاہ سیف الدین سیف، مفتی مخدوم محی الدین علیہم الرحمۃ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ یقیناً اس ادارہ نے نظم، نثر، انشا پردازی وغیرہ کے ذریعے جو اردو ادب کی خدمات انجام دی ہیں وہ دوسروں کے لئے نمونہ اور سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں مختصر طور پر اس کی کچھ جھلکیاں پیش خدمت ہیں۔

جامعہ نظامیہ کے ابتدائی دور میں اس کی خدمت گزاروں میں مولانا مفتی محمد رکن الدین علیہ الرحمہ کا نام قابل ذکر ہے۔ آپ مؤسس جامعہ کے تلمیذ رشید اور بہترین ادبی صلاحیتوں کے مالک تھے ہزاروں صفحات پر آپ کی نوک قلم سے لکھے گئے فتاوے آپ کی اردو زبان و ادب کی سلاست فصاحت و بلاغت پر دال ہیں اس کے علاوہ مؤسس جامعہ کے حالات اور انکے کارناموں پر مشتمل کتاب ''مطلع الانوار'' بھی آپ کی عمدہ تحریر کا نمونہ ہے۔

اس فہرست میں مولانا مفتی سید مخدوم حسینی رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی ہے مولانا فصیح الدین نظامی کے بقول'' مولانا کا نام جامعہ کی ادبی تاریخ میں ہمیشہ تابندہ رہے گا آپ کی تصانیف اردوئے معلیٰ کا بہترین نمونہ قرار دی جا سکتی ہیں مولانا سلیمان ندوی بھی آپ کی علمی و ادبی صلاحیتوں کے معترف تھے آپ کی اکثر تصانیف اردو میں ہیں جن میں بعض یہ ہیں۔ مخدم الاعجاز شرح مثنوی گلشن راز، خیر الارشاد ضرورت المسلمین، کرامات محبوب سبحانی وغیرہ۔

اردو ادب کا حلقہ وسیع کرنے میں مولانا سید ابوالقاسم شطاری رحمۃ اللہ علیہ کا نام سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے آپ انقلابی فکر و نظر کے حامل عالم تھے اردو ادب میں آپ کو ملکہ حاصل تھا۔ تفسیر معجزات القرآن مقسمات القرآن کے نام سے جدید انداز کی دو تفسیریں اردو میں تحریر کیں۔ حیدرآباد میں اردو کا مقام بلند کرنے میں مولانا ابوالخیر کنج نشین مرحوم کو جامعہ نظامیہ کا عظیم شہسوار مانا جاتا ہے آپ کئی سال تک ماہ نامہ ''مجلّہ نظامیہ'' کے مدیر رہے اردو کی دیگر تصانیف میں انسانی معاشرہ کے اسلامی اصول آزاد

ہندوستان' سراپائے مبارک' تاریخ دستور آصفی' سالنامہ نظامیہ' روح کی حقیقت' سیرت محمدی و دیگر کتب شامل ہیں ۔ان کے علاوہ اردو میں کام کرنے والوں میں حکیم محمود صمدانی کی مختلف کتابیں مولانا عبدالحمید مرحوم کی تصانیف مسلم پرسنل لأ اسلام میں زکوٰۃ کا نظام' امارت ملت اسلامیہ قرآن و حدیث کی روشنی میں' معارف انوار بڑی اہمیت کے حامل ہیں ۔

مولانا سید بادشاہ حسینی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریبا پانچ ہزار صفحات پر مشتمل تفسیر قادری اور دیگر تصانیف فصاحت و بلاغت کا شاہکار کہی جاسکتی ہیں۔

قاری عبدالباری مرحوم استاذ عربی نظامیہ کا اردو ترجمہ وتفسیر قرآن اور قرآنی اخلاق بھی اپنی مثال آپ ہیں مولانا سید نو راللہ قادری کی تصا نیف نے بھی اردو کی ایک تاریخ رقم کی ہیں اسرار کلمہ' شاہ میر اولیاء کے بشمول آپ کی کئی تراجم و تالیفات شائع ہوئیں ۔

قاری عبدالکریم تسکین کی تعلیم التجوید (دو حصے) المقدمۃ الجزریۃ کا اردو ترجمہ بھی قابل دید ہے۔مولانا سید عطاء اللہ حسینی ملتانی ایک اچھے ادیب و بہترین شاعر ہیں آپ کی تصنیفات میں نور الحقیقت' اسلام کی بنیادی تعلیمات' اسلامی نظام' صحن وحدت' معجم القرآن' شاہد الوجود' فتوح الغیب' مقبول عام ہیں ۔حکومت پاکستان نے آپ کی اردو خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے اکیڈمک ایوارڈ دیا ہے۔

مولانا حاجی محمد منیر الدین علیہ الرحمہ جو ایک شاندار مقرر اور خطیب مکہ مسجد تھے انہوں نے بوعلی سینا حیات وخدمات پر ضخیم مقالہ' زجاجۃ المصابیح کا جزوی ترجمہ' ابن نباتہ کے عربی خطبات کا مکمل اردو ترجمہ کیا ہے جن سے بہترین ادبی ذوق کا اظہار ہو تا ہے ۔ پروفیسر محمد سلطان محی الدین علیہ الرحمہ کی علمی شخصیت پر جا معہ نظا میہ کو نا ز ہے زبان و بیان پر آپ کو کمال حاصل تھا عہد آصف جاہی میں اردو زبان و ادب کی خدمات پر ضخیم مقالہ آپ کی تحقیقی صلاحیتوں کا شاہکار ہے ۔کئی ریسرچ اسکالرس نے آپ کے زیر نگرانی ایم فل وڈاکٹریٹ تکمیل کی ۱۹۹۸ میں حکومت ہند نے آپ کی علمی وادبی خدمات پر ایوارڈ دیا۔

مولانا حبیب محمد الحسینی کی تصانیف حضور اکرم بحیثیت معلم انسانیت' کلمہ طیبہ' اعجاز القرآن' سیرت خلفائے راشدین' بھی اس سلسلے کی عظیم خدمات ہیں ۔مفتی سید شاہ احمد علی صوفی قادری رحمۃ اللہ علیہ ۔کا نام بھی آب زر سے لکھے جانے کے لائق ہے آپ کے خطابات کا جو اثر تھا اسے ایک زمانے تک لوگوں نے یاد رکھا اس کے علاوہ آپ ایک بلند پایہ ادیب اور بالغ النظر مصنف و مؤلف بھی تھے تفسیر صوفی' ممعد العلم' مثانی الصوفی' فتاوی صوفیہ' تحفۃ الصوفیہ' اور قرۃ العین آپ کی تصانیف ہیں پچیس سال تک صحافتی یادگار خدمات انجام دیں۔ ماہنامہ صوفی اعظم اور خواتین نامی رسالہ کے آپ مدیر رہے۔

دارالتصنیف صوفیہ کے نام سے ایک اشاعتی ادارے کے بانی بھی آپ ہیں ۔ جہاں سے ۲۳۰ مختلف علوم کی کتابیں شائع

ہوئیں ۔اس کڑی کو مضبوط اور آگے بڑھانے میں حضرت سید اعظم علی صوفی قادری صاحب قبلہ اور ڈاکٹر سید مرتضی علی صوفی کا اہم کردار رہا ہے۔ علامہ سید ابراہیم ادیب رضوی علیہ الرحمہ کا نام بھی قابل ذکر ہے عربی زبان پر دسترس کے ساتھ ساتھ اردو زبان پر بھی اچھا ملکہ تھا مختلف موضوعات پر عربی اور اردو میں یادگار چھوڑی ہیں ۔تفسیر والتین وسورۂ قریش' معالم النور' شرح شواہد فی الاتقان' مطالع النور' کلمۂ توحید' رسالت ونبوت ۔

اردو زبان میں روحانیت کی خوشبو ڈالنے میں ابوالحسنات حضرت سید شاہ عبد اللہ شاہ مجددی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی سرفہرست ہے۔ قدرت نے آپ کو زبان و بیان کے ساتھ قلم کی قوت سے بھی سرفراز فرمایا تھا۔آپ کی تصنیفات وتالیفات و ملفوظات از ابتداء تا انتہا اپنے موضوعات وعنوانات کے لحاظ سے منفرد وسند کا درجہ رکھتے ہیں حضرت سید شاہ طاہر رضوی علیہ الرحمہ کے عمدہ بلند پایہ اردو مضامین بھی اردو کی خدمات نا قابل فراموش ہیں جو ماہنامہ ذوق نظر (ایڈیٹر بشیر وارثی) روز نامہ رہنمائے دکن' منصف سیاست و دیگر رسائل مجلّات میں شائع ہو کر اردو چاہنے والوں کے دلوں میں ادبی تسکین دیتے رہے ہیں۔ جامعہ نظامیہ کے بینر تلے اردو زبان کو فروغ دینے میں مفکر اسلام مفتی خلیل احمد صاحب شیخ الجامعہ نظامیہ کا نام بھی آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے آپ اپنے ہم عصر علماء میں مفکر اسلام اور زین الفقہاء کے القاب سے معروف ہیں۔ مذہبی صحافت سے آپ کا گہرا تعلق ہے جامعہ نظامیہ سے جاری ہونے والا رسالہ سالنامہ بنام''انوار نظامیہ'' کے آپ مدیر اعلی ہیں۔ اردو زبان میں آپ کے رشحات قلم انوار نظامیہ کے علاوہ حیدرآباد سے شائع ہونے والا روز نامہ اعتماد کے ہفتہ وار مذہبی ایڈیشن میں عصری حسیت کے موضوعات پر شائع ہوتے ہیں ۔آپ کے چند مقالات کا مجموعہ بنام''خطبات مفکر اسلام'' مولانا فصیح الدین صاحب نظامی نے شائع کیا ہے۔

مفتی ضیاء الدین نقشبندی صاحب قبلہ کی علمی شخصیت پر جامعہ نظامیہ کو فخر ہے۔ ابتدا تا انتہا آپ نے یہاں تعلیم حاصل کی ہے ۔زبان و بیان وقلم پر آپ کو مکمل دسترس حاصل ہے ۔ پرنٹ والیکٹرانک میڈیا سے آپ اردو زبان میں مذہبی پروگرام نشر کرتے ہیں ۔روز نامہ اعتماد میں شرعی مسائل کے مذہبی کالم نگار ہیں ۔اور ای ٹی وی اردو' 4 ٹی وی' اور دیگر الیکٹرانک میڈیا کے ذریعہ اردو زبان کو فروغ دے رہے ہیں ۔حیدرآباد کی سرزمین پر اردو زبان وادب کے حلقہ کو وسیع کرنے کیلئے آپ نے ایک ریسرچ سنٹر بنام''ابوالحسنات ریسرچ سنٹر'' قائم کیا ہے۔ دو درجن سے زائد اردو زبان میں آپ کی تصانیف ہیں جو اسی سنٹر سے شائع ہوئی ہیں ۔

مولانا فصیح الدین نظامی کا نام جامعہ نظامیہ کے فرزندوں میں بہترین ادیب ومصنف اور دور اندیش اسکالر میں شمار ہوتا ہے۔ دینی درسگاہ سے لیکر عصری درسگاہ تک آپ کی تحریریں پڑھیں اور پسند کی جاتیں ہیں۔ دینی وعصری درسگاہ کے علاوہ

خانقاہوں کے بینر تلے اکثر سمیناروں میں مقالات پڑھنے کے لئے آپ مدعو ہوتے ہیں۔سنٹرل یونیورسٹی آف حیدرآباد میں آپ کی علمی وتصنیفی خدمات پر ایم فل کا مقالہ تحریر کیا گیا ہے۔جامعہ نظامیہ کے فارغین میں سب سے زیادہ قلمی خدمات انجام دینے میں آپ کو فوقیت حاصل ہے۔انجمن طلبۂ قدیم جامعہ نظامیہ نے آپ کو شیخ الاسلام ایوارڈ سے بھی نوازا ہے۔آپ کی مشہور اردو تصانیف سلطان مدینہ نمبر' مرقع انوار' قابل ذکر ہیں۔

یہ ابنائے جامعہ نظامیہ کی خدمات کے کچھ نمونے اور جھلکیاں ہیں اس طرح سے ان کے علاوہ بے شمار اور دیگر فرزندان ہیں جنہوں نے بہترین ذوق کا استعمال کرتے ہوئے نظم ونثر کے ذریعہ وہ اعلی خدمات انجام دی ہیں جن کے ذکر کے بغیر تاریخ نامکمل رہیگی۔ان کے خدمات کی تفصیلات کیلئے یہاں جگہ ناکافی ہے چند اسماء یہاں لکھے جاتے ہیں۔

مظفر الدین معلیٰ' حکیم محمد صمدانی' رحمت خان رحمت' سید شاہ محمد شطاری' محمد عبدالحمید خان خیالی' سید احمد حسین امجد حیدرآبادی' حضرت غلام محمد غوث علیم مدنی' غلام علی حاویؔ' مفتی سید محمود' مفتی محمد رحیم الدین' فخر الدین رازیؔ' حضرت مرزا سردار بیگ شمیمؔ' مفتی سید احمد علی صوفی حنفیؔ' حضرت سید محمد بادشاہ حسینی لئیقؔ' حضرت سید شاہ سیف الدین شرفی' ڈاکٹر اسد انصاری' حضرت محمد حسین خلیق' حضرت الطاف حسین فاروقی' حضرت عبدالخالق حیرتؔ نظامی علیہم الرحمۃ ،مولانا فصیح الدین نظامی' مولانا بدیع الدین صابری' ڈاکٹر سید جہانگیر' مولانا نوید افروز نویدؔ' مفتی ضیاء الدین نقشبندی' مولانا عابد حسین نظامی' مولانا عبدالغفور' مولانا نذیر خان' وغیرہ۔

یہ جامعہ نظامیہ کے وہ سپوت ہیں جنہوں نے نثر ونظم گوئی کے ذریعہ اردو کا قد ایک گونا اونچا کردیا یہ ان کے کہے ہوئے اشعار اردوئے معلی کے شاہکار قرار دیئے جاسکتے ہیں۔خدمت اردو کے ضمن میں اگر دارالافتا جامعہ نظامیہ کا تذکرہ نہ ہوتو جامعہ کی تاریخ مکمل نہ ہوگی شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ نے ۱۳۲۸ھ میں مستقل شعبہ کی حیثیت سے دارالافتا قائم فرمایا اورعلوم ظاہری وباطنی کے جامع مفتی رکن الدین صاحب کو منصب افتا پر فائز فرمایا اس عہدے پر ان کے بعد بالترتیب مفتی سید مخدوم حسینی' مفتی مخدوم بیگ' مفتی محمد عظیم الدین' مفتی حافظ ولی اللہ' مفتی ابراہیم خلیل ہاشمی' منصب افتا پر متمکن رہے۔اس وقت اس عہدے پر مفتی محمد عظیم الدین فائز ہیں۔دارالافتا جامعہ نظامیہ گورنمنٹ سے مسلمہ ہے اس حیثیت سے اس کی اہمیت اور بھی زیادہ ہوتی ہے دکن کی سارے عوام اس دارالافتا سے اپنے معاملات حل کراتے ہیں۔ہم نے دارالافتا کو اس ضمن میں اس وجہ سے شمار کرلیا ہے کہ اس کی زبان روز اول سے آج تک اردو زبان ہی ہے اس طرح سے اردو میں لکھے ہوئے یہ فتاوی ہزاروں لوگوں کو نکاح طلاق اور دیگر مسلم معاملات حل کرانے کی سلسلے میں اردو کی اہمیت وضرورت اور اس کی افادیت سے اس دور قحط سالی میں بھی روشناس کراتے ہیں۔جامعہ نظامیہ سے جاری ہونے والے قدیم فتاوی کو کتابی شکل دیدی گئی ہے جو'' فتاوی نظامیہ'' کے نام سے معروف ہے۔

اردو زبان کی ترقی میں جامعہ نظامیہ کی اشاعتی خدمات:

مجلس اشاعۃ العلوم جامعہ نظامیہ یہ ادارہ فروغ اردو کے لئے قائم کیا گیا ہے تاہم اس کے تحت عربی فارسی تلگو اور انگریزی کی کتابیں بھی وقتا فوقتا حسب ضرورت شائع ہوئی ہیں ۱۳۳۰ھ میں قائم ہوئے اس مجلس اشاعت العلوم سے بھی علمی بیداری ہوئی۔ حضرت شیخ الاسلام کے زمانے میں مختلف موضوعات پر کئی کتابیں زیور طباعت سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آئیں۔ اب تک تفسیر، حدیث، فقہ، اسلامی تاریخ، سیرت النبی ﷺ، اخلاق تہذیب، اسلامیات، عقائد و کلام، اور فتاوی جیسے اہم موضوعات پر ۲۵۰ سے زائد کتابیں شائع ہوچکی ہیں جن میں بیشتر اردو زبان میں ہیں۔ اس وقت یہ مجلس کئی قدیم اور اہم کتب کی اشاعتوں کے لئے کوشاں ہے۔

مجلس اشاعۃ العلوم کی کچھ مطبوعات مندرجہ ذیل ہیں: حقیقۃ الفقہ، انوار احمدی، مقاصد الاسلام، افادۃ الافہام، فتاوی نظامیہ، معیار الحدیث، رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، امام اعظم امام المحدثین، اسلام کی بنیادی تعلیمات، حجاب المسلمہ، سلطان مدینہ نمبر، اقضیۃ رسول ﷺ، مقالات طاہر، تصرف خیر المرسلین، مرقع انوار وغیرہ۔

اردو زبان کی ترقی میں جامعہ نظامیہ کی حفاظتی خدمات:

جامعہ نظامیہ میں جو چیزیں لوگوں کو حیرت و تعجب میں ڈالتی ہیں ان میں ایک کتب خانہ جامعہ نظامیہ بھی ہے۔ اس کی وسیع و عریض لائبریری کو دیکھ کر اس کا گمان بھی نہیں ہوتا کہ یہ کسی دینی مدارس کی لائبریری ہے۔ یہ عظیم لائبریری اردو زبان میں مختلف علوم و فنون کی کتابیں جمع کرنے اور نادر مخطوطات کی حفاظت کرنے میں بڑی یونیورسٹیوں کو چیلنج کررہی ہے۔ کتب خانہ میں مطبوعات اور مخطوطات کے دو شعبے ہیں۔ مطبوعات کے شعبہ میں درسیات اور غیر درسیات کے الگ الگ حصے ہیں درسیات کا حصہ جامعہ کی نصابی کتاب پر مشتمل ہے۔ تفسیر، حدیث، فقہ اسلامی، مصاحف شریف، تجوید، اسماء الرجال، سیرت النبی ﷺ، تاریخ اسلام، فرائض، و میراث، عقائد و کلام، ادبیات، سماجیات، کے علاوہ تقابلی مطالعہ کے لئے دیگر مذاہب کے کتب پر مشتمل خزانہ بھاری الماریوں میں محفوظ ہیں اردو زبان میں اس قدر عظیم سرمایہ کے علاوہ تقریبا اردو کے سارے روزنامے، ہفت روزہ، ماہنامہ مجلّات و رسائل، اخبارات، دستیاب ہیں۔ جہاں طلبا و عوام کی کثرت تعداد استفادہ کررہے ہیں۔ گویا یہ کتب خانہ اردو سرمایہ کی بڑے پیمانے پر حفاظت کررہا ہے۔۔

......O......

اسلامی تصوف ۔ایک تعارف

مولو حافظ محمد شکیل احمد حسین صاحب
کامل الفقہ ، جامعہ نظامیہ، ایم اے (اسلامک اسٹیڈیز) جامعہ عثمانیہ

الحمدلله رب العالمین والعاقبة للمتقین والصلوٰة والسلام علی سیدنا الانبیاء والمرسلینو علی اله و اصحابه اجمعین.

تصوف : اسلام کا حُسن و جمال ہے جس کی توضیح وتشریح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ حدیث جبرئیل علیہ السلام جس میں اُنھوں نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایمان، اسلام، احسان اور وقوع قیامت کے متعلق دریافت کیا تو حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کی ایسی معجزانہ تفسیر بیان فرمادی کہ اگر اُن کو علیحدہ بیان کیا جائے تو کئی ایک دفاتر درکار ہوں گے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک شخصیت جامعیت کی حامل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جوامع الکلم عطا فرمایا۔

چنانچہ جب سیدالملائکۃ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے ’’ماالایمان‘‘ کے بارے میں دریافت کیا تو پیار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حقیقت بیان فرمادی۔ پھر معروضہ ہوا ’’ماالاسلام‘‘ اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حقیقت کو روشن کردیا۔ پھر معروضہ ہوا ’’ماالاحسان‘‘ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

ان تعبدالله کانک تراه فان لم تکن تراه فانه یراک (بخاری کتاب العلم)

ترجمہ: تو اللہ کی اس طرح عبادت کرجیسا کہ تو اُس کو دیکھ رہا ہے اگر تو اس کو نہیں دیکھ رہا تو یوں جان کہ وہی تجھ کو دیکھ رہا ہے۔

حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ بانی جامعہ، مقاصد الاسلام حصہ پنجم میں رقمطراز ہیں کہ اسلامی دنیا میں بھی بعض غیورطبع عالی ہمت اپنی ہم جنس مخلوق کی خدمت کو عار، اور اپنے خالق کی عبادت کو باعث افتخار سمجھتے ہیں، ہمیشہ وہ تقرب الٰہی کے ذرائع تلاش کرتے رہتے ہیں اور ان اخلاق وافعال اور اوصاف و عادات کو جو خالقِ عزوجل کے خلاف مرضی ہیں ترک کرکے ان فضائل کو حاصل کرنے میں ساعی رہتے ہیں جن میں خالق عزوجل کی رضامندی مقصود ہے غرضکہ ہر وقت ان کا دلی تعلق ان ہی اُمور کے طرف لگا رہتا ہے اس لئے وہ اپنی نفسانی خواہشوں کو پوری نہیں کرسکتے بلکہ فقط ضروریات پر اکتفا کرلیتے ہیں، مثلاً کھانا جس قسم کا اور جب مل گیا کھالیا اور کپڑا جس قسم کا مل گیا پہن لیا خصوصاً کمبل چونکہ ارزاں اور دیرپا ہوتا ہے اس کو بہت

شوق سے وہ پہنتے ہیں تا کہ بار بار دھونے اور بدلنے کی ضرورت نہ ہواور اگر وہ پھٹ جائے تو کپڑا یا چمڑا جو مل گیا اس کا پیوند لگا لیتے ہیں جس سے سالہا سال ایک ہی کمبل میں ان کی گزر ہو جاتی ہے۔ اس قسم کے لوگ ابتدائے زمانہ میں ''صوفی'' یعنے کمبل والے کہلاتے تھے۔ یہ نام صرف شناخت کیلئے لوگوں نے ٹھہرایا تھا جو شدہ شدہ ان کا لقب ہی ہو گیا اور اسی سے لفظ ''تصوف'' ماخوذ ہے۔ مگر اصل تصوف وہ ہے جس نے ان کو اس حالت ظاہری پر مجبور کیا تھا اور صوفی وہی ہوگا جس کو وہ حالت نصیب ہو۔

یہی وہ لباس تھا کہ جس کو اہل اللہ نے قرونِ اولیٰ میں بطورِ اظہار تذلل، مجاہدہ نفس، عجز و نیاز تواضع اور انکساری اپنایا اور اس کی مناسبت سے انھیں ''صوفی'' کہا جانے لگا۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں اصلاح کرنے والوں کا تذکرہ کیا۔ کہیں پر کسی کو، ابرار کہا گیا ہے کسی کو مقربین اور کسی کو صادقین اور کسی کو ذاکرین اور کسی کو محبین کے اسم سے سرفراز کیا۔ اسمِ صوفی ان تمام پر مشتمل ہوتا ہے جو اُن اسماء کے تحت مذکور ہیں اور یہ اسم دورِ نبوی میں موجود نہ تھا، تاہم یہ کہا جاتا ہے کہ یہ اسم دورِ تابعین میں موجود تھا۔

۱) حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ سے منقول ہے کہ میں نے ایک صوفی کو کعبہ کا طواف کرتے دیکھا اور اُسے کوئی چیز دی لیکن اُس نے نہ لی، اور کہا میرے پاس چار دوانیق ہیں۔

ایک روایت ہے کہ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر شیخ ابو ہاشم صوفی نہ ہوتے تو میں ریا کی باریکیوں کو نہ جان پاتا اور اس سے قبل اس اسم کا استعمال ہوا تھا محمد ابن اسحاق کی تاریخ مکہ میں ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ قبل اسلام ایک مرتبہ بالکل خالی ہو گیا تھا یہاں تک کہ بیت اللہ کا طواف کرنے والا کوئی نہ تھا۔ دور دراز سے ایک صوفی آتا اور بیت اللہ کا طواف کرکے واپس چلا جاتا۔ (کتاب اللمع فی التصوف مترجم)

حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ علیہ الرحمہ والرضوان رقمطراز ہیں کہ صوفی کے اصطلاحی معنی : حضرت سیدنا جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں **ومن عاش فی ظاهر الرسول فهو سنی، ومن عاش فی باطن الرسول فهو صوفی** (رواہ ابونعیم فی الحلیۃ)

ترجمہ : جو ظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر زندگی گزارے وہ سنی ہے اور جو باطن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق زندگی بسر کرے وہ صوفی ہے۔ اہل بصیرت پر ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا باطن حق تعالیٰ کی صفات کمالیہ کا آئینہ بنا ہوا تھا۔ کوئی وقت ایسا نہیں گزرتا تھا جو یادِ الٰہی سے خالی ہو حق تعالیٰ فرماتا ہے: **واذکر ربک اذا نسیت۔**

ترجمہ : اپنے رب کو یاد کرو جب بھول جاؤ۔ اس آیت کا اصل مقتضیٰ یہی ہے کہ ادھر نسیان آیا اور اُدھر یادِ الٰہی شروع ہو گئی۔ حضرت سیدنا جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے یہ ثابت ہے کہ صوفی کا باطن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باطن

کا تابع ہوتا ہے۔تو معلوم ہوا کہ صوفیہ کرام کے باطنی حالات علیٰ قدر مراتب وہی ہوں گے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے۔غرضکہ ہمیشہ یادِ الٰہی میں رہنا صوفیہ کا فرضِ منصبی ہے اوراس سے ان پر یہ منکشف ہوجاتا ہے کہ حق تعالیٰ کو ایجادِ عالم سے مقصود بالذات اپنی معرفت تھی اسی وجہ سے کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانتی ہو۔جیسا کہ اس آیت شریفہ سے ظاہر ہے **وان من شئی الا یسبح بحمدہ** ۔ترجمہ: ہر چیز خدائے تعالیٰ کی تسبیح اور حمد کرتی ہے۔(......)اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہر چیز حق تعالیٰ کو تمام عیوب سے منزہ اور قابل حمد تسلیم کر کے تسبیح وتحمید کرتی ہے، یہی معرفت ہے۔(مقاصد الاسلام،حصہ پنجم)

تصوف کی خصلتوں کے متعلق حضرت داتا علی ہجویری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ تصوف کی بنیاد آٹھ حصوں پر ہے۔سخاوت، رضا،صبر، اشارہ،غربت، گڈری، سیاحت اور فقر۔یہ آٹھ خصلتیں آٹھ نبیوں کی اقتداء میں ہیں۔سخاوت حضرت خلیل علیہ السلام سے کیونکہ اپنے فرزند کو فدا کیا اور رضا حضرت اسماعیل علیہ السلام سے کیونکہ بوقت ذبح اپنی رضامندی اور اپنی جان عزیز کو بارگاہ خداوندی میں پیش کردیا صبر حضرت ایوب علیہ السلام سے کے آپ نے بے حد وغایت مصائب پر صبر فرمایا اور خدا کی فرستادہ ابتلا وآزمائش پر ثابت قدم رہے۔اور اشارہ حضرت زکریا علیہ السلام سے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا **ان لا تکلم الناس ثلثۃ ایام الا رمزا** ، آپ نے تین دن لوگوں سے اشارہ کے سوا کلام نہ فرمایا اور اسی سلسلہ میں ارشاد ہے کہ **اذنادی ربہ نداء خفیا**،اُنھوں نے اپنے رب کو آہستہ پکارا اور غربت حضرت یحییٰ علیہ السلام سے کہ وہ اپنے وطن میں مسافروں کی مانند رہے اور خاندان میں رہتے ہوئے اپنوں سے بیگانہ رہے اور سیاحت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہ آپ نے یکہ وتنہا مجرد زندگی گزاری ہے اور بجز ایک پیالہ وکنگھی کے کچھ پاس نہ رکھا۔جب اُنھوں نے دیکھا کہ کسی نے اپنے دونوں ہاتھوں کو ملا کر پانی پیا ہے تو اُنھوں نے پیالہ بھی توڑ دیا اور جب کسی کو دیکھا کہ اُنگلیوں سے بالوں میں کنگھی کررہا ہے تو کنگھی بھی توڑ دی۔اور گڈری یعنی صوف کا لباس حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہ اُنھوں نے پشمینی کپڑے پہنے اور فقر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنھیں روئے زمین کے تمام خزانوں کی کنجیاں عنایت فرمادی گئی تھیں اور ارشاد ہوا کہ آپ خود کو مشقت میں نہ ڈالیں بلکہ ان خزانوں کو استعمال کریں آرائش اختیار فرمائیں۔لیکن بارگاہ الٰہی میں آپ نے عرض کیا: اے خدا مجھے اس کی حاجت نہیں ہے میری خواہش تو یہ ہے کہ ایک روز شکم سیر ہوں تو دو روز فاقہ کروں تصوف کی یہ آٹھ اصول خصائص ہیں جو افعال وکردار میں محمود ہیں۔(کشف المحجوب،ص۵۷)

......○......

کرامات شیخ الاسلام امام محمد انواراللہ فاروقی بانیٔ جامعہ نظامیہ

مولوی محمد یوسف اشرفی نظامی صاحب
متعلم فاضل سوم، جامعہ نظامیہ حیدرآباد

تمہید : کراماتِ اولیاء کا انکار دراصل ولایت کا انکار ہے اور ولایت کا انکار گمراہی ہے اور دورحاضرہ مادّیات کی زد میں ہے اسی لئے مادہ پرستوں کو ممکن ہے کرامات کے باب سے دلچسپی نہ ہو لیکن روحانیات کے دلدادگان کے لئے تو ایمان کی لذت تب محسوس ہوتی ہے جب محبوبانِ خدا کے کمالات و کرامات کا بیان کانوں میں گونجتا ہے اور کرامات کے دلائل و مسائل قرآن و حدیث کا ایک واضح باب ہے۔ کتاب اور سنت اولیاء اللہ کے ہاتھ کرامات سے اور خلاف عادت افعال کے درست ہونے پر ناطق ہیں ۔(مطلب قرآن کریم اور سنت میں اولیاء اللہ کی کرامات سے اور خلاف عادت افعال کا ثبوت موجود ہے)۔ان کا انکار حقیقت میں نصوص کا انکار ہے۔

آیات قرآن :

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ** ۔ (پارہ۳، سورۃ آل عمران، آیت ۳۷)

ترجمہ: جب (حضرت) زکریا (علیہ السلام) اس کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے اس کے پاس نیا رزق پاتے کہا اے مریم یہ تیرے پاس کہاں سے آیا بولیں وہ اللہ کے پاس سے ہے۔''

فائدہ: بے موسم میوہ حضرت بی بی مریم رضی اللہ عنہا کو حاصل ہونا، یہ انکی ایک کرامت ہے اور یہ ظاہر ہے بی بی مریم اللہ تعالیٰ کی ولیہ تھیں۔

روح جسم سے علیحدہ ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہے، **وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ** ۔ (پارہ۲۔ سورۃ البقرۃ، آیت ۱۵۴) ترجمہ: راہ خدا میں جو قتل کئے جاتے ہیں ان کو مردہ نہ کہو۔

روح پر موت کا اثر مرتب نہیں ہوتا۔ روح بدن سے فنا ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہے وہ بدن کی طرح عرض نہیں بلکہ بذاتہ قائم ہے وہ خود کو اور اپنے خالق کو پہچانتی ہے۔ معقولات کا ادراک کرتی ہے۔ مومنین کے ارواح اجسام نورانی ہیں اور اپنے حسن عمل سے لذت اندوز ہوتی ہیں اور نعیم جنت کے ادراک سے خوش حال رہتی ہیں۔ اس لئے اہل سنت و جماعت کے نزدیک وفاتِ اولیاء کے بعد بھی ان کی کرامات ظاہر ہوتی ہیں۔ اس مضمون میں حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ عاشق رسول اللہ امام محمد انواراللہ فاروقی بانیٔ جامعہ نظامیہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے کرامات ذکر کئے جاتے ہیں۔

اقسام کرامات: کرامات کے تعلق سے عمدۃ المحققین حضرت علامہ عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ سابقہ شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ اپنی کتاب معارف الانوار میں رقم طراز ہیں:۔

کرامات کی دو قسمیں ہیں:۔ حسّی، معنوی، عام لوگ حسی کرامات اور صاحب کرامات کو ولی سمجھتے ہیں حالانکہ معنوی کرامات خاص اہل اللہ میں موجود رہتی ہے جن میں سب سے زیادہ بزرگ کرامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ سے آداب شریعت کی حفاظت کرائے اور اخلاق کریمہ پر عمل کرنے اور بُری باتوں سے بچنے کی توفیق دے واجبات اور سنن کی بروقت ادائی کا اس کو خوف رہے، خیرات وصدقات کی طرف سبقت کرے، حسد اور ہر بُری صفت سے قلب کو پاک کرے اعمال صالحہ سے آراستہ ہو، محققین کے نزدیک یہ ایسی کرامت ہے جس میں مکر واستدراج کو دخل نہیں۔ (معارف الانوار،ص 42,41)

یقیناً حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان کی زندگی میں یہ جملہ مذکورہ امور بدرجہ اتم موجود تھے، اس کرامت معنوی کے ساتھ حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ سے زندگی کے بعد بھی کرامت حسی کا ظہور ہوا۔ کرامت حسی کا ظہور صاحب کرامت کے عنداللہ کرام واعزاز کی دلیل ہے۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی آمد کا استقبال

یہ واقعہ جس سے حضرت شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی زبردست روحانیت اور عاشق رسول ہونے کا ثبوت ملتا ہے جس کو بحرالعلوم رشید پاشاہ رحمۃ اللہ علیہ سابق امیر جامعہ جامعہ نظامیہ نے ایک مرتبہ جلسہ تقسیم اسناد میں بیان فرمایا تھا اور اس کی تصدیق حسینی عرف عارف پاشاہ (سجادہ نشین قطب دکن حضرت یحییٰ پاشاہ رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمائی ہے واقعہ اس طرح ہے کہ قطب دکن حضرت یحییٰ پاشاہ رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ ذکر واشغال میں مراقب تھے کہ اچانک کھڑے ہوگئے اور ان کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ اپنے صاحبزادوں کو طلب فرمایا اور کہا کہ فوری معلوم کرو کہ مولانا محمد انواراللہ فاروقی کا مزاج کیسا ہے؟ ان دنوں مولانا کی علالت کا سلسلہ چل رہا تھا، صاحبزادوں نے عرض کیا کہ ابھی اطلاع آئی کہ مولانا کا انتقال ہو چکا ہے پھر صاحبزادوں نے اس حیرانی میں مزاج دریافت کرنے کی وجہ معلوم کی تو فرمایا ابھی میں مراقب تھا، کیا دیکھتا ہوں کہ شہر کے سارے راستے اس طرح روک دئے گئے ہیں جس طرح کسی بادشاہ کی آمد پر روک دیئے جاتے ہیں اور تمام ہجوم سڑکوں کے کنارے اس طرح کھڑا ہے جس طرح کسی اولوالعزم بادشاہ کا انتظار ہے میں ہجوم میں داخل ہوا اور دریافت کیا کہ تم لوگ کس کے انتظار میں کھڑے ہو تو جواب ملا کہ مولانا انوار اللہ فاروقی کا انتقال ہوگیا ہے اور جنازے میں آقائے نامدار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری ہونے والی ہے اس لئے ہم آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے استقبال کے لئے کھڑے ہیں اور شہر کے سارے راستے روک دیئے گئے ہیں۔ (روزنامہ منصف ص۳،۱۱/ اکتوبر ۱۹۹۶ء۔ بحوالہ بانی جامعہ نظامیہ کے علمی وروحانی واقعات ص ۱۰/۱۱)

یہ واقعہ یقیناً شیخ الاسلام، عاشق رسول اللہ، عارف باللہ امام محمد انواراللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ نظامیہ کی زبردست روحانیت کا ثبوت اور عاشق رسول ہونے کی روشن دلیل ہے۔

نور کی شعائیں آسمان تک

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مریدہ نجیبہ بیگم صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کے تعلق سے مفتی محمد رکن الدین علیہ الرحمۃ والرضوان اپنی کتاب مطلع الانوار میں فرماتے ہیں حضرت مولانا محمد انواراللہ فاروقی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ایک مریدہ ہیں جن کو مولانا سے رشتہ داری بھی تھی، کثرت ذکر سے ان کا قلب اتنا صاف ہوگیا تھا کہ ان کے انکشافات صحیح ہوتے تھے جس کا ذکر خود مولانا (شیخ الاسلام) نے بھی راقم (مفتی محمد رکن الدین) سے بارہا فرمایا تھا،اس لئے وصال کے بعد راقم (مفتی محمد رکن الدین) نے ان سے خواہش کی کہ آپ مولانا کے کچھ مراتب باطنی بیان فرمائیں تاکہ درج سوانح کروں۔ چنانچہ بی بی صاحبہ نے فرمایا میں نے جب کبھی مراقبہ میں مولانا کا تصور کیا ہے تو آپ کو اس حال میں دیکھا کہ ’’آپ حضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے روضہ پاک میں ہیں اور آپ کے دونوں ابرو سے نور کی زبردست شعائیں نکل کر آسمان تک جارہی ہیں‘‘ اور آپ بے خود ہیں۔ (مطلع الانوار۔ص 84 فضیلت جنگ اکیڈمی حیدرآباد 2015ء)

حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری

نجیبہ بیگم صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا ہمیشہ فتوحات مکیہ کے حلقہ درس سے استفادہ کے لئے قریب کے ایک کمرے میں بیٹھتی اور سنتیں تھیں۔ان کا بیان ہے کہ میں نے بارہا حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حلقہ درس میں تشریف لاتے دیکھا ہے، کبھی کھڑے کھڑے ہی سماعت فرماتے کبھی بیٹھ بھی جاتے ،ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مولانا کا طرز تعلیم دیکھنا مقصود ہوتا تھا۔

(مطلع الانوار۔ص 85 فضیلت جنگ اکیڈمی حیدرآباد 2015ء)

حضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ کا مقام و مرتبہ

نجیبہ بیگم صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا اپنا مکاشفہ بیان کرتی ہیں، ایک دفعہ ’’بروقت درس حضرت سردار دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دیکھا کہ ایک دوسرے کمرے میں تشریف فرما ہیں اور مولانا (حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ) درس دے رہے ہیں۔اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی درس میں مصروف ہیں ایک اور دفعہ مولانا کسی اہم مسئلہ کو اچھی طرح سمجھا نہیں سکے بار بار رُک جاتے تھے تو میں نے دیکھا کہ یہاں سے حرم پاک تک ایک صاف راستہ ہے حضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم حطیم کعبہ میں تشریف فرما تدریس میں مشغول ہیں آپ کے رک جانے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حاضرین سے ارشاد فرمایا کہ آپ لوگ ذرا توقف کریں کہ اس وقت میرا بچہ حل مضمون سے قاصر ہوگیا ہے اور مولانا کی جانب توجہ فرمائی جب توجہ پاک سے مضمون حل ہوگیا تو رسول انور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نہایت مسرور ہوئے اور اپنے حلقہء درس کی جانب توجہ منعطف فرمائی۔

(مطلع الانوار۔ص 85 فضیلت جنگ اکیڈمی حیدرآباد 2015ء)

تصرفات : حضرت شیخ الاسلام امام محمد انواراللہ فاروقی علیہ الرحمۃ کا ایک ذاتی واقعہ ہے جوآپ کے ایک شاگرد مولوی عبدالصمد صاحب شاہنوازی کے ساتھ پیش آیا تھا۔مفتی محمد رکن الدین نے اس واقعے کوانہی شاہنوازی صاحب کی زبانی اس طرح بیان کیا ہے۔

ایک رات میں سو رہا تھا اور مولانا (حضرت شیخ الاسلام) مطالعہ کتب میں مصروف تھے نیند میں یکا یک میرے قلب میں بے چینی محسوس ہوئی اور اس قدر شدت سے کہ میں سو نہیں سکا جب اٹھ کر بیٹھا ہوں تو مولانا نے فرمایا کہ تھوڑا سا پانی پلا دو تعمیل حکم کے بعد جب لیٹا تو وہ بے چینی دفع ہو چکی تھی اور آرام سے سو گیا دوسرے روز صبح کو مولانا نے حلقہء درس کے بعد بعض مخصوص تلامذہ سے فرمایا کہ ''رات مجھے پیاس لگی دیکھا تو کوئی موجود نہیں تھا البتہ ایک صاحب سو رہے تھے خیال آیا کہ واقعات سے ثابت ہے کہ بزرگان دین تصرف قلبی سے اپنے ارادوں کو پورا کرلیا کرتے تھے اس لئے میں بھی سونے والے صاحب کے قلب پر اثر ڈالا چنانچہ وہ بیدار ہوئے اور میں ان سے پانی منگوا کر پی لیا۔(مطلع الانوار۔ص 85 فضیلت جنگ اکیڈمی حیدرآباد 2015ء)

نجیبہ بیگم صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا پر جن کا اوپر ذکر آیا ہے اکثر جذبی کیفیت طاری ہوتی تھی۔ اور ایک دوسری کیفیت بھی طاری ہوتی تھی جو جلالی کیفیت کہلاتی ہے وہ مختلف بزرگانِ دین کی ہوتی تھی۔تو وہ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ میں نے خیال کیا کہ مجھ پر مولانا علیہ الرحمہ کی جلالی کیفیت طاری ہے اس تصور کے ساتھ ہی مجھ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ میں اس کو برداشت نہیں کر سکی۔اس قدر بے چین اور تمام جسم میں سوزش شروع ہوئی کہ رات کاٹنی دوبھر ہوگئی۔صبح کو جب مولانا تشریف فرما ہوئے تو میں نے بے تابانہ آپ کے پاس دوڑ گئی اس وقت مولانا نے اپنا رومال مجھ پر پھینک دیا جس سے میری سب کیفیت جاتی رہی اور سکون ہو گیا۔ (مطلع الانوار۔ص86 فضیلت جنگ اکیڈمی حیدرآباد 2015ء)

کرامت بعد وصال

(۳) مفتی اعظم حضرت مفتی محمد رکن الدین علیہ الرحمۃ حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی بعد وصال کرامت کے ظہور کا واقعہ نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں جس وقت مولانا کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی تو دفن کے لئے مقام کے انتخاب میں اختلاف پڑا۔اکثر اصحاب کی رائے تھی کہ خاندانی قبرستان میں دفن کرنا چاہئے۔راقم (مفتی محمد رکن الدین علیہ الرحمۃ) کا خیال تھا کہ اگر مدرسہ نظامیہ ہی میں دفن کئے جائیں تو بہتر ہے چنانچہ اکثر حضرات کی رائے کے خلاف جن میں ورثاء بھی شامل ہیں۔مدرسہ نظامیہ ہی میں آپ کا دفن ہونا میری رائے میں آپ کے تصرفات میں سے ہے۔اعلیٰحضرت میر عثمان علیخان خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ جو اس وقت بمبئی میں تشریف فرما تھے اجازت حاصل کرنے میں بہت دقتیں اٹھانی پڑیں جواب آنے میں اتنی تاخیر ہوئی کہ مایوسی ہوگئی تھی۔کسی کو یہ خبر نہ تھی کہ مسجد سے جنازہ کہاں جائے گا۔مگر یہ مولانا ہی کے تصرفات تھے کے اجازت آہی گئی اور جنازہ بھی بغیر کسی کے کچھ کہے سُنے مدرسہ نظامیہ پہنچ گیا۔گویا یہ مولانا کو پسند نہ آیا کہ تمام عمر جس قومی درس گاہ کی ترقی کے دھن میں رہے ہوں مرنے کے بعد اس سے دور رہیں۔(مطلع الانوار۔ص86 فضیلت جنگ اکیڈمی حیدرآباد 2015ء)۔۔

آداب بارگاہِ نبوت ﷺ

''انوارِاحمدی'' کی روشنی میں

مولوی حافظ سید شاہ مدثر حسینی صاحب
(متعلّم فاضل اوّل جامعہ نظامیہ)

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اصل ایمان ہے مسلمانوں میں اِس جذبہ کو پیدا کرنے کیلئے عظمتِ رسالت ﷺ پر مشتمل مضامین کا تذکرہ بنیادی اہمیت رکھتا ہے، بیسیوں اہلِ علم نے یہ کام انجام دیا ہے، لیکن حضرت شیخ الاسلام بانیٔ جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ علیہ نے انوارِاحمدی کے ذریعہ مسلمانوں کی جو خدمت انجام دی اُس کی مثال نہیں ملتی۔ اِس کتاب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ومناقب اور آداب کو نہایت ہی شرح وبسط کے ساتھ والہانہ ایمانی جذبۂ عقیدت کے انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ جس کے الفاظ قاری کے دل پر گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ سیرتِ پاک کی دیگر کتابوں کے مطالعہ سے احوالِ رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے واقفیت حاصل ہوتی ہے جبکہ ''انوارِاحمدی'' کے مطالعہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و وارفتگی حاصل ہوتی ہے۔ یہ کتاب حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے جذباتِ محبتِ نبی ﷺ کا آئینہ ہے جس کے ایک ایک لفظ سے عشقِ رسول ﷺ مترشح ہوتا ہے، اِس اثرانگیزی کی وجہ یہ بھی ہے کہ یہ کتاب حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے مدینۂ طیبہ کے قیام کے دوران تالیف فرمائی زائد از تین سوصفحات پر مشتمل یہ کتاب مجلسِ اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ سے بار بار شائع ہوتی ہے اور عاشقانِ شہنشاہ رسالت ﷺ اُس کو ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ حکم دے رہا ہے کہ میرے پیارے رسول ﷺ پر صدقِ دل سے ایمان بھی لاؤ اُن کی نصرت واعانت میں سردھڑ کی بازی لگادو اُس کے دین کی سر بلندی کیلئے اپنے جملہ مادّی اور ادبی وسائل کو پیش کردو اور اُس کے ساتھ میرے محبوب ﷺ کے ادب واحترام کو ہمیشہ ملحوظ رکھو، ایسا نہ ہو کہ تم دین کی خدمت تو کرو لیکن بارگاہِ نبوّت ﷺ کے آداب کو ملحوظ نہ رکھو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت اور اِسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم یکساں اہمیت کی حامل ہیں چونکہ یہ موقع آداب بارگاہِ نبوت ﷺ کا ہے اِس لئے چند آیات واحادیث وآثار پیش کیئے جاتے ہیں، تاکہ معلوم ہو کہ دین میں ادب کی کس قدر ضرورت ہے۔ پہلے یہ بات معلوم کرنا چاہئے کہ جب تک کسی کی عظمت دل میں نہیں ہوتی اُس سے ادب نہیں کیا جاتا، اِس لئے حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم عموماً لازم فرمائی۔۔

چنانچہ اللہ بزرگ و برتر کا ارشاد ہے:

اِنَّا اَرۡسَلۡنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیۡرًا. لِتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَتُعَزِّرُوۡهُ وَتُوَقِّرُوۡهُ (الفتح ۲۶)

اِس آیت مبارکہ کے ضمن میں جو بحث حضرت شیخ الاسلامؒ نے فرمائی ہے وہ بڑی ہی دقیقہ سنجی سے تفسیری وضاحت کی ہے جس میں آداب بارگاہِ نبوت ﷺ کو بڑی احتیاط کے ساتھ پیش فرمایا ہے اور آیتِ مبارکہ کے ہر ہر حصہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وتوقیر ثابت ہے۔

اِس آیتِ شریفہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خطاب کرکے فرمایا کہ ہم نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا، یعنی اپنی امت پر اور جمیع انبیاء کے کاموں پر گواہی دینے والے اور فرمایا کہ آپ اہلِ ایمان کو خوش خبری دینے والے اور بے ایمانوں کو ڈرانے والے ہیں، یہاں تک تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خطاب تھا، اِس کے بعد مسلمانوں کی طرف خطاب کرکے فرمایا کہ ہم نے اُن کو اس واسطے بھیجا ہے کہ تم خدا اور رسول پر ایمان لاؤ اور ان کی تعظیم کرو۔

علامہ راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ اس کلمہ کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"التعزیر النصرۃ مع التعظیم"

کہ کسی کی نصرت واعانت کرنا اور اس کے ساتھ اُس کی تعظیم وتکریم کو بھی ملحوظ رکھنا۔ (المفردات)۔

یہاں اس قسم کی خصوصیات بیان کی، اس موقع میں ارشاد ہورہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کرو اور اگر اب یہ کہا جائے کہ یہ تعظیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے تو بھی صحیح ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ خاص حق تعالیٰ کی وہ تعظیم وتوقیر ہے تو بھی صحیح ہے۔ اس کے بعد اگر کوئی بارگاہِ نبوت ﷺ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور کسرشان کرے تو وہ بھی خدا کی توہین ہوگی، چنانچہ یہی بات واضح طور پر حدیث شریف میں وارد ہے:

"من سبنی فقد سب اللہ" یعنی جس نے مجھے گالی دی اُس نے خدا کو گالی دی۔ (مسندِ احمد ج۶ ص۳۲۳)

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں گالی وہی نہیں ہوتی جو عرف میں مشہور ہے بلکہ گالی سے فقط کسرشان مقصود ہوتا ہے، اس وجہ سے جس بات میں بارگاہِ نبوت ﷺ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسرشان اور بے ادبی کی جائے وہی گالی ہوگی۔ درمنثور میں تعزروہ وتوقروہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت شریفہ کا مطلب یہ بیان کیا کہ:

"امراللہ بتسویدہ وتفخیمہ وتشریفہ وتعظیمہ"

یعنی خدائے تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ حضرت ﷺ کی سیادت تسلیم کرو اور ان کی تعظیم کرو اور ہر قسم کا شرف آپ ﷺ کیلئے مسلّم رکھو

اور نہایت بزرگ سمجھو۔ (انوارِ احمدی، ص۱۸۹)

اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہ سے قول مروی ہے: وتعزروہ وتوقروہ یعنی التعظیم یعنی محمد ا صلی اللہ علیہ وسلم ''اسی طرح امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر میں لکھا ہے:"وتعزروہ وتعینوہ وتنصروہ وتوقروہ ای تعظموہ وتفخروہ وھذہ الکنایات راجعۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم" ظاہراً سیاقِ آیتِ شریفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مبعوث کرنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر آپ ﷺ کی ایک مقصود اصلی ہے جس کو حق تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ ''لام'' کے تحت میں بیان فرمایا ہے اور ربِّ قدیر نے دوسرے مقام میں فرمایا:

فاالذین آمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النورالذی انزل معہ اولئك ھم المفلحون۔

پس جو لوگ ایمان لائے ان پر یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور تعظیم کی ان کی اور مدد دی ان کو اور پیروی کی اس نور کی جو اتارا گیا ہے اُن کے ساتھ یہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔ انتہیٰ۔ (سورۃ الاعراف:۹)

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیتِ شریفہ سے صاف ظاہر ہے کہ بغیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے نجات بھی ممکن نہیں۔ اسی وجہ سے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دلوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب اور عظمت اور ہیبت کچھ ایسی مستولی تھی کہ باوجود اس خلق عظیم کے جس سے جانی دشمن حلقہ بگوش اور وحشی صفت بیگانے مانوس ہوجاتے تھے اور باوجود اِس کمالِ عشق ومحبت کے صحابہ آنکھ بھر کے چہرۂ مبارکہ نہیں دیکھ سکتے تھے اور کسی میں جرأت نہ تھی کہ کوئی بات یا مسئلہ بے تکلف پوچھ لے۔ اجنبی جہاں دیدہ لوگ صحابہ کی تعظیم وتوقیر اور خدمت گزاری کو جب دیکھتے بلاتصنع آپس میں کہتے کہ اس قسم کی تعظیم نہ کسی بادشاہ کی ہوتی دیکھی نہ کسی اور کی۔ چنانچہ المواھب اللدنیہ میں مذکور ہے:

قال عروۃ ای قوم واللہ لقد وفدت علی الملوك ووفدت علی قیصر وکسری والنجاشی واللہ ان رایت ملکا قط یعظمہ اصحابہ مایعظمہ اصحاب محمدٍ محمدا صلی اللہ علیہ وسلم واللہ ان تنخم نخامۃ الاوقعت فی کف رجل منھم فدلك بھا وجھہ وجلدہ واذا امرھم ابتدروا امرہ واذا توضأ کادوا یقتلون علی وضوئہ واذاتکلم خفضوا اصواتھم عندہ ومایحدون النظر الیہ تعظیمالہ۔

ترجمہ: عروہ نے کہا: اے قوم! قسم ہے خداتعالیٰ کی کہ میں نے بہت بادشاہوں کے دربار دیکھے اور قیصر وکسریٰ اور نجاشی کی پیشگاہ میں گیا، مگر جس قدر بارگاہِ نبوت میں اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُن کا ادب اور تعظیم کرتے ہیں کسی بادشاہ کی تعظیم ہوتی نہیں دیکھی، خدا کی قسم جب وہ (حضور ﷺ) ناک چھینکتے ہیں آب بینی لوگوں کی ہتھیلیوں میں گرتا ہے جس کو وہ (صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) اپنے منہ اور جسم پر ملتے ہیں اور جب وہ (حضور ﷺ) وضو کرتے ہیں تو پانی سے جو گرتا ہے

اصحاب رضی اللہ عنہم کا اس قدر ہجوم ہوتا ہے کہ شاید نوبت' جدال وقتال کی پہنچ جائے اور جب وہ (حضور ﷺ) کسی کام کا حکم کرتے ہیں تو حکم کی تعمیل کیلئے ہر شخص پیش قدمی کرتا ہے اور جب وہ (حضور ﷺ) بات کرتے ہیں تو آوازان لوگوں کی (صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) پست ہوجاتی ہے اور بوجہ تعظیم کے کوئی نگاہ اُن کی جماکے ان کو دیکھ نہیں سکتا۔ (انوارِ احمدی رص ر۱۹۰)

حضرت بانئ جامعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مقربانِ بارگاہِ نبوی ﷺ ہی کے دل اِس عظمت کو جانتے تھے جس سے نگاہیں پست ہوئی جاتی تھیں اور لبوں تک بات نہیں آسکتی تھی بیچارے جنگلیوں کو اس سے کیا علاقہ وہاں تو سادگی کچھ اس بلا کی ہے کہ جو بات دل میں آگئی زبان پر آہی گئی ادب اور بے ادبی کون پوچھتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عـن انس رضى اللّٰه عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله عزوجل نظرفى قلوب العباد فلم يجدقلبا انقى من قلوب اصحابى ولذلك اختارهم فجعلهم صحابا فمااستحسنوافهو عند الله حسن وماastقبحوا فهو عندالله قبيح۔ (رواه ديلمى رحمة الله عليه فى فردوس)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے کوئی قلب میرے صحابہ کے قلوب سے پاکیزہ تر نہیں دیکھا اس لئے ان کو میری صحابیت کیلئے پسند فرمایا جو کچھ وہ اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھا ہے اور جو بُرا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بُرا ہے۔

حضرت امام انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ کیسی عظمت اور ادب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دلوں میں تھا اور کس درجہ آداب کی رعایت رکھتے تھے، باوجود اس کے اگر کسی سے بمقتضائے بشریت یا سادگی سے کوئی ایسی حرکت ہوجاتی جس سے شائبہ بے ادبی کا ہوتا ساتھ ہی کلامِ الٰہی میں تنبیہ اور زجروتوبیخ نازل ہوتی جس سے سب متنبہ اور ہوشیار ہوجاتے چنانچہ کسی صحابی نے بلند آواز سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو کچھ آواز کی، غیرتِ الٰہی نے جوش کیا اور عتاب نازل ہوا:

ياايهاالذين امنوا لاترفعوا اصواتكم فوق صوت النبى ولاتجهرواله بالقول كجهربعضكم لبعض ان تحبط اعمالكم وانتم لاتشعرون۔(سورة الحجرات)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اونچی نہ کیا کرو اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو اس طرح ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے اعمال ضائع ہوجائیں اور

تم کوخبر بھی نہ ہو۔

جب یہ آیتِ شریفہ نازل ہوئی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ اب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بات ایسی آہستہ کروں گا جیسے کوئی راز کی بات کہتا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بات اس قدر آہستہ کیا کرتے تھے کہ دوبارہ پوچھنے کی ضرورت ہوتی تھی۔ (انوارِ احمدی ص ر۲۱۱)

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ آیت کے تحت اپنی نگارشات کے ذریعہ فرماتے ہیں: غور کرنے کی جائے ہے کہ صرف اتنی بے ادبی کی بات کہنے میں آواز بلند ہوجائے تو اس کی یہ سزا ٹھہرائی گئی کہ صحابہ کے تمام اعمال اور عمر بھر کے جانفشانیاں حبط اور اکارت ہوجائیں جن کے ایک عمل کے برابر ہماری ساری عمر کے اعمال نہیں ہوسکتے، چنانچہ صحیح حدیثوں میں وارد ہے کہ اگر کوئی شخص کوہِ اُحد کے برابر سونا خیرات کرے تو صحابی کے ایک مُد بلکہ آدھی مُد کے برابر نہیں ہوسکتا جس کا وزن پاؤ سیر سے کچھ زیادہ ہوتا ہے۔

یہاں پر حضرت امام انوار اللہ فاروقی نوّر اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع اور خوش خلقی کی وجہ سے وہ آداب جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ متعلق ہیں مسلمانوں کو شرعاً معلوم ہونے کی کوئی صورت نہ تھی سوائے اس کے کہ خود حق تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں بیان فرمادیا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس آیت شریفہ میں ایک ادنیٰ سی بات کو ذکر فرمایا کہ اگر کوئی شخص حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پکار کے بات کرے اس کی تمام کی کرائی محنتیں اور سارے اعمال اکارت اور برباد ہوجائیں گے، اب عاقل کو چاہئے کہ اس پر قیاس کرلے کہ جب ادنیٰ سی بے ادبی اور گستاخی کا انجام یہ ہوتو اور گستاخیوں کا حال کیا ہوگا۔

یہاں پر حضرت شیخ الاسلام اس بات کو واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اتنی سی گستاخی کی جو اس قدر سخت سزا ٹھہرائی گئی اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی درخواست نہ تھی بلکہ اس کا مقصد صرف غیرت الٰہی تھا کہ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسر شان کسی قسم سے نہ ہونے پائے اسی وجہ سے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہمیشہ خائف وترساں رہتے تھے کہ کہیں ایسا کوئی فعل سرزد نہ ہوجائے جس سے غیرت الٰہی جوش میں آجائے۔ ہر مسلمان کو چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظاہر اور باطن میں ایسا مودب رہے جیسے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تھے اور وہ یہ نہ سمجھے کہ صرف حضرت ﷺ کے روبرو ادب کی ضرورت تھی اب نہیں اس لئے حق تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ حامی ہے حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ بتانا چاہتے ہیں کہ ادب ہر کس وناکس کونصیب نہیں ہوسکتا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ دولت ان لوگوں کے حصہ میں رکھی ہے جن کے دل امتحانِ الٰہی میں پورے اترے اور جن میں کامل طور پر تقوی کی صلاحیت موجود ہے۔ حماقت اور

بے وقوفی بے ادبوں کی نص قطعی سے ثابت ہے، تفسیر روح البیان میں لکھا ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا یہ حال تھا کہ اگر حضرت ﷺ کو پکارنا منظور ہوتا تو ناخنوں سے دروازے کو ٹھوکتے۔ (انوارِاحمدی ص/۲۱۸)

حضرت امام انواراللہ فاروقی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب میں ابوعثمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت نقل کرتے ہیں۔ ابوعثمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بزرگوں اور اولیاء اللہ کی خدمت میں براہِ ادب پیش آنا آدمی کو مدارج علیا تک پہنچاتا ہے چنانچہ ایک جماعت علماء کا یہ حال تھا اگر کسی بزرگ کی خدمت میں جاتے تو بیٹھے رہتے تھے جب تک کہ وہ خود نکلتے۔ ابوعبیدہ قاسم بن سلام کہتے ہیں کہ میں نے کسی عالم کا دروازہ نہیں ٹھوکا بلکہ جب جاتا تو بیٹھا رہتا جب تک کہ وہ خود نکلتے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے: "ولوانھم صبروا حتی تخرج الیھم"۔ حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے بزرگوں کے ادب کرنے کو بھی اِس آیتِ شریفہ سے استنباط کیا، اِس آیتِ شریفہ سے عموماً بزرگانِ دین کی تعظیم اور اُن کا ادب مستفاد ہوسکتا ہے، مگر یہ بات شاید ہر ایک کے سمجھ میں نہ آئے گی اس فہم کیلئے وہ لوگ خاص ہیں جن کی طبیعتیں ادب کے ساتھ مناسبت رکھتی ہیں۔

حضرت امام انواراللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ انوارِاحمدی کے صفحہ:۲۱۹ پر آیتِ شریفہ "لاتجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا" (سورۂ نور: آیت ۶۴) کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپس میں ایک دوسرے کی طرح یا نام لے کر پکارنے سے منع فرمایا اور خود بھی سوائے چند ایک مقامات کے صفاتِ کمالیہ "یاایھاالرسول" اور "یاایھاالنبی" سے خطاب فرمایا؛

یاآدم است باپدر انبیا خطاب

یاایھاالنبی خطاب محمدی است

اس کا مقصد جناب رسالت مآب ﷺ کی عظمت، شرف، تعظیم وتوقیر کے ظاہر کرنے کے سوا اور کیا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں دعاء ہے کہ ہم سب کو نبیٔ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت ومحبت وتعظیم وتوقیر کی توفیقِ خاص عطافرمائے۔۔

سرمایه ادب بکف آورکه این متاع آنراکه ہست فیض ابد آیدش بدست

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

......O......

حضرت شیخ الاسلام کا شرحِ حدیث شریف میں ایک انفرادی انداز

حافظ سید محمد مصباح الدین عمیر نقشبندی
متعلم عالم اول جامعہ نظامیہ

شیخ الاسلام، عارف باللہ امام محمد انوار اللہ فاروقی بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ علیہ دکن کی عظیم علمی وروحانی شخصیت ہیں، جن کی علمی واصلاحی خدمات کے باعث آج دکن میں بطور خاص اسلامی شعائر ودینی مظاہر دکھائی دے رہے ہیں، حضرت شیخ الاسلام کی خدمات زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق رہی ہیں، آپ نے تعلیمی، سماجی، معاشی، سیاسی ہر سطح پر اصلاحات کی ہیں، اصلاح امور سلطنت کے لئے بادشاہان وقت کی تربیت کی، اصلاح تاجرین کے لئے اوزان وپیمانہ جات کی تنقیح کروائی، حفاظتِ نسب کے لئے ماڈل نکاح نامہ تیار کیا، دینی تعلیم کے فروغ کے لئے جامعہ نظامیہ اور دیگر دینی مدارس قائم کئے، عوام کو تعلیمی ماحول فراہم کرنے کے لئے سنٹرل لائبریری قائم کی، عصری علوم کے لئے عثمانیہ یونیورسٹی قائم کروائی، علماء دین کے لئے گہرے نقوش چھوڑے، اصلاح عقائد واعمال کے لئے تصنیف وتالیف کا گرانقدر کام انجام دیا، دین اسلام کے خلاف اُٹھنے والے ہر فتنہ کی سرکوبی کی، قادیانیت کا مفصل ومدلل اور تشفی بخش جواب دیا، گمراہ فرقوں کا رد بلیغ کیا، انہیں مخلصانہ نصیحت کی اور حق کی دعوت دی۔

شیخ الاسلام تمام علوم اسلامیہ میں امامت کے منصب پر فائز تھے، ونیز علوم جدیدہ وعلوم سائنس میں بھی ارفع واعلیٰ بلند وبالا شان کے مالک تھے، آپ نے احادیث مبارکہ کی جو تشریحات فرمائی ہیں اس سے اکتساب فیضان کی خاطر ایک دونمونے پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں، جس سے ہم طالبان علوم ہی کو نہیں بلکہ خدّام علم حدیث کو بھی فہمِ احادیث اور شرح احادیث میں درایت وبصیرت ملے گی جس کی روشنی میں ہم جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو مطمئن کر سکتے ہیں۔

چنانچہ صحیح بخاری ودیگر کتب صحاح وسنن میں مذکور حدیث پاک کو "السیرۃ النبویہ" کے حوالہ سے ذکر کرتے ہوئے شیخ الاسلام نے جو علم ومعرفت کے گوہر آبدار بکھیرے ہیں ملاحظہ فرمائیں: السیرۃ النبویہ میں روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے شکایت کی کہ نسیان کی وجہ سے مجھے کچھ یادنہیں رہتا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک کپڑا بچھاؤ۔ جب بچھایا تو آپ نے اس میں ایک پسوڈالا جس میں ظاہر کوئی چیز نہ تھی۔ پھر فرمایا کہ اس کو سمیٹ لو۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے کوئی بات نہیں بھولی۔ اور صحابہ میں مجھ سے زیادہ احادیث کو یاد رکھنے والا کوئی نہ تھا۔ البتہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بہت سی حدیثیں یاد تھیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ مجھ سے پہلے اسلام لا چکے تھے اور ان کو لکھنا آتا تھا۔ اور مجھے نہیں آتا تھا۔ انتہی۔

قوت حافظہ کا ہاتھ میں لینا

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہرا یہ حرکت اسی قسم کی تھی کہ دیکھنے والوں کی عقل اسکی ادراک میں متحیر ہوگئی کہ خالی ہاتھ سے کپڑے میں کوئی چیز ڈالدینا کیا بات ہے مگر جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی شکایت رفع ہوگئی اوراس قدر ان کا حافظہ قوی ہوگیا کہ ان کے جیسے حافظہ والا کوئی نہ تھا، توان دیکھنے والوں کو یقین ہوگیا ہوگا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پسو خالی نہ تھا۔ بلکہ اس میں قوت حافظہ بھری ہوئی تھی۔

اب رہی یہ بات کہ قوت حافظہ کوئی ایسی چیز نہیں جو کسی کے ہاتھ میں آوے اوراس سے منتقل ہوکر دوسرے کے دماغ میں جاوے۔ سو یہ بھی عقل سے خارج ہے۔مگر جب اس کا مشاہدہ ان حضرات کو ہوگیا کہ ادھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے ان کے کپڑے میں ڈالا۔ اور اُدھر ان کی قوت حافظہ بڑھ گئی۔ تواب اس کے یقین کرنے میں ان کو ذرا بھی شک نہیں ہوسکتا تھا۔ کیونکہ مشاہدہ سے بڑھ کر یقین دلانے والی کوئی چیز نہیں ہوسکتی۔

البتہ سننے والوں کواس میں ضرور حیرانی ہوتی ہے۔ کیونکہ ان کواس امر کا مشاہدہ نہیں ہوااور یہ بات ایسی ہے کہ اس قسم کی بات دیکھی نہیں جاتی جس پر قیاس کرنے کا موقع حاصل ہو۔ کیونکہ عقل کی جولانی دائرہ محسوسات میں محدود ہے۔ اگر چہ قوت حافظہ بھی محسوسات میں نہیں ؛مگر چونکہ اس کے آثار اس طرح سے ظاہر ہوتے ہیں کہ بعضوں کو بہت ساری باتیں اور مضامین دیر تک یاد رہتے ہیں اور بعضوں کو نہیں رہتے۔اس سے عقل کو قوت حافظہ کے ادراک کا موقعہ ملا۔ ورنہ عقل اس کو بھی محال سمجھتی۔

قوت حافظہ کا حیرت انگیز ہونا

کیونکہ فرض کرو کہ ایک آدمی مثلاً سو برس کی عمر کا ہے اوراس کا حافظہ اس قدر قوی ہے کہ جو سنتا ہے سب اس کے حافظہ میں جمع رہتے ہیں۔ اور یہ غور کیا جاے کہ پہلے اس نے جس چیز کو دیکھا تھا وہ دماغ میں کسی جگہ منتقش اور کسی قسم سے محفوظ ہوئی ہوگی۔ اس کے بعد جب دوسری بات دماغ میں پہنچی تو وہ بھی اسی طرح پہلی بات کے ساتھ جمع ہوئی۔ اسی طرح وقتاً فوقتاً جو جو چیزیں اس کے دماغ میں گئیں سب محفوظ ہوتی گئیں۔ یہاں تک کہ سو برس تک جتنی چیزیں اس کے دماغ میں گئیں۔ خواہ از قسم محسوسات ہوں یعنی بصارت ،سماعت، شامہ ، لامسہ ،و ذائقہ سے متعلق۔ یا وجدانیات و معقولات جن کا ادراک کیا ہو، سب دماغ کے ایک حصہ میں جمع ہوگئیں۔

اب غور کیا جاے کہ ان تمام محفوظ چیزوں کا مجموعہ کس قدر ہوگا۔ اگر وہ تمام چیزیں تحریر میں لائی جائیں تو صدہا بلکہ

ہزار ہا جلدوں کی ایک کتاب بن جائے؛ کیونکہ ہر وقت کوئی نہ کوئی نیا ادراک ہوتا ہی رہتا ہے۔ کیا یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ ایک چھوٹا سا دماغ اتنا بڑا کتب خانہ بن جائے۔ پھر ان محفوظات دماغ سے اگر کوئی کتاب لکھی جائے تو اس میں تقدیم وتاخیر مضامین کی ضرورت ہوگی۔ پہلے صفحہ کا مضمون دوسرے صفحہ میں نہ ہوگا۔

اگر کوئی بات اس میں دیکھنا منظور ہو تو صدہا بلکہ ہزارہا ورق الٹانے کی ضرورت ہوگی۔ بخلاف اس کے دماغ میں جو چیزیں محفوظ ہیں ان کی یہ حالت ہے کہ جس وقت جو مضمون نکالنا چاہیں کتنے ہی مدت کا واقعہ کیوں نہ ہو فوراً پیش نظر ہو جاتا ہے؛ حالانکہ جو مضمون دماغ میں جمتے جاتے ہیں ایک کے بعد ایک آتے جاتے ہیں۔

مقتضائے عقل تو یہ تھا کہ جس طرح کتاب کی ورق گردانی کر کے ایک مضمون نکالا جاتا ہے۔ یہاں بھی اسی طرح تفحص کیا جاتا۔ اس میں شبہ نہیں کہ عادت ہونے کی وجہ سے ایسے امو کی طرف خیال نہیں کیا جاتا؛ مگر تدبر اور فکر سے کام لیا جائے تو اس میں عقل ضرور حیران ہوگی۔ اس حیرانی کو دور کرنے کے لئے سوائے اس کے اور کوئی تدبیر نہیں کہ یہ کہہ دیا جائے کہ خدائے تعالیٰ نے قوت حافظہ کی تخلیق ہی اس طرح سے کی ہے۔

جب خدائے تعالیٰ کی تخلیق پر محول کر دینے سے عقل کی حیرانی کسی قدر کم ہو جاتی ہے تو اس حدیث کے مضمون میں بھی اگر خدائے تعالیٰ کی قدرت پر حوالہ کر دیا جائے اور کہا جائے کہ حق تعالیٰ نے جس طرح قوتِ حافظہ کو عجیب الخلقت بنا کر دماغ میں رکھا، اسی طرح اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں رکھا۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے دماغ میں رکھدیا، تو عقل کی حیرانی اور تشویش ضرور کم ہو جائے گی۔

بات یہ ہے کہ ہر چیز کی ایک حقیقت ہوتی ہے جس کو ہر شخص جان سکتا ہے۔ اس کا ثبوت کئی حدیثوں سے ہوتا ہے۔ جن میں سے چند حدیثیں بیان کی جاتی ہیں:.........................(مقاصد الاسلام، ج9،ص:145 تا149)

اس کے بعد شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان نے مختلف احادیث وآثار سے ہر شئی کی جدا جدا حقیقت کو ثابت کیا، اختصار کے طور پر صرف ایک حدیث شریف ذکر کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے، چنانچہ حضرت شیخ الاسلام تحریر فرماتے ہیں:

اور خصائص کبری میں زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک روز ہم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے انہوں نے پینے کا پانی منگوایا۔ چنانچہ پانی شہد ملا کر لایا گیا یہ دیکھتے ہی آپ رونے لگے اور آپ کی سچی حالت کا یہ اثر ہوا کہ کل حاضرین مجلس پر گریہ طاری ہوگیا۔ بعد میں لوگوں نے رونے کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ ایک روز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ دیکھا کہ حضرتؐ کسی چیز کو دفع فرما رہے ہیں۔ حالانکہ وہاں کوئی چیز نہ تھی۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ کس چیز کو آپ دفع فرما رہے ہیں۔ فرمایا یہ دنیا متشکل ہو کر میرے پاس آئی ہے میں نے اس سے کہا کہ میرے پاس سے ہٹ اور اس کو ڈھکیل دیا مگر وہ پھر پلٹ کر آئی اور کہا کہ اگر آپ مجھ سے بھاگتے ہو تو خیر۔ مگر

جولوگ آپ کے بعد آئیں گے وہ مجھ سے نہ بھاگیں گے انتہیٰ ۔

اس سے ثابت ہے کہ حقیقت دنیا متشکل اور متمثل ہوئی تھی ۔صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے جب شہد ملا ہوا لا یا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حال پیش نظر ہوگیا کہ کیسے فقر وفاقہ سے آپ نے گذارا کہ اس قسم کے ترفہ کے سامان کا پتا بھی نہ تھا۔ اوراب یہ حالت ہے کہ پانی منگوایا گیا،شہد کے ساتھ لایا جارہا ہے ۔ ہر چند آپ نے بھی فقر وفاقہ میں گذاری جس کا تھوڑا سا حال ہم نے مقاصد الاسلام کے کسی حصہ میں لکھا ہے ۔مگرغم اس بات کا ہوا کہ دنیا نے جو کہا تھا کہ آپ کے بعد والے مجھ سے نہ بھاگیں گے ۔ وہ بات صادق آرہی ہے ۔اور سامان ترفُّہ ہرطرف پیش نظر ہے ۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلافِ مرضی ہے ۔ ....(مقاصدالاسلام ، ج9،ص:151)

اس قسم کے اور بہت سی روایتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر چیز کی ایک حقیقت ہوتی ہے جو امر معنوی ہے ۔ الغرض قوت حافظہ کی ایک حقیقت ہے جومحسوس نہیں ہوسکتی ۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کومنظور ہوا کہ قوت حافظہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کوعنایت فرمادیں تواس حقیقت میں سے ایک حصہ ان کو دیا۔مگراس طریقہ سے کہ مثل اجسام محسوسات کے اپنے ہاتھ میں لے کران کے کپڑے میں ڈالا جب انہوں نے اس کوجمع کرلیا تووہ اس کے ساتھ متصف ہوگئے ۔کوئی عاقل اس کا انکار نہیں کرسکتا کہ نماز ،روزہ ،حج ،زکوۃ وغیرہ اعمال حسنہ اورسیۂ اعراض ہیں ۔اوران کے لئے کوئی خارج میں علحدہ وجودنہیں ہے باوجوداس کے کوئی مسلمان اس کا انکارنہیں کرسکتا کہ قیامت کے روز وہ سب وزن کئے جائیں گے ۔اس سے سمجھ سکتے ہیں کہ جس طرح وہ اعمال خارج میں میزان میں رکھ کر وزن کئے جائیں گے اوسی طرف قوت حافظہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ائی اورآپ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کوعنایت کی ۔ ایمانی طریقے سے اس میں کوئی استبعاد کی بات نہیں اگراس کو عقل نہ مانے توعقل کا قصور ہے ہم نے کتاب العقل میں بفضلہٖ تعالیٰ ثابت کردیا ہے کہ عقل ہر بات میں چل نہیں سکتی ۔ بلکہ محسوسات میں بھی ٹھوکریں کھاتی ہے ۔جب محسوسات میں اس کا یہ حال ہوتو حقائق محسوسات میں وہ بے چاری کیا چل سکے گی ۔ سچے مسلمان کوضرور ہے کہ ایسے امور میں اگر شک آجاے تو بصدق دل بارگاہ کبریائی میں دعا کریں کہ اس فتنہ سے بچا کر ایمان سلامت رکھے ۔(مقاصدالاسلام ، ج9،ص:155/156)

وصلی اللہ تعالی وسلم علی خیر خلقه سیدنا محمد وعلی آله وصحبه اجمعین .

......○......

گر حفظِ مراتب نہ کنی……

محمد سراج الدین صاحب
متعلم عالم دوم

الحمدللہ وکفی والصلاۃ والسلام علی سیدنا محمد المصطفی وعلی الہ و اصحابہ البررۃ التقی۔

ابتدائے آفرینش سے خالق کائنات کی عادت مبارکہ ہے کہ اپنے بندوں کی رہبری ورہنمائی کے لئے انبیاء علیہم السلام کومبعوث فرماتا رہا۔ یہاں تک کہ نبی آخرالزماں ﷺ کو مبعوث فرمایا اور آپ ﷺ کی رفعت شان اور عظمت کو اپنے کلام میں بیان فرمایا۔جس کا سب ہی نے یوں اقرار واعتراف کیا۔ع:

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

پھرآپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حسب مراتب تمام بعد میں آنے والوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو بزرگی و فضیلت سے سرفراز فرمایا۔

تعریف صحابی: صحابی وہ خوش نصیب مؤمن ہیں جنھوں نے ایمان و ہوش کی حالت میں حضور سید عالم ﷺ کو ایک نظر دیکھا، یا انھیں حضرت ﷺ کی صحبت نصیب ہوئی ہو، پھران کا ایمان پر خاتمہ ہوا ہو۔

فضائل صحابہ قرآن وحدیث کی روشنی میں: کئی آیاتِ مقدسہ اور احادیث شریفہ فضیلت صحابہ پر دال ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے کسی صحابی کو بُرا نہ کہو۔تمہارے احد پہاڑ کے برابر خیرات کرنا ان کے سوا سیر جَو کے صدقے کے برابر نہیں ہوسکتا اور نہ اس کے آدھے کے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عمر بن الخطاب سے روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میرے صحابہ تارے ہیں تم جس کی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے۔(رزین)

بغض صحابہ پر وعیدیں بہت ہیں جن میں کے ایک دو ہم ذکر کرتے ہیں۔

عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا بچو! میرے صحابہ کے بارے میں۔

انھیں اپنے طعن وتشنیع کا نشانہ نہ بناؤ جس نے میرے صحابہ سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے محبت کی اور جو میرے صحابہ سے بغض رکھا تو اس نے مجھ سے بغض کی بناء پر ان سے عداوت رکھی اور جو ان کو تکلیف دیا وہ مجھ کو ایذا پہنچائی اور جس نے مجھ کو ایذا دی اس نے اللہ کو ناراض کیا جس نے اللہ کو ناراض کیا قریب ہے کہ وہ عذاب میں گرفتار کرلے۔(ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی مکرم علیہ السلام نے آگاہ فرمایا کہ جب تم انھیں دیکھو جو میرے صحابی کو بُرا کہتے ہیں تو کہہ دو کہ تمہارے سر پر اللہ کی پھٹکار ہو۔(ترمذی)

طبرانی، حاکم میں عویمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حبیب کردگار علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے پسند کیا اور میری محبت کے لئے میرے صحابہ کو پسند فرمایا ان ہی صحابہ میں سے میرے انصار و مددگار وزراء چنے جو انھیں برا کہے اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور لوگوں کی لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کے فرائض ونوافل کو بھی قبول نہ فرمائے گا اسے خطیب، عقیل اور امام بغوی، ابو نعیم، ابن عساکر نے کچھ فرق سے روایت فرمائے۔(امیر معاویہ پر ایک نظر ص ۳۱)

صحابہ کرام کے فضائل اور مناقب ان سے محبت کی تاکید معلوم ہوئی۔ حدیث کی روشنی میں اور ان میں سے کسی ایک صحابی کے بارے میں بغض وعناد رکھنے والوں کے لئے وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ ان ہی میں سے ایک صحابی حضرت امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما بھی ہے بر بنائے صحابی رسول تمام مسلمانوں کے لئے لازم ہے کہ ان کا بھی دیگر صحابہ کی طرح احترام، محبت، عظمت اور وقار کو اپنے لئے حرز جان بنائے رکھیں۔

''امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ: والد کی جانب سے معاویہ بن صخر (ابوسفیان) بن حرب بن امیہ بن عبدشمس بن عبدمناف۔ والدہ کی جانب سے ہند بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبدشمس بن عبدمناف بن قصی۔ حضور علیہ السلام کے دادا عبدمناف پر جا کر مل جاتا ہے لہذا نسبی لحاظ سے وہ قریبی اہل بیت ہیں۔''(امیر معاویہ پر ایک نظر ص ۴۰)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند ہے۔ آپ کی ولادت بعثت نبوی سے پانچ سال قبل ہوئی۔ بچپن ہی سے اولوالعزمی اور سرداری کا نمایاں اثر تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت ابوسفیان کہنے لگے۔ میرے بیٹا بڑا سر والا ہے اور لائق ہے کہ اپنی قوم کا سردار بنے۔ آپ کی والدہ کہتی ہے کہ فقط اپنی قوم کا؟ میں اس پر روؤں اگر یہ پورے عالم عرب کی قیادت نہ کرے (الاصابہ) اسی طرح ایک عرب کے قیافہ شناس نے صغرسنی میں دیکھا تو کہا میرا خیال ہے یہ اپنی قوم کا سردار بنے گا۔(البدایہ والنہایہ)

آپ کے والد نے تعلیم سے آراستہ کیا پھر آپ کا شمار تعلیم یافتہ لوگوں میں ہونے لگا تھا۔ مشہور مورخ واقدی لکھتے ہیں کہ آپ صلح حدیبیہ کے بعد ایمان لے آئے، مگر اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھا، فتح مکہ کے وقت اسلام کا اظہار فرمایا اس کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ میں عمرۃ القضا سے پہلے اسلام لے آیا تھا مگر مدینہ جانے سے ڈرتا تھا میری والدہ کہتی تھی کہ ہم ضروری اخراجات

زندگی دینا بند کردیں گے اور کئی دوسرے اعذار کی بناء پر چھپائے رکھا اور والد محترم کے ساتھ فتح مکہ پر اپنے اسلام کا اعلان کیا (حضرت معاویہ اور تاریخی حقائق ص ۲۶۰) یہی وجہ ہے کہ ہمیں ان کا نام ونشان تک نہیں ملتا کہ آپ اسلام کے خلاف ہونے والی جنگوں میں شرکت کی ہو۔ جبکہ آپ کے والد خود ان جنگوں کے سپہ سالار تھے اور حضرت معاویہ بہادر اور شجاع تھے نہ کہ بزدل و کمزور۔ اعلان اسلام کے بعد حضور اور مسلمانوں کے ساتھ غزوات حنین تبوک خندق وغیرہ میں ہم رکاب تھے اور ثابت قدم رہے۔

آپ کے بھائی یزید بن ابوسفیان کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ملک شام کا حاکم مقرر کیا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے بھائی یزید بن سفیان کے ساتھ چلے گئے۔ عہد صدیقی کے بعد دور فاروقی آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قیساریہ فتح کرنے کا حکم صادر فرمایا جو مملکت روم کا مشہور شہر اور ان کی فوجی چھاؤنی تھی۔ چنانچہ حضرت یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما نے اس شہر کا محاصرہ کرلیا جب محاصرہ طول پکڑنے لگا تو اپنی جگہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو نائب بنا کر دمشق واپس آئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں وہ معرکہ روم فتح ہوگیا اس کے ماہ بعد حضرت یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ واصل بحق ہوگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون ۔

طالب ہاشمی نامور عربی ادیب محمد حسین ہیکل کی کتاب ''فاروق اعظم'' کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو طاعون عمواس میں حضرت ابوعبیدہ بن الجراح اور یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے وصال کی خبر ملی تو آپ نے ان کی جگہ بالترتیب حضرت شرحبیل بن حسنہ اور حضرت معاویہ بن ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) کو مقرر فرمایا۔ بعدازاں امیر المؤمنین نے وبازدہ علاقہ کا جائزہ لے کر وہاں کا نظم ونسق بحال کرنے کے لئے شام کو تشریف لے گئے اور ایلہ سے ہوتے ہوئے جابیہ پہنچے چند دن قیام فرمایا۔ جابیہ کے قیام کے دوران انھوں نے حضرت شرحبیل بن حسنہ (رضی اللہ عنہ) کو ان کی خدمات سے سبکدوش کردیا۔ حضرت شرحبیل نے پوچھا کہ کیا آپ نے مجھے کسی ناراضی کی بناء پر سبکدوش کیا ہے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ نہیں تم مجھے عزیز ہو لیکن میں ایک ایسے شخص کو سارے شام کا امیر بنانا چاہتا ہوں جو تم سے زیادہ قوی ہو۔ حضرت شرحبیل نے عرض کیا تو پھر مجمع عام میں اس کا اعلان کردیجئے تا کہ مجھے لوگوں کے سامنے ندامت نہ اُٹھانی پڑے۔۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع کرکے اعلان فرمایا لوگو! خدا کی قسم میں نے شرحبیل کو کسی ناراضی یا کوتاہی کے سبب امارت سے سبکدوش نہیں کیا بلکہ ان کی جگہ ایک ایسے شخص کو امیر بنانا چاہتا ہوں جو ان سے زیادہ قوت کے ساتھ حکومت کرے۔ میرے نزدیک اس کام کے لئے معاویہ بن ابوسفیان موزوں ترین آدمی ہیں''۔ (خیر البشر ﷺ کے چالیس جانثار)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نگاہ قدر شناس نے ایک ایسے شخص کو ڈھونڈ نکالا جو شجاعت۔ سیاست اور بہترین قائدانہ و

مدبرانہ صلاحیت رکھنے والی غیور ہستی تھی انھیں کو آپ نے ملک شام کا گورنر بنایا جو کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہے اور آپ کے لئے ماہانہ ہزار درہم مقرر کئے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ملک روم پر جہاد کو جاری رکھا اور کئی بلاد کو اسلامی مملکت میں شامل کردیا۔ شہادت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے خلافت کی باگ ڈور سنبھالی تو آپ نے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت و سیاست، حسن انتظام اور مدبرانہ صلاحیت اور بقول عمر رضی اللہ عنہ کسریٰ عرب کو پسند فرماکر آپ کی حکومت کو آگے بڑھایا یعنی کئی ایک علاقوں کو آپ کے ماتحتی میں کردیا۔ ان علاقوں میں حمص بھی ہے جس کے گورنر حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو معزول کرکے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں کردیا تب بعض محبان عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ آپس میں چہ مہ گوئیاں کرنے لگے۔ یہ خبر جب حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کے کانوں سے ٹکرائی تو آپ نے آگاہ کردیا کہ لوگو! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر صرف خیر سے کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اے اللہ معاویہ کو ہادی ومھدی (ہدایت یافتہ اور راہ راست کی طرف رہنمائی کرنے والا) بنا اور ان کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت عطا فرما۔ (مناقب معاویۃ ترمذی ج ۲، ص ۲۲۴) دیگر کتب احادیث وغیرہ میں یہی بات ذرا سے فرق کے ساتھ آئی ہے۔ احمد، ترمذی وابن عساکر۔ ۳۶ ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ظالم باغیوں نے شہید کیا۔

انھوں نے اپنے دور خلافت میں ہر طرف خوش حالی بھر دی تھی۔ ایک مرتبہ بیت المال کا خزانہ کھول کر غریبوں میں تقسیم کرنے کے لئے اونٹوں پر لادے گئے جس طرح وہ لئے گئے تھے ویسے ہی واپس آئے یعنی غربت وافلاس کا نام ونشان تک نہ تھا بلکہ ہر طرف خوشحالی کا دور دورہ تھا۔ ایسے عثمان رضی اللہ عنہ کو بغیر کسی جرم کی پاداش میں ظلماً شہید کیا گیا یہ بات مسلم ہے کہ **الانسان عبید الاحسان۔**

بانی جامعہ نظامیہ نے مقاصد الاسلام حصہ ششم (ص ۹) میں یوں تحریر کیا: ''ایسے محسن کی یہ حالت ہو تو کہئے کہ اہل اسلام آپ کے جود ونوال سے مدتوں فیضیاب رہے ان کی کیا حالت ہونی چاہئے یہی اسباب تھے جنھوں نے مسلمانوں کے دلوں میں انتہا کا جوش پیدا کردیا''۔

جہاں مسلمانوں کے اندر جوش پیدا ہوا تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اندر کتنا جوش پیدا ہوا ہوگا۔ جبکہ ان کے ہاتھ میں شام کی گورنری، طاقت وقوت بھی ہے اور وہ مظلوم کے چچازاد بھائی ہے اور مسلمانوں کے امیر بھی۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے، **من اهان سلطان الله فی الارض اهانه الله باب ما هاء فی الخلفاء** (ترمذی ج ۲ ص ۴۶) جس نے اپنے امیر کی اہانت کی اللہ اس کو ذلیل وخوار کرے گا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اہانت جو کی گئی ان کا بدلہ لینے اور ان کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے خلیفۂ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا جو کہ اس وقت مدینہ منورہ میں امیر مقرر کئے گئے۔

حضرت بانی جامعہ نظامیہ آگے مزید لکھتے ہیں:

''قرآن کے حکم کو قبول کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے مگر اس موقع میں شامیوں کے غصہ کی حالت یہ تھی کہ از خود رفتہ تھے خاص وجہ اس کی یہ تھی کہ بلوائی جو عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک تھے ہزار ہا تھے۔ جیسا کہ ناسخ التواریخ کے صفحہ ۲۴۳ میں ہے کہ جب ابوہریرہ اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہما نے معاویہ کی طرف سے علی کرم اللہ وجہہ کو پیام پہونچایا کہ اگر آپ عثمان کے قتل میں شریک نہ تھے تو ان کے قاتلین کو ہمارے حوالے کردیجئے۔ اس وقت بیس ہزار ۲۰,۰۰۰ سپاہی جرار مسلح پوش کھڑے ہوگئے کہ ہم سب قاتلین عثمان ہیں غرض کہ فوج کا ایک بڑا حصہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لشکر میں ان ہی بلوائیں کا تھا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک تھے۔ اہل شام پر سخت ناگوار ہوا کہ ان ہی لوگوں نے خلیفۂ مظلوم کو بے عزت اور ذلیل کرکے قتل کیا۔ پھر حکمت عملی سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شریک ہوکر وہ چاہتے ہیں کہ طرفدارانِ خلیفۂ مظلوم پر بھی غلب آجائیں اور خلیفۂ مظلوم کا خون ہدر کردیں یہی اسباب تھے کہ مسلمانوں کو خطائے اجتہادی کا موقع مل گیا''۔ (مقاصد الاسلام حصہ ششم ص ۱۱)

علامہ ابوالحسن علی حسنی ندوی، ابن خلدون کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''(حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد) فتنہ کا دروازہ کھل گیا، جس فریق نے جوبھی کیا اس کا جواز اس کے پاس تھا اور سب جویائے حق اور دین کے لئے کوشاں تھے، دینی اُمور کو کوئی بھی ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا، اس (اصلِ اصول یعنی دین اسلام کی سربلندی) کے بعد انھوں نے صورت حال کا جائزہ لیا اور اجتہاد کیا، اللہ ان کے احوال سے واقف اور ان کے قلبی کیفیات سے مطلع ہے، ہم سب ہی سے حسنِ ظن رکھتے ہیں جیسا کہ ان کے حالات گواہ ہیں اور ان میں سچے افراد کے اقوال سے ثابت ہوتا ہے''۔

آگے مزید لکھتے ہیں:

''ہر چند کہ ان اختلافات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ برحق تھے مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی نیت بھی باطل نہ تھی۔ انھوں نے (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) ارادہ حق ہی کا کیا تھا مگر ان سے غلطی (خطائے اجتہادی) ہوگئی اور تمام لوگ اپنے مقاصد کے لحاظ سے حق پر تھے''۔ (المرتضیٰ ص ۲۴۶)

علامہ سید ہاشمی میاں صاحب الیواقیت والجواہر کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

''امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں، کمال بن شریف نے کہا حضرت علی و معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جو نزاع تھا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ امارت میں نزاع تھا۔ جیسا کہ بعض لوگوں کو وہم ہے نزاع صرف اس وجہ سے تھی کہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کے خاندان والوں کو (حضرت علی) سپرد کردیں تاکہ یہ حضرات قاتلین سے قصاص لیں''۔ (حضرت امیر معاویہ خلیفہ راشد ص ۸۰)

چنانچہ حضرات علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما کا نزاع امارت میں نہیں قصاص میں تھا اس واقعہ سے اظہر من الشّمس ہوجاتا ہے۔

علامہ ہاشمی میاں صاحب مزید لکھتے ہیں:

''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جنگ سے حتی الامکان گریز کرتے رہے یہی وجہ تھی کہ جب ان کو صفین کے موقع پر یہ اطلاع ملی کہ قیصر روم کا ارادہ عالم اسلام پر حملہ کرنے کا ہے وہ ہماری اندرونی کشمکش سے فائدہ اُٹھانا چاہتا ہے اور اسی غرض سے وہ اپنی فوج کو منظّم کررہا ہے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شدت علی الکفر سے بھرپور ایک اسلامی پروانہ روانہ کیا جس کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

(واللہ لئن لم تنته وترجع بلادک یالعین لاصطلحن انا وابن عمی ولا خرجنک من جمیع بلادک ولاضیقن علیک الارض بما رحبت) قسم ہے اللہ کی اے لعین! اگر تو فوراً نہ رُکا اور اپنے علاقے کو واپس نہ ہوا تو میں اپنے چچا کے بیٹے (حضرت علی) سے صلح کروں گا اور تجھے تیرے ملک سے نکال دوں گا اور زمین اس کی فراخی کے باوجود تیرے لئے تنگ کرڈالوں گا۔

یہ خط پڑھ کر اس پر اتنا رعب طاری ہوا کہ اس نے فوجیں ہٹالیں۔ شاہ روم مرعوب کیوں نہ ہوتا جبکہ اقلیم سیاست کا تاجدار غضبناک ہوگیا تھا۔'' (حضرت امیر معاویہ خلیفہ راشد ص ۷۳)

مولانا محمود اشرف عثمانی، حافظ ابن کثیر کے حوالہ سے نقل کیا ہے ''کہ حضرت علی جب جنگ صفین سے واپس لوٹے تو فرمایا: **ایها الناس لاتکرهوا امارة معاوة فانکم لو فقد تموه رایتم الرؤوس تندر عن کواهلها کانما الحنظل** ۔ اے لوگو! تم معاویہ کی گورنری اور امارت کو ناپسند مت کرو، کیوں کہ اگر تم نے انھیں گم کردیا تو دیکھو گے کہ سر اپنے شانوں سے اس طرح کٹ کٹ کر گریں گے جس طرح حنظل کا پھل اپنے درخت سے ٹوٹ کر گرتا ہے۔'' (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور تاریخی حقائق ص ۲۶۶)

جنگ صفین میں دونوں فریقین (علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما) نے قرآن کے ذریعہ فیصلہ کرنے کے لئے اپنے آپ اپنے جانب ایک ایک حکم کو مقرر کیا تو گروہ نکلا جو یہ نعرہ لگارہا تھا کہ **لاحکم الاللّٰہ** حضرت علی نے ہر چند یہ سمجھایا کہ بات اپنی جگہ درست ہے مگر اس کا معنی ومفہوم غلط لیا گیا۔ پھر بھی وہ لوگ نہیں مانے۔ تو ان خوارج کے ظہور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کا سدباب کیا۔ خوارج سے نبردآزما ہونے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ کو مراجعت فرما ہوئے۔ پھر آپ پر ۱۷؍ رمضان المبارک کو ابن ملجم نے جان لیوا حملہ کیا جس کے بعد تیسرے دن آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ آپ نے فرزندان کو کچھ وصیتیں فرمائیں شہادت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد شبیہ رسول حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت کی باگ ڈور سنبھالی۔ آپ نے چھ ماہ کی مختصر مدت میں کئی ایک کارنامے انجام دیئے۔ آپ اپنے والد بزرگوار کے دور خلافت میں کوفیوں

اور نام نہاد شیعان علی کے حالات سے آگاہ تھے چنانچہ پہلی مرتبہ جب خطبہ ارشاد فرمارہے تھے تب آپ پر حملہ کیا گیا۔امام حسن المجتبیٰ نے کوفیوں کی بے وفائی کا جو تیرہ دیکھا والد ماجد نصیحتیں یاد آرہی تھیں۔

لاتکرھوا امارة معاویة ۔خلافت معاویہ سے تم کراہیت نہ کرنا (نیز) **ان معاویة سیلی الأمر** ۔معاویہ عنقریب امیرالمؤمنین ہوں گے اور یہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی یاد رہا کہ **ان معاویة لا یصارع احدًا إلا صرعه معاویه** (کنزالعمال ص ۸۷)

مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی البدایہ والنہایہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ان کی فوج میں اختلاف و انتشار ہے، آپ ان سے بیزار اور مایوس ہوئے اور معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کو (جو اہل شام کے ساتھ سوار ہوکر ''مسکن'' تک آچکے تھے) یہ خط لکھا جس میں ان کے سامنے صلح کی تجویز رکھی اور چند شرطیں رکھیں اور اگر وہ اس کو قبول کرلیں تو وہ امارت سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دستبردار ہوجائیں گے اور مسلمان خونریزی سے بچ جائیں گے،لوگوں کو اس خط کا علم ہوا،حضرت معاویہ کے حق میں اتفاق رائے ہوگیا۔''

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے آگے مزید لکھتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ خلافت میرے بعد تیس ۳۰ سال رہے گی۔ چنانچہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ کے حق میں ربیع الاول ۴۱ ہجری میں دستبردار ہوئے اور آنحضرت ﷺ کے وصال مبارکہ سے اس دن تک تیس سال پورے ہوتے ہیں۔'' (المرتضیٰ ص ۲۵۳)۔۔

علامہ سید ہاشمی میاں صاحب امیر معاویہ خلیفہ راشد ص ۱۱۳ پر، صلح حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں رقم طراز ہیں، اس کی تفصیل نا قابل اعتماد تاریخی ذخیروں سے بیان کرنے کے بجائے صحیح بخاری سے نقل کرتے ہیں۔

''امام بخاری حضرت بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں:

واللہ حسن بن علی (رضی اللہ عنہما) معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے مقابلہ میں پہاڑوں کی طرح فوجیں لے کر آئیں۔ پس عمرو بن عاص (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ میں تو یہ فوجیں ایسی دیکھ رہا ہوں جو اپنے سامنے والوں کو جب تک مار نہ لیں پیٹھ نہ پھیریں گی۔ معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے ان سے کہا اگر انھوں نے ان کو مارا تو ان کے اِن اُمور کا کون ذمہ دار ہوگا پس انھوں نے قریش کے دو آدمی جو بنی عبدشمس کے تھے، عبدالرحمٰن بن سمرہ، وعبداللہ بن عامر کو پیغام صلح دیکر حسن (رضی اللہ عنہ) کے پاس بھیجا۔ دونوں گئے اور ان سے گفتگو میں طلب گار صلح ہوئے۔ حسن (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا ہم عبدالمطلب کی اولاد ہیں اور ہمیں خرچ کرنے کی عادت ہوگئی ہے اور ہمارا اگر وہ خون خرابہ کرنے میں طاق ہے ان دونوں نے کہا معاویہ (رضی اللہ

عنہ) آپ کو اتنا اتنا روپیہ دیں گے اور آپ سے صلح چاہتے ہیں، آپ جو چاہے اسے منظور کریں۔ آپ نے فرمایا اس کا ذمہ دار کون ہے؟ دونوں نے کہا ''ہم ذمہ دار ہیں'' جو کچھ کہا اس کے جواب میں دونوں نے کہا کہ ہم ذمہ دار ہیں۔ پس آپ نے معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے صلح کرلی۔ حسن بصری (رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ میں نے ابوبکرہ (صحابی رسول) سے سنا، وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو منبر پر دیکھا اس حال میں کہ حسن بن علی (رضی اللہ عنہا) ان کے پہلو میں تھے آپ کبھی لوگوں کی طرف منہ کرتے اور کبھی حسن بن علی (رضی اللہ عنہما) کی طرف اور فرماتے تھے کہ میرا یہ بیٹا سید ہے اور اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں کے درمیان صلح کرادے گا۔'' (بخاری، فتح الباری ج ۱۳ص ۵۴)

اکتالیس ۴۱ ہجری امام حسن المجتبیٰ (رضی اللہ عنہ) نے حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو خلافت سپرد کردی تو حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) اب تمام اسلامی ممالک کے امیر و خلیفہ قرار پائے اور اپنے دور خلافت میں گرانقدر کارہائے نمایاں انجام دیئے پھر جو اسلامی مملکت میں بربنائے نزاع جہاد کا سلسلہ رُک چکا تھا، شروع ہو چکا، آپ نے کئی ایک ممالک کو اپنے زیرنگیں کرلیا آپ کے اندر حلم و بردباری، ضیافت، رعایا پروری، دوررسی، مظلوموں کی فریادرسی وغیرہ جیسے عادات و خصائل موجود تھے۔ آپ حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کی بھی حفاظت فرماتے رہے یہی بات ہے کہ آپ کے دور میں خوشحالی امن و امان اُخوت و بھائی چارگی کا دور دورہ تھا۔ ایسی پاک باز ہستی جن کے فضائل کے بارے میں قرآن و حدیث شاہد ہیں، بعض نے زبان طعن دراز کیا ہے تو اجلاء علماء و اکابرین نے حضور اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق ان کا، رد کیا صحابی رسول کی عظمت و رفعت کو عامۃ المسلمین کے سامنے واضح کردیا۔ آج بھی کچھ حضرات آپ پر دشنام طرازی کررہے ہیں اور کچھ تو آپ کی صحابیات کا ہی انکار کرنے لگے ہیں اسی بناء آپ کی عظمت صحابیت و مناقب حدیث شریف اور اقوال ائمہ اسلام اور عقائد اہل سنہ کے مطابق سپرد قرطاس کیا جاتا ہے۔

حضرت عرباض (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ رمضان کے مہینہ میں سحر کے لئے مدعو کئے کہ آنے والے بابرکت دن میں آجاؤ پھر میں نے سماعت کیا کہ آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اے اللہ! معاویہ کو کتاب اور حساب سکھلا اور عذاب سے بچا۔ (التقریب، المسند، البدایہ، کنز العمال، الاستعاب تحت الاصابہ ص ۳۸۱، جلد۳)

پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری کے نظریہ کا خلاصہ

اس پر امت مسلمہ متفق رہی ہے کہ خلافت بہرطور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا حق تھا، آپ ہی خلیفہ راشد تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ اور یہ اقدام جمیع ائمہ اہل سنت کے ہاں خطائے اجتہادی پر محمول کیا جاتا ہے۔ اس دور مناقشہ میں چار جماعتیں وجود میں آئیں۔ ان چار جماعتوں کی وضاحت کرتے ہوئے آگے تحریر کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی

شہادت کے بعد اکثریت نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنایا چھ ماہ کے عرصہ حکومت کے باوجود جب اُمت مسلمہ پہلے ہی کی طرح سیاسی انتشار کا شکار رہی اور دھڑے بندی ختم نہ ہوئی تو سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے اُمت میں وحدت، اتحاد اور یگانگت پیدا کرنے کی خاطر اپنی خلافت سے دستبردار ہونے کا اعلان فرمایا اور اُمت مسلمہ کے وسیع تر مفاد کی خاطر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کو تسلیم کرنے کا اعلان فرمادیا۔ چنانچہ اس چوتھے طبقے یعنی اہل سنت و جماعت نے بھی سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی پیروی میں اُمت مسلمہ کے مفاد کے پیش نظر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کو تسلیم کرلیا اور خلافتِ بنو اُمیہ کے خلاف بالعموم صف آرائی نہ کی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یقیناً اسلام اور مسلمانوں کے خیر خواہ تھے۔ علماء نے اسی بات کے پیش نظر اور دوسرا نسبتِ رسالت ﷺ کے پیش نظر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر زبان طعن دراز کرنا، تنقید کرنا، ان کو گالی دینا اور بُرا بھلا کہنا حرام قرار دیا ہے۔ (فلسفہ شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ)

امام طحاوی عقیدۃ الطحاویہ میں فرماتے ہیں ''ہم صحابہ کرام سے محبت رکھتے ہیں ان میں سے کسی صحابی کی محبت میں افراط ومبالغہ سے کام نہیں لیتے اور نہ کسی صحابی سے برأت کا اظہار کرتے ہیں جو ان سے بغض رکھتا ہے ہم ان سے بغض رکھتے ہیں اور جو شخص ان کا خیر کے علاوہ ذکر کرتا ہے اس سے بھی بغض رکھتے ہیں اور ہم صرف ان کا خیر و بھلائی ہی سے ذکر کرتے ہیں ان سے محبت دین وایمان اور احسان ہے اور ان سے بغض رکھنا کفر ونفاق اور طغیان یعنی سرکشی ہے۔

اس خصوص میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا قول بڑا معنی خیز ہے کہ جب آپ سے صحابہ کرام کے درمیان واقع ہوئی جنگ وجدال کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ: **تلک دماء طهر الله عنها ایدینا فلنطهر عنها السنتنا** وہ ایسے خون ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو محفوظ رکھا تو ہم اپنے زبانوں کو ان سے پاک رکھیں۔ (دورہ امریکہ اور پیغام اسلام از نائب مفتی محمد قاسم صدیقی تسخیر ص ۱۲۹)

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا حضرت عمر بن عبدالعزیز افضل ہے یا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ۔ آپ نے فرمایا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ تصحیح العقیدہ فی باب امیر المعاویہ میں ہے ''اس خطا کی وجہ سے ان کی شان میں بے ادبی کرنا اور ان کی تعظیم وتکریم سے رکنا اہل سنت سے خارج ہونا ہے کے گھوڑے کی ناک کا غبار جو حضور ﷺ کے ساتھ جہاد کے موقع پر واقع ہوا وہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے ہزار گنا زیادہ اچھا ہے۔ (امیر معاویہ پر ایک نظر ص ۴۹)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا ''بلاشبہ اسلام ایک گھر کی مانند ہے جس کا ایک دروازہ ہے اور اسلام کا وہ دروازہ صحابہ کرام ہے جس نے صحابہ کو ایذا دی اس نے اسلام کا ارادہ کیا، وہ اس شخص کی مانند ہے جو گھر میں داخل ہونے کے لئے دروازہ میں نقب زنی کرتا ہے''۔ امام نسائی نے فرمایا جس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ارادہ کیا بلاشبہ اس نے تمام صحابہ کا ارادہ کیا۔ (دورہ امریکہ اور پیغام اسلام ص ۱۲۸)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کیمیائے سعادت میں عمر بن عبدالعزیز کا قول لکھتے ہیں کہ ''میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو اس حالت میں دیکھا کہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما آپ کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں میں اس محفل میں حاضر ہی ہوا تھا۔ حضرت علی و معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں آئے اور ایک مکان میں چلے گئے تھوڑی دیر بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر آئے اور فرمایاقضی لی و رب العکبة (واللہ میرا حق ثابت ہوگیا) پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باہر آئے اور فرمایاغفرلی و رب الکعبة (رب کعبہ کی قسم مجھے معاف کردیا گیا)۔'' (ردروافض ص۱۰۲)

حضور غوث الثقلین سرکار بغداد غنیۃ الطالبین میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت و امارت کے متعلق یوں ارشاد فرماتے ہیں''**واما خلافة معاوية بن ابی سفيان فثابتة صحيحة بعد موت علي و بعد خلع الحسن بن علی نفسه عن الخلافة و تسليمها الی معاويه لرأی راه الحسن و مصلحة عامة تحققت له و حقی دماء المسلمين** اور رہی امیر معاویہ بن ابوسفیان کی خلافت پس وہ اس وقت سے درست ہوئی جب کہ حضرت علی کی وفات ہوگئی اور امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے کو خلافت سے علیحدہ کرلیا اور امیر معاویہ کو سپرد کردی ایک مصلحت کے بناء پر جو امام حسن رضی اللہ عنہ نے دیکھی اور آپ کو مصلحت عامہ اسی میں نظر آئی مسلمانوں کا خون بچانے کے لئے۔'' (غنیۃ الطالبین ص ۱۷۶)

آگے لکھتے ہیں ''**اما قتاله رضی الله عنه بطلحة والزبير و عائشة و معاوية رضی الله عنهم فقد نص الامام احمد رحمة الله عليه علی الامساک عن ذلک** ۔لیکن علی رضی اللہ عنہ کا حضرات طلحہ و زبیر و عائشہ و معاویہ رضی اللہ عنہم سے جنگ فرمانا تو اس پر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے خوشہ چینی سے باز رہنے کی تصریح فرمادی۔ (عنیۃ الطالبین ج۱ص ۱۷۵)

حضور سرکار بغداد جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اسی غنیۃ الطالبین میں اہل سنت کا عقیدہ یوں بیان فرماتے ہیں۔

''سارے اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ صحابہ کرام کی جنگوں میں بحث سے باز رہا جائے اور انھیں بُرا کہنے سے پرہیز کیا جائے۔ ان کے فضائل اور ان کی خوبیاں ظاہر کی جائے اور ان بزرگوں کا معاملہ رب کے سپرد کیا جائے جیسے وہ اختلافات جو حضرت علی رضی اللہ عنہ وحضرات عائشہ ومعاویہ وطلحہ وزبیر رضی اللہ عنہم میں واقع ہوئے جس کا بیان ہم پہلے کرچکے ہیں اور ہر عظمت والے کواس کی عظمت کا حق دیا جائے''۔

حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے ان ارشادات کوسن کر سچا مسلمان اور کوئی بزرگوں کو ماننے والا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر زبان طعن دراز کرکے اپنا ایمان برباد نہ کرے گا۔''

''قطب ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ ان کے مکتوبات میں اہل سنت کا عقیدہ ہی نہیں بتلارہے ہیں بلکہ ایک حدیث کے ذریعہ سے علماء کو خاص کرتے ہیں کہ تم عقیدہ صحیحہ کا سارا عالم میں پرچم لہراؤ۔ جب فتنہ ظاہر

ہوں یا بدعت کا رواج ہونے لگے اور میرے صحابہ پر دشنام طرازی ہونے لگے پس عالم کو چاہئے کہ اپنے علم کو ظاہر کرے ورنہ اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت سے ان کے نوافل اور فرض قبول نہ کئے جائیں گے۔'' (رد روافض ص ۱۱۰)

علامہ عبدالحق محدث دہلوی تکمیل الایمان میں فرماتے ہیں، ''ہم صحابہ کا ذکر خیر ہی کرتے ہیں اور اہل سنت و جماعت کا طریقہ بھی یہی ہے کہ صحابہ کا ذکر خیر ہی سے کیا جائے ان پر لعن وطعن اور تشنیع واعتراض وانکار کیا جائے اور ان سے سوئے ادبی نہ کی جائے کیوں کہ ان حضرات نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت پائی ہے اور ان کے فضائل ومناقب میں آیات واحادیث بکثرت موجود ہیں۔'' (رد روافض ۹۶)

بعض کی آپس میں مشاجرات ومحاربات اور اہل بیت کے حقوق میں کوتاہی منقول ہے۔ اس میں اول تو تحقیق وتفتیش کی جائے گی اگر ایسی کوئی چیز بھی ثابت ہو تو اسے گفتہ نہ گفتہ اور شنیدہ نہ شنیدہ کر دیا جائے کیونکہ ان حضرات کی صحبت مع النبی یقینی ہے اور روایات ظنی ہے چنانچہ ظن یقین کا معارض نہیں اس لئے اس ظن سے یقین متروک نہیں ہوتا'' چنانچہ سرحد دارالسلام پر آباد حضرات میں معاویہ حضرت عمرو بن عاص، مغیرہ بن شعبہ وغیرہم رضی اللہ عنہم کی کچھ باتیں ایسی حد تواتر کو پہونچی ہوئی ہیں جن سے باطن میں کدورت اور دل میں وحشت پیدا ہوتی ہے لیکن جو مشائخ اہل سنت و جماعت کے تابع ہیں اپنی زبانوں کو بند رکھتے ہیں اور ان حضرات کے بارے میں کوئی نازیبا کلمہ زبان پر نہیں لاتے۔۔ (رد روافض ۹۷)

لذات مسکین میں ہے، ''صحابہ جن کی شان میں آیت شریفہ **رحماء بینھم** نازل ہوئی آپس میں محبت کرنے والے اور رحم دل تھے جس طرح رسول اللہ ﷺ پر عاشق تھے اسی طرح ایک دوسرے پر عاشق و جانثار تھے۔ ان کی آپس کی لڑائیاں بسبب اجتہاد کے ہوئی نہ کہ خواہشات نفسانی وحب جاہ وریاست و ملک و مال کے لئے۔ ان لڑائیوں میں حق حضرت علی کی طرف تھا اور دوسرے خطا پر تھے یہ خطا، خطائے اجتہادی تھی، جس پر عذاب نہیں بلکہ ایک درجہ ثواب ہے۔ اسی سے ان پاک نفوس کا مرتبہ جاننا چاہئے کہ ان کی خطا پر بھی ثواب عطا ہوا لہذا اگر کسی نے اس خطا پر عتاب کیا اور زبان پر لعن وطعن دراز کی تو وہ اللہ سے معارضہ کرنے والا اور ایمان سے ہاتھ دھونے والا ہوا۔ ان لڑائیوں میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کی چہیتی بیوی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہما جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں شریک تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو آنحضرت ﷺ کے برادر نسبتی اور عادل و فاضل اور کاتب وحی و صاحب اجتہاد تھے، کتنے لڑائیاں اس اجتہاد کی وجہ سے حضرت علی سے کیں، اگرچہ کہ ان کا اجتہاد یہ خطا تھا، جو موجب ثواب ہے نہ کہ عذاب۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ میرے بھائی مجھ سے باغی نہیں ہوئے (۱) وہ فاسق ہے نہ کافر۔ اگر کسی نے ان کو فاسق یا کافر کہا اور زبان پر لعن وطعن کو دراز کیا اس نے حضرت علی کے ارشاد کے خلاف کیا اور آپ کو آزردہ کیا۔ جب دو بھائی آپس میں لڑتے ہیں اور کسی غیر کی طرف رجوع کرتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ تم دونوں آپس میں بھائی ہو تم

دونوں کے درمیان ہم کیا کہہ سکتے ہیں، اگر ایک کو کچھ کہتے ہیں تو دوسرا خفا ہوتا ہے اسی طرح صحابہ آپس میں برادر حقیقی سے زیادہ تھے کسی نے اگر ایک سے بے ادبی کی تو سب کو ناراض کیا پس سلامتی اس میں ہے کہ ان بزرگوں کے معاملہ میں دخل نہ دیں اور ان کے مرتبہ کے موافق سب سے محبت رکھے۔''

تفسیر قادری المسمی بہ کشف القلوب میں سورہ حشر کی آیت والذین جاؤوا ...... الخ کی تفسیر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

مجتہدین کی خطا بھی اجر سے خالی نہیں۔ **والحذر من التعرض لما شجر بين الصحابة فانهم كلهم عدول خير القرون مجتهدون و مصيبهم له اجران و مخطئهم له اجر واحد** (فتح القریب، شرح ترغیب وترہیب)

صحابہ کرام کے باہم جو اختلافات ہوئے ان کے ذکر سے احترازِ کامل کیا جائے کیونکہ وہ سب کے سب ثقہ عادل ہے خیرالقرون میں داخل اور صاحب اجتہاد جن کی رائے ثواب پر تھی ان کو دونا اجر تھا اور جن سے غلطی ہوئی ان کو ایک اجر ہے۔ (تفسیر قادری)

آگے مزید سپرد قرطاس کرتے ہیں ''اور ہر ایک (فریق) سے اللہ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے اگر بعد کو باہم کچھ شاخسانے رونما ہوئے تو ان کو اس طرح طے فرمایا گیا **ونزعنا ما في صدورهم من غل اخوانا على سرر متقابلين** اور جو کچھ ان میں باہم شکر رنجی تھی ہم نے ان کے سینوں سے نکال دی وہ بھائی بھائی ہو کر ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر ہوں گے۔'' (تفسیر قادری)

حقائق آگاہ، معارف دستگاہ، علامہ زماں، وفرید دوراں، عالم باعمل، و فاضل بے بدل، جامع علوم ظاہری باطنی، عارف باللہ شیخ الاسلام مولانا امام حافظ محمد انوار اللہ فاروقی حنفی وچشتی نوراللہ مرقدہ نے اہل اسلام کے عقائد کو خوب لطف وکرم سے احسن پیرائے میں سمجھایا۔ حضرت علی و معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان ہونے والے مناقشہ کے حقائق کو مخالفین ہی کی کتب سے واضح فرمایا اور جو بعض لوگوں نے غالی شیعوں کی کتب پڑھ کر اپنے عقائد میں بگاڑ پیدا کرلیا تھا ان کی اصلاح یوں فرمائیں۔

مقاصد الاسلام حصہ ششم ص ۱۰۹ فرماتے ہیں:

''کنزالعمال میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ نے مجھے برگزیدہ فرمایا اور میرے لئے صحابہ کو

---

(۱) نوٹ: حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی جو اعلی حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور شاگرد ہیں اپنی معرکۃ الآراء کتاب ''بہار شریعت'' میں فرماتے ہیں: گروہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر حسب اصطلاح شرع اطلاق فئۃ الباغیہ آیا ہے مگر اب کہ باغی بمعنی مفسد، معاوند و سرکش ہوگیا ہے اور دشنام سمجھا جاتا ہے۔ اب کسی صحابی پر اس کا اطلاق جائز نہیں۔ ''عرف شرع میں بغاوت مطلقا بمقابلہ امام برحق کو کہتے ہیں''۔ علامہ ہاشمی میاں صاحب اس کے بعد مزید لکھتے ہیں، لہذا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو باقی کہنا، ان کو مفسد، معاند اور سرکش قرار دینا جسے کوئی نام نہاد امام اہل سنت برداشت کرسکتا ہے لیکن اہل سنت و جماعت اسے کسی بھی درجہ میں گوارہ نہیں کرسکتے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صلح حسن رضی اللہ عنہ امام برحق ہوئے تو جو مسلمانوں کے امام برحق کو باغی کہے اس کی امامت ہم کیسے تسلیم کرسکتے ہیں۔ (امیر معاویۃ خلیفۂ راشد ۹۵)

برگزیدہ کیا اور ان میں سے میرے وزیر اور اصہار مقرر فرمائے، سو جو شخص ان کو گالی دے اس پر اللہ اور ملائکہ اور تمام آدمیوں کی لعنت ہے، قیامت کے روز نہ اس کے فرائض قبول کئے جائیں گے نہ نوافل۔ ''منتھی الارب'' میں لکھا ہے کہ اصہار داماد و پدر زن و برادر زن و دیگر اہل بیت زن۔ دیکھئے معاویہ رضی اللہ عنہ علاوہ اس کے کہ آنحضرت ﷺ سے نسبتِ قرابت قریبہ رکھتے تھے، حضرت کے سالے بھی تھے، پھر ان پر لعنت کرنا کیونکر جائز ہوگا۔ اس مضمون کی اور بھی روایتیں کنز العمال میں موجود ہیں۔ رہا یہ کہ ان حضرات میں باہمی کچھ شکر رنجیاں واقع ہوگئی تھیں تو وہ دوسری بات ہے اگر ان کے ساتھ محبت ہے تو صحابی ہونے کی حیثیت سے نہ معاذ اللہ اس وجہ سے کہ علی کرم اللہ وجہہ کے وہ مخالف تھے۔ آنحضرت ﷺ نے بھی یہی فرمایا کہ صحابی ہونے کی وجہ سے محبت ہونا چاہئے۔ جیسا کہ کنز العمال میں ہے ''**اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذو ھم غرضا بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم و من ابغضھم فببغضی ابغضھم** '' یعنی صحابہ کے بارے میں خدا سے ڈرتے ہو، میرے بعد ان کو نشانۂ ملامت نہ بناؤ جس نے ان سے محبت رکھی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت رکھی، اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض رکھا۔ انتہیٰ۔

اللہ اکبر! کیسی سخت بات ہے کہ ان سے بغض رکھنا آنحضرت ﷺ نے بغض رکھنا ہے اب کہئے کہ مسلمان کیا کریں، سید کی بات سن کر ان حضرات سے بغض رکھ کر ملعون بنیں، یا آنحضرت ﷺ کے ارشاد پر عمل کر کے ان کی صحابیت کی وجہ سے ان سے بغض کو دور کرے، ہم تو یہی کہیں گے۔ سید صاحب کو ضرور ہے کہ اگر خاندانی لحاظ سے بغض ہو بھی تو دعا کریں کہ خدائے تعالیٰ اس بغض کو دور کرے، جس سے اس آیت شریفہ پر بھی عمل ہوجائے۔ قولہ تعالیٰ **((والذین جاؤ امن بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین اٰمنوا))**

مقاصد الاسلام حصہ ششم اور اسی کتاب کے ص ۱۰۶ مزید تحریر کرتے ہیں:

''تعصب کا پردہ جب آنکھوں پر پڑ جاتا ہے تو حق بات کبھی نہیں سوجھتی، اسی وجہ سے اہل سنت والجماعت نے تعصب کو ایک جا رکھ کر جس قدر آیات و احادیث اس باب سے متعلق ہیں ان کو پیش نظر رکھا اور اجتہاد کر کے فیصلہ کر دیا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ پر زبان لعن وطعن نہ کھولی جائے اور یہ بھی تصریح کر دی کہ صحابہ کا باہمی جنگ و جدال کتب تواریخ میں نہ دیکھے جائیں۔''

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه و نور عرشه سیدنا و مولانا محمد و علی اله و اصحابه اجمعین . وما توفیقی الا باللہ

......○......

عورت اور نظامِ اسلام

ڈاکٹر محترمہ سیدہ نفیس النساء بیگم صاحبہ
مولوی کامل جامعہ نظامیہ' پی ایچ ڈی جامعہ عثمانیہ
سابق صدر معلّمہ کلیۃ البنات' جامعہ نظامیہ

عورت اور نظام اسلام یہ عنوان ہر دور میں اہمیت کا حامل رہا ہے اور موجودہ دور میں اس کی اہمیت پہلے سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔مسلم عورت جو ساری دنیا کی عورتوں کے لئے نمونہ تھی آج وہ پریشان حال اور مصائب کا شکار ہے۔مسلم عورت جو دنیا کی عورتوں کو درس دیتے تھی آج وہ غیروں کے راستہ پر چل پڑی ہے۔مسلم عورت کی تہذیب وثقافت جس کی دنیا قدر کی نگاہ سے دیکھتی تھی آج وہی مسلم عورت تنقید کا نشانہ ہے' اسلامی تہذیب میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی مگر مسلم عورت کی تہذیب بدل گئی وہ اسلامی روشن تہذیب کو چھوڑ کر مغرب کی ڈوبتی تہذیب کو وہ اختیار کرنے لگی ہے آج مسلم عورت کی تہذیب وترقی معکوس کیوں ہوگئی اور وہ کیوں غیروں کی تہذیب کو اختیار کرنے لگی حالانکہ اسلام میں عورت کو بڑا مرتبہ عطا کیا گیا ہے اور اس کو پاکیزہ اور معطر ایسی آزادی بھی دی گئی ہے جو اس کے حقوق کے ساتھ ساتھ اس کی عفت وعصمت کی بھی ضامن ہے۔سورہ بقرہ کی آیت ہے''ھن لباس لکم انتم لباس لھن'' (آیت ۱۸۷)۔مرد عورت دونوں ایک دوسرے کے لباس ہیں وہ ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں یہ دونوں آپس میں زوجین کہلاتے ہیں وہ ایک دوسرے کا جوڑا ہیں۔مرد کو اس کی تخلیقی قوتوں کے اعتبار سے قوام بنایا عورت کو اس کی تخلیقی نزاکت کے اعتبار سے حسن و جمال کا پیکر بنایا بخاری ومسلم کی متفق علیہ حدیث ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انجشہ ساربان حدی خوان کو فرمایا''رویدک یا انجشۃ لا تکسر القواریر ''اے انجشہ آہستہ چلاؤ یہ آبگینے ہیں توڑومت' حضرت قتادہ فرماتے ہیں اس سے خواتین مراد ہیں اس حدیث سے ظاہر ہے کہ خواتین حسن و جمال کا پیکر ہیں حساس اور نازک مزاج ہوتی ہیں مرد حضرات پر ان کا خیال رکھنا ضروری ہے حقیقت میں خواتین دنیا کے حسن و جمال اور اس کی بہار ہیں علامہ اقبال نے اپنے اس شعر میں اسی کی ترجمانی کی ہے۔

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ　　　اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز دروں

عورت دنیا میں راحت جاں اور سکون قلب وقرار ہے۔قرآن مجید میں ارشاد ہے''ومن ایاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجاً لتسکنوا الیھا و جعل بینکم مودۃ و رحمۃ ان فی ذلک لایت لقوم یتفکرون ''(سورہ روم۔ آیت ۲۱)) اور اس کی شانیوں میں ہے کہ اس نے تمہارے لے تمہارے ہی نفوس سے جوڑ یعنی بیویوں کو پیدا کیا تا کہ تم ان کے پاس سکون پاؤ اور تمہارے درمیان رحمت ومحبت کو رکھا غور کرنے والوں کے لئے اس میں نشانیاں ہیں۔

اسلام نے عورت کی عظمت شان کو بلند کیا اور ایک مقام پر بی بی مریم علیہا السلام کے بارے میں فرمایا **لیس الذکر کالانثی** (کہ وہ لڑکا اس لڑکی کی طرح نہیں، یعنی یہ لڑکی اس لڑکے سے بہتر ہے۔ اور ایک واقعہ میں حضرت خضر علیہ السلام جب ایک حسین وجمیل لڑکے کو قتل کر دیئے تھے تو موسیٰ علیہ السلام کے سوال پر آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس سے بہتر اس کا بدل عطا کرے گا تو اللہ نے جو عطا فرمایا ایک روایت کے مطابق اس کا نعم البدل لڑکی پیدا ہوئی۔

لڑکی اللہ کی عطا ہے اس کو کم نظر سے دیکھنا گناہ ہے عورتوں کی عظمت شان اور ان کے مسائل کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک مستقل سورہ سورہ نساء اور بزرگ خاتون کے نام سے سورہ مریم نازل فرمایا۔ دوسری متعدد سورتوں کی بکثرت آیات میں عورت کے ہر پہلو سے اور ہر مسئلہ سے متعلق رہنمائی کی گئی ہے۔ قرآن مجید اور احادیث شریفہ اور فقہاء امت کے اجتہادات میں عورت کی زندگی سے متعلق چھوٹے بڑے تمام متعلقہ مسائل اور احکام اور ایک شامل و کامل قانون دیا گیا ہے۔

قرآن مجید کا اعجاز ہے کہ سورہ نساء کی ایک آیت وہ کلموں میں عورت کی صلاح وفلاح سے متعلقہ ہزاروں مسائل کا احاطہ کیا گیا۔ سورہ نساء کی آیت میں ہے کہ ''**فالصّٰلحٰت قٰنتٰت حٰفظٰت للغیب بما حفظ اللہ** '' نیک عورتیں فرمانبردار ہوتی ہیں اور اللہ کی حفاظت کے سبب غائبانہ میں حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں۔ قنت یعنی اطاعت شعار و فرمانبردار اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی شوہر کی ماں باپ کی اور تمام احکام کی معروف میں پابندی کرنے والی۔

حفظت للغیب : سے مراد اپنی عفت وعصمت کی عزت و آبرو کی حفاظت کرنے والی شوہر کے مال کی اور اپنے بھی مال و متاع کی اور تمام حدود شریعت کی حفاظت کرنے والی، خلوت میں جلوت میں تقویٰ و پرہیز گاری کو اختیار کرنے والی یہ دو کلمے اس قدر جامع و کامل ہیں کہ اس کی شرح کے لئے دفتر لکھے جاسکتے ہیں اللہ تعالیٰ کا عورت پر بڑا کرم ہے بظاہر کمزور معلوم ہوتی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے **بما حفظ اللہ** فرمایا کر اس کی حفاظت کا بھرپور سامان کیا، عورت کی حفاظت کا جذبہ ہر مرد کے دل میں موجزن کیا، ہر سنجیدہ انسان دور ونزدیک کا کوئی بھی ہو عورت کی حفاظت کے لئے اپنی جان کی بازی لگا تا ہے اسلام نے عورت کی شان کی حفاظت کے لئے تہمت لگانے والوں پر سخت سزائیں مقرر کیں اور سوہ نور میں ہے'' **ان الذین یرمون المحصنت** '' (الایۃ ۔۲۳) جو لوگ پاکدامن عورتوں پر اور ان عورتوں پر جو برائی سے دور اور ایماندار ہیں ان پر تہمت لگاتے ہیں تو ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کر دی گئی ہے۔ خدا کی رحمت سے وہ دور ہیں اور اس کی عصمت وعفت کی حفاظت کے لئے اور عظمت شان کو بڑھانے کے لئے اس کو حجاب اور پردہ کا حکم دیا۔ عظمت کی شئی کو بے پردہ نہیں کیا جاتا کیونکہ بے پردگی کسی شئی کی عظمت کو گھٹا دیتی ہے۔ پردہ عورت کے لئے مضبوط قلعہ ہے اور رشتوں کے اعتبار سے پردے کے مراتب مقرر کئے گئے اور ضرورت ہو تو غیر محرم سے بات چیت و گفتگو کے اصول وقواعد مقرر کئے گئے اور عمر کے مناسب وقت پر شادی کا حکم دیا گیا پھر اس کے اصول وقواعد بتائے گئے جس کے منجملہ فوائد میں سے یہ ہے کہ اس کی عصمت کی حفاظت ہو اور ایک

پاکیزہ نسل انسانی وجود میں آئے' پردہ دراصل عورت کا شیطانی حملوں سے بچنے کے لئے سب سے بڑا ہتھیار ہے یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دارین میں کامیابی کے لئے ہر ایک کو علم وعمل کی ضرورت ہے اسی لئے اسلام نے مرد کی طرح عورت پر بھی حصول علم کو فرض کیا۔ حدیث شریف میں ''طلب العلم فریضة علی کل مسلم '' ہر مسلمان مرد وعورت پر علم کو حاصل کرنا فرض ہے۔ سورہ احزاب میں ''واذکرن ما یتلی فی بیوتکن من ایات الله والحکمة ان الله کان لطیفاً خبیرا'' (آیت: ۳۴) اس آیت سے عورت کی تعلیم کی اہمیت وضرورت معلوم ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ علم کے ساتھ ساتھ حکمت کی بھی ضرورت ہے۔ امام بخاری نے کتاب العلم میں عورت کی تعلیم کے متعلق متعدد ابواب وعنوانات قائم کئے حتی کہ باندی اور خادمات کی تعلیم کی ضرورت کے عنوانات اور احادیث بھی بیان فرمایا۔ قرون اول سے ہی مسلم عورتوں کے لئے تعلیم کا اہتمام رہا ہے اور ہر دور میں مسلم خواتین کو قابل لحاظ تعداد تفسیر وحدیث فقہ وادب میں اور دیگر ضروری علوم وفنون میں مہارت و کمال پیدا کرتی نظر آتی ہیں۔ عورت اسلام میں معاشرہ کے ایک باختیار فرد ہے چنانچہ اس کی شادی کے لئے بھی خود اس کی رضامندی ضروری ہے۔ معاشی واقتصادی زندگی میں اس کو مالکانہ حقوق حاصل ہیں۔ حدود شریعت میں رہتے ہوئے وہ تجارت کرسکتی ہے اور اپنے اموال میں تصرف کرنے کا اس کو مکمل اختیار ہے اور اس کو عائلی مسائل میں حقوق بھی زیادہ حاصل ہیں۔ شادی سے پہلے اس کے نان نفقہ کی ذمہ داری اس کے ماں باپ پر ہے اور شادی کے فوری بعد اس کا نان نفقہ اور مکان وسُکنٰی کی پوری ذمہ داری شوہر پر ہے' عورت اپنے رہنے کے لئے شوہر کی طرف سے موزوں اور مناسب مکان پانے کا حق رکھتی ہے۔ قرآن پاک میں اشاد ہے ''وعاشروهن بالمعروف '' (سورہ نساء۔ آیت ۱۹) اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی اور دیگر مفسرین یہ بھی لکھتے ہیں کہ شوہر پر بیوی کے منجملہ حقوق میں سے ہے کہ اگر وہ صاحب استطاعت ہے تو اس کو چاہئے کہ بیوی کی ضروریات کی تکمیل کے لئے ایک خادم بھی مقرر کرے۔ نان نفقہ کی مقدار کا تعین زوجین کے حیثیت ووقار سے ہوگا' قرآن مجید ہے کہ ''و علی الموسع قدره و علی المقتر قدره'' (سورہ بقرہ۔ آیت ۲۳۶) صاحب وسعت پر اس کے اعتبار سے اور تنگدست پر اس کی حیثیت سے نفقہ واجب ہے بچوں کی پرورش میں ماں باپ دونوں شریک ہیں مگر ان کا نفقہ باپ کے ذمہ ہے۔ عورت کے لئے اسلام نے آمدنی کے وسائل بند نہیں کئے وہ حدود شریعت میں رہتے ہوئے کاروبار و ملازمت کرسکتی ہے عورت کی آمدنی عورت کی ملک ہے' اس پر شوہر کا یا کسی دوسرے کا کوئی حق نہیں اس کے علاوہ عورت کے لئے جو تحائف و ہدایات آتے ہیں وہ بھی عورت کی ہی ملک ہے۔ شادی کا مہر اور شادی کے تحفے عورت کے لئے جو آتے ہیں یہ سب عورت ہی کی ملک ہیں۔ نیز میراث میں اس کے لئے متعدد جہت سے حصے مقرر کئے گئے ہیں وہ بحیثیت بیوی اور بحیثیت بیٹی' بحیثیت بہن' بحیثیت ماں اور بحیثیت دادی' ذوی الفروض میں سے ہے اس کے برخلاف بیٹا ذوی الفروض میں سے نہیں ہے بھائی ذوی الفروض میں سے نہیں ہے اس طرح تو فیر آمدنی کے مختلف ذرائع عورت کو حاصل ہیں اور کسی کا نفقہ

اس پر نہیں ہے رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا: عورت ناقصات عقل و دین ہے وہ کسی ملک کی ایسی سربراہ جس کا پورے ملک پر کنٹرول ہو نہیں بن سکتی مگر اس کے علاوہ دیگر چھوٹے بڑے عہدوں پر فائز ہوسکتی ہے ۔ فوج میں بھی وہ اپنا حصہ ادا کرسکتی ہے لیکن یاد رہے کہ وہ کہیں بھی ہو اور کچھ ہو اس کے لئے حجاب کی ضرورت ہے اور حدود شریعت میں رہنا لازم ہے ۔ اسلام میں عورت کو اجتماعی مسائل میں رائے دینے اور مشورہ دینے کا حق حاصل ہے اور ووٹ ڈالنے کا بھی حق حاصل ہے ۔ عورتوں کے خصوصی احوال اور خصوصی امراض ہوتے ہیں اس کی وجہ سے اسلام نے علم طب اور ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کرنے کی اجازت دیا ہے حتی کہ ضرورت ہو تو وہ مرد کا بھی علاج کرسکتی ہیں ۔ امام بخاری نے باقاعدہ اس کے لئے عنوانات قائم کئے اور متعدد احادیث کو جمع کیا کہ عورت حسب ضرورت مرد عورت سب کا علاج کرسکتی ہے ۔

مخفی مبادا اسلام اپنے نام کی طرح سلامتی کا علمبردار امن کا پیامبر عدل وانصاف کا پیکر مذہب ہے اور وہ بلا امتیاز رنگ ونسل حقوق انسانیت اور حقوق نسوان کا پاسبان ہے ۔ اسلام روز اول سے عورت کو عظمت کا مقام دیا اور اس کے ساتھ حسن سلوک کا حکم فرمایا ۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: ’’خیارکم خیارکم لاھلیکم‘‘ تم میں سب سے اچھے وہ لوگ ہیں جو اہل و عیال کے ساتھ اچھے ہیں اور آپ ﷺ کی آخری نصیحتوں میں سے یہ بھی ہے کہ تم عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو عورت اسلام میں ذمہ دارانہ منصب رکھتی ہے ۔ حدیث رعیت میں ہے ’’المرأة راعية و مسولة عن رعيتها‘‘ عورت ذمہ دار ہے اور وہ اپنی ذمہ داری کے بارے میں پوچھی جائے گی' آج ہر طرف اصلاح معاشرہ کی بات ہوتی ہے اور اس کے لئے جلسے بھی ہوتے ہیں سب سے پہلے یہ معلوم کریں کہ معاشرہ میں بگاڑ کی وجہ کیا ہے' بگاڑ کی وجہ ظلم ہے' ظلم حق تلفیوں کا نام ہے آئے دن عورت کی حق تلفیاں ہو رہی ہیں اصلاح معاشرہ کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ عورت کو اپنے میکے میں اور اس کے اپنے سسرال میں اس کے حقوق کی حق تلفی نہ کی جائے' حق تلفیوں کے ساتھ ظلم سہنے کی بات اچھی معلوم نہیں ہوتی ۔ خاندان میں چھوٹے بڑوں کو ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے بڑوں کی خدمت کرنے اور چھوٹوں پر شفقت کرنے ’’خاص طور پر اولاد کو ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک اور شوہر و بیوی کو ایک دوسرے کے ساتھ محبت سے رہنے اور ایک دوسرے کے حقوق کا بھرپور خیال رکھنے کے لئے تاکید کرتے رہیں تو پھر دیکھو سارا معاشرہ دیکھتے ہیں دیکھتے خوشیوں سے معمور ہوجائیگا‘‘ ۔

بہرحال عورت کو چاہئے کہ اسلامی اقدار کی پابند رہے اور اس کی خوشیاں و مسرتیں اور دنیا میں سرفرازی اور آخرت میں کامیابی اسلام اور اس کی تعلیمات پر عمل پیرا رہنے میں ہی مضمر ہے ۔ مغربی تہذیب عورت کو بے حیائی اور ہلاکت کے گڑھے میں ڈال رہی ہے ۔ اب مسلم عورتوں کا فریضہ ہے کہ وہ مغربی تہذیب کو چھوڑیں اور اسلامی اطوار و اقدار کو تھام لیں احکام شریعت پر عمل پیرا رہیں خاص طور پر اپنے بچوں کو اسلامی تربیت دیں اور اللہ اور اس کے رسول اور بزرگان دین اور صالحین کی محبت ان کے دل و دماغ اور قلب وجگر میں پیوست کریں ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے اور مسلم خواتین اور سب بندگان خدا کو توفیق خیر عطا فرمائے ۔ ۔

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

محترمہ ام الخیر عائشہ فاطمہ صاحب
معلّمہ کلیۃ البنات جامعہ نظامیہ

جب دنیا میں گمراہیت، جہالت، فسق و فجور، بددیانتی، بے دینی عام ہوجاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ہر سو سال (ایک صدی) کے بعد ایک ایسی شخصیت کو مبعوث فرماتا ہے جو اس کے دین کو زندہ کرسکے جیسا کہ مشکوٰۃ اللمصابیح کی حدیث پاک ہے۔

عن ابی هریره رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ ان الله عزوجل یبعث هذه الامة علی رأس کل مائة سنة من یجد دلهادینها (رواہ ابوداؤد) مشکواۃ المصابیح۔ کتاب العلم۔ حدیث نمبر ۲۲۹)

حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ بھی اسی دور پر آشوب میں جلوہ گر ہوئے جس زمانے میں مختلف قسم کے فتنے وجود میں آرہے تھے۔ فرقہ قادیانیت فرقہ وہابیت اپنے عروج پر تھے۔ اہل باطل اپنے رکیک استدلالات کے ذریعہ مسلمانوں کو مغلوب کرنے کی بدبختانہ کوشش میں لگے ہوئے تھے۔ حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ نے ان فتنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ آپ علیہ الرحمہ نے اپنے قلم کے ذریعہ اہل باطل کو منہ توڑ جواب دیا۔ آپ علیہ الرحمہ نے کئی تجدیدی تعمیری تحقیقی تفکیری کارنامے انجام دیئے کہ اہل حق بول اٹھے۔

آنکھ بند کر کے مجھے چلنے کا فن بھی آ گیا
جب سے میں نے پالیا ہے راستہ انوار کا

حضرت شیخ الاسلام اتنے بلند مرتبہ پر فائز ہونے کے باوجود آپ کی طرز زندگی نہایت سادہ تھی اور ذاتی اخراجات بہت کم تھے، آپ علیہ الرحمہ اپنا تمام مال طلبہ نظامیہ پر خرچ کرتے تھے۔ خاص طور پر رمضان المبارک میں آپ علیہ الرحمہ کی سخاوت بام عروج پر ہوتی۔ ابتداء جب آپ کی تنخواہ چار سو تھی تو یہ التزام تھا کہ دو سو آدمی سحر و افطار آپ کے ساتھ کریں مگر جوں جوں آمدنی بڑھتی گئی اس تعداد میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ آخر میں سات سو تک نوبت پہونچ گئی تھی۔ رمضان شریف آنے کے کئی دن پہلے سے اس کی تیاریاں شروع ہوتی تھیں۔ سحر و افطار میں دسترخوان پر نہایت پر تکلف غذائیں و لوازمات ہوتے تھے۔ اس مہینے میں آپ کی سخاوت کا یہ حال تھا کہ آپ علیہ الرحمہ اتنا خرچ کرتے کہ آخر میں مقروض ہوجاتے جس کا سلسلہ کئی مہینوں

تک رہتا۔۔(مطلع انوار۔ص ۴۵)

حضرت مفتی رکن الدین صاحب علیہ الرحمہ فرماتے ہے کہ حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ کی تعریف میں ایک صاحب نے قصیدہ پڑھا تو حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ نے فرمایا یہ سب آپ کا حسن ظن ہے میں اس کے قابل نہیں ہوں۔
(مطلع انوار۔ص ۴۷)

مفتی میر اشرف علی اشرفؔ کے قلبی تاثرات حضرت کی نسبت نذر ناظرین کیے جاتے ہیں۔

جہاں پائی کسی انسان کی انسان پر شفقت
نگاہوں میں لگی پھرنے فضیلت جنگ کی صورت
کہاں وہ زہد و تقویٰ کہاں وہ شان و شوکت
کہاں ہے وہ نوازش و کرم وہ جاہ و چاہت

(انوار الانوار سوانح حضرت شیخ الاسلام۔جلد۔۱۔ص ۱۰۵)

حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ کا انداز تربیت:

مومن کی زندگی ایک مقصد کے تحت ہونی چاہئے وہ لایعنی امور سے پرہیز کرے۔عبادت الٰہی ہو یا دنیا کا کوئی معاملہ ہر وقت آخرت کے پیش نظر رہتی ہیں۔حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ کا شمار بھی ان مقدس شخصیات میں سے ہوتا ہے جنہوں نے زندگی کے ہر گوشے میں تصور آخرت پیش نظر رکھا۔حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ کے بارے میں آتا کہ حضرت مدرسہ نظامیہ کے امتحانات کے بعد طالب علموں کو دوچار روز کے لیے کسی تفریحی مقام پر لے جاتے تھے وہاں دوڑ میں سبقت لے جانے والے طلباء کو کچھ انعام دے کر فرماتے دنیا کی اس دوڑ میں کامیابی کے ساتھ سبقت لے جانے سے اخروی انعام ملتا ہے۔

کبڈی کھیلنے والے طلباء کی حوصلہ افزائی یوں فرماتے۔دنیا میں حوادثات شیطانی و وسوسوں کو اسی طرح گھیر کے شکست دینا چاہئے۔ہوشیار خبردار ان میں گھر جانے کے باوجود خود ہی نہیں بلکہ اپنی جماعت کو کامیابی کے ساتھ نکال لے جانے اور مقصد حیات کو پالینے و نیز باولی میں آم یا کوئی اس طرح کی چیز ڈال کر تیراک غوطہ زن طالب علموں سے نکال لینے کے لیے کہتے جب وہ نکال لیتے تو فرماتے ہاں علم کے بحر ذخار میں جو غوطہ لگاتا ہے وہ مقصود کو اسی طرح پالیتا ہے۔۔

(انوار الانوار۔جلد۔۱۔ص ۴۸)

مقدمات کا حل اور شیخ الاسلام علیہ الرحمہ کی احتیاط:

اللہ تعالی نے آپ علیہ الرحمہ کو ایسی عقل اور خوبیاں عطا فرمائی تھیں جو آپ کے اس امتیاز کا باعث ہوئیں ۔ دوسرے یہ کہ آپ علیہ الرحمہ تصفیہ مقدمات میں نہایت غور وخوص سے کام لیتے ۔ پوری مثل خود معائنہ فرماتے جو نتیجہ اخذ کرتے اسی پر فیصلہ فرماتے تھے ۔اس معاملہ مے ں کبھی کسی کی آپ علیہ الرحمہ نے سفارش قبول نہیں فرمائی ۔حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں حتی المقدور انصاف کرنے کی کوشش کرتا ہوں غیب کا حال اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اس کے سوا جب میں اجلاس میں بیٹھتا ہوں یا فیصلہ لکھنا شروع کرتا ہوں تو پہلے حضرت سرور دو عالم ﷺ کی روح پاک کی طرف متوجہ ہو کر عرض کرتا ہوں کہ میں ایک ذرۂ بے مقدار ہوں میرا معاملہ آپ ﷺ کے حوالے ہے جب تک آپ مدد نہ فرمائیں راہ راست نہیں مل سکتی ۔اس کے بعد فیصلہ لکھنے کے لیے قلم اٹھاتا ہوں ۔آپ جب کبھی اجلاس پر تشریف لے جاتے تو پہلے ۔**اللھم ان قلوبنا ونواصینا وجوارحنا بیدک لم تملکنا منھا شیئا فاذافعلت ذالک بنا فکن انت ولینا واھدنا سواء السبیل** پڑھتے اور پھر کام شروع کرتے تھے ۔

(مطلع الانوار ۔ص۴۲)

السلام اے دین حق کے پاسباں　　السلام اے سنتوں کے ترجمان
السلام اے راز دارِ کن فکاں　　السلام اے واقفِ سر نہاں

(مولانا سید ضیا الدین نقشبندی)

حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ نے کئی اصلاحی کارنامے انجام دیئے ۔ ملک میں جہالت کا دور دورہ تھا عیش ونشاط گانے بجانے عام تھے ۔فسق وفجور کا بازار گرم تھا۔حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ نے نہایت خاموشی سے ان کی اصلاح کی جانب توجہ فرمائی اور بتدریج ان کی اصلاح کا کام شروع کیا ۔حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ چونکہ امور مذہبی وصدارت العالیہ سے تعلق رکھتے تھے ۔اس لیے اولاً اسی جانب توجہ کی گئی ۔

۱۔صدارت العالیہ کو مستقل محکمہ کی صورت عطا فرمائی اور اس کے عملہ میں توسیع کی ۔

۲۔انجمن اصلاح مسلمانان قائم فرمائی جس کا مقصد اس کے نام سے ظاہر ہے ۔

۳۔تین واعظین کے نام سو سو روپیہ اور ایک کے نام پچاس روپیہ ماہوار جاری کروائی جس کے ذمہ تھا کہ وعظ کے ذریعہ مسلمانوں کی اصلاح کریں ۔ یہ بلدہ میں بھی وعظ کہتے اور وقت ضرورت اضلاع میں بھی جاتے ۔

۴۔سالانہ دو ہزار کی رقم آپ علیہ الرحمہ نے اس لیے منظور کرائی کہ اس سے دینیات کی کتابیں خرید کر غیر مستطیع مسلمانوں کو مفت دی جائیں۔

۵۔ مذبح خانوں میں بھی بدنظمی تھی۔ ذبح کے لیے ایسے جاہل لوگ مقرر تھے جو مسائل ذبح سے تک ناواقف تھے۔آپ علیہ الرحمہ نے اس بدنظمی کو دور فرمایا اور تعلیم یافتہ اشخاص مقرر فرما کر مسلمانوں کو حرام کھانے سے بچالیا۔

۶۔آپ علیہ الرحمہ نے باٹ اور پیمانوں کی تنقیح فرما کر صحیح پیمانے رائج کردیئے۔موجودہ تول وناپ کے پیمانے آپ علیہ الرحمہ کی توجہ کے اثرات ہیں۔

۷۔ مکہ مسجد میں ہمیشہ نماز دو بجے ہوا کرتی تھی۔ احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ صحابہ کرام علیھم الرضوان نماز جمعہ اول وقت ادا فرمایا کرتے تھے۔آپ علیہ الرحمہ نے مطابق سنت اس کا انتظام فرمایا۔حقیقت یہ ہے کہ حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ اپنی شخصیت میں ایسے کامل ہے کہ آپ کی حیات مقدسہ کے گوشے اسقدر وسیع و بسیط ہے کہ اس کا احاطہ کرنا نہایت ہی دشوار ہیں۔'سفینہ چاہیئے اس بحر بیکراں کے لیے'

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ:

از طفیل انوار مولیٰ اک نظر
عافیت سے زندگی ہو یوں بسر
دین کی خدمت کریں ہم عمر بھر
ہو سبھوں کا خاتمہ ایمان پر

(کتاب اعترافِ عقیدت/ص۲۴۔مولانا سید ضیاالدین نقشبندی)

......O......

ایمان کی بحث کا تجزیاتی مطالعہ

(مقاصد الاسلام (حصہ اول) کی روشنی میں)

محترمہ سیدہ واجدۃ النساء صاحبہ
کامل الحدیث (سندی) جامعہ نظامیہ

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ سیدالانبیاء والمرسلین وعلی الہ وصحبہ اجمعین ۔امابعد

حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف مقاصد الاسلام کا شمار اُن عظیم المرتبت شہ پاروں میں ہوتا ہے جس میں کہ آپ نے سمندر کو کوزے میں سمو دیا۔ آپ نے نہ صرف معرفت الٰہی، محبت رسول پر زور دیا بلکہ اخلاقیات و مہذبانہ اطوار و عادات کو بھی بڑی سنجیدگی اور انتہائی دلکش پیرائے میں پیش کیا جس کے مطالعہ سے مشام جان بھی معطر ہوتا ہے اور مشام ایمان بھی معنبر ہوتا ہے۔۔

چنانچہ شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ علیہ ایمان کی بحث شروع کرنے سے قبل فرماتے ہیں کہ انسان مدنی الطبع ہے یعنی فطرتِ انسانی میں یہ بات داخل ہے کہ وہ حیوانات کی طرح تنہا زندگی بسر نہیں کرسکتا بلکہ چند ابنائے جنس ملکر ایک بستی آباد کر لیتے ہیں اسی کو تمدن کہتے ہیں اور تمدن کی اصلاح کے لئے حکماء نے بھی قواعد ایجاد کئے اور تمام انبیائے سابقین علیہم السلام نے بھی تمدن کی اصلاح فرمائی۔ سی طرح نبی آخرالزماں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمدن کی اصلاح ایسے انداز میں فرمائی کہ اگر اس پر عمل کیا جائے تو تمام بندگانِ خدا ہر شہر وقریہ میں نہایت آسائش سے زندگی بسر کرسکتے ہیں اور اصلاح تمدن میں سب سے پہلا قدم ''ایمان'' ہی ہے۔ یعنی اس بات کی تصدیق کرنا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے وہی معبودِ برحق ہے اور اسی نے اپنے حبیب علیہ السلام کو نبی بنا کر آپ پر قرآن کریم نازل فرمایا ہے۔ (مقاصد الاسلام حصہ اول ص۲)

حضرت بانی جامعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لفظ ''ایمان'' امن سے ماخوذ ہے اور اس کے معنی امن دینے کے ہیں۔ جب مومن امن دینے والا ہوتا ہے تو وہ دہشت گرد کیسے ہوسکتا ہے اور آج مسلمانوں پر دہشت گردی کے الزامات تراشے جارہے ہیں جبکہ لفظ ایمان ہی سے ثابت ہے کہ مومن کبھی دہشت گرد نہیں ہوسکتا اور جو دہشت گرد ہوتا ہے وہ مومن نہیں ہوتا۔

ایمان کی تحقیق کرتے ہوئے حضرت فرماتے ہیں کہ ایمان ایک مہتم بالشان مسئلہ ہے۔ ایمان لغت میں تصدیق کو کہتے ہیں اور درحقیقت ایمان بمعنی تصدیق بھی امن ہی سے ماخوذ ہے۔ امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل قبلہ ایمان کے مسئلہ میں چار فرقے میں بٹ گئے۔ ایک فرقے کا قول ہے کہ ایمان صرف فعل قلبی کا نام ہے۔ دوسرے فرقے کا قول ہے کہ ایمان عمل زبان کا نام ہے جبکہ تیسرا فرقہ یہ باور کرتا ہے کہ ایمان عملِ قلب ولسان کے مجموعے کا نام ہے اور چوتھا فرقہ اس بات کا قائل ہے کہ ایمان فعلِ قلب ولسان وجوارح ہے۔ (ص ۷۷)

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ایمان، تصدیق اور اقرار اور عمل کا نام ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے بسندِ متصل روایت ہے فرماتے ہیں کہ جو جنان ولسان سے اللہ اور اللہ کے پاس سے آئی ہوئی چیزوں کی تصدیق کرے وہ خدا اور بندگانِ خدا کے نزدیک مومن ہے اور جب تک تصدیق نہ ہو صرف معرفت سے ایمان متحقق نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ حضرت شیخ الاسلام شرح فقہ اکبر کے حوالہ سے امام اعظم کا قول نقل فرماتے ہیں کہ صرف معرفت ایمان نہیں ہے ورنہ تمام اہل کتاب کو مومن کہنا پڑے گا یعنی ایمان میں تصدیق بھی قابل اعتبار ہے۔

تصدیق کے بعد ایمان میں مخالف صحبتوں کا بُرا اثر ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بھی متعدد جگہ کفار ومنافقین کی صحبت و دوستی سے منع فرمایا اور کئی احادیث بھی شاہد ہے کہ اہل بدعت کی مصاحبت وہم نشینی سے احتراز ضروری ہے کیونکہ ان کی صحبت سے ہمارے کئی مسائل میں شک پڑجاتا ہے جس سے یقین باقی نہیں رہتا اور جب یقین چلا جائے تو ایمان اور تصدیق شرعی سے بھی ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔ (نعوذ باللہ من صحبۃ الاشرار)

حضرت فرماتے ہیں کہ تصدیق اور معرفت میں فرق یہ ہے کہ تصدیق ضدِ انکار ہے جبکہ معرفت ضدِ جہالت ہے اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جاہل رہنا موجب دخولِ نار ہے اور وہ صاحبِ ایمان نہیں اس لئے اس کی ضد یعنی معرفت ضروری ہے۔ صرف معرفت ہی نہیں بلکہ تعین بھی ضروری ہے۔ حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا (**یا موسیٰ من لقینی وھو جاھل بمحمد صلی اللہ علیہ و سلم ادخلہ النار**) یعنی (اے موسیٰ جو مجھ سے ملے اور میرے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ جانے میں اس کو آگ میں ڈالوں گا) (شرح مواہب اللدنیہ)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ معرفتِ رسول شرطِ ایمان ہے اسی لئے حضرت شیخ الاسلام مسلمانوں کو جھنجوڑ کر فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ ایمانی طریقہ سے سرکار علیہ السلام کی معرفت حاصل کرنے کی کوشش کریں تو کیا تعجب کہ اس کی برکت سے اُس قسم کا فیضان ہونے لگے جو صحابہ پر ہوتا تھا۔

ایمان میں جب اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی تصدیق واقرار ہو تو اس کے بعد ایمان کی پختگی کیلئے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم

کی ذات اور بات دونوں پر ایمان لانا ضروری ہے جس کا مظہر اتم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ چنانچہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت مسلّم ہوئی تو دوسرے دن آپ حسبِ معمول چادروں کا گٹھا لئے ہوئے بازار کی طرف تشریف لے جارہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ حضرت آپ خلیفۂ وقت اور تمام مسلمانوں کے بادشاہ ہوگئے ہیں اب آپ کو اس کام سے کیا مناسبت ہے، آپ نے فرمایا: اگر میں تجارت نہ کروں تو اپنے عیال کو کہاں سے کھلاؤں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلیئے وہ آپ کے لئے کچھ مقرر کردیں گے۔ چنانچہ اُنھوں نے فرمایا کہ ایک مہاجر شخص کا قوت (توشہ) آپ کے لئے مقرر کردیتا ہوں اور گرما وسرما کا لباس بھی آپ کو دیا جائے گا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اسی پر راضی ہوگئے۔

یہاں حضرت شیخ الاسلام فرماتے ہیں دیکھیئے خلیفۃ اللہ، دولتِ اسلامی کے بادشاہ چادروں کا گٹھا اُٹھائے ہوئے قوتِ حلال کی طلب میں بازار جارہے ہیں پھر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس اس غرض سے تشریف لے جارہے ہیں کہ اپنی اور اپنے عیال کی قوت بسری کیلئے کچھ مقرر کردیں اور آپ نے گوارہ نہ کیا کہ ان کے حکم کی سَر میں مخالفت کریں وہ صرف اس وجہ سے کہ نبی پاک علیہ السلام نے انھیں ''امیـن هـذہ الامّة''فرمایا تھا۔ حضرت صدیق اکبر کے ایمان کا یہ اثر تھا کہ خلیفۂ وقت کو اپنے اقتداری امر میں تصرف کرنے سے روک کر اپنے محکوم شخص کے حکم کا محتاج بنادیا۔ (ص۳۲)

اس کے بعد حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کمالِ ایمان کیلئے صاحبِ کمال مدینے کے تاجدار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت شرط ہے چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ نے کمالِ جوش محبت میں عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ کو سوائے اپنی ذات کے ہر چیز سے زیادہ محبوب رکھتا ہوں۔ سرکار نے ارشاد فرمایا! جب تک میری محبت اپنی ذات سے کسی کو زیادہ نہ ہو اس کو ایمان ہی نہیں تب حضرت فاروق اعظمؓ نے عرض کیا قسم ہے خدا کی جس نے آپ پر قرآن نازل فرمائی میں آپ کو اپنی ذات سے بھی زیادہ ترمحبوب رکھتا ہوں۔ سرکار نے فرمایا''الآن یـا عـمـر'' یعنی اب تمہارا ایمان پورا ہوا۔ (ص۱۱۳)

حضرت فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف میں سرکار علیہ السلام کا مقصود کمالِ ایمانکی شناخت کروانا تھا کہ اگر جان سے زیادہ محبت ہوتو سمجھ جائیں کہ ایمان کامل ہے ورنہ اس کی تکمیل کی فکر کریں۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایمان میں محبت رسول شرط ہونے کی وجہ یہ ہے کہ محبت لازمۂ عظمت ہے اور نبی کی عظمت دل میں نہ ہونا کفر ہے۔ غرضکہ سرکار کی محبت کو ایمان سے کمال درجے کا تعلق ہے۔ پھر حضرت شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کو سرکار سے کمال درجہ کی محبت تھی۔ ایک مرتبہ کسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ صحابہ کی صحبت

سرکار کے ساتھ کیسی تھی؟ آپ نے فرمایا! ٹھنڈے پانی کے ساتھ جو کمالِ تشنگی کے وقت محبت ہوتی ہے اس سے بھی زیادہ تر تھی۔ (ص۱۲۳)

ایسی محبت اگر ہمارے قلب میں ہو تو شکر الٰہی بجا لائیں ورنہ دعا کریں کہ الٰہی ہمیں ایسی محبت عطا فرما کہ سرکار کی اطاعت ہم پر آسان ہو جائے۔

ایمان کی محققانہ تحقیق کے بعد حضرت سیدی شیخ الاسلام ایمان اور اسلام کے درمیان فرق کو واضح فرماتے ہیں کہ اسلام کے معنی انقیاد گردن ہے اور اسلام تسلیم باطنی اور انقیاد ظاہری کا نام ہے۔ عام فقہائے اہل سنت و جماعت کا مذہب یہ ہے کہ ایمان واسلام، معرفت اور توحید میں اگرچہ باعتبار لغت فرق ہے لیکن حقیقۃً کچھ فرق نہیں۔

پھر حضرت فرماتے ہیں کہ ایمان واسلام میں البتہ صرف یہ فرق ہوسکتا ہے کہ اسلام کا تعلق بالذات افعال جوارح سے ہے اور ایمان صرف فعل قلبی ہے۔ حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری فرماتے ہیں کہ ''لایکون ایمانٌ بلا اسلام والاسلام بلا ایمان فھما کالظھر مع البطن ''یعنی ایمان بغیر اسلام کے اور اسلام بغیر ایمان کے نہیں پایا جاتا یہ دونوں ایسے ہیں جیسے ظاہر، باطن کے ساتھ ہوتا ہے۔ (ص۱۲۸)

آخر میں حضرت شیخ الاسلام جو مستجاب الدعوات ہیں، فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ اپنے حبیب کے طفیل سے جمیع اہل اسلام کو ایمان کامل عطا فرمائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ وعلی الہ وصحبہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

......○......

منقبت

درشان شیخ الاسلام حضرت محمد انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمۃ بانی جامعہ نظامیہ

دین حق دین نبی کا راستہ انوار ہیں
کیا بتاؤں کیا نہیں ہیں اور کیا انوار ہیں

مژدہ جاں بخش ہے جلوہ نما انوار ہیں
اللہ اللہ عقل کی حد سے سوا انوار ہیں

آپ کی شانِ فضیلت ہم بیاں کیا کرسکیں
درحقیقت تابع خیر الوریٰ انوار ہیں

جذبہ ذوق نظر آخر دکھانا ہی پڑا
نورِ حق نورِ نبی کا آئینہ انوار ہیں

حکم سے آقا کے دینی مدرسہ قائم کیا
نقطہ آغاز کا اک دائرہ انوار ہیں

منقبت لکھی بفیضانِ ولایت آپ کی
جانتا ہوں میں ولئی باصفا انوار ہیں

میری نظروں کے لئے وہ بن گئے حدِ نظر
میں جہاں دیکھوں وہاں جلوہ نما انوار ہیں

اُسوہ ختم رسل ہے حاصلِ قرآنِ پاک
اک اسی منزل کے گویا رہنما انوار ہیں

موت بھی آکر فنا نہ کرسکی اُن کو کبھی
چشم بینا کی قسم نازِ بقا انوار ہیں

شاہ عثماں نے فضیلت جنگ کا بخشا خطاب
آفریں صد آفریں صد مرحبا انوار ہیں

اہل حق نے کہدیا ہے صاف لفظوں میں یہی
علم و حکمت عشق و عرفاں کی ضیا انوار ہیں

حضرت کاملؒ کی صحبت کا اثر ہے یہ ادیبؔ
آج تجھ پر مائل لطف و عطا انوار ہیں

حضرت مولانا سید محمد قبول بادشاہ قادری الشطاری ادیبؔ صاحب

منقبت در مدح حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ

نور طیبہ سے منور پر ضیاء انوار ہیں
جلوۂ نور حبیب کبریا انوار ہیں

حق نگر حق آشنا اور حق نما انوار ہیں
راہیٔ حق ، رہبر حق ، رہنما انوار ہیں

اس جہاں میں حق رسی کا راستہ انوار ہیں
درمیان حق وباطل فاصلہ انوار ہیں

نسبت ماہ مدینہ کی ضیاء انوار ہیں
تیرگی میں روشنی کا اک دیا انوار ہیں

پاک فطرت، پاک طینت،خوش مزاج و خوش خصال
پاک ظاہر پاک باطن باخدا انوار ہیں

خلق کی خدمت اِدھر واصل بحق تھے وہ اُدھر
خلق کے محبوب حق کے دل ربا انوار ہیں

صدق ہے صدیق کا اور عدل ہے فاروق کا
شان صدق وعدل کا پیکر بڑا انوار ہیں

شان حیدر کی شجاعت بھی نمایاں ہے بہت
شان عثمان غنی بحر سخا انوار ہیں

قرب حق قرب نبی سے دل مجلّی کردیا
جلوہ گاہِ ناز کا اک آئینہ انوار ہیں

ذکر حق قلب و زباں سے خلوت وجلوت میں ہے
خلق وخالق دونوں سے بھی آشنا انوار ہیں

د ین وحکمت کا شجر ہے سایہ گستر کسقدر
رہرؤں کے واسطے اک آسرا انوار ہیں

رحمۃ للعالمیں کی رحمتوں کے ہیں سفیر
اس دکن میں رحمتوں کا سلسلہ انوار ہیں

علم وحکمت کے کھلائے گل چمن اندر چمن
علم وعرفاں کے گلوں کا مجموعہ انوار ہیں

فقہ وتفسیر ، ادب تحقیق کے ہیں وہ امام
ایک گلدستہ گلوں کا خوشنما انوار ہیں

علم و تقوی فضل ونسبت کی شرافت اور نسب
جاہ ومنصب کی فضیلت کا دیا انوار ہیں

کنت کنزا کے امیں حضرت فضیلت جنگ ہیں
علم وعرفاں کی فضیلت کا پتہ انوار ہیں

حضرت امداد کا دراصل یہ فیضان ہے
اس لئے دریاء فیض چشتیہ انوار ہیں

دین برحق کے بزرگوں کے ہیں سچے جانشین
اک کرشمہ فیض باطن کا کھلا انوار ہیں

ہر ورق ہر سطر ہر حرف ہے اس کا گواہ
سرور دیں شاہ طیبہ پر فدا انوار ہیں

الفت شاہ مدینہ جان سے بھی ہے عزیز
اک گل سر سبد راہِ عشق کا انوار ہیں

دردمندی دستگیری خلق کی ہوتی رہی
دردمندوں کے بہی خواہ دل کشا انوار ہیں

اس جہاں میں اہل حق مظلوم ہیں مغموم ہیں
دیکھ کر باطل کی یورش غمزدہ انوار ہیں

یک بیک آواز گونجی انقلاب وانقلاب
دینے والے قبر سے ایسی ندا انوار ہیں

جھوٹ ، دھوکہ ، مکر ، عیاری کے اس ماحول میں
داعیٔ صدق وصفا مہر و وفا انوار ہیں

ظلم ، بدعہدی ، انانیت ، ریا ، کینہ ، نفاق
ان برے اطوار سے بے شک خفا انوار ہیں

گلشن انوار کا ہے خوشہ چیں خود بھی فہیم
محسن ومشفق مربّی مقتدا انوار ہیں

فکر نے بالیدگی اور فہم نے پائی جلا
حسن فکر وفہم کا بھی منتہا انوار ہیں

گلشن انوار کا ہے خوشہ چیں خود بھی فہیم
محسن ومشفق ، مربی مقتدا انوار ہیں

مولانا مفتی حافظ سید صادق محی الدین فہیم

منقبت

درشان شیخ الاسلام حضرت محمد انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمۃ بانی جامعہ نظامیہ

لی خدا نے اس قدر خدمت گراں انوار سے
ہے جہاں میں فیض کا دریا رواں انوار سے

چھٹ گئی ہیں ظلمتیں انوار کے انوار سے
روشنی لیتے ہیں ہر دم بیکساں انوار سے

ہوگئی تجدید دیں احیاءِ سنت آپ سے
کہہ رہے ہیں آج بھی قلب وزباں انوار سے

دین حق کی پاسبانی کا کیا یوں اہتمام
مل گئے لاکھوں ہزاروں پاسباں انوار سے

دل کی کیفیت نہیں رہتی نہاں انوار سے
اسلئے کہتا ہوں سب کچھ بے زباں ' انوار سے

مرکز انوار ہے اس جامعہ کی سرزمیں
ہے یہاں کا ذرہ ذرہ درخشاں انوار سے

لفظ میں احساس کو کہنا بڑا دشوار ہے
سیکھ لے واحدؔ یہ انداز بیاں انوار سے

مولانا حافظ سید واحد علی قادری واحدؔ صاحب' استاذ جامعہ نظامیہ

منقبت

درشان حضرت شیخ الاسلام استاذ اعلیٰ حضرت علامہ حافظ امام شاہ محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگؒ بانی جامعہ نظامیہ

اس قدر اونچا ہے رتبہ حضرتِ انوار کا
غیر ممکن ہے احاطہ حضرتِ انوار کا

سرور کونین کے لطف و کرم کے فیض سے
عرش قامت ہے سراپا حضرتِ انوار کا

دین حق کا بول بالا آج ہے جو ہر طرف
فیض ہے کہئے یہ کس کا حضرتِ انوار کا

آوٴ آوٴ تشنگان علم آوٴ جامعہ
جوش پر رہتا ہے دریا حضرتِ انوار کا

ہند میں تقسیم کرنے دولت عرفانِ حق
حکم آقا سے ہے آنا حضرتِ انوار کا

اس کا اندازہ لگانا اس قدر آسان نہیں
کتنے برسوں سے ہے چرچہ حضرتِ انوار کا

کیسے کیسے ذرے آکر آفتابی ہوگئے
کب بگڑتا ہے سنوارا حضرتِ انوار کا

اک صدی سالہ یہ جشن عرس ہے انوار کا
ہر طرف ہے خوب چرچہ حضرتِ انوار کا

صوفی قادر آتے ہیں کھنچ کھنچ کے زائر سر کے بل
فیض اثر ایسا ہے روضہ حضرتِ انوار کا

قاضی صوفیؔ شاہ محمد عبدالقادر قادری چشتی ثانی صاحب، مولوی عالم جامعہ نظامیہ

عرس شریف حضرت مولانا امام محمد انوار اللہ فاروقی قدس سرہ ۲۰۱۴

علمی مذاکرہ

بعنوان ''اصلاح معاشرہ''

منعقدہ یکشنبہ ۲۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ م ۳۰/ مارچ ۲۰۱۴ بوقت ۱۰ بجے دن

بمقام جامعہ نظامیہ شبلی گنج، حیدرآباد

سلسلہ	اسمائے مقالہ نگار	عنوان مقالہ
۱۔	مولانا ڈاکٹر محمد سیف اللہ صاحب شیخ الادب جامعہ نظامیہ	کثرت طلاق کے اسباب اور اس کا سد باب
۲۔	ڈاکٹر حافظ سید بدیع الدین صابری صاحب پروفیسر صدر شعبہ عربی جامعہ عثمانیہ	والدین اور اولاد کے باہمی حقوق اور ذمہ داریاں
۳۔	مولانا ڈاکٹر محمد عبدالمعز صاحب صدر شعبہ عربی مولانا آزاد اردو یونیورسٹی	الکٹرانک میڈیا کے مضر اثرات اور اس کا حل
۴۔	مولانا سید ہاشم عارف پاشاہ قادری صاحب مولوی کامل جامعہ نظامیہ	شادی بیاہ اور بے جا رسم و رواج

’’کثرت طلاق کے اسباب اوراس کا سد باب‘‘

مولانا ڈاکٹر محمد سیف اللہ صاحب، شیخ الادب جامعہ نظامیہ

شریعت اسلامیہ اپنی بے پایاں خوبیوں کی وجہ سے تمام مجموہائے قوانین اور نظام ہائے زندگی میں نمایاں حیثیت رکھتی ہے ۔ یہ ایک ایسی جامع اور مکمل دستور حیات ہے کہ مرور زمانہ نہ کبھی اس کو متاثر کیا ہے اور نہ آئندہ کرسکتا ہے کیونکہ یہ خالق کائنات کی طرف سے تمام انسانیت کے لئے ایک انمول دلنواز ہدیہ وتحفہ ہے ۔

شریعت اسلامیہ کی خوبیاں ومحاسن ایک ایسا خزانہ ہے کہ جس کے موتی ہیرے وجوہرات پر جتنی بارنظرڈالی جائے اس کی دلکشی ورعنائی کی جلوہ گری میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا جاتا ہے کہ کبھی دل بھرتا ہی نہیں بلکہ بار بار ہزار بار جن کو دیکھنا چاہتا ہے ۔

شریعت کے تمام احکام جلب منفعت و دفع مضرت پر موقوف ہیں اور یہ سبب انسانیت کے لئے ہے شریعت اور انپڑھ طاقتوں وکمزورسب برابر ہیں اور یہ شریعت صرف اورصرف انسان کی بھلائی چاہتی ہے اور کچھ نہیں ۔

خاندان کی پہلی یونٹ یعنی اکائی نکاح ہے اسلام نے اسے آسان ترین بنایا ہے جوصرف ایک بار کہنے سے منعقد ہوجاتا ہے (جبکہ طلاق ایک کیلئے ایک قانون ہے) اوراس اکائی کا آغاز ایک جان حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے جملہ معترضہ ہوا پھران سے ہی ان کا جوڑا بنایا پران دونوں سے نسل انسانی کا سلسلہ چل پڑا۔’’**یأیھاالناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ و خلق منھا زوجھا و بث منھما رجالاً کثیرا و نساء و اتقو اللہ الذی تسالون و الارحام**‘‘۔

انسانوں کے اندراللہ تعالیٰ نے جن کی ایک مستحکم خواہش ودیعت کی ہے اس کے تحت مردوعورت کا جنسی رشتہ بنتا ہے ۔ اوراس رشتہ کی بنیادکو چنداصولی وضوابط کے ذریعہ مضبوط بنایا گیا۔مردوعورت کے جنسی رشتہ کی یہ شدید خواہش آپسی جنگ کو جنم نہ دےاس کے لئے خالق انسانیت نے نکاح کا نظام جاری کیا۔تاکہ ہرمرد کے لئے ایک عورت مخصوص ہو ونیز ہرانسان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کا کوئی نام ہواوراس کا تذکرہ باقی رہے جس کی سبیل صرف شادی ہے اور یہ شادی اس کی اولاد حاصل کرنے کا ذریعہ ہوتی ہے جس اس کے خاندان کو آگے لے جاتا ہے۔شادی و بیاہ کا اصل مقصد انسانی نسل کی حفاظت کرنا ہے نہ کہ انقطاع، حضرت امام غزالی فرماتے ہیں کہ شادی کے پانچ فوائد ہیں ۔ اولاد، شہوت کی تکمیل، گھر کا انتظام، خاندان میں اضاضہ اور بیویوں کے معاملات کی انجام دہی کے ذریعہ اپنی تربیت اورمجاہدہ۔

شادی و بیاہ اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے’’**و من ایتہ أن خلق من انفسکم ازواجاً لتسکنوا الیھا و جعل بینکم مودۃ و رحمۃ**‘‘(روم۔۳۰:۲۱)۔

صورت وسیرت، عادات واطوار، اخلاق وکردار میں نمایاں تفاوت وامتیاز پائے جانے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی کمال

قدرت وحکمت ہے کہ دونوں میں مودت ورحمت پائی جارہی ہے۔

پتہ لگا کہ ازدواجی زندگی کے تمام معاملات کا ماحصل ولب لباب سکون وراحت قلب ہے جس گھر میں یہ موجود ہے وہ اپنی تخلیق کے مقصد میں کامیاب وکامران ہے اور جہاں یہ قلبی سکون کی دولت نہ ہو اور چاہئے سب کچھ ہو وہ ازواجی زندگی کے اعتبار سے کچھ نہیں بلکہ ناکام ومراد ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ باہمی سکون قلب صرف اور صرف اسی صورت سے ممکن ہے ان دونوں کے تعلق کی اساس شرعی نکاح پر ہو۔ اور جہاں اس کے خلاف ہوا وہ سکون نہیں جانوروں کی طرح موقتی خواہش پوری کر لینے کا نام سکون نہیں ہوسکتا۔

قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے شادی وبیاہ اور زن وشوہر کے آپسی تعلقات اور اس کے آپسی معاملات کی بہت ہی عمدہ تعبیر کی ہے اور ارشاد باری تعالیٰ ہے ''**ھن لباس لکم و انتم لباس لھن** ''لباس پردہ ہے' ہرعیب کو چھپاتا ہے' لباس زینت ہے جو حسن و جمال کو چار چاند لگا دیتا ہے۔ لباس راحت ہے' لباس ڈھال ہے سپر ہے جو موسم کے مار سے بچاتا ہے۔

مختصر یہ کہ ایک اچھی عورت اپنے شوہر کے لئے اور ایک اچھا شوہر اپنی عورت کے لئے پردہ' زینت' راحت ہے۔

اور ایک مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ''**نساء کم حرث لکم** '' سبحان اللہ پرورگار عالم نے ایک لطیف حقیقت کو کیا ہی پیارے انداز میں ذکر کر دیا کہ۔۔۔۔ بھی نہ پڑے مقصد کھل کر سامنے آجاتا ہے۔

جانوروں میں مادہ (مونث) کا استعمال نر کے لئے صرف جنسی تسکین کے لئے ہوا اور کچھ نہیں' جبکہ کھیت اور کسان کے تعلق کی نوعیت پر غور کرتے ہیں تو یہ نوعیت ہی دوسری ہے۔ مطلب یہ کہ عورتیں مرد حضرات کے لئے تفریح گاہ یا سیر گاہ نہیں بلکہ ان دونوں کے درمیان کھیت اور کسان جیسا رشتہ ہے کسان کا کام پیداوار حاصل کرنا ہے۔ نسل انسانی کی اس میں کھیتی ہونا ہے۔ صرف بیج ڈال کر لاپرواہ نہیں ہو جانا ہے بلکہ اس کھیت کی بھر پور نگہداشت کرنا' اس کو ہر قسم کے نقصان سے بچانا ہے۔ یعنی مرد کو چاہئے کہ بیوی کے ذریعہ اپنی آئندہ نسل کی عمدہ سے عمدہ فصل تیار کرنا ہوگا۔ جس طرح کسان کی ذری سی لاپرواہی اور بے اعتنائی فصل کو نقصان پہنچا سکی ہے بالکل اس طرح اس کا غیر اسلامی رویہ اس کی آئندہ نسل کو تباہ و برباد کرسکتا ہے۔

نکاح کی حیثیت: اسامی شریعت میں نکاح کی حیثیت غیر معمولی ہے جس کو میثاق غلیظ سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔ **و أخذنا منكم ميثاقاً غليظاً** (النساء:۴۔۲۱)

اور وہ (تمہاری بیویاں) تم سے میثاق غلیظ (ایک مضبوط و پختہ عہد) لے چکی ہیں یہ آیت ہمیں بتا رہی ہے کہ شادی بیاہ حقیقت میں ایک معاشرتی معاہدہ ہے جس کے فریق میاں و بیوی ہیں اور اسلامی شریعت نے معاہدے کی پابندی پر بہت زور دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد بارتی تعالیٰ ''**و اوفو بالعهد ان العهد كان مسؤلا**'' (بنی اسرائیل ۳۴۔۱۱)۔

شادی بیاہ ایک معاہدہ ہے جو مرد وعورت کے درمیان ان کی آپسی رضامندی سے طے پاتا ہے یہ معاہدہ ایک خاندان کی اساس ڈالنے اور مل جل کر ازدواجی زندگی گذارنے سے متعلق ہوتا ہے ممکن ہے کہ جس طرح سماجی و معاشرتی معاہدے

خرید وفروخت ٹوٹ جاتے ہیں ہوسکتا ہے کہ شادی و بیاہ کا معاہدہ بھی ٹوٹ جائے مگر اس کا ٹوٹنا انجام کار کے کے اعتبار سے ایک خطرناک چیز ہے اسی لئے اسلام نے اس امر میں بہت احتیاط برتنے کا حکم دیا ہے ۔ چنانچہ رشتہ قبول کرنے سے قبل لڑکے اورلڑکی کی شخصیت‘ طبیعت مزاج وغیرہ کے بارے میں تمام معلومات حاصل کرلی جائیں اور جب صحیح رائے قائم ہو جائے تب حتمی فیصلہ کیا جائے یاد رہے لڑکی اورلڑکے کی دینی و اخلاقی حالت کی اچھی جانچ پڑتال ہو کیونکہ دین و اخلاق کی خاطر دیگر کمزوریوں کو طاق نسیان میں رکھا جاسکتا ہے ۔

عقد نکاح کا معیار : **عن ابی هريرة رضی الله عنه قال رسول الله صلی الله عليه و آله وسلم تنكح المرأة لاربع اما لمالها و اما لحسبها و اما لجمالها و اما لدينها فاظفر بذات الدين تربت يداک .**

ایک دوسری حدیث شریف میں آتا ہے کہ جوشخص عورت سے نکاح اس کے مال و جمال کے واسطے کرتا ہے تو وہ اس کے مال و جمال سے محروم کردیا جاتا ہے اور جوکوئی اس کی دینداری کی وجہ سے نکاح کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو مال و جمال دونوں عنایت فرماتا ہے ۔عورت سے خوبصورتی کی وجہ سے نکاح مت کر کہ شاید اس کی خوبصورتی اس کو تباہ کردے اور نہ مال کی وجہ سے اسکے ساتھ نکاح کر کہ شاید اس کا مال اس کو سرکش کردے بلکہ نکاح عورت کے ساتھ اس کی دینداری کے لحاظ سے کر۔

خطبہ نکاح میں پڑھی جانے والی تینوں آیات کا آغاز تقوی کے ذکر سے ہو رہا ہے یہ بتلانے کے لئے تمہاری اولاد متقی ہو اور یہ اس وقت ہی ہوسکتا ہے جبکہ زن وشوہر دونوں بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہوں مطلب یہ کہ میاں بیوی کے انتخاب میں احتیاط ملحوظ رکھا جائے جیسا کہ گذشتہ آپ کو بتایا گیا کہ دینداری کو معیار بنایا جائے اولاد کے حقوق کا آغاز یہی سے شروع ہو جاتا ہے کہ انہیں ایک نیک ماں باپ ملیں ۔

واقعات : حضرت مبارکؒ کا واقعہ‘ حضرت سید شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے والدہ کا واقعہ‘ ربیعہ الرأی کا واقعہ‘ قطب الدین بختیاری کعکی کا واقعہ ۔ یہ واقعات یہی بتلا رہے ہیں کہ انتخاب زن وشوہر کا کیا معیار ہو۔

عقدة النکاح : تعلق انتہائی یگانگت محبت و الفت کی بنیاد پر قائم ہوا تھا پھراب کیا ہوا کہ طلاق کی نوبت آ گئی ۔عقدۃ محبت و الفت پیار محبت کو کھولنے والی چیز ہے اور طلاق کے بارے میں آیا کہ اسلام نے وقت ضرورت طلاق کی اجازت ضروری دی ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ یہ کوئی قابل ستائش اور کوئی مستحسن فعل نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ ایک سخت ناپسندیدہ اقدام ہے ۔اس لئے ناگزیرضرورت اور انتہائی مجبوری ہی میں یہ اقدام ہونا چاہئے ۔ابوداود کتاب الطلاق میں آیا ہے کہ حضرت سید عبداللہ بن معرروایت کرتے ہیں کہ **ابغض الحلال الی الله عز و جل الطلاق** : اللہ تعالیٰ کے پاس حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے ۔" **ما الله شياء ابغض اليه من الطلاق (ابوداود)**

اسلامی شریعت نے ایک طرف شوہر کے ذہن میں یہ بات بیٹھائی کہ طلاق ایک ناپسندیدہ عمل ہے اور دوسری طرف

بیوی کو ہدایت کی کہ وہ بلا وجہ مرد سے طلاق کا مطالبہ نہ کرے چنانچہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے حضرت ثوبان نے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''ایما امرأة سألت زوجها طلاقا فی غیر بأس فحرام علیها رائحة الجنة '' جوعورت بغیر کسی مجبوری کے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے تو اس پر جنت کی خوشبو (بھی) حرام ہے)۔

عورت : عورتوں کے احساسات و جذبات بڑے نازک ہوتے ہیں وہ ایک انتہائی نازک آبگینے کے مانند ہیں ذرا سی ٹھیس لگی بس ٹوٹ گیا اسی فطری کمزوری کی وجہ سے اسلام مردوں کو نصیحت کرتا ہے کہ عورتوں کی فرمانی پر مشتعل نہ ہوں اور ردعمل میں کوئی عاجلانہ فیصلہ نہ کر بیٹھیں بلکہ صبر وتحمل سے کام لیں اور اس کی تخلیق پر غور کریں ۔ استوصوا بالنساء الخ ۔

عورت سے اچھا سلوک کرو ۔ بے شک عورت کی تخلیق پسلی میں سے ہوئی ہے سب سے تیڑھی پسلی اوپر والی ہے اگر تو اسے سیدھا کرنے کی کوشش کرے گا تو تو توڑ دے گا اور اگر چھوڑ دے گا وہ تیڑھی رہے گی لہذا عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو جبل گرد جبل نہ گردد۔

میاں بیوی کو صبر و برداشت کی عام تلقین کے علاوہ اس بارے میں بعض خصوصی ہدایات بھی احادیث میں دی گئی ہیں نکاح کے بندھن میں پائیداری کے لئے ضروری ہے صحیح مسلم کتاب الرضاع باب الوصیت بالنساء میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے'' لا یفرک مومن مومنة ان کره منها خلقا رضی منها آخر '' کوئی مومن مرد کسی مومن عورت سے بغض نہ کرے اگر اس کی کوئی عادت اس کو بری لگے تو اس میں دوسری عادت ہوگی جو اس کو خوش کردے۔

یہ ایک معلوم حقیقت ہے کہ ہر آدمی کے اندر Plus Points ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ کچھ .M.P ہوتے ہیں جن کو اس کی کمزوری کہا جاسکتا ہے لہذا وہ ایک دوسرے کے .P.P کو دیکھیں اور .M.P کو طاق نسیان میں رکھیں کوئی مرد و عورت مکمل نہیں ہوتے ۔ خیرکم خیرکم لاهله ابن ماجه

''والتی تخافون نشوزهن فعظوهن و اهجروهن فی المضاجع و اضربوهن فان اطعنکم فلا تبغوا علیهن سبیلا '' اور جن عورتوں سے تم کو نافرمانی کا اندیشہ ہو ان کو سمجھاؤ اور ان کو ان کے بستروں میں تنہا چھوڑ دو اور ان کو مارو (سوالرئے) ونحوہ ۔ و ان ختم شقاق بینهما فابعثوا حکماً من اهله و حکماً من اهلها'' اور اگر تم کو دونوں کے درمیان تعلقات بگڑنے کا اندیشہ ہو تو ایک ثالث مرد کے رشتہ داروں میں سے کھڑا کرو اور ایک ثالث عورت کے رشتہ داروں سے کھڑا کرو اگر دونوں اصلاح چاہیں گے تو اللہ ان کے درمیان موافقت کردے گا بے شک اللہ جاننے والا باخبر ہے۔

خلیفہ چہارم حضرت ثالث بنائے اور انکا فیصلہ قبول کریں ۔

فقالت المرأة رضیت بکتاب الله لی و علی ' فقال الرجل اما الغرفة فلا فقال علی ۔.. والله لا تبرح حتی ترضی بمثل ما رضیت به .

اگر عاقدین مذکورہ بالا عقد نکاح کے بارے میں اچھی طرح سے واقفیت حاصل کرلیں تو طلاق کی نوبت نہیں آئے گی۔ پھر بھی اجمالا کچھ وجوہات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) میاں بیوی کے خاندانوں میں عدم توازن کوئی زیادہ پیسہ والا ہے تو کوئی اوسط درجہ یا اس سے کم حیثیت کا ہے۔

(۲) غصہ' اور عدم تحمل اگر دونوں میں سے ایک غصہ میں ہو تو دوسرے کو تحمل سے کام لینا ہوگا' مگر دوسرا بھی اپنی انا کی خاطر اس سے زیادہ غصہ کرتا ہے اور طلاق دینے کی نوبت آتی ہے تو جلے پر تیل چھڑکنے کا کام والدہ' بہن وغیرہ انجام دیتی ہیں۔ ہونا تو یہ چاہئے کہ وہ صبر و تحمل سے کام لینے پر اُبھاریں۔

آخر زبان پر طلاق کا ہی لفظ کیوں آتا ہے کچھ برا بھلا بول دیں تاکہ وہ اپنی انا کی تسکین کرلے یا دل کی بھڑاس نکال لے بعد میں تحفہ وغیرہ دے کر معافی چاہ لے۔ مگر ہوتا یہ ہے کہ طلاق دینے کے بعد علماء سے رجوع ہوکر ناجائز کو جائز کا جامہ پہنانے کے لئے مصر ہوتے ہیں' اور یہ بتلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہم ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے یا ہمارے بچوں کا مستقبل داؤ پر لگ جائیگا۔ ہم پوچھتے ہیں یہ خیال طلاق دیتے وقت کیوں نہیں آیا؟۔

ٹی وی سیریلس' فلمیں وغیرہ بھی خاندان کے انتشار کا سبب بن رہے ہیں۔

اب تو معاملہ یہ ہوا ہے کہ فیس بک پر ملتے ہیں دوستانہ ہوتا ہے' نمبرات ایک دوسرے کو دیتے ہیں' رات دیر گئے تک واٹس اپ پر بات چیت ہوتی ہے پرپوز (شادی کی بات) ہوتا ہے Viber پر ریلشن شپ (تعلقات جڑتے ہیں) ٹوئیٹر پر شادی ہوتی ہے تو IMO یا You Tube پر طلاق ہوتی ہے تو جٹ منگنی اور پٹ طلاق۔ پہلے تو دونوں خاندان ایک دوسرے کو اچھی طرح جان لیتے' بڑے بزرگ مثبت اور منفی پہلوؤں سے واقفیت حاصل کرتے بڑی تگ ودو کے بعد رشتہ جڑتا اور تادم زیست ایک دوسرے کے جذبات کو' اور خاندان کے وقار کو ملحوظ رکھتے اور ایک خاندان کو جنم دیتے جس کے نقش قدم پر بچے بھی چلتے۔ اب ہر چیز میں عجلت' ہر معاملہ میں جلد بازی' ہر امر میں بے صبری کا مشاہدہ ہو رہا ہے۔ تعلیم تو ہے مگر اخلاق کردار' آداب رخصت ہوچکے' پہلے ہم اساتذہ کو پڑھتے تھے والدین کو دیکھتے تھے اور ان سے سیکھتے تھے اپنی زندگی کی زمام ان کے ہاتھ دیتے تھے تو وہ ہمیں گم راہ ہونے' غلط روش اختیار کرنے سے باز رکھتے تھے۔ اب اگرچیکہ فیس بک دوستانہ اعلی نمبرات سے کامیابی حاصل کررہے ہیں اعلی سے اعلی ڈگری دلکش تنخواہیں ہیں مگر خاندان میں بس بے چینی' بے قراری اضطراب' خمیہ زن ہے۔ پہلے معاشی حالت خستہ تھی مگر اخلاق و کردار اور خاندانی تعلقات پختہ تھے آج معاشی حالت پختہ اور یہ سب خستہ ہیں۔

کچھ اسباب طلاق: شادی کے مقاصد کا واضح تصور کا نہ پایا جانا' عدم حسن انتخاب' دینداری کا نہ پایا جانا' میاں و بیوی کے درمیان بد اخلاقی' آپسی بات چیت کے آداب کو ملحوظ نہ رکھنا' غیر زوجین کی بے جا مداخلت' ایک دوسرے کے جذبات کو ملحوظ نہ رکھنا' ساس سے جھگڑا' بیوی کا لکژری کا مطالبہ۔۔

......○......

والدین اور اولاد کے باہمی حقوق اور ذمہ داریاں

ڈاکٹر حافظ سید بدیع الدین صابری صاحب

پروفیسر صدر شعبہ عربی جامعہ عثمانیہ

تقوی کے دو اہم پہلو ہیں : ایک حقوق اللہ اور دوسرا حقوق العباد' آپسی معاملات کی اصلاح کے بغیر کوئی متقی نہیں ہوسکتا' اللہ تعالیٰ کا ارشاد'' فاتقو اللہ و اصلحوا ذات بینکم'' (اللہ تعالیٰ سے ڈرواور اپنے آپسی معاملات کی اصلاح کرو)۔

متقی کی ضد فاسق ہے اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں فاسقین کی تعریف اسطرح فرماتا ہے'' **الذین ینقضون عهد الله من بعد میثاقه و یقعطون ما امر الله به ان یوصل و یفسدون فی الارض أولئک هم الخاسرون** ''(جواللہ کے عہد کواس کے پختہ کرنے کے بعد توڑتے ہیں اور اللہ نے جن تعلقات کو جوڑے رکھنے کا حکم دیا ہے اسے قطع کرتے ہیں اور زمین میں فساد مچاتے ہیں وہی نقصان اٹھانے والے ہیں)۔

فساد کا تعلق صرف مار پیٹ ہی سے نہیں ہوتا بلکہ تعلقات کا توڑنا بھی بڑے فساد کا باعث ہے۔ کتاب وسنت میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بعد جس تعلق کو سب سے زیادہ جوڑے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے وہ والدین اور اولاد کا باہمی تعلق ہے ۔ کیونکہ والدین ہی ہر رشتہ کی اصل ہے۔ اگر والدین نہ ہوتو کوئی دادا کہلائے اور نہ کوئی دادی' نہ کوئی پھوپی بنے اور نہ چچا اور اگر ماں نہ ہو' نانا اور نانی کا تصور نہیں ہوگا۔ کوئی کسی کا نہ ماموں ہوگا اور نہ کوئی خالہ کہلائے گی۔

ایک گھر کی درستگی والدین اور اولاد کے اپنے باہمی ذمہ داریوں کو نبھانے پر منحصر ہے جب تک گھر درست نہ ہوگا خاندان درست نہ ہوگا خاندانوں کی درستگی پر معاشرہ کی اصلاح کا انحصار ہے۔

آج مغربی معاشرہ مادی ترقی کے باوجود ایک عجیب بے چینی و اضطراب میں مبتلا ہے' کیونکہ وہاں رشتوں کا تقدس نہیں پایا جاتا جو روحانی سکون کا باعث ہوتا ہے۔ وہاں مادیت طلبی نے والدین کو بچوں کی تربیت سے بیگانہ کر دیا ہے۔ اور اولاد اپنے والدین کو ان کی توجہ اور محبت سے محروم ہوکر Care Centers کے حوالہ کر چکے ہیں۔

اسلام نے والدین اور اولاد کے باہمی حقوق وفرائض کی ادائیگی کا جتنا معتدل اور بہترین نظام مرتب کیا ہے دنیا کا کوئی مذہب اس کا عشر عشیر بھی پیش نہیں کرسکا۔

حقوق والدین: اولاد کے لئے والدین کا سایۂ عاطفت ایک عظیم نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چار مختلف سورتوں میں اپنی عبادت کے حکم کے فوراً بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ اس میں یہ واضح اشارہ ہے کہ ایمان کے بعد ہماری سماجی اور معاشرتی زندگی کا اولین عنوان والدین کے حقوق کا تحفظ اور ان کی ادائیگی ہے جیسا کہ سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا: ''**واذ أخذنا میثاق بنی اسرائیل لا تعبدون الا اللہ و بالوالدین احسانا**'' (سورہ بقرہ: ۸۳)۔ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا: اللہ کے سواء کسی کی عبادت نہ کرنا اور والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا۔ سورہ نساء میں ارشاد ہے: ''**واعبدوا اللہ و لا تشرکوا بہ شیئا و بالوالدین احسانا** ''(سورہ النساء: ۳۶) اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔

سورہ انعام میں ارشادربانی ہے: ''**قل تعالوا أتل ما حرم علیکم و ربکم الا تشرکوا بہ شیئاً و بالوالدین احسانا** '' (الانعام: ۱۵۱) آپ کہہ دیجئے آؤ میں وہ پڑھ کر سناؤ جو تم پر تمہارے رب نے حرام کیا ہے کہ تم اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹہراؤ اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔

سورہ بنی اسرائیل میں انتہائی تاکید کے ساتھ والدین کے حقوق اور عظمت کو بتایا گیا اور اولاد کو اس عظیم ذمہ داری کا احساس دلایا گیا اس لئے ان آیات کا معنی ومفہوم کچھ وضاحتی انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔ ارشادالٰہی ہے: ''**وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ و بالوالدین احسانا اما یبلغنّ عندک الکبر احدھما او کلٰھما فلا تقل لھما أف و لا تنھر ھما و قل لھما قولا کریما o واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ و قل ربّ ارحمھما کما ربّیٰنی صغیراً o ربّکم اعلم بما فی نفوسکم ان تکونوا صالحین فانّہ کان للاوّابین غفوراً** '' (بنی اسرائیل: ۲۳۔۲۵)۔(آپ کا رب حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ اگر تمہاری زندگی میں وہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پہنچ جائے تو ان کو اف تک نہ کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے ادب وتعظیم سے بات کرنا اور ان کے سامنے نرم دلی سے عاجزی کا بازو بچھاؤ (اپنے شانے نیازمندی سے جھکا کر رکھو) اور یہ دعا کرو اے میرے رب ان پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن میں مجھے پالا و پرورش کی۔ تمہارا رب خوب جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اگر تم نیک ہوں تو بے شک وہ رجوع کرنے والوں یعنی توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا ہے)۔

سورہ نبی اسرائیل کی ان تینوں آیات میں سب سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت اور عبادت کے حکم کے فوری بعد ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے اور اس آیت کی ابتداء لفظ ''قضی'' سے ہوتی ہے امر کی بہ نسبت

''قضا'' میں زیادہ تاکید ہے۔قطعی ولازمی فیصلہ کو''قضاء'' کہا جاتا ہے۔انسان کے وجود کا حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے اوراس کا ظاہری سبب ماں باپ ہیں اس لئے پہلے سبب حقیقی کا ذکر کر کے سبب ظاہری کی تعظیم کا حکم دیا، منعم کا شکر کرنا واجب ہے اس انعام کا ذریعہ کیونکہ ماں باپ ہیں اس لئے منعم حقیقی کے شکر کے ساتھ ان کے شکر کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ ارشادالٰہی ہے''ان اشکرلی ولوالدیک ''(سورہ لقمان:۱۴) کہ تم میرا شکراوراپنے والدین کا شکر کرو۔

مذکورہ آیت میں لفظ''احسان'' مطلق ہے اور اسم نکرہ (Indefinite Noune) ہے اس میں ہر قسم کی نیکی کا مفہوم مضمر ہے۔''الــوالــدیــن '' کا اطلاق مسلم اور غیر مسلم دونوں پر ہوتا ہے۔ماں باپ کافر بھی ہوں تب بھی ان کا احترام بجالانا ضروری ہے جیسا کہ سورہ لقمان میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:''و ان جاھداک علی ان تشرک بی ما لیس لک بہ علم فلا تطعھما و صاحبھما فی الدنیا معروفا ''(سورہ لقمان:۱۵) (اوراگر وہ تجھ سے اصرار کریں کہ تو مشرک ہو جا تو تو انکی اطاعت نہ کر لیکن دنیاوی زندگی میں ان سے اچھا سلوک کر)۔ اس لئے فقہاء نے فرمایا کافر ماں باپ کو مندر تک پہنچایا نہیں جاسکتا لیکن وہ واپسی میں مدد کے حاجت مند ہیں تو ان کو مندر سے گھر لایا جاسکتا ہے۔

یورپ اور امریکہ میں بڑھاپہ ایک آفت سمجھا جاتا ہے بوڑھے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا کوئی تصور نہیں ہے اس لئے حکومت نے ان کی دیکھ بھال کے ادارے قائم کئے ہیں لیکن ایک باپ کو اپنے بیٹے کی محبت کی پیاس ہوتی ہے اس پیاس کی تسکین کا ان اداروں میں کوئی سامان نہیں۔

ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک ان کی عمر کے ہر درجہ میں مطلوب ہے لیکن بڑھاپے میں یہ ذمہ داری اور بڑھ جاتی ہے جبکہ بڑھاپے کی وجہ سے وہ زیادہ توجہ کے لائق ہوتے ہیں اور خدمت کی شدید ضرورت مند ہوتے ہیں۔اس وقت اولاد کا امتحان ہے کہ وہ ماں باپ کے وجود کو رحمت سمجھتے ہیں یا زحمت، کہیں اولاد ان کی خدمت سے تنگ آ کر کوئی ایسا کلمہ زبان سے کہہ دے جس میں ان کی اہانت ہو، قرآن مجید کہتا ہے کہ ایسے عالم میں ان کو تھوڑی سی بھی تکلیف نہ پہنچانا یہاں تک کہ خفیف سا غیر مودبانہ لفظ اُف تک منہ سے نہ نکالنا یعنی ایسا کوئی کلمہ جو ان کی ناگواری کا باعث ہو یہاں تک کہ والدین کی بات سُن کر اسطرح لمبی سانس لینا جس سے ناگواری ظاہر ہو وہ بھی کلمہ اُف میں داخل ہے۔

لفظ''کبر'' بڑھاپے کا ذکر کر کے اولاد کو یہ احساس دلایا جا رہا ہے کہ ماں باپ اس قدر ناتواں ہو چکے ہیں کہ چلنے پھرنے کے قابل نہ ہو اور اپنی حاجت خود پوری نہ کر سکے ایسی حالت میں انہیں فراموش نہ کرو کیونکہ تم بھی بچپن میں اسی طرح تھے اور وہ تمہاری حفاظت اور تم سے محبت میں کوئی کوتاہی نہ کرتے تھے لہذا ان کی محبت کا جواب ویسی ہی محبت سے دو۔ جب انہیں اُف کہنے کی اجازت نہیں تو پھر گالیاں دینا اور جھڑکنا کیونکر جائز ہوسکتا ہے۔ان سے کبھی سخت لہجے میں

ایسی بات کہنے کی اجازت نہیں جس سے ان کی دل شکنی ہوجائے اس آیت کا اختتام اس حکم پر ہوتا ہے ''و قل لهما قولا كريما'' ان سے کریمانہ اورشریفانہ انداز سے کلام کرنا ان سے اونچی آواز سے کلام کرنا شریفانہ گفتگو کے خلاف ہے۔

دوسری آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ان کے ساتھ انتہائی عاجزی و انکساری سے پیش آنا۔تمہارے اس محبت اور رحمت بھرے برتاؤ کے باوجود یہ خیال نہ کرنا کہ میں نے اپنے والدین کا حق پورا کردیا۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ ان کے حق میں یہ دعا کرتے رہنا''رب ارحمهما كما ربّياني صغيرا'' اے میرے رب ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی۔ کیونکہ ماں باپ کا حقیقی بدلہ تو رب ہی ادا کرے گا۔ اولاد ان کے احسانات کا بدلہ کما حقہ ادا نہیں کرسکتی۔

مذکورہ دونوں آیات میں جس حسن سلوک کا ذکر کیا گیا ہے اس کی بنیاد دکھاوا اور ریاکاری پر نہ ہو اس لئے ارشاد فرمایا: ''ربكم اعلم بما في نفوسكم'' تمہارا رب خوب جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے) اور اگر نادانستہ ماں باپ کے احترام اور حسن سلوک میں کوئی لغزش ہوجائے تو تم فوراً پشیماں ہوکر توبہ کے ذریعہ اس کی تلافی کرو تو بلاشبہ رحمت الٰہی تمہارے شامل حال ہوگی اس لئے رب نے ارشاد فرمایا''ان تكونوا صالحين فانه كان للاوّابين غفورا''۔

والدین کے حقوق اور ان کی تعظیم اور خدمت کی اہمیت کے بارے میں متعدد احادیث وارد ہیں جن میں سے چند حسب ذیل ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ سے میں نے پوچھا: کونسا عمل اللہ کو پسند ہے؟ فرمایا: وقت پر نماز ادا کرنا' میں نے عرض کیا پھر اس کے بعد کونسا؟ فرمایا''بر الوالدين' ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا' میں نے عرض کیا: پھر کونسا' آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا (متفق علیہ)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور آپ سے جہاد کی اجازت چاہی' فرمایا: کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟ بولا: ہاں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ففيهما فجاهد جا ان کی خدمت کر کے جہاد کا ثواب حاصل کر۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم) ان روایات سے پتہ چلتا ہے کہ ماں باپ کی خدمت جہاد سے افضل ہے خصوصًا جبکہ ماں باپ ضعیف یا بیمار ہو اور ان کی خدمت وخبر گیری کرنے والا کوئی نہ ہو تو حج و عمرہ اور جہاد اور تبلیغ پر جانے کے بجائے انہیں ماں باپ کی خدمت گذاری کو مقدم جاننا چاہئے۔

ماں باپ کی رضامندی کے بغیر رب کی رضامندی حاصل نہیں کی جاسکتی جیسا کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا''رضى الربّ في رضى الوالدين و سخط الربّ في سخط الوالدين ''(رب کی رضا ماں باپ کی رضا میں ہے اور رب کی ناراضگی ماں باپ کی ناراضگی میں ہے)۔

ایک روایت میں حضور نبی اکرمﷺ نے واضح طور پر فرمایا: ھما جنتک و نارک '' وہ دونوں تیری جنت بھی ہیں اور دوزخ بھی (ابن ماجہ)۔یعنی والدین کی فرمانبرداری جنت میں لے جائے گی اور نافرمانی جہنم کے دخول کا باعث ہے احادیث کریمہ میں جس طرح باپ کو جنت کا بہترین دروازہ قرار دیا گیا ہے اسی طرح ماں کے بارے میں بتایا گیا کہ جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔

ایک بیٹے کو اپنے ماں باپ کی رضامندی کے حصول میں کس قدر کوشش کرنی چاہئے ترمذی وابوداؤد کی اس روایت سے پتہ چلتا ہے جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا میرے نکاح میں ایک عورت تھی جس کو میں چاہتا تھا اور حضرت عمرؓ اسے ناپسند کرتے تھے انہوں نے مجھ سے فرمایا اسے طلاق دے دو تو میں نے انکار کیا حضرت عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس بات کا ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اسے طلاق دے دو (ترمذی وابوداؤد)۔

آج کل معاملہ اس کے برعکس ہے بیویوں کے کہنے پر ماں باپ کو چھوڑ دیا جاتا ہے والدین کے نافرمان بننا منظور کر لیتے ہیں لیکن کوشش کرتے ہیں کہ بیوی کے فرمانبردار ہونے میں کوئی فرق نہ آئے۔

والدین کی نافرمانی کی سزا آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی ملے گی ۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ اللہ (شرک وکفر کے علاوہ) جس گناہ کو چاہے گا بخش دے گا مگر والدین کی نافرمانی کو نہیں بخشے گا بلکہ موت سے پہلے دنیا میں بھی سزا دے گا۔(بیہقی)۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا: تین شخصوں پر اللہ تعالیٰ روز قیامت نظر کرم نہ فرمائے گا' العاق لوالدیه ماں باپ کا نافرمان اور وہ عورت جو مردوں جیسی وضع قطع بنائے اور دیوث (وہ بے غیرت مرد جو اپنی بیوی کے پاس غیر مردوں کا آنا گوارا کرے)۔(مسند احمد بن حنبل)

والدین کے اہم حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ حاجت مند والدین کو خرچ دینا واجب ہے اور مالدار ماں باپ پر خرچ کرنا مستحب اور باعث برکت ہے جیسا کہ حضور نبی کریمﷺ نے فرمایا: انت و مالک لابیک (تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے)۔

بیٹے کی پیدائش سے لے اس کے پروان چڑھنے تک ماں جن صبر آزما حالات سے گذرتی ہے ان کی طرف نظر کرتے ہوئے احادیث میں والد سے بڑھ کر والدہ سے حسن سلوک کی تاکید آئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ کی خدمت میں ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ ! لوگوں میں سب سے بڑھ کر میرے نیک سلوک کا کون زیادہ مستحق ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیری ماں اس

نے عرض کیا پھر کون؟ آپ نے فرمایا: تیری ماں‘ اس نے پوچھا پھر کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیری ماں: پھر کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا باپ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

اس حدیث میں تین مرتبہ ماں سے حسن سلوک کرنے کی تاکید کی گئی پھر چوتھی بار باپ کا ذکر کیا گیا۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ ماں نے اپنے بچے کے حمل اٹھانے کی تکلیف پھر دوسری مرتبہ بچے کے جنم دینے کی تکلیف پھر تیسری بار دودھ پلانے کی تکلیف کو برداشت کیا ہے۔ سورہ لقمان اور سورہ احقاف میں اس تکلیف کی وضاحت بھی کی گئی ہے۔ حضرت بریدہ اسلمیؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ایک راستے میں ایسے پتھر ہیں کہ اگر گوشت ان پر ڈالا جاتا تو کباب ہو جاتا میں چھ میل تک اپنی ماں کو اپنی گردن پر سوار کر کے لے گیا۔ کیاں میں نے اس کا حق ادا کر دیا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **لعله ان یکون بطلقة واحدة** تیرے پیدا ہونے میں جس قدر جھٹکے اس نے اٹھائے ہیں شاید ان میں سے ایک جھٹکے کا بدلہ ہو (کنز العمال)۔

ان ہی روایات کی بناء پر فقہاء کرام نے فرمایا جو امور تعظیم سے متعلق ہیں تو ان میں باپ مقدم ہے اور وہ امور جو خدمت سے متعلق ہیں تو ان میں ماں مقدم ہے مثلاً اگر ماں اور باپ دونوں بیک وقت پانی طلب کریں تو پہلے ماں کو دیا جائے۔

والدین سے حسن سلوک ما بعد وفات: والدین کی وفات کے بعد بھی احادیث کریمہ میں ان سے حسن سلوک کے طریقے بتائے گئے ہیں اور اس کی اہمیت کو اُجاگر کیا گیا ہے۔ حضرت ابوا سید مالک بن ربیعہ ساعدیؓ سے روایت ہے کہ ایک انصاری صحابی نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ کیا والدین کی وفات کے بعد کوئی طریقہ ان سے حسن سلوک کا باقی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں‘ چار باتیں ہیں: ان پر نماز جنازہ پڑھنا‘ ان کے لئے مغفرت طلب کرنا‘ ان کی وصیت نافذ کرنا اور اور ان کے دوستوں کا اکرام کرنا اور جو رشتہ صرف انہی کی جانب سے ہو نیک برتاؤ کے ساتھ قائم رکھنا۔ والدین کی موت کے بعد ان سے یہ حسن سلوک (کا طریقہ) باقی رہتا ہے۔ (ابن النجار‘ و سنن بیہقی)۔

نماز کے بعد اپنی دعاؤں میں والدین کے لئے خواہ وہ باحیات ہوں یا وفات پاچکے ہوں مغفرت طلب کرتے رہنا سعادت اور برکت کا سبب ہے۔ ایک روایت میں اس کی انتہائی تاکید کو ملاحظہ کیجئے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''**اذا ترک العبد الدعاء للوالدین فانّه ینقطع عنه الرزق**''۔ جب بندہ ماں باپ کے لئے دعا کرنا چھوڑ دیتا ہے تو اس کا رزق منقطع ہو جاتا ہے (طبرانی و دیلمی)۔

نفل خیرات کے وقت والدین کی جانب سے نیت کرلیا کرے‘ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ وسلم نے فرمایا: ''**اذا تصدق أحدکم بصدقة فلیجعلها عن أبویه فیکون لهما أجرهما و لا**

یـنقص من أجره شیئا ’’ (ابن عساکر ورواہ الطبرانی فی الاوسط) جب تم میں کوئی شخص نفل خیرات کرے تو اسے چاہئے کہ اسے اپنے ماں باپ کی طرف سے کرے کہ اس کا ثواب انہیں ملے گا اور اس کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی ۔

طبرانی اور دارقطنی نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرے یا ان کا قرض ادا کرے ’’ بعث یوم القیامة مع الأبرار ‘‘ تو قیامت کے دن نیکوں کے ساتھ اٹھایا جائیگا ۔ والدین کی وفات کے بعد ایک مستقل حسن سلوک کی صورت یہ ہیکہ ہفتہ میں ایک دن کم ازکم ان کے قبور کی زیارت کرے اور فاتحہ پڑھے ۔

حکیم ترمذی نوادر الاصول میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص روز جمعہ اپنے والدین یا ایک کی قبر کی زیارت کرے اللہ اس کے گناہ بخش دے گا اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے والا لکھے گا ۔ بعض روایات میں ان کی قبر پر سورہ یسین پڑھنے کی بھی بڑی فضیلت آئی ہے ۔

والدین سے حسن سلوک سے متعلق مذکورہ امور کی ادائیگی کی توفیق انہیں لڑکوں کو ہوتی ہے جن کی ماں باپ نے اچھی تربیت کی ہو اس لئے یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ والدین پر اولاد کے کیا حقوق اور ذمہ داریاں ہیں ۔

اولاد کے حقوق : اولاد کے حقوق کی اصل بنیاد یہ ہے کہ اولاد اللہ کا عطیہ اور اس کی امانت ہے ۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ان کی قدر کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا ’’ اکرموا اولادکم و أحسنوا ادبھم ‘‘ اپنی اولاد کا اکرام کرو اور ان کو اچھا ادب سکھاؤ ۔ (ابن ماجہ) اولاد کا اکرام یہی ہے کہ انسان اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ بچوں کی پوری دیکھ بھال کرے اور اللہ نے ان کو جن خطوط پر چلانے کا حکم دیا ہے انہیں خطوط پر چلایا جائے اور انہیں اللہ کی نافرمانی سے روکے جو دخول جہنم کا سبب ہے' ارشاد الٰہی ہے ’’ یاایھا الذین اٰمنوا قوآ انفسکم و اھلیکم نارا ‘‘ الخ (التحریم) ۔ اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ ۔ قرآن کریم نے لفظ ’’ نار ‘‘ استعمال کر کے یہ اشارہ فرمایا ہے کہ ان کو گناہوں سے اسطرح بچانا چاہئے جس طرح دنیا کی آگ سے بچایا جاتا ہے ۔

بچوں کی پیدائش کے ساتھ ان کے حقوق کی ابتداء ہو جاتی ہے اس میں شک نہیں افضلیت کے اعتبار سے ماں باپ کا حق سب سے اہم ہے لیکن تربیت کے اعتبار سے اولاد کا حق مقدم ہے ۔ کیونکہ جب بچوں کے حقوق کو ادا کیا جائیگا تو یہی بچے بڑے ہو کر ماں باپ کے حقوق کا لحاظ رکھیں گے ۔ چنانچہ یہ ترتیب فطری اور طبعی ہے دنیا کی ابتداء اولاد کے حق کی ادائیگی سے ہوئی کیونکہ پہلا انسانی جوڑا حضرت آدم وحواء علیھما السلام نے بحیثیت ماں باپ سب سے پہلے اپنی اولاد کے حق کو ادا کیا کیونکہ ان کے والدین ہی نہیں تھے پھر ان کی اولاد کو حکم دیا گیا کہ وہ ماں باپ کے حق کو ادا کریں ۔

یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ اولاد کے حق کی ابتداء اس کی پیدائش سے پہلے ہی کسی انسان کے اپنی بیوی کے انتخاب سے شروع ہوجاتی ہے جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کے سوال کے جواب میں کہ بچہ کا باپ پر کیا حق ہے؟ فرمایا کہ اس کی ماں کے انتخاب میں سوچ سمجھ سے کام لے۔

حضور اکرم ﷺ نے عورت کے ماں اور اس کے نسب اور اس کی خوبصورتی کے مقابلہ میں دیندار عورت کے انتخاب کی تاکید فرمائی ہے کیونکہ ماں کی گود بچہ کا سب سے پہلا مدرسہ ہے اس کے اخلاق و عادات کا بچہ پر اثر پڑتا ہے۔

اولاد کا دوسرا حق یہ ہے کہ ماں باپ فقر و فاقہ یا کسی اور وجہ سے انہیں زندہ رہنے کے حق سے محروم نہ کریں بلکہ وہ اپنے خداداد علم سے کام لے کر رب کے پیدا کردہ رزق کے وسائل کا پتہ لگائیں۔ اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کی زندہ درگور کرنے کی رسم کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا: ''**و لا تقتلوا اولادکم خشیة املاق نحن نرزقھم و ایاکم ان قتلھم کان خطأ کبیرا**'' اپنی اولاد کو افلاس محتاجی کے خوف سے قتل مت کرو ہم انہیں اور تم کو روزی دیتے ہیں۔ بیشک ان کا قتل بڑی خطا ہے (بنی اسرائیل)۔ ماں باپ پر اپنے نومولود بچے کا تیسرا حق یہ ہے کہ اس کے سیدھے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جائیں تاکہ شیطان کی دعوت سے پہلے اس کے کانوں کے ذریعہ دل اور دماغ تک توحید و رسالت کی دعوت پہنچ جائے' کوئی یہ شبہ کرسکتا ہے کہ جب بچہ بے خبری کی منزل میں ہوتا ہے تو اس عمل کا کیا فائدہ؟۔

پہلا فائدہ تو یہ ہے کہ بچہ کو شیطان کے خلل سے محفوظ رکھا جائے' دوسرا یہ کہ ماں باپ کو اس بات کی تاکید ہے کہ بچے کے کانوں کو بُری بات سے محفوظ رکھیں۔ تیسرا یہ کہ ان مبارک کلمات کے ذریعہ بچہ کے دل میں گویا ایمان و اسلام کا بیج بو دیا گیا' اگر آگے چلکر والدین اسلام کے آداب کے پانی سے اس بیج کو سیراب کریں گے تو وہ ایمان کی شاہ راہ پر آسانی سے دوڑے گا اور اگر ماں باپ توجہ نہ کریں تو یہ بیج پھل پھول نہ سکے گا۔

اذان و اقامت کے بعد تحنیک کرنا سنت ہے' تحنیک یہ ہے کہ خاندان کا کوئی نیک و بزرگ شخص کھجور یا میٹھی چیز چبا کر بچے کے تالو میں لگا دے تاکہ سب سے پہلے اس کے پیٹ میں پاک وطیب شئی داخل ہو' حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ لوگ اپنے بچوں کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا کرتے تھے''**فیبرک علیھم و یحنّکھم**'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے برکت کی دعا فرماتے اور تحنیک فرماتے تھے (مسلم)۔

اور اگر استطاعت ہو تو ساتویں دن عقیقہ کرنا مستحب ہے ورنہ بعد میں بھی کیا جاسکتا ہے۔ جب بچے میں ذرا قوت برداشت پیدہ ہو تو ختنہ کرائیں یہ شعار اسلام ہے اور انبیاء کی سنت ہے۔ قریب البلوغ ہونے تک تاخیر نہ کریں۔

بچوں کا والدین پر چوتھا حق یہ ہے کہ وہ اپنے بچوں کا اچھا نام رکھیں وہ نام رکھیں جو معصیت یا غیر اسلامی یا سختی یا تکبر کے

معنی پر مشتمل نہ ہو۔حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا'' **حق الولد علی الوالدین ان یحسن اسمہ و یحسن ادبہ** '' بچہ کا ماں باپ پر یہ حق ہے کہ اس کا نام اچھا رکھے اور اسکو حسن ادب سے آراستہ کرے۔(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)۔

بچے کا والدین پر پانچواں حق پرورش کا ہے' جب تک وہ عام غذائیں کھانے کے قابل نہ ہوجائے ماں اسے دودھ پلائے اگر ماں کا انتقال ہو چکا یا طلاق ہوگئی تو باپ کا فرض ہے کہ اس کی رضاعت کا انتظام کرے خواہ اس کی ماں ہی سے درخواست کرے یا کسی اور عورت سے پلوائے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:'' **والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعۃ** '' باپ پر ضروری ہے کہ وہ اپنے وسائل اور امکان کی حد تک بہتر سے بہتر طریقہ سے اولاد کی پرورش کرے اور ان کی زندگی کے قیام اور ان کے جسم کی نشو ونما کے لئے جو کچھ ضروری ہے اس سے غفلت نہ برتے۔

کلام الٰہی میں ماں باپ پر اولاد کے حق پرورش کی طرف اس دعا میں اشارہ کیا گیا ہے جس کی تعلیم اولاد کو کی گئی ہے'' **و قل رب ارحمھما کما ربّیانی صغیرا** '' اور اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے میری بچپن میں پرورش کی۔(بنی اسرائیل:۲۳)۔

اولاد کا چھٹا حق یہ ہے کہ اپنی اولاد کی حلال کمائی سے پرورش کریں حرام کی کمائی سے خود بچیں اور اپنی اولاد کو بھی بچائیں' ایک روایت میں آتا ہے کہ قیامت کے دن آدمی کو اس کے اہل وعیال پکڑ لیں گے اور کہیں گے اے ہمارے رب اس سے ہمارا حق دلا یہ ہمیں حرام کی روزی کھلاتا تھا اور ہم اس سے واقف نہیں تھے۔ چنانچہ اسکی نیکیاں ان کو دلا دی جائیں گی جیسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس شخص کے بارے میں یہ اعلان کر دیا جائیگا۔'' **اکل عیالہ حسناتہ** '' یہ وہ شخص ہے جس کی نیکیاں اس کے بچوں نے کھا لیا۔(تفسیر روح البیان: 19/10)۔

جو کچھ والدین اولاد پر خرچ کریں خوش دلی سے خرچ کریں اولاد پر خرچ کرنا بھی باعث ثواب ہے۔کئی روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ ماں یا باپ کا اپنے گھر والوں پر خرچ کرنا صدقہ یعنی نیکی ہے۔

حضرت ام المومنین ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ (جنہیں اپنے پہلے شوہر اور ابو سلمہؓ سے اولاد تھی) وہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر میں ابو سلمہؓ کے بچوں پر خرچ کروں تو مجھے ثواب ملے گا انھیں میں اسطرح (فقر کی حالت میں) نہیں چھوڑ سکتی کہ وہ میرے ہی بچے ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ تم ان پر خرچ کروگی اس کا اجر ملے گا۔(بخاری شریف)۔

حضرت سراقہ بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے سراقہ! کیا میں سب سے بڑا صدقہ نہ بتاؤ تو انہوں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ تو آپ ﷺ نے فرمایا:'' **ابنتک مردودۃ** '' وہ بیٹی جو (خاوند کی وفات

یا طلاق کے باعث) تمہاری طرف لوٹ آئی ہے اور تمہارے سواء اس کے لئے کوئی کمانے والا نہیں ہے (متفق علیہ)

اولاد کا ساتواں حق یہ ہے کہ اپنی اولاد کی پرورش پیار و محبت سے کریں ۔ بچے اپنے ماں باپ سے صرف غذاء کی احتیاج نہیں رکھتے ان کی نشو ونما کے لئے محبت و شفقت بھی ضروری ہے ۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نواسوں پر بے انتہا شفقت فرماتے تھے امام بخاری نے کتاب الادب میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن بن علیؓ کا بوسہ لیا تو اقرع بن حابس نے کہا کہ میرے دس بچے ہیں میں نے ان میں سے کسی کا بوسہ نہیں لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف دیکھا اور فرمایا ’’ **من لا یرحم لا یرحم** ‘‘ جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائیگا ۔ (متفق علیہ)

اور ایک روایت میں آتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ تیرے دل سے محبت سلب کرلی ہے تو میں کیا کروں (بخاری و مسلم)

البتہ بچوں سے ایسا بے جا لاڈ پیار جو بچے کو بگاڑ دے جائز نہیں یہ بچے کے ساتھ شفقت و محبت نہیں‘ بچوں کی غلط حرکت پر ٹوکیں ۔بعض ماں باپ یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ یہ نادان بچے ہیں ۔ بچے نادان ہیں مگر ماں باپ تو نادان نہیں ماں باپ کا فریضہ یہ ہے کہ حکمت عملی سے بچوں کو غلط بات سے نفرت دلائیں ۔

علامہ اقبال اپنے لڑکپن کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہمارے پاس ایک فقیر آیا جو جانے کا نام نہیں لیتا تھا اس پر مجھے غصہ آیا اور میں نے اسے مارا تو جو کچھ وہ مانگ کر لایا تھا وہ نیچے گر گیا میرے والد نے جب یہ منظر دیکھا تو ان کا رنگ زرد ہوگیا اور مجھے بلا کر کہا اے بیٹے ! ذرا خیال کر کہ قیامت کے دن جب جنابِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دربار لگا ہوگا اور بڑے بڑے حافظ‘ غازی‘ شہید‘ زاہد‘ عالم اور عاشقانِ الٰہی وغیرہ جمع ہوں گے تو یہ فقیر وہاں آ کر فریاد کرے گا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے پوچھیں گے کہ تجھ کو گوشت کا ٹکڑا عطا کیا گیا تھا کیا تو اسے انسان نہ بنا سکا تو بیٹا بتا کہ اس وقت میں کیا جواب دونگا اے بیٹے ! باپ پر ظلم نہ کر اور غلام کو اپنے آقا کے حضور میں شرمندہ نہ کر ۔

یہی وہ حکیمانہ تربیت کا اثر تھا کہ یہی بچہ آگے چلکر قوم کا ایک عظیم آدمی‘ ثابت ہوا ۔بچوں کے نصیحت قبول نہ کرنے پر مارنے کی اجازت ہے لیکن ایسی شدت اختیار نہ کریں اور ایسا بے تحاشہ نہ ماریں بچے سدھرنے کے بجائے الٹے باغی نہ بن جائیں ۔

حضرت شیخ سعدیؒ نے ایک حکایت بیان کی ہیکہ ایک باپ نے اپنے بیٹے کو ڈنڈے سے مارا تو بیٹا بولا ابا بے قصور نہ ماریئے اگر لوگ مجھ پر ظلم کریں تو میں انکے ظلم کی فریاد آپ کے پاس کرسکتا ہوں لیکن جب آپ ظلم کریں تو کس کے پاس فریاد کروں ۔

اولاد کا آٹھواں حق یہ ہے کہ انہیں مناسب وقت کے لئے کھیلنے کی بھی آزادی دی جائے ایسے کھیل جو ان کے لئے مضر

نہ ہو جیسا کہ حضور اکرم ﷺ اپنے نواسوں کو ان کے ساتھیوں کے ساتھ کھیلنے کی اجازت مرحمت فرماتے تھے ۔

بخاری ومسلم کی روایت سے ثابت ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کم عمری کی وجہ سے شادی کے بعد بھی اپنی سہلیوں سے کھیلا کرتی تھیں ۔

ماں باپ پر لازم ہے کہ وہ اپنے بچوں کو خراب لڑکوں اور لڑکیوں کی صحبت میں کھیلنے اور اٹھنے بیٹھنے سے منع کریں کیونکہ صحبت اپنے اندر گہری تاثیر رکھتی ہے ۔ اسی طرح ناچ گانے سینما وغیرہ لغویات اور مخرّب اخلاق کاموں سے خاص طور پر بچائیں ۔

والدین پر بچوں کا نواں حق یہ ہے کہ وہ ان کے ساتھ انصاف سے کام لیں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اعدلوا بین اولادکم ' اعدلوا بین اولادکم '' تم اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو تم اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو ۔ (نسائی) ۔

بخاری ومسلم نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے ایک واقعہ نقل کیا وہ فرماتے ہیں کہ میرے والد مجھے لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے اس لڑکے کو ایک غلام عطاء کیا ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کیا تم نے ہر لڑکے کو اسطرح ہبہ کیا ہے تو میں نے کہا نہیں تو رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے واپس لے لو اور ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اتقو الله و اعدلوا فی اولادکم '' اللہ سے ڈرو اور اپنے لڑکوں میں انصاف کرو تو میرے والد نے اس کو واپس لے لیا ۔

اسلام لڑکیوں پر لڑکوں کو ترجیح دینے کے عمل کو سخت ناپسند کرتا ہے ۔ قرآن مجید میں اہل جاہلیت کے اس فعل کی مذمت کی گئی ''و اذا بشر احدهم بالانثى ظلّ وجهه مسودّا وهو كظيم'' (اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی (کی پیدائش) کی خوشخبری دی جاتی تو اس کا چہرہ کالا ہو جاتا ہے جبکہ وہ غصہ میں بھرا ہوا لڑکیوں کی پرورش کو اپنے اوپر بوجھ خیال کرتا اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے بلکہ احادیث میں ان کی تربیت اور پرورش پر جنت کی بشارتیں دی گئی ہیں ۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس ایک عورت آئی اور اس کے ساتھ دو بیٹیاں تھیں اس نے سوال کیا اور میرے پاس ایک کھجور کے سواء کچھ نہ تھا میں نے اسے دے دی اس نے اس کھجور کو اپنی دونوں بیٹیوں کے درمیان تقسیم کر دیا اور خود اس میں سے کچھ نہ کھایا پھر اٹھ کھڑی ہوئی اور چلی گئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم ہمارے پاس آئے تو میں نے آپ کو یہ بات بتائی تو آپ نے فرمایا جو کوئی ان لڑکیوں کے بارے میں کسی آزمائش میں مبتلا ہو جائے (وہ ان سے حسن سلوک کرے) تو یہ لڑکیاں اس کے لئے جہنم کی آگ سے پردہ ہو جائیں گی (بخاری ومسلم) ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''من كانت له انثى فلم يئدها

ولم یھنھا و لم یؤثر ولدہ علیھا ادخلہ اللہ الجنۃ ''جس کی کوئی لڑکی ہو پھر وہ اس لڑکی کو زندہ درگور نہ کرے نہ اس کی اہانت کرے (ذلیل نہ سمجھے) اور نہ لڑکے کو اس پر ترجیح دے تو اللہ تعالی اسے جنت میں داخل کرے گا (ابوداود)

اولاد کا دسواں حق جو تمام حقوق میں سب سے بڑھ کر اہم ہے وہ تعلیم و تربیت ہے اور یہ حق بچوں کے بچپن سے لے کر بڑی عمر تک ان کی زندگی کے مختلف مراحل پر حاوی ہے۔ نکاح کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد نسل انسانی کی بقاء کے ساتھ اس کی تعلیم و تربیت ہے انسان کا بچہ دوسری مخلوقات کے بچوں کی بہ نسبت بے چارہ اور عاجز ہوتا ہے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے میں بڑا دقت لیتا ہے۔ جانوروں کے بچوں کے برخلاف انسانی بچے کی نشوونما اتنی سست ہوتی ہے کہ اسے پالنے کے لئے سالہا سال کی محنت لگتی ہے اس طویل عرصہ میں والدین کو صرف بچوں کی جسمانی دیکھ بھال ہی نہیں بلکہ ان کی دینی اور اخلاقی تربیت کا بھی موقعہ ملتا ہے۔ اگر ماں باپ اس عرصہ میں فرض شناسی سے کام لے کر دین کی بنیادی باتیں اگر بچوں کے ذہن میں راسخ کر دیں تو وہ پتھر میں نقش کی طرح جم جاتے ہیں۔

دین کی بنیاد کلمہ طیبہ ہے جب بچہ بات کرنے لگے تو ماں باپ سب سے پہلے اسے کلمہ سکھائیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بچوں کی زبان سے سب سے پہلے **لا الہ الا اللہ** کہلواؤ اور موت کے وقت اسی کلمہ کی تلقین کرو۔ بچوں کی دینی و اخلاقی تربیت کے لئے زندگی کا ابتدائی مرحلہ بہت اہم ہوا کرتا ہے۔ پودا جب تک نرم رہے تو اس کو جدھر چاہے موڑ لیا جاسکتا ہے۔

ایک ماہر اطفال حکیم سے کسی عورت نے پوچھا کہ بچے کی تربیت کس عمر سے شروع کرنا چاہئے تو حکیم نے پوچھا بچے کی پیدائش کے لئے ابھی کتنے دن باقی ہے عورت نے تعجب سے کہا آپ دن پوچھ رہے ہیں وہ تو چھ سال کا ہو چکا ہے تب حکیم نے کہا تو پھر آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟ تم نے پہلے ہی چھ سال تربیت کے ضائع کر دیئے ہیں فوراً چلی جاؤ اور تربیت شروع کردو۔ سب سے پہلے بچوں کو کھانے پینے کے آداب سکھائیں جیسا کہ حضور اکرم ﷺ بڑوں اور بچوں کو یکساں طور پر ان آداب کی تعلیم دیا کرتے تھے۔

حضرت عمر بن ابی سلمہ جو ام المومنین ام سلمہؓ کے فرزند اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ربیب یعنی سوتیلے بیٹے تھے آپ نے فرمایا جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر پرورش تھا ایک روز کھانا کھاتے ہوئے میرا ہاتھ پیالے میں ادھر ادھر حرکت کر رہا تھا یعنی کبھی ادھر سے ایک لقمہ اور کبھی ادھر سے ایک لقمہ اٹھاتا تا آپ ﷺ نے فرمایا اے لڑکے! کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھو اور داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور برتن کا جو حصہ تمہارے سامنے ہے وہاں سے کھاؤ اس کے بعد میرا طریقہ آپ کے ارشاد کے مطابق رہا (جامع الاصول)۔

جس طرح باپ پر بچے کی جسمانی تربیت واجب ہے اسی طرح اس کی دینی تربیت بھی واجب ہے حضرت سعید بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''**ما نحل والد ولدا من نحل افضل من ادب حسن** '' کسی والد نے اپنی اولاد کوحسن ادب سے بہتر تحفہ نہیں دیا۔(ترمذی)

حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ باپ کا اپنی اولاد کوادب کی کوئی بات سکھانا ایک صاع خیرات کرنے سے بہتر ہے(ترمذی)۔

بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں قرآن کریم نے سورہ لقمان میں حضرت لقمان علیہ السلام کو جونصیحت بیان فرمائی ہے وہ زندگی کے اہم گوشوں' عقائد' اعمال وعبادت ومعاشرت اور اخلاق پر حاوی ہیں ارشاد باری تعالی ہے :''اوراس وقت کو یادکرو جبکہ لقمان نے اپنے بیٹے کونصیحت کرتے ہوئے کہا' اے میرے پیارے بیٹے ! اللہ کے ساتھ کسی کوشریک نہ ٹہرا۔ بلاشبہ شرک بڑاظلم ہے''۔ پھراس کے بعد فرمایا: اے میرے پیارے بیٹے اگرکوئی عمل رائی کے دانہ کے برابر ہواور وہ کسی چٹان کے اندر ہو یا آسمانوں میں یا زمین میں چھپا ہوتو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن حاضر کردے گا بیشک اللہ باریک بین اور باخبر ہے ۔اے میرے بیٹے ! نماز کی پابندی کر اور (لوگوں کو) بھلائی کا حکم دے اور برائی سے روک اور جو مصیبت تجھ پر پڑے اس پر صبر کر بیشک یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے اور لوگوں کے سامنے غرور سے اپنے رخسار مت پھلا اور زمین میں اترا کے (تکبر سے) نہ چل بے شک اللہ ہر اترانے والے اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا اوراپنی چال میں اعتدال اختیار کر اور اپنی آواز کو پست رکھ بلاشبہ سب سے بُری آواز گدھے کی ہے۔(سورہ لقمان)

بچوں کی ایمانی تربیت میں سے اہم انھیں بچپن سے نماز کا عادی بنانا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا''**مروا اولادکم بالصلوة و هم ابناء سبع واضربوهم وهم ابناء عشر سنين و فرقوا بينهم فى المضاجع** ''تم اپنے بچوں کوسات برس کی عمر میں نماز کاحکم دو(نماز کی کوتاہی پر) دس برس کی عمر میں انہیں مارواوران کے بسترعلحدہ کردو(ابوداؤد)۔

بچوں کوسن شعور ہی سے حلال وحرام کی تعلیم دی جائے جیسا کہ ابن جریراور ابن منذر کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:**مروا اولادكم بامتثال الاوامر و اجتناب النواهى فذلك لهم و كلم وقاية من النار** ''اپنے لڑکوں کواحکام شریعت کی تعمیل اورممنوعات سے باز رہنے کاحکم دو کیونکہ یہ ان کے لئے اورتمہارے لئے دوزخ سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔

والدین کا فرض ہے کہ اپنی اولاد کو دنیاوی تعلیم سے پہلے شرعی آداب اور بنیادی مذہبی تعلیم سے روشناس کرائیں' انسان صرف اپنے بچوں کے کھانے پینے اور رہائش کا انتظام کرے تو پھر وہ کونسا کمال ہے اتنا تو چرند و پرند بھی اپنے بچوں کے لئے

کرتے ہیں صرف جسم کے تقاضوں کو پورا کرنا اور روح کے تقاضوں سے غفلت برتنا یہ بچوں کی حقیقی تربیت نہیں اس سے مسلم ماں باپ کی تربیت اور غیر مسلم ماں باپ کی تربیت میں کچھ فرق نہیں رہے گا' کامل مسلمان وہ ہے جس کا ہر عمل اللہ کی مرضی کے مطابق ہو اپنے بچوں کی تربیت ایسے اصولوں پر کریں جن کے ذریعہ بچہ بڑا ہو کر من چاہی زندگی کے بجائے رب چاہی زندگی گذار سکیں' اسلام دنیوی ترقی سے نہیں روکتا' ماں باپ ضرور اپنے بچے کو ڈاکٹر بنا سکتے ہیں اور انجنیئر بنا سکتے ہیں مگر سب سے پہلے انہیں مسلمان بنائیں اور انہیں حقوق اللہ اور حقوق العباد' فرائض اور واجبات سے واقف کرائیں۔

اگر اس فرض کو ماں باپ انجام نہیں دے سکتے تو بچوں کو دینی تعلیم و تربیت کا انتظام کریں ورنہ کوتاہی کی صورت میں کل قیامت کے دن ماں باپ سے باز پرس ہوگی۔ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ میں صرف اپنی ذات کی حد تک ذمہ دار ہوں ہر شخص اپنے تحت کی اصلاح کا بھی ذمہ دار ہے اس سلسلہ میں درج ذیل حدیث ایک جامع قانون کی حیثیت رکھتی ہے جس میں ہر ماتحت کو رعیت قرار دیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا: ''**کلکم راع و کلکم مسؤل عن رعیّته ' الامام راع و مسؤل عن رعیته والرجل راع فی اھله و مسؤل عن رعیته المرأة راعیته فی بیت زوجها و مسؤلة عن رعیتها** ''(جامع الاصول)۔ تم میں سے ہر شخص راعی ہے یعنی نگہبان و ذمہ دار ہے اور ہر شخص سے قیامت کے روز اس کی ذمہ داری کے بارے میں پوچھا جائیگا۔ امام یعنی سربراہ حکومت ذمہ دار ہے اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔ مرد اپنے گھر والوں بیوی بچوں کا نگران ہے۔ قیامت کے روز اس سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں سوال ہوگا (کہ تم نے ان کی کیسی تربیت کی) عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگہبان ہے اس سے اس کے ماتحت بچوں کے بارے میں سوال ہوگا۔

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ ماں بھی اپنے بچوں کی تربیت کی ذمہ دار ہے' تاریخ شاہد ہے کہ بہت سے بزرگان دین کی سیرت بنانے میں ان کی ماؤں کا بڑا دخل رہا ہے مثلاً حضرت امام بخاریؒ کی تربیت میں ماں کا بڑا حصہ ہے اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی غوث اعظم علیہ الرحمہ والرضوان کی بنیادی تعلیم میں ماں کا بہت اثر ہے اور ربیعۃ الرای جلیل القدر تابعی کو ان کی ماں کی تربیت نے یک بڑا محدث بنا دیا۔

ماں باپ کا فریضہ ہے کہ وہ لڑکوں کے ساتھ لڑکیوں کی ضروری تعلیم پر بھی توجہ دیں' لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم میں فرق یہ ہے کہ لڑکوں کو وہ تعلیم دی جائے جو دین و دنیا میں ان کے لئے مفید ہو اور لڑکیوں کو وہ تعلیم دی جائے جو ان کے حق میں نفع بخش ہو اور وہ مستقبل میں بہترین مائیں بن کر اولاد کو صحیح معنوں میں مسلمان بنا سکیں۔

معاشرے کے بگاڑ کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہیکہ اکثر لوگ لڑکیوں کی تعلیم و تربیت میں افراط و تفریط کا شکار ہے۔ اکثر

آزاد خیال لوگ اپنی لڑکیوں کو کھلی چھوٹ دے کر کالجوں اور بازاروں میں بے پردہ آنے جانے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے جس کے برے نتائج محتاج بیان نہیں بعض لوگ وہ ہیں جو پردہ کے اہتمام کے ساتھ لڑکیوں کی تعلیم کا اہتمام کرتے ہیں ۔لیکن انہیں ضروری دینی تعلیم کا خیال نہیں اور بعض تو بالکل تعلیم ہی نہیں دلاتے' ماں باپ کو ہر ہر لمحہ اللہ کے اس ارشاد وتلقین کو پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے''یاایھاالذین امنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا ''الخ۔اے ایمان والو! اپنے آپ کواور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ (التحریم:٦)

انسان جب تربیت کرنے پرآتا ہےتو جنگلی جانوروں کی بھی ایسی تربیت کرتا ہے کہ جانوروں کو اپنا فرمانبردار بنالیتا ہے سرکس کے ہنٹر ماسٹر کو دیکھئے کیسے وہ درندہ صفت جانوروں پر کنٹرول رکھتا ہے اور ایک کسان کس طرح جانوروں اور مختلف کیڑوں سے اپنے پودوں کی حفاظت کرتا ہے اور انکے اطراف اگر کوئی جنگلی پودہ اُگ جائے تو انہیں اکھاڑ پھیکتا ہے مگر وہی انسان جانوروں اور نباتاتی پودوں کے مقابلہ میں انسانی پودوں کی پرورش اور نگہداشت میں اس قدر احتیاط اور تربیت کے اصول اور ضوابط کو اختیار نہیں کرتا اور اپنی اولاد کو بیس یا پچیس سال زیرنگرانی رکھ کر ان پر کنٹرول رکھتے ہوئے انسان کو انسان نہیں بناتا بلکہ اسے اپنا ہی نہیں بلکہ اللہ کا بھی نافرمان بنادیتا ہے۔

بچوں کی اسلامی تربیت اسی وقت مکمل ہوگی جبکہ ماںباپ خود اسلامی آداب کا نمونہ بن جائیں اور بچے ان کی زندگی کے مختلف معمولات میں اسلام کا اثر ملاحظہ کریں' گھر کا ماحول برائیوں سے پاک ہوتا کہ وہ اپنی فطرت کے مطابق بڑوں کی تقلید کریں اور اسلام کا نقش ان کے دلوں پر قائم ہو۔

آج ٹی وی' سینما بینی کی کثرت نے مسلم نوجوانوں مرد وعورت کی آنکھوں سے شرم وحیا اور عفت کا وہ مقدس سرمایہ چھین لیا ہے جس کی حفاظت اسلاف کی نگاہوں میں جان سے زیادہ اہم تھی ماں باپ کا فرض ہے کہ وہ ایسے زہریلے عناصر سے اپنی نسل کی حفاظت کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا:''یـاایھـاالـذیـن امـنـوا لا تـلـھـکـم اموالکم و لا اولادکم عن ذکر اللہ ''الخ۔اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تم کواللہ کے ذکر سے غافل نہ کریں اور جو یہ کام کرے تو وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔(المنافقون:٩)

ماںباپ کے اولین فرائض میں سے ہے کہ وہ اپنے بچوں کو ذہن میں جھوٹ' چوری' گالی گلوج اور فحش گوئی اور تمام رذائل غصبیہ اور معایب شہویہ کی برائیاں ذہن نشین کریں اور انہیں نیک صحبتوں میں بیٹھنے کا حکم دیتے رہیں۔حضرت امام مالکؒ نے موطا کے اواخر میں اس روایت کونقل فرمایا: حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا' بیٹا علماء کی مجلس میں بیٹھنے کو لازم کرلوانکی حکمت کی باتوں کوسنو کیونکہ اللہ تعالیٰ دلوں کوحکمت کے نور سے اسطرح زندہ فرماتا

ہے جس طرح موسلا دھار بارش مردہ زمین کو زندہ کرتی ہے (موطا' امام مالک)۔

اکثر ماں باپ اولاد کی یہ شکایت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ ان کی اولاد نافرمان ہے۔ ہمارا ادب نہیں کرتی اور ہمارا حق ادا نہیں کرتی اور وہ یہ بھی غور نہیں کرتے۔ان کی اولاد کی نافرمانیاں ان ہی کی حق تلفیوں کا نتیجہ ہے اگر وہ بچپن میں اپنی اولاد کی تربیت اسلامی انداز پر کی ہوتی تو آج ان کی اولاد ماں باپ کے صحیح مقام کو جانتی اوران کے حقوق ادا کرتی۔

بچوں کے سدھار اور بگاڑ کے بڑی حد تک ماں باپ ذمہ دار ہیں۔حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانہ و ینصرانہ او یمجسانہ** '' ہرلڑکا فطرت سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے اس کے ماں باپ اسے یہودی بنادیتے ہیں اوراسے نصرانی بنا دیتے ہیں یا اسے مجوسی بنا دیتے ہیں۔

ماں باپ کی تربیت کے باوجود اگر اولاد اثر قبول نہ کرے تو اس کا وبال ماں باپ پر نہیں اس صورت میں ماں باپ پر اولاد کا اہم حق یہ ہے کہ انکے حق میں اوراسی طرح اپنی فرمانبردار اولاد کے حق میں ہمیشہ دعائے خیر کرتے رہیں۔

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ جن اشخاص کی دعاء رد نہیں ہوتی ان میں ایک اولاد کے حق میں ماں باپ کی دعاء ہے۔

حضرت امام بخاریؒ بچپن میں نابینا ہوگئے تھے ان کی ماں کی حد درجہ دعاؤں سے ان کی آنکھوں کی بینائی لوٹ آئی۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے والدین حد درجہ نیک تھے اور انہوں نے بیٹے کی تعلیم وتربیت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی مگر عبداللہ پر کوئی اثر نہیں ہوا وہ کھیل کود پھر گانا بجانا سے تجاوز کرتے ہوئے غلط صحبتوں میں شراب نوشی کے عادی ہوچکے تھے والدین اللہ کی بارگاہ میں روتے اور خوب دعائیں کرتے تھے۔آخر وہ وقت آ ہی گیا جب اللہ نے اس صالح جوڑے کی التجاؤں کو سن لیا۔ ایک رات شراب کے دور کے بعد عبداللہ بن مبارک کی آنکھ لگ گئی خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک خوبصورت باغ ہے اور ایک چڑیا اپنی سریلی آواز سے یہ آیت پڑھ رہی ہے۔

''**الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ و مانزل من الحق** '' کیا ایمان والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے پگھلیں اوراس کے نازل کردہ حق کے آگے جھکیں۔(الحدید:۱۶)۔

حضرت عبداللہ گھبرائے ہوئے اٹھے اور فرمایا اے میرے رب وہ وقت آ گیا وہ وقت آ گیا' شراب کی ساری بوتلیں پٹک دی اور غسل کر کے سچے دل سے توبہ کی۔ پھر یہی عبداللہ بن مبارک علم وعمل کے سورج بن کر چمکے اور ائمہ حدیث میں شمار ہونے لگا۔

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف فرمائی ہے جو اپنے بیوی بچوں کے لئے دعائے خیر کرتے رہتے ہیں:'' **والذین یقولون ربنا ھب لنا من ازواجنا و ذرّیتنا قرّۃ اعین واجعلنا للمتقین اماما**'' جو یہ کہتے ہیں اے ہمارے رب

ہم کو ہماری بیویوں اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عنایت فرما اور ہمیں متقین کا رہبر بنا (الفرقان : ۷۴)۔

اولاد کا آخری حق یہ کہ ماں باپ اپنی بہو یا داماد کے انتخاب میں دینداری کو ترجیح دیں اور کسی بدمذہب یا بدعقیدہ شخص سے لڑکے یا لڑکی کی شادی نہ کریں ورنہ یہ اولاد کی بڑی حق تلفی ہوگی ۔ اسی طرح فاسقوں اور سود خوروں کے یہاں بھی شادیاں ہرگز نہ کریں کیونکہ یہ بڑے مفاسد اور گناہوں کا پیش خیمہ ہے ۔ والدین کو چاہئے کہ جتنا ہو سکے بچوں کے دلوں میں خوف خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سنتوں کی پیروی اور آخرت کی تڑپ پیدا کریں اور ان کی تربیت کی بنیاد حب رسول پر رکھی جائے جو معیار ایمان ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :**اذبوا اولادکم علی ثلاث خصال حب نبیکم و حب أهل بيته و تلاوة القران** ''تم اپنے اولاد کی تربیت تین خصلتوں پر کرو (تین باتوں کی تعلیم دو) اپنے نبی کی محبت ان کے اہل بیت سے محبت اور قرآن حکیم کی تلاوت ۔ (طبرانی)۔ ماں باپ کے انتقال کے بعد ان کے ترکہ میں بچوں کو حق وراثت حاصل ہے ۔

شریعت میں مقرر کردہ حصوں کے بعد بقیہ جائیداد اولاد کی میراث ہے اس میں بڑے اور چھوٹے کا کوئی فرق نہیں ہر لڑکے کو جو حصہ ملے گا اس کا نصف ہر لڑکی کو ملے گا ۔ کسی غیر وارث کے حق میں ماں باپ کا ثلث (جائیداد کا تیسرا حصہ) سے بڑھکر وصیت کر کے اولاد کو نقصان پہنچانا جائز نہیں ۔

بچوں کی صحیح تربیت میں ان کی آخرت کی سدھار کے ساتھ ساتھ ماں باپ کا دائمی نفع ہے ۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''**اذا مات ابن آدم انقطع عنه عمله الا من ثلاث : صدقة جارية او علم ينتفع به او ولد صالح يدعو له**''۔

جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین اعمال کے جن کا نفع اس کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا رہتا ہے (۱) صدقہ جاریہ (۲) وہ علم جس سے نفع اٹھایا جائے (۳) وہ نیک لڑکا جو اس کے حق میں دعاء کرے ۔

مختصر یہ کہ اہل وعیال اور خاندانی نظام اگرچہ ایک فرد کی زندگی کے لئے سکون ومسرت کا سامان ہے مگر فی الحقیقت وہ پورے تمدن وسماج کے لئے سلامتی وخیر کا سنگ بنیاد ہے ۔

......O......

الکٹرانک میڈیا کے مضر اثرات اوراس کا حل

(الفقیہ)مولانا ڈاکٹرمحمد عبدالمعز صاحب
صدر شعبہ عربی مولانا آزاد اورینٹل یونیورسٹی

زمانہ جاہلیت کے ایک مشہور شاعر طرفہ بن العبد نے کہا تھا:

ستبدی لک الأیام ما کنت جاھلاً ویأیتک بالأخبار من لم تزود (سبع المعلقات)

کہ زمانہ تیرے آگے ایسی چیزوں کو پیش کرے گا جن سے تو ناواقف ہے اور وہ شخص تیرے پاس خبریں لے کر آئیگا جس کو تو نے نہ سواری اور نہ زادِراہ فراہم کیا ہے۔

شاعر کا یہ تخیل یا اس کی پیشن گوئی آج حقیقت کا روپ لی چکی ہے۔ زمانہ حال تک کسی دور دراز مقام سے کسی چیز یا واقعہ کی صورتحال جاننے کے لئے ایک طرف وقت درکار ہوتا تھا تو دوسری طرف اچھا خاصا مال صرف کرنا پڑتا تھا۔لیکن آج صورتحال اس کے برعکس ہے۔ یہاں بیٹھ کر آدمی سات سمندر پار کسی بھی شخص سے چند لمحات میں براہ راست رابطہ قائم کرسکتا ہے،اس کی آواز سن سکتا ہے،اس کی تصویر دیکھ سکتا ہے اور اپنی آواز اس کو سنا سکتا ہے اور اپنی تصویر کو راست دکھا سکتا ہے۔ یہ ایک عظیم الشان ترابط وتواصل کا انقلاب ہے جس کا 30 ,40 برس پہلے تصور بھی محال تھا۔ یہ سب کچھ الکٹرانک میڈیا کا کمال ہے۔

چنانچہ ہم سب سے پہلے دیکھیں گے کہ میڈیا کیا ہے اور پھر الکٹرانک میڈیا سے کیا میراد ہے اور الکٹرانک میڈیا نے کیا گُل کھلائے ہیں؟۔

Media جمع کا صیغہ ہے،جس کا واحد Medium ہے، جو لاطینی لفظ Medias سے بنا ہے، جس کے معنی واسطہ یا ذریعہ کے ہیں؟ اصل میں یہ Communication media اور Information Media ہے یعنی ذرائع ابلاغ لیکن تخفیفاً اسے اب صرف میڈیا کہا جانے لگا۔اسے عربی میں وسائل الاعلام یا مختصراً الاعلام کہا جاتا ہے۔معروف معنی میں اس کی اصطلاح Media کا استعمال سب سے پہلی بار کینیڈا کے ذرائع ابلاغ کے ماہر مارشل میک لوہاں Marshal Mcluhan نے 1954 میں Counter Blast نامی جریدے میں کیا The media are not toys, they should not be in the hands of Mother Goose and peterpon executions. they can be entrusted only to new artists, became they are art forms." میڈیا کوئی کھیلنے کی چیزیں نہیں ہے جو کے .... عہدیداروں کے ہاتھ میں تھما دیئے جائیں بلکہ وہ صرف نئے آرٹسٹوں کے حوالے کئے جائیں کیونکہ وہ آرٹ کے نمونے ہیں۔

1960 کی دہائی میں یہ اصطلاح شمال امریکہ اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں عام ہوئی۔

الکٹرانک میڈیا سے مراد وہ ذرائع و وسائل ہیں جو الکٹرانک یا Electo Mechanical انرجی کا استعمال کرتے ہیں جس کے سامعین یا مشاہدین مطلوبہ مواد کو حاصل کرسکیں۔ اس کا استعمال Static Media یا Print Media کے بالمقابل ہوتا ہے یعنی اخبارات' رسائل و جرائد اور کتابیں' بنیادی الکٹرانک میڈیا کے ذرائع جو عوام کو حاصل ہیں' ویڈیو ریکارڈنگ' آڈیو ریکارڈنگ' ملٹی میڈیا کے ذریعہ اظہار خیال یا سلائڈ کے ذریعہ مدد کی پیشکشی' CD - Rom اور Online انٹرنیٹ کے ذریعہ مواد کی فراہمی۔ الکٹرانک میڈیا دونوں قسموں یعنی Analogne اور digital کو شامل ہے۔

اس طرح وہ آلات جو الکٹرانک ذرائع ابلاغ کے لئے استعمال میں آتے ہیں جیسے ٹیلی ویویژن' ریڈیو' ٹیلی فون' ڈسک ٹاپ کمپیوٹر' گیمس وغیرہ کو بھی الکٹرانک میڈیا کہا جاتا ہے۔

مختصر یہ کہ معلومات یا مواد کی نشر واشاعت یا اس کو محفوظ کرنے کے وسائل و آلات جو الکٹرانک ٹکنالوجی کو استعمال کرتے ہیں انہیں الکٹرانک میڈیا کہا جاتا ہے۔

الکٹرانک میڈیا نے اطلاعاتی دنیا میں ایک زبردست انقلاب برپا کردیا۔ اس نے دنیا کو ایک اچھے چھوٹے گاوں میں تبدیل کردیا ہے' جس کے رہنے والے ایک دوسرے سے اچھی طرح واقف ہوتے ہیں اور کوئی نو وارد وہاں آتا ہے تو وہ آسانی سے معلوم ہوجاتا ہے' اس سلسلہ میں انٹرنیٹ' سٹلائٹ چینل اور موبائیل فون خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان کے ذریعہ ہم دنیا کے کونے کونے میں واقع ہونے والی معمولی تبدیلی اور واقعہ سے اسی وقت واقف ہوجاتے ہیں۔

دوسری جانب الکٹرانک میڈیا کے ذرائع نے تعلیم کو ہر شخص کے لئے قابل رسائی بنادیا ہے۔ آج بڑی بڑی الماریوں میں رکھی ہوئی ہزاروں کتابیں چھوٹی سی ڈسک میں محفوظ کرلی جارہی ہیں۔ بعض اصحاب خیر نے اہم کتابوں کو مفت ڈاؤن لوڈ کے قابل بنادیا ہے۔ چنانچہ آپ اپنی جگہ سے اٹھ کر آپ کے کتب خانے میں رکھی الماری سے کسی کتاب کے لانے سے پہلے آپ کا دوست جو آپ کے باوز بیٹھا ہے' انٹرنیٹ پر بیٹھکر اس کتاب کو ڈاؤن لوڈ کرکے پڑھنا شروع کرسکتا ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ آج الکٹرانک میڈیا بالخصوص ٹی وی چیانلز رائے عامہ بنانے میں بڑی اہمیت کے حامل ہوچکے ہیں۔ آج وہ تعمیر وتخریب کاری دونوں بھی انجام دے سکتے ہیں۔

یہ بات ممکن ہوچکی ہے کہ لوگ اپنے گھر میں بیٹھ کر کسی واقعہ کو دیکھیں' اس پر براہ راست تبصرے کریں اور لوگوں کی رائے معلوم کریں۔

یہاں ہم الکٹرانک میڈیا بالخصوص انٹرنیٹ کے فوائد پر بحث کریں گے۔ انٹرنیٹ کی سہولت نے اس امر کو ممکن بنادیا ہے کہ ایک سے زیادہ مصادر Sources سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ وہ صرف ایک Source پر اکتفاء کرنے کے بجائے مختلف منابع ومصادر اور مختلف آراء سے واقف ہوسکتا ہے۔

اس طرح الکٹرانک میڈیا انسان کی زندگی کا جزء لاینفک بن چکا ہے‘اس کے بغیر آج کی دنیا میں زندہ رہنا تقریباً محال معلوم ہوتا ہے۔کسی حدیث کی سند یا کسی شعر کی تلاش منٹوں میں انٹرنیٹ کے ذریعہ کی جاسکتی ہیں۔آج فتاوی حاصل کرنے کے لئے دارالافتاء تک بہ نفس نفیس پہنچے کی ضرورت نہیں‘ online استفتاء اور افتاء کی سہولت میسر ہے۔

کسی چیز کے بنیادی مفہوم اور ابتدائی معلومات انٹرنیٹ کے ذریعہ کم سے کم وقت میں فراہم ہورہی ہیں۔

الکٹرانک میڈیا کے ان ناقابل انکار فوائد و منافع کے ساتھ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ اس کے نقصانات بھی ناقابل بیان ہیں اور اس کے مضر اثرات سے سماج بری طرح متاثر ہورہا ہے۔ چنانچہ یہ ہمارے عقائد‘ اجتماعی نظام اور جسمانی صحت پر برے اثرات مرتب کررہا ہے۔ یہاں ان میں سے کچھ کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

عقائدی پہلو : الکٹرانک میڈیا کے ذریعہ باطل افکار و غلط عقائد کی نشر و اشاعت و ترویج بڑی ڈھٹائی سے کی جارہی ہے‘ حتی کہ صحیح و غلط میں فرق کرنا عام آدمی کے لئے مشکل ہوتا جارہا ہے۔ایسے ویب سائیٹس سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں جو اسلام کے نام پر غیر اسلامی افکار و نظریات کو پھیلا رہے ہیں۔مزید برآں دیگر مذاہب اور ان کے معبودان باطلہ کو اس انداز میں پیش کیا جاتا ہے کہ ان کا تقدس و عظمت لوگوں کے دلوں میں بیٹھ جائے۔انسانی کردار کو ایسے بطل یا ہیرو کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے جو غیر معمولی قوتوں اور طاقتوں کا مالک ہے‘ جو کبھی مغلوب نہیں ہوتا بلکہ وہ سب کو مغلوب کردیتا ہے۔اس طرح کے یہ پروگرام کارٹونس اور یوٹیوب کی مدد سے طلبہ میں گہرے نقوش چھوڑ رہے ہیں۔

سماجی و اخلاقی پہلو : الکٹرانک میڈیا کا سب سے خطرناک پہلو سماجی اور اخلاقی پستی ہے‘ جو میڈیا بڑے خوش نما انداز میں پیش کرتا ہے‘ ایسی فلموں کو دکھایا جاتا ہے جن میں تشدد قتل غارت گری لوٹ مار کے مناظر دکھائے جاتے ہیں جو دیکھنے والوں بالخصوص بچوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔بعض مجرموں سے جب انٹرویو لیا گیا کہ تم نے اس طرح کی جرأت کس طرح کی ؟تو انہوں نے بتایا کہ ہم نے تشدد مار پیٹ والی فلموں کو کئی بار دیکھا ہے اور ان سے ہم نے جرم کیسے کیا جاتا ہے سیکھا ہے۔ ٹیلی ویژن اور اب انٹرنیٹ کے ذریعہ عریاں تصاویر و غیر اخلاقی مناظر پیش کئے جاتے ہیں۔جن سے بچے بڑے سب اثر قبول کرتے ہیں اور یہ بے حیائی اور فحاشی کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ایسے ہزاروں کی تعداد میں فحش و بے حیا سائیٹس موجود ہیں جو ناقابل تصور حد تک فحش و بے حیائی کے کاروبار میں مصروف کار ہیں۔ بلکہ آج کل سب سے زیادہ آمدنی ان ویب سائیٹ کے مالکین کو ہورہی ہے۔

ٹائمز آف انڈیا میں ایک خبر چھپی تھی کہ برطانیہ کے اسکولوں میں 40,000 ہزار کم سن طلبہ کی رسائی فحش ویب سائیٹ تک ہورہی ہے جو ان سائٹس کو مستقل طور پر دیکھتے ہیں۔اس طرح کے سائیٹس جنسی بے راہ روی کا بڑا ذریعہ ہیں اس کے اثرات خاندانوں پر بھی پڑرہے ہیں جس سے خاندان بکھر رہے ہیں۔

فیشن ڈیزائنگ کے نام پر بیہودگی اور عریانیت کا فروغ ہو رہا ہے‘ جو بچوں کی نفسیات اور ان کے ذہنوں پر اپنے اثرات مرتب کر رہا ہے۔ جس سے معاشرہ میں بے حیائی کو راہ مل رہی ہے۔ آج لڑکے لڑکیاں ماڈلنگ کے لئے اپنے آپ کو تیار کر رہے ہیں۔ اور فیشن ڈیزائنر یا فلم ایکٹر کو اپنا ہیرو‘ مقتدا اور اسوہ بنا رہے ہیں۔ جھوٹ دروغ گوئی اور حیلہ سازی کے فروغ میں بھی الکٹرانک میڈیا کا بڑا رول ہے۔ جو باتیں بچے فلموں میں دیکھتے ہیں اس کی نقل کرتے ہیں جس سے مختلف سماجی خرابیاں جنم لے رہی ہیں۔ جیسے ماں باپ کی فرمانبرداری‘ بڑوں کا احترام‘ احساس ذمہ داری‘ معاشرہ سے ختم ہوتی جارہی ہے۔ جھوٹ‘ دھوکہ فریب کاری نئے لباس میں ظہور پذیر ہے جس کی وجہ سے معاشرہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔

تربیتی پہلو: الکٹرانک میڈیا بچوں کی نفسیات پر اپنے منفی اثرات ڈال رہا ہے‘ اس لئے کہ جو چیز پیش کی جاتی ہے اس کو بچے بغیر کسی نقد وفکر کے قبول کر لیتے ہیں۔ ان کا اکثر وقت ٹیلی ویژن کے سامنے یا انٹرنیٹ کے ساتھ گذرتا ہے۔ پہلے بڑے بزرگ ان کی ہر معاملہ میں تربیت کرتے تھے۔ آج ان کی تربیت میڈیا کر رہا ہے۔ یہ فطری بات ہے کہ بچے جو دیکھتے وہی کرتے ہیں۔ چنانچہ تشدد‘ ہٹ دھرمی نافرمانی غیر شعوری طور سے بچوں کے ذہنوں میں گھر کر جاتی ہے اور پھر بڑے ان سے شاکی ہوتے ہیں۔

ٹیلی ویژن اور نیٹ‘ وقت کی بربادی کا بڑا ذریعہ ہو چکا ہے۔ بچے اپنا وقت اس میں برباد کرتے ہیں۔ اس طرح وقت سے پہلے لڑکے‘ لڑکیاں بلوغ کے مرحلے میں داخل ہو جاتے ہیں۔

نفسیاتی پہلو: واقعیت پسندی جو انسانی نفسیات کا اہم خاصہ ہے بری طرح متاثر ہو رہا ہے۔ بچوں کی نفسیات ‘ خلاف واقعہ امور کو جو الکٹرانک میڈیا میں دکھائے جاتے ہیں کے اثر کو قبول کر رہی ہیں۔ مضبوط شخصیت و کردار کے بجائے کمزور شخصیت کے مالک ہو رہے ہیں‘ اس لئے کہ جو کردار ان کے سامنے پیش ہوتے ہیں وہ کمزور اور غیر مستقل شخصیت ہوتی ہے اسی کی پیروی بچے بھی کر رہے ہیں۔

فکری اور ثقافتی انحراف سے بچے دوچار ہیں: بلا وجہ خوف اور بے چینی طلبہ میں پیدا ہو رہی ہے جو انہیں حالات کو استقلال و جرات کے ساتھ مقابلہ کرنے میں حائل ہو رہی ہے۔ جنوں اور شیاطین کے قصوں کو دیکھنے کے بعد نفسیاتی طور پر خوف دہشت ان کے ذہنوں میں گھر کر رہی ہے۔

صحت کا پہلو: الکٹرانک میڈیا کے جسمانی دفاعی صحت پر بُرے اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ بصارت میں کمزوری: زیادہ ٹیلی ویژن دیکھنے یا اسکرین کے سامنے بیٹھنے سے بصارت متاثر ہو رہی ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ بینائی کی کمزوری کا اہم سبب دیر تک ٹیلی ویژن یا کمپیوٹر پر نظریں مرکوز کرنا اور رات دیر گئے تک ان کا استعمال ہے۔ اس کی وجہ سے بے خوابی اور تھکن پیدا ہو جاتی ہے۔ اور نسیان کی شکایت عام ہو جاتی ہے۔ جسمانی ورزش اور بھاگ دوڑ کے بجائے ٹیلی ویژن کے استعمال کی وجہ سے جسمانی صحت و چاق و چوبند کی کی بجائے موٹاپا‘ سستی اور دیگر امراض لاحق ہوتے ہیں۔

یقیناً الکٹرانک میڈیا دو دھاری تلوار کی طرح ہے جس میں فوائد بھی ہیں اور نقصانات بھی ۔ اس کے مضر اثرات کو زائل کرنے یا اس سے سماج کو محفوظ رکھنے کے لئے ماں باپ کی بالخصوص اور سارے معاشرہ کی بالعموم یہ ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کو اس کے بہترین استعمال کی تربیت دیں اور خود اس کی پابندی کریں ۔ ایسے چیانلز و ویب سائٹس کی رہنمائی کریں جو تعلیم کے لئے مختص ہوں اور جن کے ذریعہ طلبہ میں ذہنی ارتقاء وفکری بالیدگی پیدا ہوتی ہے ۔ اور اُن میں خوفِ خدا اور اس کے استحضار کا تصور بخوبی جاگزیں کریں کہ وہ ہر جگہ یہ یقین کریں کہ اللہ ان کو دیکھ رہا ہے ۔ اور ان کی یہ صلاحیتیں ونعمتیں جو آنکھ ذہن و دماغ کی شکل میں ہیں ان کے بارے میں مواخذہ ہوگا ۔ انہوں نے ان کو خیر میں لگایا تو بے حد وحساب اجر وثواب کے مستحق ہوں گے اور اگر انہوں نے شر میں لگایا تو دین و دنیا دونوں تباہ و برباد ہو جائیں گے ۔

ان پر مسلسل نگرانی رکھیں ان کے اٹھنے بیٹھنے کے مقامات دوست احباب کے حلقہ وغیرہ کا جائزہ لیتے رہیں ۔

ایسے پروگرام ترتیب دیں جو ان کے لئے نفع بخش ہوں' تاریخ' جغرافیہ' ٹکنالوجی وغیرہ میں ممدّ ومعاون ہوں ۔

الکٹرانک میڈیا کے بہتر استعمال کی رہنمائی کریں ۔ قرآن مجید کو سننا' حدیث و تاریخ اسلام کے سلسلہ میں ان سے استفادہ کرنا ۔ عربی زبان کے صحیح نطق و ادائی کے لئے اس کا استعمال کرنا ۔ انگریزی زبان میں مہارت کے لئے مختلف سوفٹ ویر کا استعمال کرنا اور علم وحرفت کے میدان میں جو نت نئی تحقیقات و انکشافات ہیں ان سے واقف ہوسکیں ۔ میڈیا میں اسلام اور اسلامی شعائر سے متعلق غلط پروپگنڈہ سے واقفیت اور ان کے تشفی بخش جواب دینے کے قابل ہوسکیں ۔

ان ی دینی تربیت کرنا : خود اعتمادی اور خود احتسابی کا جذبہ پیدا کرنا اور انہیں ڈسپلن کا پابند بنانا' ہر کام اس کے وقت پر کرنے کی تلقین کرنا اور وقت کی اہمیت کو اجاگر کرنا اس سلسلہ میں مفید ثابت ہوں گی ۔

موجودہ میڈیا نے حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے کو اپنا نصب العین بنالیا ہے ۔ لہذا اس کے لئے ہمیں صرف تقریر کرنے والے واعظین کی ضرورت نہیں' بلکہ ان کے ساتھ ساتھ ایسے افراد پیدا کرنا چاہئے جو عصری اسلوب میں آج کی زبان میں منطقی اور سائنٹفک انداز میں اس کا جواب دیں ۔ اس کے لئے انگریزی ایک اہم ذریعہ ہے ۔ انٹرنیٹ نے انگریزی کی ضرورت کو دوگنا کردیا' حتی کہ وہ ممالک جو انگریزی کے سخت مخالف تھے جیسے چین جو ایک زمانے تک انگریزی کا سخت مخالف تھا' اسے بھی انگریزی زبان کی تدریس کے لئے سینکڑوں بلکہ ہزاروں اساتذہ متعین کرنا پڑ رہا ہے ۔

انگریزی میں اپنے مافی الضمیر کی معروضی اور اطمینان بخش انداز میں پیش کرنا چاہے ۔ اس کے علاوہ ہمارے ایسے ویب سائیٹس اور چیانلز ہوں جن میں اسلام کا صحیح تعارف اسلامی عقائد واحکام کی درست تشریح مدلل انداز میں دنیا کے سامنے پیش کرسکے ۔ آج کے اسلوب میں نئے متکلمین پیدا کرنے کی ضرورت ہے ۔ مدارس عربیہ کے نصاب میں بھی ضروری انگریزی Comparative Religion دراسات مقارنہ بین الادیان' حوار بین الادیان Inter Faith Dialogue مضامین کو شامل کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے ۔ ورنہ زبان یارِ من ترکی من ترکی نمی دانم والی بات ہوگی ۔ ۔

شادی بیاہ اور بے جا رسم و رواج

مولانا سید ہاشم عارف پاشاہ قادری صاحب
خلف اکبر سجادہ نشین بارگاہ سرکار لا اُبالیؒ، کرنول

اسلام دین فطرت ہے جو کبھی انسانی فطرت کو مسخ کرنے اور اس کو بدلنے کی بات نہیں کرتا۔ فطرت انسانی درحقیقت تخلیق ربانی کا حصہ ہے اور تعلیمات ہیں۔ ایک اچھے انسان کو صحیح فطری تقاضوں پر عمل کرنے سے اسلام کبھی نہیں روکتا اور جو چیزیں فطرت انسان کے مطابق گھناؤنی ہیں جیسے ظلم، چوری، قتل اور بے شرمی وغیرہ۔ اور جن امور و افعال سے ہر صحیح الفطرت انسان نفرت کرتا ہے، اسلام بھی اُن امور سیئہ و افعال قبیحہ کو ناجائز و حرام قرار دیتا ہے۔ اس کے برخلاف انسان جن امور کی طرف فطری طور پر رغبت رکھتا ہے جیسے شادی بیاہ، اولاد کی محبت، شرم و حیاء وغیرہ، ان بشری تقاضوں کو اسلام نہ صرف جائز رکھتا ہے بلکہ قابل تعریف قرار دیتا ہے۔ قتل و غارت گری، ظلم وستم، بے شرمی و بے حیائی جیسے رذیل صفات کو اسلام میں سخت ناجائز اور حرام قرار دیا گیا ہے۔ جبکہ شادی کرنے کو تمام پیغمبروں کی سنت، اولاد کی محبت کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ایک حصہ اور شرم و حیاء کو ایمان کا جز قرار دیا گیا ہے۔

اسلام کسی بھی معاملے میں جس چیز کو حق و صداقت، خدا پرستی اور اخلاق حسنہ کا معیار قرار دیتا ہے وہ ہے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ارشاد ربانی ہے ”**لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو اللہ والیوم الاخرۃ ذکر اللہ کثیرا** “ یعنی اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر ایمان رکھنے والے اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والے کے لئے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ عمل موجود ہے۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں زندگی کے تمام معاملات کے لئے مکمل رہبری اور رہنمائی ملتی ہے۔ کوئی ایسا شعبۂ حیات نہیں ہے جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رہنمائی نہ فرمائی ہو۔ اور زندگی کا کوئی ایسا پہلو نہیں ہے جس کے لئے سنت رسول صلی اللہ سے روشنی نہ ملتی ہو۔ تمام امور حیات اور شعبہ ہائے زندگی کی طرح خوشی اور غم کے موقع پر بھی انسان کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کی تعلیمات میں رہنمائی ملتی ہے۔ عام حالات میں انسان کے اخلاقی بگاڑ کا امکان کم ہوتا ہے، جب کہ خوشی اور غم کے جذبات کے غلبہ کے وقت اس کا امکان زیادہ ہو جاتا ہے۔ ایسے موقع پر اعتدال کی روش اختیار کرنا ہی کمال انسان اور شان مومن ہے۔

بقول شاعر:

ظفرؔ آدمی اس کو نہ جانئے گا ہو وہ کتنا ہی صاحب فہم وذکا
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت معیار زندگی اور معراج بندگی ہے ۔ جب بات شادی بیاہ کی آتی ہے تو عورت کے انتخاب اور شادی بیاہ کے طریقہ کار سے لے کر مقاصد نکاح کی تکمیل اور زندگی بھر کے نبھاؤ کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں رہنمائی ملتی ہے ۔

حضور اکرم صلی اللہ کے ارشاد گرامی کے مطابق تین چیزوں میں تاخیر نہیں کرنا چاہیئے ۔(۱) جب نماز کا وقت ہوجائے تو اس کی ادائیگی میں تاخیر نہیں کرنا چاہیئے ۔ (۲) میت کو دفنانے میں تاخیر نہیں کرنا چاہیئے اور (۳) جب لڑکی بالغ ہوجائے اور مناسب رشتہ مل جائے تو اس کے نکاح میں تاخیر نہیں کرنا چاہیئے ۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ نکاح کے وقت چار چیزوں کو دیکھا کرتے ہیں: (۱) لڑکی کے مال کو دیکھا جاتا ہے (۲) اس کے حسب نسب اور خاندان کو دیکھا جاتا ہے ۔(۳) اس کے حسن و جمال کو دیکھا جاتا ہے (۴) اس کے دین کو یعنی دین داری کو دیکھا جاتا ہے ۔دیندار مسلم طبقہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق نکاح کا رشتہ طئے کرتے وقت عورت کی دینداری کو ترجیح دی جاتی ہے ۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کو آسان اور زنا کو مشکل بنانے کا حکم دیا ہے ۔ نکاح کو آسان بنانے کا مطلب یہ ہے کہ شادی سادے سیدھے طریقہ پر کی جائے ۔ غیر ضروری تکلفات اور بے جا شرائط اور پابندیاں لگا کر اُس کو مشکل نہ بنایا جائے ۔ہم کو عملی نمونہ خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ کے صحابہ کرام صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیوں میں ملتا ہے ۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے گیارہ شادیاں کیں لیکن ہمیشہ سیدھے سادھے طریقہ پر ۔ ولیمہ بھی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نہایت سادگی کے ساتھ کیا کرتے تھے ۔سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک ولیمہ صرف سوا سیر جو پر فرمایا۔ایک مرتبہ صرف کھجور اور ستو پر ولیمہ کرنے کا ذکر ملتا ہے۔ایک روایت کے مطابق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ولیمہ کے وقت صرف ایک بکری ذبح فرمائی تھی ۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شادیاں بھی نہایت سیدھے سادے طریقہ پر ہوتی تھیں ۔عشرہ مبشرہ میں سے ایک صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہیں جن کے نکاح کے متعلق ایک مشہور روایت بخاری شریف میں ملتی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کپڑوں پر خوشبو یعنی عطر کے دھبے اور اُس کا رنگ دیکھ کر اس کے متعلق دریافت فرمایا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ عرض گذار ہوئے کہ کھجور کی گھٹلی کے برابر سونے کی مقدار مہر پر انہوں نے

نکاح کرلیا ہے۔ تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری سے ہی کیوں نہ ہو۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کیسے سیدے سادھے طریقہ پر شادی کی ہوگی کہ خوشبو کے دھبّوں کو دیکھ کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا تو اُنہوں نے اپنی شادی کے ہوجانے کی خبر دی۔ اس حدیث پاک سے ولیمہ کی اہمیت کا بھی پتہ چلتا ہے کیونکہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحتاً ولیمہ کرنے کی ہدایت فرمائی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ اسلام کی سادگی پسندی بھی ظاہر ہو رہی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت بڑے پیمانے پر اور نہایت عالیشان طریقہ پر ولیمہ کرنے کو ضروری نہیں قرار دیا' بلکہ صرف ایک بکری کو ولیمہ کے لئے کافی قرار دیا۔ نکاح کو آسان بنانے اور فضول خرچیوں سے بچتے ہوئے شادی کرنے کے ضمن میں یہ روایت بڑی اہمیت رکھتی ہے کہ حضرت شیر خدا سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ نے سیدۃ النساء سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے وقت اپنی ایک زرہ چارسواسی (480) درہم میں فروخت کی۔ وہ رقم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی تاکہ سرکار صلی اللہ علیہ تقریب نکاح کا انتظام فرمادیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم' سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے بھی سرپرست تھے اور اس نکاح کے وقت گویا دونوں طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی تقریب نکاح کا انتظام فرمایا تھا۔ صرف چارسواسی درہم دولہا کی جانب سے تقریب نکاح کے اخراجات کیلئے پیش کئے گئے اور نہایت سادے سیدھے طریقہ پر اس یادگار زمانہ شادی کا انعقاد عمل میں آیا۔

شادی بیاہ کے موقع پر بے جا رسم ورواج کی پابندی غیر ضروری اور بے فائدہ عمل ہے۔ اگر ان بے جا رسوم ورواج کی وجہ سے فضول خرچی ہو رہی ہے تو سخت ناجائز ہے کیونکہ اسلام میں اسراف اور فضول خرچی کو شیطانی عمل اور ناشکروں کا شیوہ بتایا گیا ہے۔ شادی بیاہ کے موقع پر بینڈ باجوں اور آتش بازی پر پانی کی طرح پیسہ بہانے میں دین اور دنیا کا آخر کونسا فائدہ ہے؟ اس سے احتراز لازمی ہے۔ بعض دیگر مذاہب کے زیر اثر غیر ضروری رسم ورواج بعض علاقوں میں مسلمانوں کے کلچر میں شامل ہوگئے جو قابل ترک ہیں۔ مثلاً بعض علاقوں میں دولہا اور دلہن پر چاول اچھالا جاتا ہے جو گر کر ضائع ہوجاتا ہے۔ رزق کی بے حرمتی درحقیقت رزاق کی ناشکری ہے۔ اس طرح رزق کو ضائع کرنے میں آخر کونسی خیر پوشیدہ ہے۔ ایسے بے جا رسوم کو ترک کرنا لازمی ہے۔ شادی بیاہ کے بے جا رسوم میں بعض ایسی رسمیں بھی شامل ہیں جو گناہ ہیں اور جن کا ارتکاب کرنے سے آدمی گنہگار ہوجاتا ہے۔ مثلاً مرد کو مہندی لگانا یا اس کو سونے کی انگوٹھی یا چین پہنانا جبکہ مرد کو مہندی لگانا ناجائز ہے اور اس کو سونے کی انگوٹھی یا چین پہننا نا حرام ہے۔

شادی بیاہ کے موقع پر دولہا کا لڑکی والوں کی جانب سے مطالبہ کرکے رقم لینا نہایت ضرر رساں اور نقصاندہ چیز ہے۔ یہ چیز مسلم معاشرے کا ناسور بنی ہوئی ہے جس کی وجہ سے کئی ان بیاہی لڑکیاں گھروں میں بیٹھی ہوئی ہیں۔ دولہا کا دولہن والوں کی

جانب سے مطالبہ کر کے رقم لینا علاوہ ناجائز اور گناہ ہونے کے انتہائی بے غیرتی اور اخلاقی پستی کا ثبوت بھی ہے ۔ نکاح کا مقصد مرد وعورت کی باہمی جنسی وفطری ضرورت کی تکمیل ہے ۔ جب دونوں کو ایک دوسرے کی ضرورت ہے تو پھر مرد کا عورت سے مال و دولت طلب کرنا کس طرح درست ہوسکتا ہے۔ اسلام کی تعلیم تو یہ ہے کہ مرد عورت کو مہر ادا کرے' اور یہاں یہ حال ہے کہ خود مرد' عورت سے مال حاصل کر رہا ہے ۔ یہ مہلک عمل سخت ناجائز ہے ۔ اس سے بچنا ہر غیرت مند مرد اور ہر باشعور مسلمان پر واجب ہے ۔

اسلام بے جا رسم و رواج سے روکتا ہے لیکن جن کاموں میں کوئی دنیوی یا اخروی نقصان نہ ہو اور اظہار خوشی کے لئے وہ طریقے اختیار کئے جائیں' تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے ۔ اسلام میں مباحات کا دائرہ بہت وسیع ہے' بعض لوگ مباح کاموں سے بھی روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب کہ مباح کا مطلب ہی یہ ہے کہ اس سے شریعت نے منع نہیں کیا ۔ جب شریعت نے منع نہیں فرمایا تو پھر کسی دوسرے کو روکنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا ۔ جو رسوم و رواج مقاصد اسلام کے مخالف نہیں اور جن میں عدم جواز' کراہت یا تحریم کا کوئی پہلو نہیں ہے تو پھر وہ مباح ہیں یعنی اس پر کوئی گناہ نہیں ہے ۔ مثلاً :

(۱) دولہا اور دولہن کو پھول پہنانا بالکل جائز ہے ۔ ایک حدیث پاک کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں کو رد کرنے سے منع فرمایا جن میں تکیہ اور دودھ کے ساتھ خوشبو بھی شامل ہے ۔ پھولوں کا استعمال خوشبو کے لئے ہوتا ہے بالکل جائز ہے ۔ (۲) بعض علاقوں میں رواج ہے کہ نکاح سے قبل دولہا کو کلمے پڑھائے جاتے ہیں۔ تجدید ایمان اور ذکر الٰہی کی برکت حاصل کرنے کی نیت سے کلمے پڑھانے میں یا استغفار کرانے میں کوئی حرج نہیں ہے ۔ اس کو نکاح کے لئے ضروری نہ سمجھا جائے بلکہ برکت کی نیت سے ہو تو یہ بلا شبہ جائزہ ہے ۔ (۳) بارات نکالنا جائز ہے' جب کہ اس میں غیر شرعی امور شامل نہ ہوں بارات نکالنے میں گناہ کا کوئی پہلو فی نفسہ موجود نہیں ہے ۔ لہذا یہ جائز ہے۔ (۴) اظہار مسرت کے طور پر نکاح کے بعد چند کھجور اُچھالنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس طرح کھجور ضائع نہیں ہوتے بلکہ اٹھا کر کھائے جاتے ہیں ۔ (فقہاء و محدثین نے اس کو جائز و مستحسن قرار دیا ہے ۔ امام طحاوی نے تو ''معانی الآ ثار'' میں باضابطہ عنوان سے باب قائم کیا ہے) ۔ (۵) نکاح کے وقت اعلان کی نیت سے دف بجانا جائز ہے ۔ کیونکہ نکاح میں اعلان مقصود ہے ۔ البتہ دف کے علاوہ دیگر باجے ناجائز ہیں ۔ ان کی اجازت نہیں ہے ۔

الحاصل نکاح میں سادگی اختیار کرنا' اسلام میں نہایت قابل تعریف بات ہے اور بے جا رسم و رواج سے بچنا نہایت ضروری ہے ۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو بے جا رسوم و رواج سے بچنے اور گناہوں سے باز آنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین

......O......

بضمن صد سالہ عرس شریف حضرت شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی قدس سرہ العزیز بانی جامعہ نظامیہ ۲۰۱۵

علمی مذاکرہ

بعنوان: حضرت شیخ الاسلام عالم اسلام کی ایک ہمہ پہلو شخصیت

منعقدہ یکشنبہ ۲۵ ربیع الآخر ۱۴۳۶ھ م ۱۵ فبروری ۲۰۱۵ بوقت ۱۰ بجے دن

بمقام اندرا پریہ درشنی ہال، حیدرآباد

سلسلہ	اسمائے مقالہ نگار	عنوان مقالہ
۱۔	حضرت مولانا ڈاکٹر سید شاہ گیسودراز خسرو حسینی صاحب سجادہ نشین روضہ حضرت خواجہ بندہ نواز علیہ الرحمہ گلبرگہ شریف	شیخ الاسلامؒ اور صوفیانہ افکار
۲۔	حضرت مولانا پروفیسر ڈاکٹر سید عطاء اللہ الحسینی قادری الملتانی صاحب مولوی فاضل جامعہ نظامیہ، حیدرآباد دکن سابق صدر شعبہ معارف اسلامیہ گورنمنٹ جامعہ ملیہ ڈگری کالج۔ ملیر کراچی (پاکستان)	حضرت شیخ الاسلامؒ بحیثیت مجدد و مصلح
۳۔	ڈاکٹر پروفیسر محمد عبدالحمید اکبر صاحب صدر شعبہ اردو و فارسی گلبرگہ یونیورسٹی	حضرت شیخ الاسلامؒ کے قائم کردہ تعلیمی و تحقیقی ادارے
۴۔	مفتی منظر الاسلام ازہری صاحب (امریکہ) فارغ التحصیل جامعہ ازہر، مصر	قدیم فلسفہ اور جدید سائنس: کتاب العقل کے آئینہ میں
۵۔	ڈاکٹر پروفیسر غلام یحییٰ انجم صاحب صدر شعبہ اسلامک اسٹڈیز، جامعہ ہمدرد، نئی دہلی	شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ بحیثیت داعی اسلام
۶۔	مولانا حافظ ڈاکٹر بشیر الحق قریشی لطیفی صاحب شیخ التفسیر دارالعلوم لطیفیہ ویلور، تمل ناڈو	شیخ الاسلام مجدد عصر امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ کی علمی خدمات
۷۔	محترم جناب میر کمال الدین علی خاں صاحب سکریٹری آل انڈیا صوفی کانفرنس	شیخ الاسلامؒ حافظ محمد انوار اللہ خاں بہادر فضیلت جنگ علیہ الرحمۃ کا حب رسول آپ کی تصانیف اور تالیفات کی روشنی میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

شیخ الاسلامؒ اور صوفیانہ افکار

حضرت مولانا ڈاکٹر سید شاہ گیسودراز خسرو حسینی صاحب
سجادہ نشین بارگاہ حضرت خواجہ بندہ نوازؒ وصدر نشین خواجہ ایجوکیشن سوسائٹی گلبرگہ شریف

حیات:

شیخ الاسلام حضرت حافظ محمد انوار اللہ فاروقیؒ بانی جامعہ نظامیہ حیدرآباد کی حیات پر اس سے پہلے بھی کتابیں، مقالے اور رسالے لکھے جا چکے ہیں۔آپ کی ہمہ گیر علمی اور جامع الصفات شخصیت کا تذکرہ ہر سال کیا جاتا ہے۔ کیونکہ سرزمین ہند اور خصوصاً دکن کا علاقہ آپ کی مذہبی، سماجی، تجدیدی اصلاحی خدمات واحسانات کا مرہون منت ہے۔ بتاریخ ۴؍ربیع الثانی ۱۲۶۴ھ بمقام نانديڑ مہاراشٹرا (دکن) کی سرزمین پر ولادت ہوئی۔ اور حضرت یتیم شاہ مجذوب کی پیشن گوئی مکمل ہوئی۔

حضرت شیخ الاسلام کا سلسلہ نسب ۳۹ ویں پشت میں خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ سے جاملتا ہے۔

تعلیم: حضرت شیخ الاسلام نے مولانا سید شاہ بدیع الدین رفاعی قندھاری سے ناظرہ قرآن حکیم کی تکمیل فرمائی۔ اور سات سال کی عمر میں آپ کو حافظ امجد علی صاحب نابینا کے سپرد کیا گیا جہاں گیارہ سال کی عمر میں حفظ کلام پاک مکمل فرمایا۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کرنے کے بعد مولوی فیاض الدین صاحب اورنگ آبادی سے فقہ کی کچھ کتابیں پڑھیں۔ اور پھر ۱۲۷۷ھ میں جب حضرت عبدالحلیمؒ فرنگی محلی (لکھنؤ) حیدرآباد تشریف لائے تو اس وقت تراب علی خان مدار المہام (وزیر اعظم) نے انہیں ایک دینی مدرسہ کا مدرس بنایا تو اس وقت حضرت شیخ الاسلام نے ان سے اکتساب علم کیا پھر اس کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت مولانا عبدالحیؒ فرنگی محلی سے فقہ اور معقول کی تکمیل فرمائی۔

حضرت مولانا عبدالحیؒ کا جائے قیام دور ہونے کے باوجود وہ اپنے استاد سے علمی استفادہ کیلئے کبھی ناغہ نہیں کرتے۔ حضرت شیخ الاسلامؒ کے علمی ذوق کو دیکھتے ہوئے اپنی مصروفیات کے باوجود حضرت عبدالحیؒ نے کبھی انہیں ناکام ونامراد نہیں لوٹایا۔ حضرت شیخ الاسلامؒ کی خداداد ذہانت واستعداد سے اساتذہ بھی دنگ تھے۔ جیسا کہ عبدالحیؒ فرنگی محلی نے اپنے ایک رسالہ **حَلَّ الْمُغْلَقِ فِیْ بَحْثِ الْمَجْهُوْلِ الْمُطْلَقِ** میں لکھا ہے۔ **اَلَّفْتُهَاحِيْنَ قِرَاءَ ةِ الـذَ كِيّ الْمُتَوَقِّدِ الْحَافِظُ مُحَمَّدُ اَنْوَارُ اللّٰهِ بْنِ الْـمَـوْلَـوِیُ شُجَاعَ الدِّيْنِ الْحَيْدَرَ آبَادِیْ.** یعنی اس رسالہ کو میں نے اس وقت ترتیب دیا ہے جب مجھ سے ایک ذہین، روشن دماغ حافظ محمد انوار اللہ بن مولوی شجاع الدین حیدرآبادی، تعلیم حاصل کیا کرتے تھے۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا انوار اللہ فاروقیؒ کا حصول علم کیلئے یہ حسن انتخاب ہی تھا کہ ایسے جید علماء سے رجوع ہوئے جن کی دین داری مسلّم تھی ۔جیسا کہ خود اپنی تصنیف ''حقیقۃ الفقہ'' جلد دوم میں لکھتے ہیں: ''كَمَا وَرَدَ عَنْ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ اُنْظُرُوْا مِمَّنْ تَاْخُذُوْنَ هٰذَا لِعِلْمَ فَاِنَّمَا هُوَ الدِّيْنِ '' ۔یعنی حضرت علیؓ سے وارد ہے کہ دیکھو جس سے تم اس علم کو حاصل کررہے ہو وہ کون ہے اس لئے کہ یہ (علم) دین ہے (کسی دیندار سے حاصل کرو)۔

حضرت شیخ الاسلام نے علم تفسیر، حدیث شیخ عبداللہ یمنی سے سیکھا اور انہی سے سند حدیث بھی حاصل کی۔

آپ کو جہاں کہیں علم حاصل کرنے کا کوئی موقع مل جاتا تو وہاں پوری طرح استفادہ کرتے اس طرح آپ کی شخصیت علوم قرآن ،حدیث ،فقہ، اور علوم تصوف کی بناء ہمہ گیر قابلیت کی امام اور جامع الفضائل ہوگئی۔آپ کا وصال ۲۹ ر جمادالاول ۱۳۳۶ھ میں ہوا آپ کا مزار مبارک احاطہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد ہی میں واقع ہے۔

جامعہ نظامیہ کاقیام: مولانا انوار اللہ فاروقیؒ نے خاص طور پر دینی مقاصد کی تکمیل کیلئے مدرسہ نظامیہ کا قیام عمل لایا۔اس کے اسباب وعلل کے سلسلہ میں مولانا قطب معین الدین انصاری کا خیال ہے کہ حیدرآباد میں عمومی طور پر تعلیم کا فقدان ،وسعت نظری کی کمی،اختلافات مذہبی روز بروز بڑھتی جارہی تھی اس طرح عقائد باطلہ کا غلبہ ہوتا جارہا تھا ۔ ایسے نازک حالات میں علماء کی ایک جماعت نے بروقت فیصلہ کیا کہ مذہب حقہ کی حفاظت کیلئے مؤثر اقدام کیا جانا چاہئے ۔

چنانچہ علماء کی اس جماعت نے بتاریخ ۱۹ر ذی الحجہ ۱۲۹۲ھ روز دوشنبہ مولانا مظفر الدین معلّی کے مکان واقع عثمان شاہی عقب سنٹرل لائبریری حیدرآباد میں جامعہ نظامیہ کے قیام کے سلسلہ میں ایک مجلس منعقد ہوئی اور اسی مجلس میں علماء کی بڑی جماعت نے یہ رائے دی کہ مولانا محمد انوار اللہ فاروقیؒ سے بہتر ہماری جماعت میں کوئی ہستی نظر نہیں آتی جو اس درسگاہ کی صدارت انجام دے سکے۔اس لئے مولانا انوار اللہ ہی کو اس کا صدر مقرر کیا جائے ۔

جامعہ نظامیہ مولانا انوار اللہ فاروقیؒ کی علمی زندگی کا ایک عظیم کارنامہ ہے جس نے اپنے انوار علمیہ سے دکن میں جہالت کی بناء پر جو بھی پھیلی ہوئی تاریکی تھی اس کو دور کیا۔آج اس جامعہ نظامیہ کو قائم ہوئے (۱۴۴) سال کا عرصہ ہورہا ہے جہاں سے ہزاروں علماء،ادبا اور کئی دانشور فارغ ہوئے ۔ان کی خدمات کا دائرہ درس وتدریس پند ونصائح اور تصنیف وتالیف اور اہل اسلام کی خدمت کیلئے ملک وبیرون ملک وسیع ہو چکا ہے۔

اشاعت العلوم کا قیام: حضرت شیخ الاسلامؒ کے علمی وادبی کارناموں میں جامعہ نظامیہ کے علاوہ اشاعت العلوم کا قیام بھی اہمیت کا حامل ہے۔آپ کی وہ کتابیں جو زمانے کی ضروریات کے مطابق لکھی گئی تھیں اپنے ذاتی صرفہ سے طبع فرمایا۔ جیسے جیسے آپ کی کتابوں کی مانگ بڑھتی گئی تو آپ کی فکر میں اضافہ ہوتا گیا۔اس واقعہ کو مونا مفتی رکن الدین صاحبؒ اس طرح بیان کرتے ہیں :

۱۸؍شوال المکرّم ۱۳۳۰ھ کو حسب فرمان (میر عثمان علی خان) مولانا انوار اللہؒ کے نام ماہانہ پانچ سو روپے کی اجرائی عمل میں آئی جس کیلئے حکم تھا کہ علوم دینیہ کی اشاعت کے کام میں لائی جائے۔اس ماہوار سے ایک انجمن بنام ''اشاعت العلوم'' کی بنا ڈالی جس کے اغراض ومقاصد یہ تھے کہ جو تصنیفات سرمایہ کی کمی کے باعث شائع نہیں ہوسکتے انہیں شائع کیا جائے

چنانچہ دور حکومت آصفیہ میں بحیثیت صدر المہام امور مذہبی ،دکن میں رہنے اور بسنے والوں کی سماجی ،معاشرتی، اخلاقی ، روحانی اور مذہبی اصلاحات فرمائیں ، دیہاتوں کیلئے سرکاری واعظین کو مقرر فرمانا اور نکاح کے موقع پر سیاہیہ نامہ جات کو موجد کی حیثیت سے رواج دیا اس کے علاوہ امت مسلمہ کے عقائد صحیحہ میں سدھار اور ان کی فکر کو درست کرنا بھی آپ کے یہ عظیم خدمات ہیں جو نا قابل فراموش ہیں ۔آپ علم ظاہر و باطن میں ماہر تھے جس کی بناء حکومت آصفیہ میں ان تمام امور کو بڑی خوبی کے ساتھ انجام دیا کرتے تھے ۔نیز کتب خانہ آصفیہ، دائرۃ المعارف کے قیام کے سلسلہ میں آپ کے مشوروں پر عمل کیا گیا۔

بحیثیت مصنف : حضرت شیخ الاسلام نے بحیثیت مصنف نہ صرف نظم بلکہ اپنے خیالات کے اظہار کیلئے نثر کو ترجیح دی ۔چنانچہ تہذیب وتمدن اور عقائد وایمانیات کے علاوہ اصلاحی امور پر حضرت شیخ الاسلام نے جس پیرائے میں کئی کتابیں اردو میں تحریر فرمائی ہیں ان میں یہ تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں۔حضرت مولانا انوار اللہ فاروقیؒ نے نثر میں جن تصانیف کو پیش کیا ہے اس کا ایک اجمالی تعارف اس طرح ہے۔

۱۔ الکلام المرفوع : حضرت مولانا انوار اللہ فاروقیؒ نے ۱۳۰۵ھ تا ۱۳۰۸ھ مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا اسی دوران آپ نے فضائل وآداب رسالت مآب ﷺ میں ایک کتاب بنام ''انوار احمدی'' لکھی ۔اس کتاب میں تیسری بحث حدیث اور اس کے اقسام کے متعلق تھی ۔جب اس کتاب کو حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے ملاحظہ فرمایا تو ارشاد فرمایا کہ انوار احمدی سے پہلے فن اصول حدیث والا حصہ شائع ہونا چاہئے ۔حضرت شیخ الاسلام نے اس پوری بحث کو تحریر کر کے اپنے مرشد حاجی امداد اللہؒ کی خدمت میں پیش کیا۔حاجی صاحبؒ نے اس حصے کو ملاحظہ فرما کر اس کتاب کا نام ''**الکلام المرفوع فیما یتعلق بالحدیث الموضوع**'' رکھا۔دوران قیام مدینہ منورہ ہی آپ نے اس کتاب کو شائع فرمایا۔

۲۔ انوار احمدی : شیخ الاسلامؒ نے اس کتاب میں آنحضرت ﷺ کے فضائل ،عظمت ،معجزات کے علاوہ درود وسلام کے فوائد اور صحابہ کرامؓ کے آداب رسالت ﷺ نیز نام مبارک پر انگوٹھے چومنے کی افادیت اور کھڑے ہوکر سلام بھیجنے کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔پھر آنحضرت ﷺ کا خاتم النبین ہونا دلائل وبراہین کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ آپ ﷺ صفت خاتمیت سے ازل ہی سے متصف ہیں۔

کتاب ''انوار احمدی'' دراصل یہ نظم چند مسدس بند کی شرح ہے۔جس کو حضرت شیخ الاسلامؒ نے مدینہ منورہ میں قیام کے دوران تحریر فرمایا۔

۳۔ مقاصد الاسلام: حضرت شیخ الاسلامؒ نے بدلتے ہوئے حالات کے پس منظر میں تحقیقی مضامین ضبط تحریر میں لانا شروع فرمایا، بقول حضرت مفتی محمد عبدالحمید قبلہؒ ''انگریزوں کی اسلام دشمن تحریک کے خلاف ان کا یہ ایک مجاہدانہ اقدام تھا''۔
حضرت شیخ الاسلام کے یہ تحقیقی مضامین ''مقاصد الاسلام'' کے نام سے ان کی اس زندگی میں جملہ (۹) حصوں میں چھپ کر منظر عام پر آچکے تھے دسویں حصہ کا مسودہ بھی مولانا کی زندگی ہی میں تیار ہو چکا تھا۔ گیارہویں حصے کی ترتیب ہوئی تھی کہ آپ کا وصال ہو گیا اور یہ دو حصے بھی مولانا حبیب الرحمٰن خان شیروانی نواب صدر یار جنگ کی منظوری سے اشاعت العلوم ہی سے شائع ہوئے۔ ان تمام گیارہ حصوں میں مختلف موضوعات پر مولانا نے مفصل بحث فرمائی ہے۔
۴۔ افادۃ الافہام فی ازالۃ الاوھام: حضرت شیخ الاسلام نے اس کتاب کو دو حصوں میں لکھا ہے جو مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب ازالۃ الاوہام کا مکمل رد ہے۔ جس میں مرزا قادیانی اور دعویٰ نبوت کے فتنے سے متعلق تحریر فرمایا ہے۔ **۵۔ انوار الحق:** رد قادیانیت میں یہ تیسری کتاب ہے۔
۶۔ کتاب العقل: اس کتاب میں عقل کی حقیقت پر بحث کی گئی ہے۔
۷۔ حقیقت الفقہ: جو دو جلدوں پر مشتمل ہے۔
۸۔ مسئلۃ الربٰوا: اس مسئلہ میں بنک سے ملنے والی اضافہ رقم کے سلسلہ میں بحث کی ہے۔
۹۔ رسالہ خلق افعال: اس رسالہ کو صرف (۲۰) صفحات پر مشتمل تحریر فرمایا ہے جس میں یہ بیان کیا ہے کہ افعال کا پیدا کرنے والا اللہ تعالی ہی ہے اور سزا و جزا کا تعلق انسان کے کسب و اکتساب سے ہے اس کو کتاب وسنت کے علاوہ عقلی دلائل سے ثابت کیا ہے۔
۱۰۔ انوار التمجید: اس کتاب کو (۱۳۹) صفحات پر بزبان فارسی تحریر فرمایا ہے جس میں انہوں نے توحید کے مسائل کو بڑے سلیقہ سے جمع کیا ہے۔
۱۱۔ رسالہ وحدۃ الوجود: ایک مختصر رسالہ جو (۶) صفحات پر تحریر فرمایا ہے اس میں مسئلہ ''وحدۃ الوجود'' عقلی دلائل کے ساتھ بہت ہی آسان انداز میں بحث کی۔
سلاسل سے نسبت: حضرت شیخ الاسلام مولانا انوار اللہ فاروقیؒ کے والد ماجد قاضی ابومحمد شجاع الدین کو اپنے نانا مولانا شاہ محمد رفیع الدینؒ قندھاری سے بیعت وخلافت حاصل تھی جو بارہویں صدی ہجری کے ممتاز صوفی شاہ رحمت اللہ نائب رسول اللہ کے خلیفہ تھے۔ بعدازیں قاضی ابومحمد شجاع الدینؒ نے حضرت حافظ محمد علی صاحب خیرآبادی سے سلسلہ چشتیہ میں بیعت کی۔
مولانا مفتی رکن الدینؒ فرماتے ہیں:
حضرت شیخ الاسلام انوار اللہ فاروقیؒ کو اپنے والد سے بیعت و خلافت حاصل تھی۔

حصول علم شریعت کے بعد اپنے والد ہی سے علم تصوف وسلوک سیکھااور تمام سلاسل یعنی چشتیہ، قادر یہ، نقشبند یہ وغیرہ میں بیعت کی اور منازل سلوک کی تکمیل فرمائی۔ جب ان کے والد کا ۱۲۸۸ھ میں انتقال ہوا۔اور حضرت مولانا انوار اللہ فاروقیؒ ۱۲۹۴ھ (۳۰) سال کی عمر میں جب پہلی مرتبہ حرمین شریفین پہنچے جہاں حضرت امداداللہ مہاجر مکیؒ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے حاجی امداد اللہؒ سے تمام سلاسل میں بیعت کر کے منازل سلوک طئے کئے ۔نیز حاجی صاحبؒ نے آپ کے روحانی کمالات وکیفیات دیکھ کر بلا طلب خرقہ خلافت عطا فرمایا اور دکن کے مریدوں کوسلوک کی تکمیل وحل مشکلات میں مولانا انواراللہ فاروقیؒ سے مدد لینے کی ہدایت فرمائی۔

جس سے حضرت ممدوح کی عظمت ورفعت اور وابستگان سلسلہ میں ان کی قدرومنزلت میں اوراضافہ ہوگیا جوآپ کیلئے سرمایۂ افتخار سے کم نہیں۔اس طرح آپ کوکئی علوم وفنون پرفوقیت کے علاوہ علوم ظاہری اورعلوم باطنی پربھی دست رس حاصل تھی۔

حضرت مولانا انواراللہ فاروقیؒ کی باطنی تربیت میں ان کے والد کے توسط سے شاہ رفیع الدین قندھاریؒ ،حافظ محمد علی خیرآبادیؒ کے علاوہ راست طور پر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا فیضان کام کررہاتھا۔آپ حیدرآباد دکن میں کئی مصروفیات کے باوجود درس تصوف دیا کرتے تھے۔آپ کے درس تصوف میں ’’فتوحات مکیہ‘‘ کا انتخاب شامل تھا۔اس درس تصوف میں اہل علم حضرات ،تلامذہ جوعلوم معارف حاصل کرنا چاہتے تھے وہ شریک ہوسکتے تھے۔

مولانا مفتی رکن الدینؒ فرماتے ہیں:

تصوف اورعلم باطن میں مولانا علیہ الرحمہ کی شخصیت باکمال ہونے کے باوجودآپ انتہائی منکسر المزاج بھی تھے۔آپ نے خود کسی کواپنے سے بیعت کرنے کیلئے نہیں فرمایا۔اگرکوئی شخص درخواست کرتا توفرماتے کہ’’میں اس قابل نہیں ہوں کسی اور(قابل بزرگ) سے بیعت کرلو بہتر ہوگا‘‘۔اس کے بعدبھی اگرکوئی اصرارکرتا تو شریک سلسلہ فرمالیتے۔عموماً آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت لیتے تھے۔اگر طالب کی خواہش کسی دوسرے سلسلہ میں شریک ہونے کی ہوتی تو آپ اس کی مرضی کے مطابق اسی سلسلہ میں شریک فرماتے تھے۔

صوفیانہ خیالات و افکار

حضرت شیخ الاسلام مولانا انوار اللہ فاروقی نے اپنی تصانیف میں جہاں عقائدحقہ پراپنے قلم سے روشنی بکھیری ہے وہیں مختلف مقامات پرصوفیانہ افکارکوبھی اجاگرکیاہے۔آپ کی تصانیف میں صوفیانہ افکار کی جو باتیں پائی جاتی ہیں اس کی بنیاد

آپ نے حضرت امام جعفر صادقؓ کے اس قول پر رکھی ''مَنْ عَاشَ فِیْ ظَاهِرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَهُوَ سُنِّیٌ 'مَنْ عَاشَ فِیْ بَاطِنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَهُوَ صُوْفِیٌّ ''، یعنی جو ظاہر رسول اللہ ﷺ پر عمل پیرا ہے وہ سنی ہے، اور جو باطن رسول اللہ ﷺ پر کار بند ہے وہ صوفی ہے۔

اس کے بعد حضرت مولانا انوار اللہ فاروقیؒ لکھتے ہیں:

حضرت امام جعفر صادقؓ کے اس ارشاد سے یہ ثابت ہے کہ صوفی کا ظاہر و باطن آنحضرت ﷺ کے ظاہر و باطن کے تابع ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ صوفیہ کے باطنی حالات علی قدر مراتب وہی ہوں گے جو حضور ﷺ کے تھے۔ غرض کہ ہمیشہ یادالٰہی میں مشغول رہنا صوفیہ کا فرض منصبی ہے۔

مزید فرماتے ہیں کہ

تصوف ہمارے دین میں اعلیٰ درجے کا علم ہے جس پر اولیاء اللہ کا عمل رہا ہے۔ اگر وہ فلسفے کا ہم خیال ثابت ہوجائے تو شریعت سے اس کو کوئی تعلق نہ رہا۔ حالانکہ اولیاء اللہ شریعت کے نہایت پابند رہتے ہیں۔

جناب مولوی شبلی نعمانی نے اپنی کتاب ''الکلام'' میں تصوف کو فلسفے کا ہم خیال لکھا تھا جس کے جواب میں انوار اللہ فاروقیؒ نے شبلی صاحب کے اس خیال کو بعض کچے صوفیوں کے افکار کا نتیجہ قرار دیا اس سلسلہ میں مولانا انوار اللہ فاروقیؒ کا اقتباس ملاحظہ ہو:

وہ مقولہ یاد آ گیا کہ '' کچا صوفی پکا ملحد'' اور اس کے ساتھ ہی بعض متصوفین کی وہ تقریریں بھی یاد آ گئیں کہ ہمہ اوست کہہ کر یہ ثابت کرتے ہیں کہ ہمیں نہ نماز کی ضرورت ہے نہ روزے وغیرہ کی، کیونکہ ہم بھی نعوذ باللہ خدا ہیں اور پتہ لگ گیا کہ مولوی (شبلی) صاحب نے جس تصوف کے ڈنڈے فلسفے میں ملائے ہیں وہ انہی کچے صوفیوں کا تصوف ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ صوفی کے اعمال و اشغال میں ہر وقت اللہ تعالی حاضر و ناظر رہتا ہے۔ صوفی کا حال نرالا اور دنیا سے بے تعلق رہتا ہے لیکن رہبانیت سے دور رہتا ہے لیکن تصوف چیزے دیگر است کہتے ہوئے مولانا انوار اللہ فاروقیؒ لکھتے ہیں:

''غرض کہ تصوف کچھ اور ہی چیز ہے جس کو قرآن و حدیث اور شریعت کا لب لباب کہنا چاہئے اس کو نہ فلسفہ قدیمہ سے کوئی تعلق ہے، نہ فلسفہ جدیدہ سے کوئی مناسبت''۔

حضرت شیخ الاسلامؒ کے ان مذکورہ اقتباسات سے معلوم ہوا کہ تصوف اصل میں تصحیح خیال اور تہذیبِ اخلاق کا نام ہے اور صوفی ان تمام اعمال میں یاد الٰہی سے غافل نہیں رہتا۔ عبادات و معاملات سے لے کر روحانی مشاغل، درس و تدریس، تصنیف و تالیف، تصفیہ مقدمات، ملکی و سیاسی خدمات۔ مولاناؒ نے قدیم صوفیہ کرام کی طرز پر اپنی زندگی گزاری اور اہل زمانہ نے

آپ کو عابد شب زندہ دار، سراپا اخلاق اور ریاء سے پاک عالم بے بدل،صوفی باصفا اور عارف باللہ جیسے القاب سے یاد کیا۔
نیز یحیٰ ابن محمد الیافعی نے اپنے ایک عربی قصیدے میں بجا طور پر اعتراف کیا ہے اور لکھتے ہیں:

نُوْرُ الْھُدٰی اِحْسَانُہٗ عَمَّ الْوَرٰی وَ مُجَدِّدُ الْوَقْتِ بِلَا اِنْکَارٍ

یعنی مولاناؒ (انوار اللہ فاروقیؒ) ہدایت کے نور ہیں ان کا احسان ساری مخلوق پر عام ہے اور بلا انکار اپنے وقت کے مجدد ہیں۔
مذکورہ خلاصۂ کلام کے بعد مولانا انوار اللہ فاروقیؒ فرماتے ہیں کہ انسان اپنے نفس کی معرفت کے بعد ہی اشرف مخلوق کہلانے کا مستحق بن سکتا ہے اور اللہ تعالی کی صفات پہچاننے کیلئے نفس کی صفات کی پہچان ضروری ہے چنانچہ مولاناؒ فرماتے ہیں:

''غرض مقتضائے حکمت یہی تھا کہ نفس میں ایسے صفات ودیعت رکھے جائیں کہ صفات کمالیہ الٰہیہ کے نمونے ہو ں مثلاً وجود ،تجرد،سمع، بصر ،مشیت،ارادہ ،قدرت ، کلام وغیرہ... دیکھئے ان تمام مضامین کو نبی کریم ﷺ نے کس وضاحت سے ایک مختصر جملے میں بیان فرمایا ''مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ'' یعنی جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا''۔

حضرت امام غزالیؒ کے حوالے سے مولاناؒ لکھتے ہیں کہ:

انسان کو ذات وصفات اور افعال میں خالق کے ساتھ مشابہت ہے ۔ اس لئے کہ روح انسانی اپنی ذات سے قائم ہے اور اس کی صفات بھی وہی ہیں جو ذات باری تعالی کی ہیں۔مثلاً حیات ، قدرت ، ارادہ ،سماعت ،بصارت اور کلام وغیرہ ۔روح کا تصرف بدن انسانی میں ایسا ہی ہے جیسے اللہ تعالی کا تصرف کائنات میں۔اسی لئے اس کائنات کو عالم کبیر اور انسانی بدن کو عالم صغیر بھی کہا جاتا ہے۔روح انسانی اور خالق کائنات میں اگر یہ مشابہت نہ ہوتی تو انسان اپنے نفس کی معرفت سے حق تعالی کی معرفت کی طرف ہرگز ترقی نہ کرسکتا۔اور اگر حق تعالی انسان کو عالم کا ایک مختصر نسخہ جامع نہ بناتا اور اس میں روح کا تصرف نہ ہوتا تو یہ معلوم نہیں ہوسکتا تھا کہ عالم کا ایک رب ہے ۔

نفس اور روح کی بحث کے بعد مولانا انوار اللہ فاروقیؒ کی زندگی میں ان کے مجاہدہ نفس ،قلبی تصرف اور روحانی ترقی کی مثالیں کس طرح ملتی ہیں اس سلسلہ میں مولانا مفتی رکن الدینؒ رقم طراز ہیں:
مولانا (انوار اللہ) صرف عالم ظاہر ہی نہ تھے بلکہ ان لوگوں میں تھے جن کو امام غزالیؒ نے علماء آخرت یا علماء باطن کے نام سے موسوم کیا ہے۔تصوف میں سب سے اہم اور پہلی بات مجاہدۂ نفس ہے اسی سے انسان اخلاق حسنہ سے متصف اور اخلاق سئیہ (برے

اخلاق) سے پاک ہوتا ہے .....آپ نے ہر طریقہ سے مجاہدۂ نفس فرمایا۔

چنانچہ مولانا مفتی رکن الدینؒ بیان کرتے ہیں کہ نجیبہ بیگم صاحبہ مولانا کی ایک مریدہ ہیں جو مولانا کی رشتہ دار بھی تھیں۔ ذکر کی کثرت سے ان کا قلب اس درجہ صاف ہو چکا تھا کہ ان کے انکشافات بالکل صحیح ہوتے تھے انہی نجیبہ بیگم صاحبہ کا بیان ہے کہ میں نے جب کبھی مراقبے میں مولانا (انواراللہ) کا تصور کیا ہے آپ کو اس حال میں دیکھا ہے کہ آپ حضورﷺ کے روضہ پاک میں ہیں اور آپ کے دونوں آبرو سے نور کی شعائیں نکل کر آسمان تک جارہی ہیں اور آپ بے خود ہیں۔ اور یہی بی بی صاحبہ جو ہمیشہ مولاناؒ کے درس فتوحات مکیہ سے استفادہ کیلئے قریب کے ایک کمرہ میں بیٹھی درس سنا کرتی تھیں ۔ بیان کرتی ہیں کہ:

مولانا (انواراللہ) درس دے رہے ہیں اسی طرح آنحضرتﷺ بھی درس میں مصروف ہیں ۔ایک اور دفعہ مولاناؒ کسی اہم مسئلے کو اچھی طرح سمجھا نہیں سکے بار بار رک جاتے تھے تو میں نے دیکھا کہ یہاں سے حرم پاک تک ایک صاف راستہ ہے حضرت سرور دوعالمﷺ حطیم کعبہ میں تشریف فرما تدریس میں مشغول ہیں ۔آپ کے رک جانے سے آنحضرتﷺ حاضرین سے ارشاد فرمایا کہ آپ لوگ ذرا توقف کریں کہ اس وقت میرا بچہ (مولانا انواراللہ) حل مضمون سے قاصر ہو گیا ہے ۔اور مولانا کی جانب توجہ فرمائی ۔ جب توجہ پاک سے مضمون حل ہو گیا تو رسول انورﷺ نہایت مسرور ہوئے اور اپنے حلقہ درس کی جانب توجہ منعطف فرمائی ۔

مسئله وحدة الوجود: وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود یہ ہر دو اصطلاحات پر دنیائے تصوف میں بڑے معرکتہ الاراء مباحث کئے جاتے ہیں جہاں تک مسئلہ وحدۃ الوجود کا تعلق ہے وہ تصوف کی ایک اصطلاح ہے ۔

حضرت شیخ الاسلام نے اپنی کتاب انوار اللہ الودود فی مسئلۃ وحدۃ الوجود میں ایک مثال کے ذریعہ اس حقیقت کا انکشاف یوں فرمایا ہے کہ

’’زید مثلا جو موجود ہوا حالت عدم میں زید معدوم تھا یعنی عدم محض نہ تھا اسی وجہ سے اس کو زید معدوم کہنے کی ضرورت ہوئی ۔ دیکھئے جب ہم گھر بناتے ہیں تو پہلے اس کا نقشہ ذہن میں لاتے ہیں پھر خارج میں اس کو

موجود کرتے ہیں اس سے ظاہر ہے کہ خارج میں معدوم گھر وجود میں آیا نہ یہ کہ مطلق معدوم یعنی عدم محض، مقصود یہ ہے کہ گو گھر خارج میں معدوم ہے مگر عدم محض نہیں اگر عدم محض ہوتا تو یوں کہتے کہ عدم کو ہم نے وجود میں لایا حالانکہ کہا جاتا ہے کہ معدوم گھر کو ہم نے موجود کیا ۔ پھر وہ معدوم گھر جب وجود میں آیا تو جس قدر آثار ولوازم اس کے خیال کئے گئے تھے ان سب کا وجود خارج میں آ گیا ۔

حاصل یہ کہ موجود گھر کے وجود سے اگر قطع نظر کیا جائے تو صرف گھر رہ جائے گا ۔ جو قبل وجود معدوم تھا اور بعد وجود موجود

ہوگیا۔اس کو اس گھر کی عین ثابتہ کہیں گے گو کہ حالت عدم میں موجود نہیں مگر من وجہ اس کو ثبوت کا ایک درجہ حاصل ہے ۔جس کو وجود نہیں کہہ سکتے جب ہی موجود میں دو چیزیں پائی جاتی ہیں ۔ایک وجود دوسری عین ثابتہ تو معلوم ہوا کہ کثرت موجودات صرف اعیان ثابتہ کی کثرت سے ہے ورنہ نفس وجود واحد ہے۔ اس کو یوں سمجھنا چاہئے کہ تمام عالم کے اعیان ثابتہ پر وجود محیط ہے اور وجود ان پر ایسا ہے جیسے چادر مختلف

اشیاء پر اڑھا دیجاتی ہے ۔اور ان اعیان ثابتہ کا ظہور صرف وجود کی وجہ سے ہو رہا ہے ۔اب تمام عالم کو خیال کر لیجئے کہ کہیں زمین ہے کہیں پانی اور کہیں ہوا اور افلاک وغیرہ اس مجموعہ میں وجود موجود ہے جو ایک ہے مگر ہر چیز کی عین ثابتہ علحدہ علحدہ ہے اور جتنے آثار ولوازم ہر ایک کے ہیں وہ سب ہر ایک کے عین ثابتہ میں مندرج ومندمج ہیں ان کو وجود سے کوئی تعلق نہیں اور تعلق ہے تو اس قسم کا کہ ان کا ظہور بغیر وجود کہ ممکن نہیں ۔

اس صورت میں زید مثلاً بلکہ عالم معدوم ہے اور موجود ہے تو اسوجہ سے کہ وجود کے ساتھ اس کو ایک تعلق خاص ہے ۔ اگر وہ تعلق اٹھ جائے تو اس کو پھر کسی طرح موجود نہیں کہہ سکتے ۔اب اگر ظاہر ہے تو وجود ہی ہے کیونکہ معدوم بہ حیثیت عدم ظاہر نہیں ہوسکتا ۔اگر اس کو ظہور ہے تو تعلق وجود کے طفیل سے ہے اس لحاظ سے بندہ اپنے کو فانی اور غیر موجود کہہ سکتا ہے''۔

''چنانچہ حضرت شیخ لاسلام فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ اکبر ابن عربیؒ نے متعدد مقامات میں فرمایا ''مَا اَنْتَ هُوَ بَلْ اَنْتَ هُوَ '' (یعنی تو وہ نہیں ہے بلکہ تو وہی ہے)اگر کوئی اس خیال سے کہ وجود واحد ہے اور بزرگان دین نے ہمہ اوست فرمایا ہے اپنی حقیقت جو عین ثابتہ ہے پیش نظر نہ رکھے اور یہ کہے کہ ہمیں عبادت کی ضرورت نہیں تو حضرات صوفیہ کے نزدیک وہ کافر ہے .....اور جگہ جگہ عبادت کی تاکید فرمائی ۔اور وحدت وجود سے اس کو کوئی نفع نہ ہوگا ۔کیونکہ باوجود وحدت وجود کے دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ آگ برابر جلاتی ہے اور اس سے درد ومصیبت ہوتی ہے اسی طرح قیامت میں بھی عذاب الیم ہوگا اگر وحدت وجود کا مقتضی یہ ہوتا کہ کسی کو اذیت اور ضرر نہ ہوتو دنیا میں بھی اذیت اور تکلیف نہ ہوتی اور یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وحدت وجود کا اثر قیامت ہی میں ہوگا ۔کیونکہ وجود دنیا وآخرت میں ایک ہی ہے مقتضائے ذاتی اس کا بدل نہیں ہوسکتا ہاں یہ بات اور ہے کہ کثرت عبادت سے کُنْتُ سَمْعَهُ وَبَصَرهُ کے مقام تک پہنچ جائے لیکن وحدت الوجود سے کوئی تعلق نہیں وہ کثرت عبادت کا ثمرہ ہے''۔

حضرت شیخ الاسلام کے مذکورہ اقتباس کو سامنے رکھ کر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ حضرت شیخ الاسلامؒ حضرت خواجہ گیسودراز بندہ نوازؒ کے پیرونظر آتے ہیں اس بات کا اندازہ اس ملفوظ سے کیا جاسکتا ہے ۔چنانچہ روز پنجشنبہ ۴ محرم الحرام ۸۰۳ ھ کی مجلس میں ''ہمہ اوست'' کو بہانہ بنا کر شریعت کی پابندیوں سے روگردانی کرنے والوں سے متعلق حضرت مخدومؒ نے فرمایا'' کہ میں مانتا ہوں کہ سب کچھ اسی کے حکم سے ہے وہی ہے جس نے اپنی رحمت سے جنت بنایا۔اور وہی ہے جس نے

اپنے قہر سے دوزخ پیدا کیا۔اسی نے نیکی اور برائی دونوں پیدا کی ۔ جومقہور بندے تھے ان پر قہر نازل کیا کیونکہ وہ اسی کے سزاوار تھے اور جوفرمانبردار بندے تھے ان کومہربانی اورلطف وکرم سے نوا زا کہ وہ اسی کے مستحق تھے ۔.....اے احمق انسان !اتنا تو سمجھ کہ تجھ سے کیا ہوسکتا ہے نیکی یا برائی جس پر تو ہے اسی پر رہے گا اور اسی پر خاتمہ ہوگا تیری طاقت اور حقیقت ہی کیا ہے ۔ **فَکُلٌ مُیَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ** یعنی ہر ایک کیلئے وہی عمل آسان کیا گیا جس کیلئے وہ پیدا کیا گیا۔صرف آنحضرت ﷺ کی پیروی واتباع ہی میں ہے اس کے سوا جو کچھ ہے غلط اور برائی میں داخل ہے ۔نیکی..... برائی سے اور اللہ تعالی کے عذاب سے بچنے کی صورت صرف حضور نبی کریم ﷺ کی پیروی اوراطاعت میں ہی مضمر ہے ۔یہ تمام باتیں جو بیان کی گئیں مسائل شرع اور امور اخروی اور معارف وحقائق سے متعلق ہیں‘‘۔

بجاه سيد المرسلين صلى الله عليه وعلى آله واصحابه اجمعين والحمد لله رب العالمين .

......O......

حوالہ جات:

۱ : مفتی رکن الدینؒ، مطلع انوار ،حیدرآباد ۱۴۳۵ھ،صفحہ ۱۲۔

۲ : اکبرالدین صدیقی ،مشاہیر قندھار، ص،۱۰۷۔دیکھئے
ڈاکٹرعبدالحمید اکبر،مولانا انواراللہ فاروقی کی شخصیت علمی وادبی کارنامے ،حیدرآباد،۲۰۰۰ء صفحہ ۹۔

۳ : مفتی عبدالحمیدؒ، معارف الانوار ،ص۳،استادشیخ الاسلام ۔دیکھئے،اکبر،ص ۱۶۔

۴ : مفتی رکن الدینؒ،ص ۱۲،۔

۵ : محمود احمد قادری ، تذکرۂ علماء اہل سنت ،ص۱۱۴۔دیکھئے،اکبر،ص ۱۶۔

۶ : شیخ الاسلامؒ کے استاد۔دیکھئے اکبر،ص ۱۶،مفتی رکن الدینؒ،ص ۱۶۔

۷ : مولانا قطب معین الدین انصاری ،انوارالانوار ،صفحہ ۸۵ ۔دیکھئے،اکبر،ص ۱۷۔

۸ : عبدالحی فرزندعبدالحلیم فرنگی محلی ۔

۹ : عبدالحی ،**حل المغلق في بحث المجهول المطلق**.دیکھئے،اکبر،ص ۱۸۔

۱۰ : مولانا انواراللہ فاروقیؒ،حقیقۃ الفقہ ،حصہ دوم،ص ۲۰۷۔دیکھئے،اکبر،ص ۱۸۔

۱۱ : حالات تحقیق طلب ،دیکھئے اکبر،ص ۱۸۔

۱۲ : مولانا عبدالحی ،نزہۃ الخواطر ،جلدہشتم ص ۲۳۴۔دیکھئے،اکبر،ص ۱۸۔

۱۳ : تحقیق طلب ،دیکھئے اکبر،ص ۳۰۔

۱۴ : مظفرالدین معلیٰ ،متوفہ ۱۳۲۶ھ،تفصیلات کے لیے دیکھئے مطلع الانوار ،ص ۱۹۔

۱۵ : مولانا قطب معین الدین انصاری ،انوارالانوار قلمی ،ص ۳۱۔دیکھئے،اکبر،ص ۳۰۔

۱۶ : حالات کے لیے ملاحظہ ہو، مطلع انوار، ص ۹ تا ۱۰۔ مزید دیکھئے اکبر، ص ۴۳۔
۱۷ : مولانا انوار اللہ فاروقیؒ، الکلام المرفوع، ص ۱۱۲۔ دیکھئے، اکبر، ص ۱۹۲۔
۱۸ : مفتی عبد الحمیدؒ، سبب تالیف مقاصد الاسلام، حصہ اول، دیکھئے، اکبر، ص ۲۰۹۔
۱۹ : آپ حیدرآباد کے مشہور مورخ تھے نواب صدر یار جنگ ان کا خطاب تھا۔ اور ہارون خان شیروانی کے والد ماجد تھے
۲۰ : مرزا غلام احمد قادیانی جو دعویٰ نبوت کیا ہے اور فرقہ قادیانی کا پیشوا ہے۔ دیکھئے اکبر، ص ۱۹۵، ۱۹۶۔
۲۱ : مولانا انوار اللہ فاروقیؒ کے والد محترم ہیں، ابو محمد شجاع الدین متوفی ۱۲۸۸ھ، مطلع انوار، ص ۱۵۔ دیکھئے اکبر، ص ۱۹، ۲۰۔
۲۲ : تحقیق طلب، دیکھئے مطلع انوار، ص ۱۴۔
۲۳ : تحقیق طلب، دیکھئے ایضاً۔
۲۴ : مطلع انوار، ص ۱۸، ۲۱۔ دیکھئے اکبر، ص ۱۲۵۔
۲۵ : متوفی ۱۳۱۷ھ، مکہ معظمہ میں انتقال فرمائے۔ آپ کا نسب ۲۵ واسطوں سے حضرت ابراہیم ادہم سے ملتا ہے، دیکھئے مطلع انوار، ص ۲۱۔
۲۶ : مطلع انوار، ص ۸۴، ۸۵۔ مزید دیکھئے اکبر، ص ۱۲۵، ۱۲۶۔
۲۷ : مولانا انوار اللہ فاروقیؒ، دیکھئے مقاصد الاسلام، حیدرآباد، ۲۰۱۲ء، حصہ پنجم، ص ۳۔
۲۸ : دیکھئے مقاصد الاسلام، حصہ پنجم، ص ۳، ۴۔
۲۹ : دیکھئے مقاصد الاسلام، حصہ سوم، ص ۱۰۴، ۱۰۵۔
۳۰ : دیکھئے، اکبر، ص 115۔
۳۱ : مقاصد الاسلام، حصہ سوم، ص ۱۰۵۔
۳۲ : مقاصد الاسلام، حصہ سوم، ص ۱۰۶۔
۳۳ : اکبر، ص ۱۱۷۔
۳۴ : یحیٰ ابن محمد الیافعی، قصیدہ (عربی) در مدح حضرت مولاناؒ، ۱۳۳۶ھ۔ دیکھئے، اکبر، ص ۱۱۲، ۱۱۳۔
۳۵ : مقاصد الاسلام، حصہ سوم، ص ۱۰۔
۳۶ : اس قول کو عموماً حضرت علیؓ سے منسوب کیا جاتا ہے۔
۳۷ : دیکھئے، مقاصد الاسلام، حصہ سوم، صفحہ ۱۳ تا ۱۴۔
۳۸ : دیکھئے، مطلع انوار، ص ۵۰۔
۳۹ : نجیبہ بیگم صاحبہ آپ کی مریدہ و رشتہ دار تھیں۔
۴۰ : مطلع انوار، ص ۸۹۔
۴۱ : سید عبد الرشید، ''حضرت شیخ الاسلام بحیثیت صوفی'' مرقع انوار، حیدرآباد، ۲۰۰۸ء، ص ۴۴۹ تا ۴۵۷۔
۴۲ : حضرت سید اکبر حسینیؒ، جوامع الکلم، اُردو ترجمہ، پروفیسر معین الدین دردائی، دہلی ۲۰۰۰ء، ص ۵۳۰۔

......○......

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت شیخ الاسلام بحیثیت مجدد و مصلح

حضرت مولانا پروفیسر ڈاکٹر سید عطا اللہ الحسینی قادری الملتانی صاحب
مولوی فاضل جامعہ نظامیہ، حیدرآباد دکن
سابق صدر شعبہ معارف اسلامیہ
گورنمنٹ جامعہ ملیہ ڈگری کالج، ملیر، کراچی (پاکستان)

مجدد و مصلح کے الفاظ تھوڑے سے معنوی فرق کے ساتھ عرف عام میں تقریباً مترادف ہی استعمال ہوتے ہیں۔ مجدد اس شخص کو کہا اور سمجھا جاتا ہے جس نے تجدید و احیائے دین کا کوئی بڑا کام وسیع پیمانے پر انجام دیا ہو اور مصلح وہ شخص سمجھا جاتا ہے جس نے معاشرے میں کسی نوعیت کی اصلاح کی ہو۔ الحمدللہ حضرت شیخ الاسلام مولانا انوار اللہ فاروقی رحمتہ اللہ علیہ کی عبقری شخصیت ان دونوں حیثیتوں میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ حضرت کے اصلاحی اور تجدیدی کام کو جداگانہ طور پر بیان کروں۔ شیخ الاسلام شاہانِ آصفیہ کی تین پشتوں کی معلّمی کے منصب پر فائز رہے، دوسری طرف وہ وزیر امور مذہبی بھی رہے۔ جس کی وجہ سے آپ کو امور مذہبی پر اقتدار کلّی حاصل تھا۔ اِس اعزاز و اکرام اور اقتدار کی وجہ سے آپ نے جو اصلاحی خدمات انجام دیں وہ نہایت وقیع اور قابل قدر ہیں۔ کچھ اصلاحات تو وہ ہیں جو آپ نے بذریعہ تنظیم انجام دیں اور کچھ اصلاحات وہ ہیں جو آپ نے بذریعہ تعلیم انجام دیں۔

آنجناب کی بذریعہ تنظیم اصلاحات مندرجۂ ذیل ہیں:

۱۔ انجمن اصلاحِ مسلماناں کا قیام
۲۔ محکمۂ امور مذہبی کے دفاتر کی تنظیم نو
۳۔ اہل خدمات شرعیہ کی تعلیم و تربیت کا اہتمام
۴۔ ائمۂ مساجد اور موذنین کا معیار تقرر
۵۔ فہم دین کا حقیقی شعور رکھنے والے واعظین کا تقرر
۶۔ احترام رمضان کا عام اہتمام
۷۔ بزرگانِ دین کے مزارات کا خرافات سے تحفظ
۸۔ مسلمانوں کے لیے نکاح ناموں کی ترتیب اور ان کا اجراء
۹۔ شہر حیدرآباد میں منشیات کی خرید و فروخت پر پابندی
۱۰۔ مرلی ہو جانے اور مخنث بن جانے کی بدترین اور اخلاق سوز رسم پر قانونی امتیاز

اور جو اصلاحات فکری تبدیلی اور ذہنی انقلاب کے لیے آپ نے بذریعہ تعلیم انجام دیں، وہ مندرجۂ ذیل ہیں:

۱۔ مخطوطات کے تحفظ اور عام تشویق مطالعہ کے لیے گراں قدر کتب خانۂ آصفیہ کا قیام

۲۔ نادر کتابوں کی نشر واشاعت کے لیے دائرۃ المعارف کا قیام

۳۔ اسلامی لٹریچر کی نشر واشاعت کے لیے مجلس اشاعۃ العلوم کا قیام

۴۔ اسلامی کی درسی تعلیم کے فروغ کے لیے مختلف مدارس اور تعلیمی اداروں کی امداد کا اعلان

۵۔ فکری شعور، دینی وملی رجحانات کے فروغ، علمائے دین کی تیاری، اسلامی آداب اور اخلاقی تربیت کے لیے عظیم الشان اقامتی ادارہ ''جامعہ نظامیہ'' کا قیام۔

تجدید واصلاح کا کام ختم نبوت سے پہلے انبیائے کرام کیا کرتے تھے۔ سنت اللہ یہ تھی کہ جب کوئی امت اپنی روش اور صراط مستقیم سے ہٹ کر کسی دوسری راہ پر پڑ جاتی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجدیدِ دین اور اصلاح امت کے لیے کوئی دوسرا نبی آجاتا اور یہ کام کرجاتا تھا۔ رسول اکرم ﷺ سے پہلے کا زمانہ اسلام کا ارتقائی زمانہ تھا کیوں کہ دین کی تکمیل نہیں ہوئی تھی۔ لیکن نبی آخرالزماں ﷺ پر دین کی تکمیل ہوگئی تو تجدید واصلاح کے لیے امت ہی میں سے کچھ افراد کو برپا کرنے کی بشارت دے دی گئی۔ اگر میری فکر غلطی نہ کررہی ہو تو عرض کروں کہ **علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل** کے ارشاد سے اسی طرف اشارہ محسوس ہوتا ہے۔ نیز رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجددلھا دینھا۔(رواہ ابوداؤد)

یعنی اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سرے پر اس امت کے لیے ایسے لوگ برپا کرتا رہے گا جو اُس کے دین کی تجدید کرتے رہیں گے۔

یہ حدیث اسلام کے نظریۂ تجدید کی بنیاد ہے۔ اس کے الفاظ کے پیش نظر یہ تصور قائم کرلیا گیا ہے کہ ہر صدی کے شروع میں کوئی ایسا شخص پیدا ہوتا رہے گا جو دین کی تجدید کرے گا۔ لیکن اس تصور میں ایک اشکال یہ ہے کہ پندرہ صدیوں میں صرف پندرہ افراد کا ہی مجدد ہونا معلوم ہوتا ہے، چنانچہ اِس تصور کے تحت ہر صدی کے سرے پر ایسا فرد تلاش کیا جاتا رہا ہے جس کی صدی کے سرے پر ولادت یا وفات ہوئی ہو اور اس نے دین کی تجدید کی ہو، لیکن تلاشِ بسیار کے باوجود ہمیں ایسے افراد نہیں ملتے جنھوں نے پورے عالمِ اسلام میں دین کی ہمہ گیر تجدید کی ہو۔ اس کے برخلاف تاریخ میں ایسے سینکڑوں افراد ہمیں نظر آتے ہیں جو کسی نہ کسی پیمانے پر دین کی تجدید کرتے رہے ہیں۔ دراصل راس کے معنی اگرچہ سر ہی کے ہیں جو جسم کا ایک اہم جزء ہے۔ یہاں یہ نکتہ ہمارے پیش نظر رہنا چاہیے کہ کسی چیز کے کوئی اہم جزء سے اس کا کُل مراد لے لیا جاتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا أَدْرَاکَ مَا الْعَقَبَۃُ o فَکُّ رَقَبَۃٍ۔ (بلد 13,12:90)

یہاں گردن کہہ کر پورا شخص مراد لیا گیا ہے۔ اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں یہاں صدی کا سرا کہہ کر پوری صدی مراد ہے۔ اِس طرح اِس حدیث سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی صدی ان شاء اللہ تجدید اور احیائے دین کے کام سے خالی نہ رہے گی یعنی ہر صدی میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جو تجدیدِ دین کا کام کرتے رہیں گے۔ اسی طرح بالعموم لفظ ''مَنْ'' سے صرف ایک شخص تصور کر لیا گیا ہے، حالانکہ ''مَنْ'' کا استعمال عربی میں واحد اور جمع دونوں کے لیے ہوتا ہے۔ مثلاً قرآن میں ہے:

فَافْتَحْ بَيْنِىْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحاً وَنَجِّنِىْ وَمَن مَّعِىَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ o فَأَنجَيْنَاهُ وَمَن مَّعَهُ فِىْ الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ (شعراء 26 : 119,118)۔

یہاں بھری کشتی میں جتنے لوگ بھی ساتھ ہوں ''سب مراد'' ہے، لہذا حدیث سے یہ سمجھ لینا کہ ہر صدی کے سرے پر صرف ایک شخص مجدد ہوگا۔ مناسب معلوم نہیں ہوتا اور نہ تاریخ ہی اس کی تائید کرتی ہے۔ تاریخ ہر صدی میں متعدد لوگوں کے مجدد ہونے کی شاہد ہے۔ جہاں تک صرف ایک شخص کے مجدد ہونے کا تصور ہے وہ ہمیں حضرت عمر بن عبدالعزیز تک محدود نظر آتا ہے تاریخ میں صرف انہی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے پورے عالمِ اسلام میں تجدیدِ دین کا فرض انجام دیا، لیکن ان کو یہ اختصاص صرف اِس وجہ سے حاصل ہوسکا کہ وہ اپنے زمانے کے پورے عالم اسلام کے سربراہ تھے۔ آنجناب کے بعد ہمیں ایسا کوئی فرد نظر نہیں آتا جس نے تجدید دین کا کام اتنے وسیع پیمانے پر کیا ہو۔۔

یہاں ایک اہم سوال یہ بھی کیا جاسکتا ہے کہ دین میں بگاڑ آتا کس طرح ہے؟ کیوں کہ جب تک بگاڑ کے سبب کا ادراک نہ ہو، تجدید دین کا کام کیا ہی نہیں جاسکتا۔ بگاڑ کے مختلف عوامل ہوسکتے ہیں لیکن ایک حدیث کی روشنی میں، میں ''غلو'' کو اس کا بنیادی سبب سمجھتا ہوں، امام بصاص کے قول کے مطابق ''تجاوز عن حد الحق'' کا نام غلو ہے۔ غلو کی ابتدائی شکل بڑی معمولی اور غیر اہم ہوتی ہے، اس لیے اس کو ابتداء محسوس کرنا مشکل ہوتا ہے لیکن جب وہ بڑھ کر نمایاں ہوتا ہے تب سب ہی اس کا ادراک کر لیتے ہیں اور وہ بالآخر قوم اور امت کو تباہ کر کے رکھ دیتا ہے۔ اِس کو سمجھنے کے لیے میں ایک واقعہ کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔۔

حج کے موقع پر رسول اکرم ﷺ نے جب رمی جمار کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے فرمایا: میرے لیے کنکریاں چن لاؤ۔ حضرت ابن عباسؓ نے حکم کی تعمیل کی اور کنکریاں چن لائے جو چھوٹی چھوٹی تھیں۔ حضور ﷺ نے ان کنکریوں کو دیکھ کر بہت پسند فرمایا، اور فرمایا: بمثلھن ہاں ایسی ہی، بمثلھن ہاں ایسی ہی۔ غالبًا اس وقت بھی لوگ رمی جمار کے لیے بڑے بڑے کنکر یا پتھر استعمال کرتے ہوں گے حالانکہ رمی جمار کا مقصد صرف شیطان سے نفرت کا اظہار ہے جو چھوٹی کنکریوں سے بھی پورا ہوجاتا ہے، اُن کی جگہ بڑے کنکر یا پتھر استعمال کرنا غلو تھا۔ اِس پسندیدگی کے بعد رسول اکرم ﷺ

نے ارشادفرمایا:

ایاکم والغلو فی الدین فانما هلك من قبلكم بالغلوفی دینهم

دیکھو دین میں غلو سے بچو، کیوں کہ تم سے پہلے کے لوگ اپنے دین میں غلو ہی کی وجہ سے تباہ و برباد ہوئے ہیں ۔تاریخ حضورؐ کے ارشاد پر مہرِ تصدیق ثبت کرتی ہے ۔اسی غلو کی وجہ سے امت میں تفرقہ پیدا ہوا اور جمعیتِ اسلامی پارہ پارہ ہوکر رہ گئی حالانکہ قرآن نے بار بار اس امت کو تفریق و افتراق سے بچنے اور جمعیت پر ثابت قدم رہنے کی تاکید کی ہے ۔لیکن رسول اکرم ﷺ کے علم میں یہ بات تھی کہ یہ امت فرقہ بندی کا شکار ہوکر رہے گی ۔اُس وقت کے لیے آپؐ نے ایک مبنی برحق سوادِاعظم کی نشاندہی فرمادی اور **ماانا علیہ و اصحابی** فرما کر اس کی شناخت بھی بتادی ۔اِس ارشاد کی روشنی میں اس سوادِاعظم نے اپنا نام **اهل السنةِ و الجماعة** رکھا اور پندرہ سوسال سے یہ راست روگروہ سنت رسولؐ اور طریقہ صحابہ پر قائم چلا آرہا ہے لیکن بڑے دکھ اور افسوس کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ بہت چھوٹے چھوٹے مسائل میں اختلاف کر کے یہ سوادِاعظم بھی غلو کا شکار ہوگیا ۔کچھ لوگوں نے مباحات میں غلو کر کے انہیں فرائض و واجبات کے درجہ تک پہنچادیا تو ان کی مخالفت کرنے والے بھی ان سے پیچھے نہ رہے، وہ بھی ہر مباح کو بدعت کے کٹھرے میں لے آئے ۔نتیجہ یہ ہوا کہ ایک گروہ ایک انتہا کی طرف نکل گیا اور دوسرا دوسری انتہا کی طرف چل پڑا ۔پھر یہ دونوں گروہ ایک دوسرے کے اتنے مدّ مقابلہ ہوئے کہ ایک دوسرے پر بدعت کے ٹھپے لگانے لگے ۔ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کردیا ۔اپنی مسجدیں الگ کرلیں ۔ایک دوسرے کے جنازے میں تک شریک ہونا انہیں منظور نہ رہا ۔ایک دوسرے کی تعزیت تک کرنے کے لیے ان کے منہ میں گھنگیاں بھر جاتی ہیں ۔اس منزل میں ہم دیکھتے ہیں حضرت شیخ الاسلام کا تجدیدی کام سامنے آتا ہے اور وہ ہے ......اعتدال ......اسلام نے اعتدال کو بے انتہاء پسند کیا ہے ۔خدا اور رسولؐ نے اعتدال کی تلقین کی ہے ۔**خیر الامور اوسطها** کا سبق پڑھایا ہے ۔اس امت کو اللہ تعالیٰ نے امت وسط فرمایا یہ وسطیت ہی اس امت کا طرۂ امتیاز ہے ۔شیخ الاسلام اسلام کی اسی تعلیم کے پیش نظر علی منہاج السلف، **ماانا علیه و اصحابی** کے جادہ مستقیم پر قائم رہ کر اتحادِ امت کے نقیب بن گئے ۔اور راہ اعتدال کی تبلیغ کے لیے آپ نے ''جامعہ نظامیہ'' قائم فرمایا، اور جنوبی ہند کی اس عظیم درس گاہ میں دونوں مکاتب فکر کے معتدل مزاج اور متوازن فکر رکھنے والے اساتذہ کا تقرر فرمایا ۔حضرت شیخ الاسلام کے اسی اعتدال کی بازگشت پورے دکن میں سنی جاسکتی ہے ۔سرزمینِ دکن کا ہر جلسہ اس کی شہادت دیتا ہے ہر مسلک کے لوگ ان جلسوں میں ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھتے ہیں، ایک دوسرے کا احترام کرتے ہیں، ایک دوسرے کے جذبات واحساسات کا خیال رکھتے ہیں ۔اُن کی زبانوں سے ایک لفظ بھی ایسا نہیں نکلتا جس سے دوسرے کی دل آزادی ہو ۔اتحاد اور رواداری کی یہ فضا حضرت شیخ الاسلام ہی کی پیدا کی ہوئی ہے ۔

آج اہل السنۃ والجماعۃ کے دونوں دھڑوں کو وسیع القلبی اور وسیع النظری کے ساتھ اپنے رویوں کا از سرنو جائزہ لینے کی ضرورت ہے تاکہ امت کی جمعیت برقرار رہے۔

عزیزانِ محترم! مجھ ناکارہ کو قرآن کا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں تین عقیدوں پر زور دیا ہے۔عقیدۂ توحید۔عقیدۂ رسالت اور عقیدۂ آخرت حالانکہ عقائد اور بھی ہیں اِسی طرح اُس نے احکام میں بھی تین احکام پر زور دیا ہے اور انہیں بار بار دہرایا ہے۔

اور یہ احکام ہیں نماز، زکواۃ اور جمعیت، ان عقائد واحکام کو بار باراس لیے دہرایا گیا ہے تاکہ یہ اچھی طرح ذہن نشین ہوجائیں پھران ہی عقائد واحکام کی تائید میں عبرت وموعظمت کے لیے موقع کی مناسبت سے قصص لائے جاتے ہیں۔

یہ جمعیت ہی ہے جس سے امت برقرار رہتی ہے۔ یہ نہ ہوتو امت فرقوں میں بٹ کر پارہ پارہ ہوجاتی ہے۔قرآن کہتا ہے:

واعتصموا بحبل الله جميعاً ولاتفرقوا

اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو، سب مل کر، فرداً فرداً نہیں، زور جمیعاً پر ہے۔نماز اور زکواۃ پر بھی زور اسی لیے ہے کہ یہ دونوں چیزیں بھی جمعیت ہی کو مستحکم کرتی ہیں۔ پھر قرآن کہتا ہے:

وَلاَ تَكُونُواْ كَالَّذِينَ تَفَرَّقُواْ وَاخْتَلَفُواْ مِن بَعْدِ مَا جَاءهُمُ الْبَيِّنَاتُ

(آل عمران 105:3) تم ان لوگوں کی طرح نہ ہوجانا جو فرقہ فرقہ بن گئے اور واضح احکام آجانے کے بعد بھی اختلاف کر بیٹھے۔ راہ اعتدال سے ہٹ کر جمعیت کبھی سالم نہیں رہ سکتی۔اعتدال سے روگردانی کا نتیجہ تفریقِ امت کی شکل میں سامنے آتا ہے۔حضرت شیخ الاسلام کی تحریروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اِس نکتہ سے خوب واقف تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ شیخ الاسلام کا تجدیدی کام بنیادی طور پر قیامِ اعتدال ہی تھا اور یہی اعتدال جامعہ نظامیہ کا اختصاص اور طرۂ امتیاز رہا ہے۔اہل سنت کے اختلافات کے درمیان یہی اعتدال جامعہ نظامیہ کی شناخت ہے۔امت کی شیرازہ بندی اسی اعتدال سے ممکن ہے۔اس کے بغیر یہ امت پارہ پارہ ہوجائے گی۔الہامی شاعر علامہ اقبال نے آیت اعتصام کی نہایت عمدہ ترجمانی کی ہے۔

فرماتے ہیں:

دامنِ دیں ہاتھ سے چھوٹا تو جمعیت کہاں
اور جمعیت ہوئی رخصت تو ملت بھی گئی

بارگاہ رب العزت میں دست بہ دعا ہوں:

اللهم ارنا الحق حقا دار زقنا اتباعده و ارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه ۔ آمين

حضرت شیخ الاسلام کے تجدیدی کام ''اعتدال واتحاد'' کے نقیبوں کو میں اپنا عاجزانہ سلام پیش کرتا ہوں۔۔

’’حضرت شیخ الاسلام کے قائم کردہ تعلیمی و تحقیقی ادارے‘‘

ڈاکٹر پروفیسر محمد عبدالحمید اکبر صاحب
صدر شعبۂ اُردو و فارسی گلبرگہ یونی ورسٹی گلبرگہ

نحمدہ و نُصَلِّی و نُسَلِّم علی رسولہ الکریم ۔ اما بعد ، فقد قال اللہ تعالی فی کتابہ القدیم ’’یَرْفَعِ اللہُ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات‘‘ (سورہ مجادلہ آیت ۱۱) حضرت شیخ الاسلام کا نام نامی اسم گرامی محمد انوار اللہ ہے۔ سلسلہ نسب حضرت فاروقِ اعظم سے ملتا ہے۔ اس لئے فاروقی کہلاتے ہیں۔ ’’عارف باللہ‘‘ حضرت شیخ الاسلام کے پیر و مرشد اعلیحضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ کا عنایت کردہ لقب ہے۔ ’’فضیلت جنگ‘‘ اور ’’خان بہادر‘‘ حکومتِ آصفیہ کے تاجداروں کے دیے ہوئے خطابات ہیں۔ ’’بانی جامعہ نظامیہ‘‘ زبان زد خاص و عام ہے۔ ’’شیخ الاسلام‘‘ کا لقب ہر زمانے میں دین کے سب سے بڑے پیشوا کے لئے استعمال ہوتا رہا ہے۔ حضرت مولانا حافظ شاہ محمد انوار اللہ فاروقی کے لئے ’’شیخ الاسلام‘‘ کے لقب کا ذکر غالباً سب سے پہلے انہی کے ایک ہمعصر عالم دین مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی نے اپنی کتاب ’’انوار العاشقین‘‘ میں کیا ہے۔ چنانچہ مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی رقم طراز ہیں:

’’غرض وجود باجود شیخ اسلامِ وقت ، حضرت مولوی حافظ محمد انوار اللہ صاحب عم فیضہ کا مسلمانوں کے حق میں یعنی ابرِ باراں کا کام دے رہا ہے کہ دور و نزدیک سب ان کے فیض سے سیراب ہو رہے ہیں۔‘‘

تعلیم کی اہمیت و افادیت کے سلسلے میں حضرت شیخ الاسلام اپنی کتاب ’’انوار التمجید فی ادلۃ التوحید‘‘ کے ابتداء ہی میں لکھتے ہیں:

پوشیدہ نیست کہ فضیلت و کمال انسان از علم است‘‘ یعنی علم ہی سے انسان کو فضیلت و کمال حاصل ہوتا ہے۔ علم ہی ایک ایسا واحد ذریعہ ہے جس کے توسط سے انسان کو دینی اور دنیوی ترقی و سربلندی حاصل ہوتی ہے۔ تعلیم حاصل کرنے کی فضیلت میں حضرت شیخ الاسلام نے ایک حدیث بھی نقل فرمائی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ: اللہ رب العزت کے نزدیک علم کا طلب کرنا نماز، روزہ، حج اور جہاد فی سبیل اللہ سے بھی افضل ہے۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلی مجموعہ کَنْزُ الْعُمَّال میں ہے کہ ’’العلم افضل من العبادۃ ‘‘ یعنی علم عبادت سے افضل ہے۔ الغرض علم ایک ایسا سرمایہ ہے جو تمام ضروریات کی تکمیل کا

ضامن ہے۔

دنیا کی کوئی بھی قوم اس وقت تک تہذیب یافتہ نہیں کہلائی جاسکتی جب تک کہ اس قوم میں تعلیمی بیداری سے متعلق کوئی تحریک یا مہم موجود نہ ہو۔ تجربات اور تاریخ سے ثابت ہے کہ جب اخلاقیات کے علاوہ، عقائد وافکار بھی بگڑ جاتے ہیں تو معاشرے میں بدنظمی، بے حیائی، بے راہ روی اور بے جہتی کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ جس کے نتیجے میں قومیں اپنی شناخت کھو دیتی ہیں۔ زندہ قومیں اپنے تشخص کو ہر زمانے میں تعلیم وتعلم کے ذریعے باقی و برقرار رکھنے کی کوشش کرتی ہیں۔ جس کی اصلاح کے لئے ضروری ہے کہ عقائدِ صحیحہ اور اخلاقِ حمیدہ کی تعلیم وتربیت عام کی جائے۔ اچھے اخلاق اور بلندیِ کردار، علم کی پائداری اور تعلیمی بیداری کے بغیر ناممکن ہے۔ صحت مند معاشرے کی تشکیل کے لئے نظام تعلیم کو درست اور بیدار رکھنا نہایت ضروری ہے۔

حضرت شیخ الاسلام کے دور طالب علمی میں دیگر بہت سے تعلیمی ادارے چل رہے تھے، لیکن ان میں میر تراب علی خان سالار جنگ اول مختار الملک کا قائم کردہ مدرسہ بنام ''دارالعلوم'' کی کافی شہرت تھی، حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلی اسی دارالعلوم میں تدریس وصدارت پر فائز کئے گئے تھے۔ اس دارالعلوم کے اخراجات کی پابجائی کے لئے حکومت سے معقول رقم بھی منظور کی گئی تھی۔ یہ تاریخِ دکن کے عصر جدید میں تعلیم کا سب سے پہلا مدرسہ تھا جو بعد میں کافی ترقی کرتا گیا۔ چنانچہ اس دارالعلوم سے کئی ایک دانشور، مایہ ناز شخصیتیں فارغ التحصیل ہوکر علمی دنیا میں معروف ہوئیں۔ جن میں ملا عبدالقیوم، مولانا عبدالقدیر صدیقی حسرت اور ڈاکٹر محی الدین قادری زور قابل ذکر ہیں۔ اس دارالعلوم کے قیام کے کوئی پانچ سال بعد مملکت آصفیہ کے ہر تعلقے میں دو دو مدرسے ایک فارسی اور دوسرا ملکی زبان میں قائم کیا گیا۔ ۱۸۶۷ء میں جبکہ حضرت شیخ الاسلام کی عمر بابرکت ۱۹ سال تھی، تعلیمات کا ایک جداگانہ ڈپارٹمنٹ صدر المہام کے تحت قائم کیا گیا، اور اس کے صدر مولوی عنایت الرحمٰن جیسی متدین شخصیت تھی۔ سرسید کی طرح نواب مختار الملک سالار جنگ اول بھی جدید مغربی تعلیم کو ضروری سمجھتے تھے، چنانچہ کئی ایک انگریزی مدرسے قائم کئے گئے، چادرگھاٹ میں صدر مدرسہ انگریزی قائم کیا گیا۔ ایک اور مدرسہ ''مدرسہ عالیہ'' کے نام سے قائم کیا گیا جہاں امراء کے فرزندوں کی اعلی تعلیم وتربیت کی جاتی تھی۔ اس مدرسے میں مختار الملک کے دونوں فرزندوں اور بہت سے امراء نے تعلیم حاصل کی۔ اس کے علاوہ مدرسہ طبابت، مدرسہ تعمیرات بھی قائم کیا گیا۔ ایک ورک شاپ کی بنا بھی ڈالی گئی تاکہ یورپ جیسی صنعت کا نمونہ دکن میں بھی میسر ہو جائے۔ اس قدر تعلیمی ادارے مختلف شعبوں کے لحاظ سے حضرت شیخ الاسلام کے دور شباب تک رواں دواں تھے۔ لیکن کردار سازی، دینداری کے علاوہ فراست مؤمنانہ پیدا کرنے والے مدرسوں کا پھر بھی فقدان ہی رہا۔ حضرت شیخ الاسلام کے یہاں اخلاق کا رشتہ دین کے ساتھ جڑا ہوا تھا۔ جبکہ یورپ کے تربیتی نظام میں اخلاق کا رشتہ علم سے جڑا ہوا ہوتا ہے۔ س لئے خاطر خواہ کامیابی انہیں

نہیں مِل سکی ۔ جبھی تو علامہ اقبال نے کہا تھا کہ :

آہ یورپ زیں مقام آگاہ نیست
چشم او '' ینظر بنور اللہ '' نیست

حضرت شیخ الاسلام اپنے دورِ شباب میں پہنچ کر علاقہ دکن میں مذکورہ تمام تعلیمی اداروں کے پھیلاؤ اور ان کے کام کی نوعیت کا مشاہدہ کر رہے تھے کہ ۶ ذی الحجہ ۱۲۹۲ھ کو مولوی زمان خان، مہدوی فرقہ کے ہاتھوں شہید کر دیے گئے ۔ ان کی شہادت کے صرف ۱۲ دن بعد ہی مدرسہ نظامیہ کے قیام سے متعلق ۱۹ ر ذی الحجہ ۱۲۹۲ھ علمائے حیدرآباد کی ایک میٹنگ ہوئی اور مولوی مظفر الدین معلّی کے مکان منعقدہ میٹنگ میں تمام جید علماء نے باتفاق آراء حضرت شیخ الاسلام ہی کو اس مدرسہ کی صدارت کے لئے منتخب کرلیا۔ حضرت شیخ الاسلام نے چونکہ محض حصول رضائے الٰہی کی خاطر تعلیم حاصل فرمائی تھی اس لئے آپ کا علم علم نافع کا درجہ پا گیا تھا۔

اصلاح مسلمین کے سلسلے میں نہ صرف ریاستی سطح پر بلکہ ملکی سطح پر بھی دینی تعلیم کی اشاعت میں آپ ہمیشہ متفکر و متحرک رہے ۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہر مسلمان مرد و زن پر علم دین حاصل کرنا واجب ہے ۔ مگر عام طور پر مسلمان اس سے غافل اور بے خبر جیسے تھے ۔ حضرت شیخ الاسلام نے ان کو علم دین کی طرف متوجہ کرنے کے لئے واعظین مقرر فرما دیے۔ اہل خدمات شرعیہ کے تعلیم یافتہ افراد کو اپنے اپنے حلقہ اثر میں تعلیمی بیداری پیدا کرنے کی تلقین فرمائی اور متعدد مدارس بھی قائم کروائے ۔ سارے ملک میں اس قسم کے جو مدرسے تھے ان کی فہرست طلب فرما کر ان کی نوعیتِ کار کے لحاظ سے حکومت سے رقمی امداد جاری کروائی اور سرکاری مدارس میں دینی تعلیم کے حصول کو لازمی قرار دیا۔

حضرت شیخ الاسلام نے ساری عمر خدمت دین اور اشاعت دین میں گزاری۔ مولانا محمود احمد قادری کے بقول مولانا انواراللہ فاروقی کی ساری زندگی عبادت و ریاضت سے پُر نور تھی ۔ درس و تدریس اور دعوت و تبلیغ کی طرف خاص توجہ تھی۔ چنانچہ اس مقصد کے حصول کے لئے مولانا نے چند اہم ضروری ، دینی ، علمی ، تحقیقی و اشاعتی اداروں کے قیام کی تحریک فرمائی، اور بعض اداروں کے قیام کے لئے موثر اقدامات بھی کئے ۔ جن میں قابل ذکر (۱) جامعہ نظامیہ (۲) دائرۃ المعارف (۳) کتب خانہ آصفیہ (۴) مدرسہ معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف (۵) اشاعت العلوم وغیرہ ہیں جو حضرت شیخ الاسلام کی تعلیمی بیداری کی تا حال سچی نمائندگی کر رہے ہیں۔

جامعہ نظامیہ کا قیام:

حضرت شیخ الاسلام یہ چاہتے تھے کہ ملک میں نظم و ضبط باقی رہے ۔ مشہور عربی مقولہ '' **الناس علی دین ملوکھم** '' یعنی لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں کے تحت شاہانِ وقت کی تعلیم و تربیت کے لئے اللہ رب العزت نے حضرت شیخ

الاسلام مولانا شاہ محمد انوار اللہ فاروقی رحمہ اللہ تعالی کا انتخاب فرمایا۔ چنانچہ اعلحضرت غفران مکان میر محبوب علی خان چھ سال، اعلحضرت میر عثمان علی خان ۲۲ سال، پھر ان کے دونوں شہزادے اعظم جاہ اور معظم جاہ تین چار سال تک حضرت شیخ الاسلام کی تربیت میں رہ کر اکتساب علوم کرتے رہے۔ پھر عوام کی اصلاح کے لئے حضرت شیخ الاسلام نے ملک کے طول وعرض میں کئی مدارس قائم کئے۔ ان مدارس علمیہ میں جامعہ نظامیہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ جامعہ نظامیہ وہ تعلیمی ادارہ ہے جہاں سے اب تک کوئی دیڑھ لاکھ سے زیادہ افراد ملت عالم و فاضل بن کر نکلے۔ تفقہ فی الدین اور دیگر ضروری علوم میں مہارت حاصل کر کے وہ دنیا کے مختلف حصوں میں دینی خدمات انجام دیتے آرہے ہیں اور آج بھی یہ مبارک سلسلہ بحمد اللہ جاری ہے۔ ذالک ھوالفضل الکبیر۔

جامعہ نظامیہ کا قیام مولانا انوار اللہ فاروقی نے دینی مقاصد کی تکمیل کے لئے ہی فرمایا۔ مولانا قطب الدین انصاری کا خیال درست معلوم ہوتا ہے۔ موصوف لکھتے ہیں کہ: ’’حیدرآباد میں عمومی تعلیم کے فقدان، وسعت نظری کی کمی، اختلافات مذہبی کو عروج ملتا جارہاہے۔‘‘ اس کے علاوہ ۶ رذی الحجہ ۱۲۹۲ھ کو حیدرآباد میں مشہور عالم دین حضرت مولانا زمان خان صاحب کو مسجد ہی میں شہید کردیا گیا تھا۔ اس طرح مذاہب باطلہ کا غلبہ محسوس کیا جارہا تھا۔ حضرت شیخ الاسلام کے اندر حرارت ایمانی، تبحر علمی کے ساتھ ساتھ تعلیمی و تدریسی جذبے میں ان کی سرشاری دیکھ کر ہی تمام علماء نے مدرسہ کی صدارت حضرت شیخ الاسلام ہی کے تفویض کردی۔

جامعہ نظامیہ کا نظام تعلیم چار مرحلوں پر مشتمل ہے۔ جس کی تکمیل کے لئے سترہ (۱۷) سال کا عرصہ درکار ہے۔ نصاب میں تحتانیہ اور وسطانیہ چار چار سال، کلیاتی سات سال، اور مولوی کامل دو سال، درس نظامی کا یہ معیاری نصاب جملہ علوم متداولہ کی تقریباً ۱۰۰ کتابوں پر مشتمل ہے۔

دینی درس گاہیں ہندو بیرون ہند ۲۵۶ جامعہ نظامیہ کے ساتھ ملحق ہیں۔ جامعہ نظامیہ جن کی مالی امداد بھی کرتا ہے۔ اس عظیم دینی درس گاہ نے بے شمار علماء، سیاست داں، مدبر، شعراء، وادباء کے علاوہ اساتذہ اور ماہرین قانون بھی پیدا کئے ہیں جو اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق مختلف تعلیمی و رفاہی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ان میں بعض اہم ترین شخصیات کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر ضیاء الدین اے دیسائی رقم طراز ہیں:

The Jamia has produced eminint scholars, theologians, teachers and administarators who have made their mark in different spheres of life as well as in the academic field. Prominent among its alumni apart from the members of the erstwhile royal family of the Nizams including its rulers are Moulana abdul Basit, the pioneer of the independence movement on esstwhile hyderabad state , moulana

nizamuddin the khateeb of makkah Masjid, Hyderabad, Professor Dr. Abdul Haq, Professor Abdul Majid Siddiqi, Dr. M. Hamidullah the celebated jurist and scholar of international renown, Dr. M Nizamuddin, the celebrated persain scholar of international fame, Moulana Shaikhan Ahmed Shattari, Hakeeem Mahmood Samdani, Hakeem Abdul Fida Mahmood Ahmed and Moulana Abul wafa Qandhari Afghani the living spirit until very recently, behind the Majlis Ihyaul - maarifin-Nomaniyah.

ترجمہ: جامعہ نظامیہ (حیدرآباد) نے ممتاز علمائے دین، معلمین اور انتظامیہ کے ماہرین پیدا کئے ہیں۔ جنہوں نے زندگی کے مختلف شعبوں کے ساتھ ساتھ تعلیمی میدان میں بھی اعلی مقام حاصل کیا۔ جامعہ نظامیہ کے فارغ التحصیل افراد میں نہ صرف آصفی خاندان کے سابق حکمران وارکان شامل رہے ہیں بلکہ دیگر مشاہیر میں مولانا عبدالباسط (سابق ریاست حیدرآباد میں تحریک آزادی کے اولین رہنما) مولانا منیر الدین (خطیب مکہ مسجد حیدرآباد) پروفیسر ڈاکٹر عبدالحق، پروفیسر عبدالمجید صدیقی، ڈاکٹر محمد حمید اللہ (بین الاقوامی شہرت یافتہ فاضل و ماہر قانون) ڈاکٹر محمد نظام الدین (عالمی شہرت کے حامل فارسی عالم) مولانا شیخن احمد شطاری، حکیم محمود صمدانی، حکیم ابوالفداء محمود احمد اور مولانا ابوالوفاء قندھاری افغانی (مجلس احیاء المعارف النعمانیہ کے روح رواں) اہم مقام رکھتے ہیں۔

درسِ نظامی کی افادیت واہمیت پر حضرت شیخ الاسلام اپنی کتاب ''مقاصدالاسلام'' کے حصہ چہارم میں فرماتے ہیں کہ:

''اس نصاب میں ایک عمدہ فائدہ یہ ہے کہ ملکہ جامعیتِ علمی حاصل ہو جاتا ہے جبکہ دوسری ولایتوں میں طلباء کو جامعیت بہت کم حاصل ہوتی ہے۔''

الغرض، جامعہ نظامیہ مقبول بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ حضرت مولانا شرف الدین رودولوی نے خواب میں دیکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جامعہ کی اسناد طلب فرما کران پر اپنی مہر دستخط ثبت فرما رہے ہیں۔ یہ بشارت عظمٰی نظامیہ کے تمام حقیقی وابستگان کے لئے ہے کہ ان کی سعی بارگاہ رحمۃ للعالمین میں شرف قبولیت پا گئی۔

جامعہ نظامیہ کے معیار تعلیم سے متعلق انگریز مشیر تعلیمات مسٹر میتھو نے ۱۳۲۱ھ میں مدرسہ کا معائنہ کیا اور رپورٹ میں لکھا کہ: یہ نہایت دلچسپ مدرسہ مولوی انوار اللہ صاحب اور ایک مجلس کے زیر اہتمام وانتظام ہے۔ قاہرہ کی جامعہ ازہر کے نمونے پر اس مدرسے میں اسلامی علوم کی تمام اہم شاخوں میں تعلیم ہوتی ہے۔

جامعہ اور بانی جامعہ کی عظمتوں کا اعتراف کرتے ہوئے ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ: جامعہ نظامیہ حیدرآباد ایک نہایت قدیم اور قابل تعظیم ادارہ ہے۔ جامعہ عثمانیہ کے علاوہ حیدرآباد میں ایک بالکلیہ مشرقی ادارہ کی بھی سخت ضرورت تھی اور ہے جو سرزمین دکن کا جامعہ ازہر ثابت ہوا۔''

جامعہ نظامیہ کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے مولانا ابو الحسن علی ندوی اپنی کتاب کے انگریزی ایڈیشن Muslimin India میں رقم طراز ہیں:

In the South where considerable religious awareness and interst for religious education are noticed among the Muslims, there are functioning a large number of Arabic madrasas More prominent among these Madrasas is the Madrasa - e -Nizamia of Hyderabad.

ترجمہ: جنوبی ہند کے مسلمانوں میں مذہبی بیداری اور مذہبی تعلیم سے متعلق دلچسپی لائق توجہ ہے۔ یہاں کئی عربی مدارس اپنا اہم رول ادا کررہے ہیں ان مدرسوں میں جامعہ نظامیہ حیدرآباد نمایاں حیثیت کا حامل ہے۔

ڈاکٹر ضیاء الدین اے دیسائی نے جنوبی ہند کے اسلامی، دینی اداروں کی فہرست میں جامعہ نظامیہ حیدرآباد کو سرفہرست رکھا ہے اور دور حاضر میں مدرسہ نظامیہ کی اہمیت بتلاتے ہوئے یوں لکھتے ہیں کہ:

This Madrasa is the principal Center of Islamic learning in Hyderabad in the present times.

ترجمہ: دورِ حاضر میں مدرسہ نظامیہ حیدرآباد میں اسلامی تعلیم کا ایک اہم مرکز ہے۔

حضرت شیخ الاسلام کی مذکورہ مساعی جمیلہ کے اثرات نہ صرف حیدرآباد بلکہ پورے عالم میں بکھرے نظر آرہے ہیں۔ کیا دیارِ ہند، کیا پاکستان اور کیا شکاگو و پیرس اور سعودی عرب جامعہ نظامیہ کے فارغین نمایاں اور مخلصانہ دینی خدمات میں مصروف ہیں جن کے بنیادی محرکات میں حضرت شیخ الاسلام کی تعلیمی بیداری مہم بھی شامل ہے۔ علم وحکمت کا یہ لہلہاتا ہوا چمن حضرت شیخ الاسلام کے خونِ جگر کا نتیجہ ہے۔ اور آج عالم اسلام کا ایک عظیم قلعہ، اہل اسلام کی تقدیر بن کر فرخندہ بنیاد حیدرآباد کی سرزمین پر کھڑا ہے۔ فرزندان نظامیہ کے کارنامے بحر وبر کی وسعتوں میں پھیل چکے ہیں۔

حضرت شیخ الاسلام مسلمانوں کے مختلف طبقات میں علمی بیداری عام کرنا چاہتے تھے۔ بالخصوص اہل خدمات شرعیہ جیسے مفتی، قاضی، محتسب اور سجادہ نشین، ائمہ وغیرھم کے گھرانے سے کم از کم ایک لڑکے کو نظامیہ میں شریک کرکے دینی تعلیم سے آراستہ کرنا چاہتے تھے۔ آپ کی یہ کوشش بھی کامیاب ہوئی، چنانچہ آج دکن میں جو کچھ دینی مزاج اور اسلامی ماحول نظر آرہا ہے اس کی بنیاد کہیں نہ کہیں حضرت شیخ الاسلام کی تعلیمی تربیتی اور ترغیبی کوششوں پر ہے۔

الحمد للہ، جامعہ نظامیہ کے فیوض و برکات اب براعظم امریکہ بھی پہونچ چکے ہیں۔ مولانا سید جعفر محی الدین اور مولانا ڈاکٹر حمید اللہ صاحب جنہیں نظامیہ ہی سے تعلیمی بیداری کی تحریک ملی ہے۔ اپنے وصال تک وہ شکاگو اور پیرس میں مقیم رہے۔ اسی طرح پاکستان میں مولانا سید عطاء اللہ حسینی صاحب، نظامیہ ہی سے فارغ التحصیل ہیں پاکستان میں علمی و دینی خدمات

انجام دے رہے ہیں۔ ان کے علاوہ بعض فاضلین جامعہ خلیجی ممالک میں استحکام معاش کے ساتھ ساتھ مختلف دینی وعلمی خدمات میں لگے ہوئے ہیں جہاں مولانا مفتی خلیل احمد صاحب شیخ الجامعہ، مولانا محمد خواجہ شریف صاحب شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ اور دیگر شیوخ وفضلائے جامعہ کے دینی پروگرام کے تحت وقتاً فوقتاً دورے ہوتے رہتے ہیں۔ جامعہ نظامیہ کو ایسی فعال اور متحرک شخصیتیں ملتی رہی ہیں جو ہر وقت جامعہ نظامیہ کے اغراض ومقاصد کے پیش نظر اسے ترقی کی راہ پر پہنچانے کے لئے متفکر رہتی ہیں۔

الغرض، جامعہ نظامیہ ایک ادارہ ہی نہیں بلکہ ایک زبردست تعلیمی تحریک بھی ہے۔ یہ حضرت شیخ الاسلام کی برپا کی ہوئی تعلیمی بیداری تحریک کی گویا بازگشت ہی ہے کہ ۱۴۴ سال گزر جانے کے بعد بھی حضرت کی تربیت کردہ اور حضرت ہی کی فیض یافتہ نئی نسل کے ہاتھوں میں تعلیمی بیداری سال سارے ملک میں منایا جارہا ہے۔

دائرۃ المعارف کا قیام:

شیخ الاسلام مولانا انوار اللہ فاروقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قیام مدینہ منورہ کے دوران حدیث اور فقہ کے نایاب قلمی نسخے جیسے کنز العمال ۹ جلدوں میں، جامع مسانید امام اعظم اور دیگر اہم کتابیں نقل کروائی تھیں، جس کے لئے مولانا نے کثیر رقم صرف فرمائی تھی۔ حیدرآباد واپسی کے بعد ان نوادرات علمیہ کی طباعت کے سلسلہ میں ملا عبدالقیوم رحمہ اللہ سے مشورہ فرمایا اور ملا صاحب کے تعاون واشتراک سے ۱۳۰۸ھ میں ایک مطبع ''دائرۃ المعارف العثمانیہ'' کے نام سے قائم فرمایا، چنانچہ اس مطبع سے شائع ہونے والی پہلی کتاب کنز العمال ہے۔ حدیث نبوی کا یہ شاندار مجموعہ پہلی بار اہل علم کے طبقے میں اسی ادارہ کے ذریعہ متعارف ہوا۔

''دائرۃ المعارف'' کا دائرہ وسیع کرنے کے لئے حضرت شیخ الاسلام نے شاہ دکن، اعلحضرت غفران مکان میر محبوب علی خان کو متوجہ کیا۔ جس کے نتیجے میں شاہ موصوف نے یکمشت پانچ لاکھ روپے کی خطیر رقم عنایت کی۔ اس طرح حدیث نبوی، رجال، تاریخ، ادب، سائنس وغیرہ مختلف علوم وفنون کی سینکڑوں اہم کتابیں تحقیق وترتیب کے بعد اس ادارہ سے شائع ہوئیں۔

''دائرۃ المعارف'' کی قابل قدر خدمات سے متعلق ڈاکٹر ضیاء الدین اے دیسائی اپنی انگریزی کتاب Centers of Islamic Learning in India لکھتے ہیں کہ دائرہ نے وہ وہ کارنامے انجام دیے ہیں کہ جس کی بناء پر ہمارے ملک ہندوستان کا نام دنیا کے جغرافیہ میں نمایاں ہوا اور مصری فاضل علامہ سید رشید رضا جیسی روشن خیال علمی شخصیت بھی جسے دیکھ کر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ انگریزی اقتباس ملاحظہ ہو:

It is no exaggeration to say that Daira is the only institution of its kind in India, which has placed before the world franternity of Islamic and Oriental scholars

richer and more original material through its monumental publication and has not only rendered great service to the cause of humanity and promoted cultural unity amongst kindered nations. but also placed India on the world map of foremost publishers of Arabic classics of Islamic and seientific subfects. The celebrated Egyptian savant and Editor of Al - Manar, Sayyid Rashid Riza, was immeensly impressed by the work done by the Daira, through which according to him, India had put the entire Islamic world under its obligation by available in print rafre standard works on Islamic subjects, particularly Tradition and Biography.

ترجمہ: بلا مبالغہ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ'' دائرۃ المعارف حیدرآباد'' ہندوستان میں اپنی نوعیت کا وہ واحد ادارہ ہے جس نے اپنے تاریخی و یادگار مطبوعات کے ذریعے اسلامی اور مشرقی علوم کے عالمی ماہرین کے سامنے بیش قیمت اورطبع زاد مواد پیش کیا ہے۔اس ادارے نے نہ صرف یہ کہ انسانیت کی خدمت کی ہے بلکہ ہم مذاق اقوام کے مابین ثقافتی وحدت کو بھی فروغ دیا ہے۔ اس طرح ہندوستان کو اسلامی اور سائنسی مضامین پر عربی ادب کی مطبوعات پیش کرنے والے اہم ملک کی حیثیت سے دنیا کے نقشے میں ایک اہم مقام عطاء کیا ہے۔ چنانچہ مصر کے نامور فاضل علامہ سید رشید رضا مدیر'' المنار'' بھی اس ادارے کے کارناموں سے بے حد متاثر ہوئے۔ بقول علامہ موصوف'' عالم اسلام ہندوستان کا مرہونِ منت ہے کہ اس نے دائرۃ المعارف کے ذریعے اسلامی موضوعات پر نادر اور معیاری مطبوعات پیش کیں جن میں حدیث اور رجال حدیث کے کام کو خصوصیت حاصل ہے۔''

کتب خانۂ آصفیہ کا قیام:

کتب خانہ آصفیہ کا شمار ہندوستان کے مشہور کتب خانوں میں ہوتا ہے۔کتب خانہ آصفیہ کے قیام کا اصل محرک بھی ایک واقعہ ہے جس کو حضرت مفتی محمد رکن الدین صاحب رحمہ اللہ تعالی نے یوں بیان کیا ہے کہ: فقہ حنفی کی مشہور کتاب'' محیط سرخسی'' کا ایک قلمی نسخہ مختلف ہاتھوں میں ہوتے ہوتے غائب ہوگیا۔حضرت شیخ الاسلام کو اس نادر نسخے کے تلف ہوجانے کا صدمہ ہوا، اور اسی وقت مولانا کے دل میں خیال آیا کہ حیدرآباد میں ایک ایسا کتب خانہ قائم ہوجانا چاہیے جس میں اس قسم کی علمی کتابیں فراہم کی جاسکیں۔اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ قدیم علمی ذخائر تلف ہونے سے محفوظ ہوجائینگے۔ چنانچہ مولانا نے اس کا ذکر ملا عبدالقیوم صاحب سے کیا اور مولانا کے ہم خیال ہوکر ملا صاحب نے نواب عماد الملک سید حسین بلگرامی سے بھی کہہ دیا۔ نتیجتاً ۱۳۰۸ھ میں حکومت کی جانب سے کتب خانہ آصفیہ کا قیام عمل میں آیا۔ ۱۳۰۸ھ کا سال حیدرآباد کی تاریخ میں یادگار رہے گا کہ یہاں حضرت شیخ الاسلام کی تحریک اور ملا عبدالقیوم وعماد الملک کے تعاون واشتراک سے ایسا عظیم الشان کتب خانہ

قائم ہوا جہاں عربی، فارسی، اردو کے علاوہ انگریزی، جرمن، فرنچ وغیرہ زبانوں میں کوئی دولاکھ سے زائد علمی وادبی کتب موجود ہیں۔ جو تحقیقی کام کرنے والوں کے لئے ایک اہم ذریعہ ہیں۔ جن میں سترہ ہزار سے زیادہ مخطوطات اور باقی مطبوعہ کتابیں ہیں۔ مخطوطات کا ذخیرہ زیادہ تر عربی، فارسی اردو اور دکنی میں ہے۔ حیدرآباد دکن کا یہ معیاری کتب خانہ جس کی مثال پورے بر صغیر میں کم ہی ملے گی۔ زوال حیدرآباد کے بعد ۱۹۶۰ء میں اس کا نام ''اسٹیٹ سنٹرل لائبریری'' رکھا گیا۔

دارالعلوم معینیہ عثمانیہ کا قیام:

دراصل درگاہ اجمیر شریف میں مدرسہ فخریہ، معینیہ، چشتیہ قائم تھا جسے مکتب کی حیثیت حاصل تھی جہاں ابتدائی درجات عربی فارسی کی تعلیم و تدریس مولانا عبدالمجید صاحب کے ذمہ تھی۔ مولانا محمود احمد رفاقتی کے بموجب ''حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ مولانا حافظ شاہ محمد انوار اللہ قدس سرہ کی جدو جہد سے صاحبزادگان درگاہِ معلٰی اور اُستاذ العصر مولانا محمد معین الدین اجمیری مدرسہ فخریہ اور مدرسہ معین الحق کے انضمام پر شہر یارِ دکن (نظامِ ہفتم میر عثمان علی خان صاحب) کی حاضری درگاہِ معلٰی کی یادگار اور ذخیرۂ آخرت کے پیش نظر دارالعلوم معینیہ عثمانیہ کے قیام پر راضی ہو گئے۔'' دارالعلوم معینیہ عثمانیہ کا افتتاحی اجلاس ۱۰ر ذی قعدہ ۱۳۳۰ھ مطابق نومبر ۱۹۱۳ء بروز سہ شنبہ بعد نماز عصر روبروئے بیگمی دالان آستانۂ غریب نواز نظام ہفتم کی تشریف آوری کی یاد میں منعقد ہوا تھا۔ اس اجلاس کے حاضرین میں حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد انوار اللہ مدّ فیوضہم، دیوان سید شرف الدین علی صاحب، میر نثار احمد صاحب، منشی سید زین العابدین صاحب، حافظ شبیر علی صاحب، مولوی زین الدین صاحب حیدرآباد جیسے کوئی بیس سے زائد مشاہیر علمائے کرام شامل ہیں۔ اس مدرسہ کے اولین صدر مدرس مولانا معین الدین اجمیری کی محنت اور طلباء کی تعداد کے پیشِ نظر حضرت شیخ الاسلام مولانا شاہ محمد انوار اللہ نے ماہانہ وظیفہ پانچ سو سے بڑھا کر ایک ہزار کر دیا اور مولانا اجمیری کی علمی صلاحیت کی قدردانی کرتے ہوئے اُن کا مشاہرہ دُگنا کر دیا۔

''سوانح رفاقتی'' کے صفحہ ۸۰ تا ۸۲ پر مولانا محمود احمد نے دارالعلوم کے بنیادی اُصول تحریر کئے ہیں جس کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے: بانی دارالعلوم معینیہ عثمانیہ شیخ الاسلام حضرت مولانا شاہ محمد انوار اللہ قدس سرہ صدر الصدور دکن نے (۱۰) بنیادی اُصول مقرر فرمائے جس کی منظوری اور توثیق شاہِ دکن نے فرمادی۔ (۱) یہ دینی مدرسہ صرف حضرت خواجہ غریبِ نواز کی روح کو ایصالِ ثواب کی غرض سے قائم کیا گیا ہے۔ جس کا مقصد اشاعتِ علوم دین ہے۔ (۲) جو قوانین مرتب کئے گئے ہیں اس کی پابندی ضروری ہے، بصورتِ دیگر سرکاری امداد موقوف کر دی جائیگی۔ (۳) اس مدرسہ کا انتظام معین المہام اُمورِ مذہبی سے متعلق رہے گا۔ (۴) حساب و کتاب و سالانہ رپورٹ معین المہام کے پاس آنی ہوگی۔ (۵) اس مدرسہ کے اراکین، وہ اہل اسلام ہونگے جنہیں علومِ دینیہ سے خاص دلچسپی ہوگی۔ (۶) اس مدرسہ کے اراکین میں ہمیشہ ۱۰ صاحبزادوں کے علاوہ ۱۰ اہلِ

شہر میں سے رہیں گے۔(۷) ہر معاملے میں مدرسہ کا تصفیہ معین المہام کرینگے۔(۸) طلبہ کو وظیفہ اس شرط پر دیا جائیگا کہ وہ مدرسہ میں بہ پابندئ وقت روزآنہ حاضر رہینگے۔(۹) اس مدرسہ کا سالانہ امتحان عرسِ شریف کے موقع پر ہوا کریگا، جس کے ممتحن زائرین میں سے مشاہیر علماءِ کرام ہونگے۔(۱۰) سرکاری اعلیٰ عہدے داران مدرسہ کا معائنہ کر کے اپنی رائے کتاب الرائے میں درج کرینگے۔

دارالعلوم معینیہ عثمانیہ کے اہتمام وانصرام کے لئے میر مجلس شیخ الاسلام حضرت مولانا شاہ محمد انوار اللہ عمت فیوضہ کی منظوری سے مجلسِ علماء کا قیام ۱۳۳۶ھ میں عمل میں آیا۔جس کے منتخب ۱۳؍ افراد میں حضرت مولانا شاہ پیر سید مہر علی شاہ گولڑھوی، حضرت مولانا سید برکات احمد ٹونکی، مولانا سید سلمان اشرف علی گڑھ، مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے علاوہ فرزندِ اعلیحضرت مولانا شاہ محمد حامد رضا خان بریلی شریف، اورصدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادابادی وغیرہ جیسے علم کے آفتاب و ماہ تاب شامل ہیں۔

اگر چہ حضرت شیخ الاسلام نے آندھرا، مہاراشٹرا، کرناٹک اور راجستھان میں ایک درجن سے زائد مدارس دینیہ اور اشاعتی اور تحقیقی ادارے قائم کئے۔جن میں اجمیر معلیٰ کے مدرسہ معینیہ کو خصوصی اور انفرادی اہمیت حاصل ہے۔اس مدرسے کے نصاب میں قرآن وحدیث، تفسیر، فقہ اور اُصول کی اُمہات الکتب شامل ہیں۔مولانا فصیح نظامی نے مدرسہ معینیہ کے قیام کا پسِ منظر بیان کرتے ہوئے مولانا معین الدین اجمیری کے اولین صدر منتخب ہونے کا ذکر کیا ہے۔اس مدرسے کو آصفِ سابع میر عثمان علی خاں کی شاہی سرپرستی بھی حاصل رہی۔ جہاں تک اس مدرسے کے اساتذہ اور طالبان علم کا تعلق ہے ان میں شمال اور جنوب کا ایک حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔جو عصر حاضر میں قابلِ تقلید اور مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔اساتذہ میں مولانا معین الدین اجمیری کے علاوہ امام احمد رضا کے شاگردانِ رشید مولانا سید سلیمان اشرف بہاری اور صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی مصنف ''بہارِ شریعت'' اور فاضلِ جلیل مولانا بشیر القادری مولوی کامل جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن وغیرہ صدر المدرسین کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔ جب کہ طالبان علم کی حیثیت سے دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور کے بانی حافظ ملت مولانا عبدالعزیز محدث مرادآبادی، محدثِ اعظم پاکستان حضرت علامہ محمد سردار احمد گورداس پوری، مولانا غلام یزدانی اعظمی، شیخ الحدیث مظہر الاسلام بریلی شریف، قانون شریعت کے مصنف مولانا شمس الدین جونپوری (قانونِ شریعت) مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی'' شارح بخاری شریف''، مفتی اعظم مولانا رفاقت حسین مظفر پوری کے علاوہ خانوادۂ رضویت کے چشم و چراغ مولانا محمد ادریس رضا خان، نبیرۂ اُستاذ زمن مولانا محمد حسن رضا بریلوی، نے اعلیحضرت امام اہلِ سنت کے دونوں فرزندانِ ذیشان علامہ حامد رضا حجۃ الاسلام، علامہ مصطفیٰ رضا مفتی اعظم ہند علیھم الرحمہ سے اذن واجازت لے کر حصول علم کے لئے

مدرسہ معینیہ اجمیر مقدس حاضر ہوئے۔اور یہ مذکورہ تمام شخصیات اپنے عہد میں علوم وفنون کے نیر تاباں بنے رہے۔مولانا فصیح الدین نظامی کا یہ وصفِ خاص دیکھئے کہ انہوں نے اپنے قلم کے ذریعہ شمال وجنوب کے ہم مسلک وہم عقیدہ نفوس کے درمیان محض نفسانیت کی بنیاد پر قائم کردہ دیوار کو منہدم کرنے کی مخلصانہ کوشش کی ہے۔جس کا منہ بولتا ثبوت مولانا کی ایک تالیف کردہ کتاب ''علمائے حیدرآباد اور بریلی کے علمی روابط'' ہے۔اس مقالے کا مطالعہ حضور شیخ الاسلام کے ایک قول یعنی ''جب دو ہم مسلک علماء کے درمیان اختلاف پایا جائے تو کسی ایک کی جانب ہو کر دوسرے کی تخفیفِ شان نہ کریں۔ بلکہ دونوں کا احترام کریں'' کی تشریح وتعبیر کرتا ہے۔۔

دیگر تعلیمی وتحقیقی اداروں میں، مدرسہ حفاظ شاہی مکہ مسجد حیدرآباد، مدرسہ حفاظ خلدآباد شریف، مدرسہ دینیہ مسجد چوک، حیدرآباد، مدرسہ دینیہ میاں مشک، مدرسہ دینیہ افضل گنج حیدرآباد، مدرسہ صوفیہ محمد آباد بیدر شریف، انجمن امداد المعارف، (کتب خانہ حیدرآباد) اور انجمن انوار المعارف (کتب خانہ حیدرآباد) وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

مجلسِ اشاعت العلوم:

۱۳۳۰ھ میں ''**مجلس اشاعت العلوم**'' کا قیام بھی شیخ الاسلام مولانا انوار اللہ فاروقی رحمہ اللہ تعالی کی علمی بیداری کا اہم اور واضح ثبوت ہے۔ یہاں سے خود حضرت شیخ الاسلام کی تصانیف کے علاوہ دیگر علمائے کرام کی کئی اہم تحقیقی کتابیں طبع ہو کر شائع ہوئیں۔حضرت مولانا کی یہ عادت کریمہ تھی کہ اکثر کتابیں اصلی لاگت پر اور کبھی مفت بھی عطاء فرما دیا کرتے تھے۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ کسی طرح لوگوں کے ہاتھوں میں کتابیں آتی رہیں اور وہ ان کا مطالعہ کر کے اپنی زندگیوں میں اخلاق وکردار کو عملاً نافذ کر سکیں۔ بہرکیف، علم کو عام کرنا مولانا کا مقصودِ اصلی تھا۔مولانا کی ان ترغیبی کاوشوں کو دیکھ کر ہی نظام الملک آصف جاہ سابع میر عثمان علی خان شاہ دکن نے علوم دینیہ کی اشاعت کے لئے پانچ سو روپے ماہانہ امداد جاری کی۔اور اسی سال یعنی ۱۳۳۰ھ میں مولانا نے ''مجلس اشاعت العلوم'' کی بناء ڈالی جس کے میر مجلس خود مولانا ہی رہے۔میر احمد الدین علی خان کے بموجب اشاعت العلوم سے عربی، فارسی اور اردو کی اسّی (۸۰) سے زائد کتابیں شائع ہوئیں۔اور تا حال مطبوعات کی تعداد ۱۱۵ ہو چکی ہے ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔اشاعت العلوم اپنے قیام کے ۱۰۶ سال بعد بھی مختلف ناسازگار حالات کے باوجود کئی علمی تحقیقی کتابوں کی اشاعت میں سرگرم عمل ہے۔اور خاص طور پر حضرت شیخ الاسلام کی کتابیں اور مقاصد الاسلام کے بعض مطلوبہ حصے بھی زیور طباعت سے آراستہ ہو چکے ہیں، جو دفتر اشاعت العلوم سے حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ نیز بہ ترتیب جدید ''فتاوی نظامیہ'' از حضرت مفتی محمد رکن الدین رحمہ اللہ تعالی بھی جدید ترین پیرایہ میں طبع ہو چکی ہے۔

اس طرح حضرت شیخ الاسلام کا نظریہ تعلیم علماء صوفیہ، اہل خدمات شرعیہ اور عام لوگوں کے ساتھ ساتھ شاہانِ وقت کی

تربیت تک پھیلا ہوا تھا جس کے بہتر ثمرات زمانے نے ملاحظہ کئے ہیں۔

شاہ مملکت حیدرآباد دکن میر عثمان علی خان ''سلطان العلوم'' کا لقب پا گئے۔ ان میں علمی ترقی کی ایسی لگن اور دھن تھی کہ موصوف نے ملک کی معیاری شخصیتوں کو حیدرآباد مدعو کیا تھا اور بے مثال علمی کام ان سے انجام پایا۔ دار الترجمہ اور عثمانیہ یونیورسٹی جیسے فقید المثال تحقیقی ادارے عہدِ میر عثمان علی کی یادگار ہیں۔ قرائن سے پتہ چلتا ہیکہ شاہ دکن میر عثمان علی خان کے ان عظیم علمی کارناموں کی تہہ میں بالواسطہ یا بلا واسطہ حضرت شیخ الاسلام محمد انوار اللہ رحمہ اللہ ہی کی شخصیت ہی محرک اور کارفرما نظر آتی ہے۔

آخر میں ماہر القادری کے اشعار پر مقالہ ہذا کا اختتام کیا جاتا ہے:

مشعل راہِ ہدایت ، وارث علم نبی : اِس جہاں سے اُس جہاں تک روشنی ہی روشنی

جن کی سیرت سطوت فاروق و فقر بو تراب : حق و باطل کی کسوٹی جن کی چشمِ انتخاب

احمد حنبل کی حق گوئی کی دنیا میں نظیر : فکر حماد و غزالی بو حنیفہ کا ضمیر

جس کا دل پا تا ہے مشکاۃ نبوت سے فروغ : جذب کر سکتا نہیں جس کو سیاست کا دروغ

جس کی ایمانی فراست کے ہیں اک ادنیٰ غلام : منطق و فن معانی ، فلسفہ علم کلام

جس کی ٹھوکر پر نچھاور افسری و سروری : سر سے پا تک اتباع سنت پیغمبری

قیصر و کسریٰ بھی جس کا سر جھکا سکتے نہیں : انقلابات جہاں جس کو ڈرا سکتے نہیں

دہر کا آقا، غلام رحمۃ للعالمین : پیکرِ خُلق و مروت واقف اسرار دین

حضرت شیخ الاسلام کا معنوی چہرہ۔ از ماہر القادری، بحوالہ انوار الانوار (قلمی) مولانا قطب معین الدین انصاری)

مقالہ ہذا کی تیاری میں مندرجہ ذیل کتب و رسائل سے استفادہ کیا گیا ہے۔

	نام کتاب		نام مصنف
۱)	مطلع الانوار	:	مفتی محمد رکن الدین صاحب علیہ الرحمہ
۲)	معارف الانوار	:	مفتی عبد الحمید علیہ الرحمہ
۳)	کارنامہ سروری	:	نواب مرزا آغا بیگ سرور الملک
۴)	حیدرآباد کے ادیب (حصہ نثر)	:	مرتبہ: ڈاکٹر زینت ساجدہ

۵) انوار التجید بادلۃ التوحید : شیخ الاسلام محمد انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمہ

۶) مقاصد الاسلام (حصہ چہارم) : شیخ الاسلام محمد انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمہ

۷) مشاہیر قندھار : پروفیسر اکبر الدین صدیقی

۸) انوار العاشقین : مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی

۹) تذکرہ علمائے اہل سنت مولانا محمود احمد قادری

۱۰) تذکرہ دار العلوم : ڈاکٹر نصیر الدین ہاشمی

۱۱) تنظیم مدرسہ : ڈاکٹر عباس نقوی

۱۲) انوار الانوار (قلمی) : مولانا قطب معین الدین انصاری

۱۳) انوار نظامیہ (مجلّے) : ۱۹۶۸ء، ۱۹۷۶ء، ۱۹۸۳ء

۱۴) نوادر امدادیہ (مکتوبات حاجی امداد اللہ مہاجر مکی) علیہ الرحمہ : مرتبہ: ڈاکٹر نثار احمد فاروقی

۱۵) حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمہ، شخصیت، علمی و ادبی کارنامے : تحقیقی مقالہ (ڈاکٹریٹ) از: راقم الحروف

۱۶) ماہ نامہ کنز الایمان، دہلی : دسمبر ۲۰۱۴ء
(مضمون از: قاری محمد رئیس رضوی اشرفی)

۱۷) ماہ نامہ بطحیٰ۔ حیدرآباد : مئی ۲۰۱۰ء
(مضمون از: مولانا فصیح الدین نظامی)

۱۸) سوانحِ رَفاقتی : نومبر ۲۰۱۰ء
از: حضرت مولانا محمود احمد رفاقتی صاحب

......O......

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده و نصلى على رسوله الكريم

قدیم فلسفہ اور جدید سائنس کتاب العقل کے آئینہ میں

مفتی منظر الاسلام ازہری صاحب
فارض التحصیل جامعہ ازہر، مصر
اسلامک اسوسی ایشن آف کیری، نارتھ کیرولینا۔امریکہ

آج سے چودہ سو سال پیشتر معلم انسانیت اعلیٰ نبی اکرم ﷺ نے جب اس دنیا کو ایک خدا کی معرفت کی دعوت دی تو ایک بڑی تعداد نے شروع میں اختلاف کیا اور چند لوگوں نے اس دعوت کو بغیر کسی پس و پیش کے قبول کرلیا۔ کچھ مہینے اور سال میں دیکھتے دیکھتے دعوت محمدی ﷺ نے پورے جزیرہ عرب کو مسخر کرلیا اور اسلامی ریاست بھی قائم ہوگئی۔ اس دعوت کو قبول کرنے والے اپنے رہنما کی ہر بات کو سر آنکھوں پر رکھتے، ان کے ایک اشارہ پر جان قربان کرنے کے لئے تیار رہتے اور اسلامی ریاست کو کسی بھی فکری اور عملی شب خون مارنے والوں سے محفوظ رکھنے کے لئے ہر لمحہ کمر بند رہتے۔ رُخ محمدی ﷺ کی زیارت نے انھیں مرتبہ اصحاب پر فائز کردیا اور قادر مطلق نے ببانگ دہل ان سے اپنی رضامندی کا اعلان بھی کیا۔۔

یہ اصحاب دین اور دنیا کے کسی بھی معاملہ میں ''امنّا وصدقنا'' کی کھلی تصویر تھے۔ عہد رسالت ﷺ میں جب کبھی وہ کسی علمی اور فکری پیچیدگیوں کا سامنا کرتے تو بارگاہ رسالت ﷺ سے انھیں فوراً جواب مل جاتا۔ عہد خلفائے راشدین اور عام طور پر عہد صحابہ میں بھی بہت حد تک وہ کسی علمی اور فکری کج روی سے محفوظ رہے۔ تاریخ لکھنے والوں نے بعض علمی اور فکری اختلافات کا تذکرہ کیا ہے، تاہم ان کی نوعیت قابل تشویش نہیں تھی۔ یہ افکار و خیالات تابعین کے زمانہ میں پختہ صورت اختیار کرنے لگے اور بعض مسائل پر تشویشناک حد تک مباحثے اور مناظرے سامنے آئے۔ زمانہ تھوڑا اور آگے بڑھا اور تابعین کی اولاد اور ان کے شاگرد، تبع تابعین کی اولاد اور ان کے شاگردوں کا زمانہ آیا۔ اس زمانہ میں اختلافی مسئلے، مناظرے اور مباحثے کی تعداد بھی بڑھنے لگی۔

تابعین اور ان کے بعد کے عہد میں اسلامی سلطنت میں غیر معمولی وسعت بھی ہونے لگی۔ اسلام اب صرف حجاز میں نہیں

بلکہ افریقہ کے صحرا سے لے کر چین کی سرحدوں کو چھوتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ مغرب میں اندلس جیسی ریاست پر بھی اسلامی پرچم لہرا رہے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ یونانی اور ہندوستانی فلسفوں کے ترجمے کا کام بھی تیز ہوگیا۔ اسلامی سلطنت کے لئے یہ یقیناً خوش آئند بات تھی مگر اس کے ساتھ ساتھ عجمی ثقافت اور عجمی انداز فکر بھی ایک چیلنج بن کر اُبھر رہا تھا۔ مفتوحہ ملکوں کے مسلمانوں کے اپنے معاشرتی مسائل بھی تھے جن کا حل تلاش کرنا بھی ضروری تھا۔ بغداد، بصرہ اور دیگر اسلامی ریاستوں میں علماء اور دانشوران اسلام نے ان مسائل کا حل اور فکری مسائل کا جواب دینا وقت کی ضرورت سمجھا۔ اس زمانہ میں ایسے ایسے عقلی مباحث وجود میں آئے جس کا حل بظاہر قرآن اور سنت کے صفحات میں نظر نہیں آ رہا تھا۔ دانشوروں کی ایک جماعت نے عقلی مسائل کا جواب عقل کی روشنی میں دینے کا بیڑا اُٹھالیا اور اُنھوں نے عقلی مسائل پر بھرپور عقلی اور فکری دلائل کی روشنی میں بحث کی اور ان کی مخلصانہ کاوش سے حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوگئی۔

پانچویں صدی ہجری تک اسلامی ریاست میں اسلامی مسائل کے ساتھ ساتھ عقلی اور فکری مسائل پوری طرح حاوی ہو گئے تھے۔ دانشوران اسلام ایک طرف قرآن وسنت کے معانی اور مفہوم کی تشریح کرتے تو دوسری طرف فکری اور فلسفیانہ مسائل کا بھی بھرپور جواب دیتے۔ اس زمانہ میں عالم اسلام میں ایک ایسی شخصیت نمودار ہوئی جس نے اپنی خداداد صلاحیت کی بنیاد پر جلد ہی اپنی پہچان بنالی۔ دنیا نے انھیں امام غزالی کے نام سے جانا۔

امام غزالی نے اس وقت یونانی فلسفہ کا بڑھتا ہوا سیلاب روکنے کے لئے ایک فکر انگیز کتاب ''تہافت الفلاسفۃ'' کے عنوان سے لکھی۔ اس کتاب کو اہل علم نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کتاب نے یونانی عقل کو چیلنج کیا تھا اور اسلامی افکار وعقائد پر اُٹھنے والے سوالوں کا منہ توڑ جواب دیا تھا اور ایسے ایسے عقلی سوال اُٹھائے تھے کہ جس کے جواب سے اس وقت کے بڑے بڑے فلسفی عاجز رہ گئے اور آج بھی مغربی دانشور اور مفکرین اس کتاب کو پڑھنا اور اس سے استفادہ کرنا سرمایہ افتخار سمجھتے ہیں۔

امام غزالی نے علماء اسلام کو ایک نئی سوچ دی تھی، اس لئے بعض ان کے معاصر اور ان کے بعد آنے والے علماء کی ایک جماعت نے عقلی مسائل پر بھرپور توجہ کی اور اسلامی افکار وعقائد کے خلاف اُٹھنے والے سوالوں کا جواب دینے کے لئے عقلیات سے سہارا بھی لیا۔

تاریخ نے ایک مرتبہ پھر اپنا رُخ بدلا اور اسلامی سلطنت کو زوال کی دہلیز پر دھکیلنا شروع کردیا۔ مسلمان جو ایک طاقتور قوم اور مضبوط نظریہ کے ساتھ دنیا میں اپنی پہچان بنا چکے تھے اور علمی، فکری اور سیاسی عروج نے بڑھ کر جن کا قدم چوما تھا، اب ایک بار پھر انگریزوں کی سیاسی، فکری اور علمی غلامی کا پٹہ اپنے گلے میں ڈالنے پر مجبور نظر آ رہے تھے۔ سیاسی حالات تو ابتر ہو ہی رہے تھے، اس کے ساتھ ساتھ علمی اور فکری پسماندگی بھی ان کا مقدر بن چکی تھی۔ مغرب سے اُٹھنے والی ہر آواز پر لبیک کہنا ان کا

شیوہ بن چکا تھا۔ غلامی اور فکری پسماندگی کے اس پُرفتن دور میں بڑے بڑے جبہ و دستار پوش بھی اپنا عقیدہ و ایمان سلامت رکھنے میں ناکام ہو چکے تھے!

اس بھیانک دور میں ضرورت تھی ایک ایسے مسیحا کی جو مسلمانوں کو فکری غلامی سے آزاد کر سکے، ایک ایسے رہنما کی جو اسلامی افتخار اور عروج کو دوبارہ واپس لا سکے، ایک ایسے عالم دین کی جس میں امام ابوالحسن اشعری اور ابومنصور ماتریدی کے عقیدہ کی پختگی ہو، ایک امام کی جس میں حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی طرز استدلال بھی ہو، ایک ایسے دانشور کی جو امام غزالی، رازی اور ابن رشد کی فلسفیانہ طرز فکر کا غماز ہو، جو ماوردی اور رازی کی بصیرت سے ہم آہنگ ہو کر مغرب کے علمی ڈھونگ کا پردہ چاک کر دے، اور جو عصر جدید کے تمام باطل فرقوں پر برق صاعقہ بن کر ایسا گرے کہ انھیں کے انداز میں ان کے فکر کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دے۔

خدائے قادر نے اس نازک گھڑی میں اسلامیان ہند پر کرم کیا اور دکن کی زرخیز سرزمین پر ایک رہنما اور دانشور نے اپنی آنکھ کھولی جن کو دنیا امام، علامہ، فضیلت جنگ، شیخ الاسلام حضرت محمد انواراللہ فاروقی (۱۲۶۴ھ ۱۳۳۶ھ) کے نام سے جاننے لگی۔ شیخ الاسلام نے اپنی خداداد صلاحیت اور اخاذ طبیعت کی بنیاد پر بہت جلد ہی عرب و عجم کے علمی حلقوں میں اپنی پہچان بنالی۔ ہندوستان سے لے کر حجاز مقدس تک کے علماء آپ کا علمی تذکرہ کرتے اور آپ کے علمی حلقوں سے استفادہ کرتے۔ دیکھتے ہی دیکھتے آپ کی شخصیت تشنگان علم وفضل کا سرچشمہ بن گئی۔

شیخ الاسلام کے درجنوں علمی کارناموں میں اسلامی عقیدہ وفکر کے خلاف اُٹھنے والے باطل نظریات کا ٹھوس رد اور خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے۔ تیرہویں صدی ہجری میں عالم اسلام کو فکری اعتبار سے داخلی اور خارجی دونوں محاذ پر چیلنج درپیش تھے۔ داخلی اعتبار سے اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے علماء اور انگریز حکومت سے داد و دہش وصول کرنے والے فضلاء اسلامی عقیدہ کا چہرہ مسخ کرنے کی پوری کوشش میں لگے تھے اور خارجی محاذ پر یونان کا قدیم فلسفہ جدید سائنس کی آڑ لے کر اسلامی افکار پر شب خون مار رہا تھا۔ شیخ الاسلام نے دونوں محاذوں کا بڑی گہرائی سے جائزہ لیا اور باطل فکر کی تابوت میں مضبوط کیل ٹھونک دی۔ زیرنظر مقالہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصہ میں یونانی فلسفہ کے خلاف شیخ الاسلام کی کاوش اور جدید سائنس کے خلاف شیخ الاسلام کی عقلی معارضات اور دلائل پیش کئے جائیں گے، جس سے عقلیات پر ان کی علمی برتری کا پتہ چل سکے گا، جبکہ دوسرے حصہ میں مرعوب ہونے والے مسلمان دانشوروں کی عقلی حیثیت اُجاگر کی جائے گی۔ میں وقت کی تنگی کی وجہ سے اپنے مقالہ کے صرف پہلے حصے کے ایک گوشہ پر روشنی ڈالتا ہوں جس میں شیخ الاسلام نے جدید سائنس کے تین نظریات ''زمین کی کشش''، ''تطور وارتقاء'' اور ''اضافت'' جو اس زمانہ کا سلگتا ہوا مسئلہ تھا کا رد کیا ہے، خلاصہ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

جدید سائنس اور شیخ الاسلام:

عہد وسطیٰ یورپ کی تاریخ میں ڈارک ایج (Dark Age) یعنی تاریک عہد سے بھی جانا جاتا ہے۔ عہد وسطی کے آخری مرحلوں میں یورپ میں روشنی کی شعائیں بکھرنی شروع ہوگئی تھیں۔ سولہویں صدی تک یورپ تاریکیوں سے نکل کر عہد نور میں قدم رکھ چکا تھا، اس لئے اس کے بعد کے ادوار کو روشن ادوار سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ان ادوار میں مغرب میں بڑے بڑے نامور فلسفی پیدا ہوئے اور اُنھوں نے قدیم فلسفہ سے کہیں اختلاف کیا اور کہیں اسی پر اپنی بنیاد ڈال کر نئی فکر پیش کی۔ اس زمانہ میں مشہور ہونے والے ناموں میں سے سر اسحٰق نیوٹن، البرٹ آئنسٹائن اور چارلس ڈارون کا نام اس اعتبار سے بہت زیادہ مشہور ہوا کہ اُنھوں نے مغرب کی دینی بنیاد کو ہلا کر رکھ دیا، ان کے نظریات اور اُصول چرچ کے لئے چیلنج بن چکے تھے۔ کلیسائی قوتیں ان کا سامنا کرنے سے تھراتی تھیں، غرض کہ مغرب کا سیاسی، سماجی اور دینی ماحول جہاں کلیسا کے خلاف اپنی آواز بلند کر رہا تھا وہیں مغربی مفکرین بھی اپنی فکر و فلسفہ کے ذریعہ کلیسائی فکر کو پوری قوت سے تہہ و بالا کر رہے تھے۔

جب یہ افکار مشرق میں پہونچے تو بالعموم اسلامی دنیا سے وابستہ علماء نے خاموش رہنے ہی میں اپنی خیریت سمجھی۔ دوسری طرف ہندوستانی علماء اور دانشوران کا حال بھی عالم اسلام کے دانشوروں سے کچھ کم نہیں تھا۔ اگر کسی نے قلم اُٹھایا بھی تو انداز تحریر، فقہی پیچیدگیوں اور علم کلام کے مسائل میں اُلجھ کر رہ گئے۔ مگر شیخ الاسلام محمد انواراللہ فاروقی جنھوں نے میخانۂ محمدی سے خصوصی بادہ خواری کی تھی، ان مجاہد علماء میں سے تھے جنھوں نے مغرب کے باطل نظریات کو پوری طرح انھیں کے اُصول کی روشنی میں چیلنج کیا اور دوسری طرف ہندستان میں لوگ مرعوب ہو چکے تھے، ان کا بھی حساب و کتاب برابر کیا۔

۱۔ نظریہ کشش:

اس نظریہ کی بنیاد گلیلیو نے ڈالی تھی۔ Isaac Newton اسحٰق نیوٹن ۱۶۴۲۔۱۷۲۶ء نے اس کو منظّم اور بہتر شکل میں پیش کیا اور انھیں کی طرف یہ نظریہ منسوب بھی ہوگیا۔ نیوٹن کا نظریہ Newton's Law of Universal Gravitation یونیورسل لا آف گریویٹی‘‘ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس قانون کا تعلق سائنس کی کیمسٹری کی شاخ سے ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دو کمیت کے درمیان آپس میں تجاذب یا کشش کا تعلق ہے۔ آئنسٹائن نے اسی قانون کو مزید نکھارا، سنوارا اور کچھ ترمیم کی تو نظریہ اضافت Relativity کے نام سے مشہور ہوا۔ شیخ الاسلام محمد انواراللہ فاروقی نے ان نظریات کو پڑھا اور مرعوب ہونے کی بجائے اس کا مدلل عقلی رد کیا۔

شیخ الاسلام نے سائنسداں کے اس نظریہ کا ذکر کرنے کے بعد کئی اعتبار سے اس پر معارضہ قائم کیا اور عقلی دلائل اور مشاہداتی مثالوں سے زمین میں کشش نہ ہونا ثابت کیا ہے۔ اس ضمن میں وہ رقمطراز ہیں:

''پتھر کا نیچے آنا زمین کی کشش کو ثابت نہیں کرسکتا، جائز ہے کہ ثقل کی وجہ سے نیچے آتا ہو جیسا کہ اہل حکمت جدیدہ ہوا کے دباؤ کے مسئلہ میں خود قائل ہیں کہ نیچے کی ہوا بھاری ہے، اس وجہ سے کہ تمام کرہ ہوا کا وزن اس پر ہے، چنانچہ مقدار ثقل کا اندازہ کیا گیا ہے کہ ایک انچ مربع سطح پر ۲۵۰ پونڈ وزن ہوتا ہے اور ہر آدمی پر تین سو بانوے من وزن ہے، اگر اندرونی ہوا نہ ہوتو آدمی کے دباؤ سے پھٹ جائے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ثقل کی وجہ سے نیچے کی طرف مثل پتھر کے مائل ہے ورنہ آدمی کے پھٹ جانے کی کوئی وجہ نہیں۔ جب ان کے اعتراف سے ایک وزن دار چیز ایسی نکلی کہ بالطبع نیچے کی طرف مائل ہو تو دوسرے وزن دار چیزوں کا بھی یہی حال ہوگا، اس لئے کہ نفس وزن دار ہونے میں دونوں برابر ہوں......''۔ (کتاب العقل، صفحہ ۲۴۰)

شیخ الاسلام نے ایک کے بعد دوسرا اور پھر تیسرا معارضہ تسلسل کے ساتھ قائم کیا ہے۔ ان معارضہ میں نیوٹن کے اصول کو خاص طور پر اہمیت دی ہے اور انھیں اصول کی روشنی میں اس کا رد بھی کیا ہے۔ Isaac Newton اسحٰق نیوٹن ۱۶۴۲ء ۱۷۲۶ء نے زمین میں کشش سے متعلق ایک اور قانون جسے قوانین حرکت یا Laws of Motion کے نام سے جانا جاتا ہے کے ضمن میں زمین کی کشش کو ثابت کیا ہے۔ نیوٹن کے اس قانون کی بنیاد بھی قدیم فلسفہ میں ملتی ہے۔ شیخ الاسلام نے جدید حکمت کا ایک قانون ذکر کیا کہ کوئی جسم اپنی طبیعت کے اعتبار سے نیچے کی طرف مائل نہیں ہوتا۔ اس قاعدہ پر ایک مثال سے معارضہ قائم کیا ہے جس کی تفصیل کتاب العقل صفحہ ۲۴۲ میں موجود ہے۔

شیخ الاسلام نے اور کئی اعتبار سے زمین کی کشش کو باطل کیا ہے۔ اس پوری بحث کو شیخ الاسلام نے بڑی سلاست اور عمدگی کے ساتھ بیان کیا ہے جس میں قارئین حکمت جدیدہ یا سائنسدانوں کے نظریہ کا ابطال اور ان کی عقلی بے مائے گی کو نوٹ کرسکتے ہیں۔ اس میں ان کے فکر وفہم کی قلعی کھول کر رکھ دی گئی ہے۔ شیخ الاسلام کے یہ افادات تو سائنس کے نظریہ کشش سے تھے، اب ''تطور وارتقاء'' کی حیثیت بھی ملاحظہ کیجئے۔

۲۔ نظریہ تطور ارتقاء:

گرچہ تیسری صدی ہجری میں ہی بعض مسلم دانشوروں نے ''نظریہ تطور اور ارتقاء'' کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا اور اپنی بعض تصنیفات میں اس کا تذکرہ بھی بڑے اچھوتے انداز میں کیا۔ یہ دانشور علاء ابوعثمان عمرو بن بحر کنانی بصری (۱۵۹۔۲۲۵ھ) ہیں جو مسلم دنیا میں جاحظ کے نام سے مشہور ہیں۔ عربی زبان و ادب کے بادشاہ سمجھے جاتے ہیں۔ جاحظ نے اپنی کتاب

''الحیوان'' میں جانوروں میں حالات اور ماحول کی وجہ سے رونما ہونے والی فطری تبدیلیوں کا ذکر کیا ہے۔اسی طرح دوسرے عالم ایرانی النسل علامہ ابن مشکویہ یا مسکویہ (۹۳۲ء۔۱۰۳۰ء) ہیں، جنھوں نے نظریہ تطور اور ارتقاء پر گفتگو کی ہے۔اسی نظریہ کو چارلس ڈاروین (۱۸۸۲ء۔۱۸۰۹ء) نے اپنی کتاب "This Origin of Spicies" میں بیان کیا ہے جو آج کل کے سائنس کی زبان میں Evolution کے نام سے جانا جاتا ہے۔

شیخ الاسلام نے مقاصد الاسلام کے حصہ سات میں کائنات میں خدا کی کاریگری سے متعلق بڑی تفصیلی بحث کی ہے اور اس کے بعد لکھتے ہیں:

اب ڈارون صاحب کے مذہب ارتقاء کو بھی دیکھ لیجئے کہ انسان کو ترقی یافتہ بندر کہتے ہیں۔اگر تھوڑی دیر کے لئے وہ تسلیم کرلیا جائے تو اس سے فطرت کا بدلنا لازم آئے گا، اس لئے کہ جس بندر نے ابتداء میں ترقی کی تھی، اس کے پہلے ان فطرتی مسخر جانوروں کی فطرت میں یہ بات نہ تھی کہ وہ کسی بندر کے مسخر ہوں۔اب بھی دیکھ لیجئے کہ کتنے بندروں کے کیسے دشمن ہیں کہ کسی بستی کی زمین پر ان کو اُترنے نہیں دیتے اور وہ ان سے بھاگے بھاگے پھرتے اور جھاڑوں پر پناہ لیتے ہیں۔ پھر جب بندر نے ترقی کی تو ایک بیک کی کہ ان کی فطرت کی کایا پلٹ ہوگئی اور فطرت سابقہ بالکل بدل گئی۔فطرت کو مستقل ماننے والے تو ہرگز اس کے قائل نہیں ہوسکتے۔غرض کہ اس سے ثابت ہوگیا کہ جب سے انسان موجود ہے یہ جانور بھی اسی فطرت پر ہیں جو اب ہمارے پیش نظر ہے، اور اس سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ انسان اشرف المخلوقات ہے، کیوں کہ کسی مخلوق کے لئے یہ قدرتی اہتمام اور شان وشوکت حاصل نہیں۔(مقاصد الاسلام ۷/۵۳)

شیخ الاسلام کی تشریح سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ اُنھوں نے جس فطری ارتقاء کا رد کیا ہے، اس کا تعلق اس سے ہے کہ ترقی کسی قدر کیوں نہ ہوجائے حقیقتیں آپس میں نہیں بدلتیں اور ایک صنف بتدریج بڑھ کر صدہا برس بعد بھی کسی دوسری صنف کی حقیقت کو نہیں پہونچ سکتی۔

شیخ الاسلام نے سائنس کا ایک اور بڑا نظریہ جسے ''نظریہ اضافت'' کے نام سے جانا جاتا ہے کا بھی زبردست رد کیا ہے، جس کو پڑھ کر انسان ان کے علمی کمالات کا معترف ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

۳۔ نیوٹن کا نظریہ اضافت:

ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں کہ آج کی سائنس گرچہ ترقی کے بام عروج پر پہونچ چکی ہے، مگر اس کی بنیاد قدیم فلسفہ میں ہی موجود ہے۔عہد جدید میں سائنسی مسئلوں کا بڑا حصہ فیزکس سے متعلق ہے۔ یہ دراصل قدیم فلسفہ میں ''مادہ'' جسے انگریزی

زبان میں Metter سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے، کے بطن سے جنم لیا گیا ایک نظریہ ہے۔ قدیم یونانی فلسفہ میں ''مادہ'' کی غیر معمولی اہمیت سمجھی گئی تھی حتیٰ کہ اسے ہی تمام موجودات کا اصل سمجھ لیا گیا اور سترہویں صدی تک اسی نظریہ پر اعتماد کیا جاتا رہا۔
David Papineau کی ادارت میں نکلنے والی کتاب Wastern Philosophy میں لکھا ہے:

مادیاتی مذہب ایک ایسا قاعدہ ہے جو یہ بتاتا ہے کہ ہر چیز مادہ ہے۔ اس نظریہ کا رشتہ قدیم یونانی فلسفہ سے جا ملتا ہے اور یہی نظریہ موجودات کی اصل کے بارے میں سترہویں صدی تک کلیدی حیثیت اختیار کئے رہا۔ مادہ پرست فلسفیوں نے اس کی تعریف جب کی تو اسے مضبوط، جامد اور ایسی شئی سے تعبیر کی جو اضافی طور پر ہی کام کر سکے۔

اسی مذکورہ کتاب میں آگے چل کر لکھا ہے کہ سترہویں صدی میں جب Isaac Newton یا اسحٰق نیوٹن (۱۶۴۲ء۔۱۷۲۶ء) کا زمانہ آیا تو اس نے مادہ پرستوں کے مادیاتی نظریہ کو نظریہ Gravity یا کشش کے ذریعہ تہہ و بالا کر دیا۔ اس نے ثابت کیا کہ موجودات کا نظام رائج رہنے کے لئے جس شکل میں نظام کائنات موجود ہے، کے لئے آپس میں کسی ملاپ کی ضرورت نہیں بلکہ دو مادے دورہ کر بھی اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں اور اس کے باوجود ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ یہی مؤلف آگے لکھتے ہیں:

نیوٹن کی یہی تعریف ہے جو موجودہ سائنس کی شاخ فیزکس میں بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اس تعریف میں بھی دیکھا جا سکتا ہے کہ مادہ ہی کی سربراہی ہے اور مادہ ہی مختلف شکلوں میں بدل رہا ہے۔ لہذا قدیم فلسفہ یونان ہو یا جدید سائنس، کائنات کے وجود سے متعلق دونوں ہی اس بات پر متفق ہیں کہ اس کی بنیاد مادہ پر ہے۔ یہ اور بات ہے کہ آج کے زمانہ میں اس کی تشریح الگ ہے۔

شیخ الاسلام محمد انوار اللہ فاروقی ''مادہ'' کی جدید اور قدیم دونوں تشریح سے پوری طرح واقف نظر آتے ہیں۔ اُنھوں نے مقاصد الاسلام میں یونانی فلسفیوں کی تعریف سے لے کر نیوٹن تک کی رائے کا ذکر کیا ہے۔ قدیم تعریفات اور فلسفیوں کے مختلف نظریات ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''اسحاق نیوٹن صاحب کہتے ہیں کہ وہ اجزاء (یعنی مادہ) ٹوٹ پھوٹ نہیں سکتے، ہر ذرہ جس طرح ازل میں تھا اب بھی ہے اور ہمیشہ رہے گا، ہر جسم کی بقاء کا دار و مدار ان ہی اجزاء کی ترکیب پر ہے، ان اجزاء کی ترکیب میں فرق آتے ہی وہ چیز معدوم ہو جاتی ہے''۔ (مقاصد الاسلام، ۴۱/۲)

اس تشریح اور مقاصد الاسلام میں اس سے پہلے اور بعد میں جس طرح اس نظریہ پر شیخ الاسلام نے روشنی ڈالی ہے اس سے ان کی علمی بصیرت کا پتہ چلتا ہے۔ انھوں نے اس نظریہ کا بغور جائزہ لیا اور مادیاتی نظریہ کا مضبوط رد کر دیا۔ اس بحث کے

اصول کا رد ''کتاب العقل'' میں مختلف انداز میں موجود ہے۔اس کے ساتھ ساتھ مقاصد الاسلام کے صفحات میں بھی کئی جگہ نمایاں نظر آتا ہے۔اسی کتاب کے آٹھویں حصہ میں خلق افعال اور اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ایک جامع گفتگو موجود ہے اور اخیر میں کائنات کی تخلیق کو برقی روشنی کی مثال دے کر سمجھایا ہے۔جس کے ضمن میں سائنس کے مادیاتی نظریہ کا خوبصورت اور عام فہم رد ہے۔

شیخ الاسلام کے دعوی کا ثبوت اس بحث کے آغاز میں چند صفحہ پیشتر نیوٹن کے حوالہ سے لکھا گیا، مادہ کی تعریف بھی ہے کہ قدیم فلسفہ میں مادہ کو کس انداز سے دیکھا گیا اور نیوٹن نے قدیم نظریہ کو مسترد کرکے جو جدید نظریہ پیش کیا وہ بھی ایٹم جیسے ذرہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، مادہ ہی کی دوسری تعبیر ہے۔دوسرے لفظوں میں اس طرح بھی کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ مادہ کی حقیقت اور اس کی تعریف ہی مجہول تھی، اس لئے اس میں اختلاف بھی ہوا، اور نیوٹن اپنے پیش روؤں کے خلاف ایک نظریہ قائم کرنے کے باوجود مادہ سے باہر نہ نکل سکے۔!

غرض کہ ایک فرضی خیال پر انحصار کرکے موجد حقیقی کا انکار کردینا کسی طرح بھی دانشمندی نہیں۔شیخ الاسلام نے ان مسلمانوں پر کڑی تنقید کی ہے جو مسلمان ہونے کے باوجود فلسفہ کی موہوم حقیقت کو تو تسلیم کرتے ہیں مگر خدا کے وجود سے انکار کرتے ہیں۔ان مسلمانوں کے لئے ''بعض احباب'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔اس ''بعض احباب'' سے مراد کون لوگ ہیں ایسے مسلمان ہیں جو نیچر (فطرت) کو غیر معمولی قدرت دیتے ہیں۔شیخ الاسلام کی تصنیفات کا جو کچھ میں نے محدود مطالعہ کیا ہے اس کی روشنی میں یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ ''بعض احباب'' سے ہندوستان کے ایسے علماء اور مسلمان دانشوران ہیں جو عقلیات سے متاثر ہوکر اسلام کا مذاق اُڑایا کرتے اور خدا و رسول کے فرمان کی تضحیک کرتے۔اس ضمن میں خاص طور پر علامہ شبلی نعمانی، مرزا حیرت اور سرسید احمد خان قابل ذکر ہیں کیونکہ ان حضرات کا خصوصیت کے ساتھ شیخ الاسلام نے رد کیا ہے۔یہ حضرات عقلیات سے اس طرح متاثر تھے کہ بے دریغ قرآن وحدیث کے نصوص کی بے جا تاویل کردیتے۔

شیخ الاسلام علامہ انواراللہ فاروقی کی شخصیت بہت ہی طویل القامت ہے۔جب وہ قدیم فلسفہ پر گفتگو کرتے ہیں تو افلاطون، ارسطو، ابن سینا، غزالی، رازی اور ابن رشد وغیرہ کی شان نظر آتی ہے۔ہر ہر مسئلہ پر ٹھہر کر گہری نظر ڈالتے ہیں اور پھر اس کا تجزیہ وتحلیل انھیں اُصولوں کی بنیاد پر کرتے ہیں جو اس علم میں رائج ہیں۔کسی بھی نظریہ کے جزئی مسائل پر گفتگو کرنے سے پہلے وہ اس کے اصول کی گہرائی میں اُترتے ہیں اور دلائل کی روشنی میں اُصول کو ہی مشکوک اور ناقبل عمل ٹھہرا دیتے ہیں جو کسی بھی سلیم الطبع اور صحیح فکر رکھنے والوں کے لئے یقیناً قابل قبول ہوتا ہے۔جدید سائنس اور قدیم فلسفہ پر ان کی مہارت سے متعلق یہ تو چند سطریں ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ ان کی شخصیت کا یہ پہلو اس قدر تابناک ہے کہ اس پر پی ایچ ڈی کی مکمل ڈگری کا

منصوبہ بنایا جاسکتا ہے اور اپنی درجنوں تصنیفات میں جہاں جہاں انھوں نے جدید سائنس کے حوالہ سے گفتگو کی ہے، سب کو جمع کر کے اس کا تجزیہ کرنا اور عصر جدید کے اسلوب میں اس کی تحقیق کرنا بہت بڑا دینی فریضہ سمجھا جائے گا۔ یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ موجودہ سائنس اپنی ترقی کے بام عروج پر پہونچ چکا ہے اور ہر روز نئے نئے تجربوں سے انسان حیرت زدہ ہوکر رہ چکا ہے۔ شیخ الاسلام نے جس سائنس کیا رد کیا ہے وہ آج سے تقریباً سو سال پہلے کی بات ہے اور اب اس میں بھی بڑی تبدیلی آچکی ہے؟

مجھے یہ تسلیم کرنے میں کچھ مانع نہیں کہ آج کی سائنس بہت ترقی کرچکی ہے اور یہ بھی سچ ہے کہ سو سال پہلے جو تحقیقات منظر عام پر آئے تھے موجودہ سائنس نے ان میں سے بہت سارے مسئلوں کو رد کر کے اس کے خلاف نظریہ قائم کیا ہے۔ تاہم میں نے پہلے ذکر کیا ہے کہ شیخ الاسلام جب کسی مسئلہ کی تردید کرتے ہیں تو پہلے اس کے اصول اور قاعدہ کلیہ سے پوری بحث کرتے ہیں اور جب قاعدہ کی تردید ہوجاتی ہے تو بچے کچھے سوال کو ذہن سے نکالنے کے لئے محسوسات سے کئی ایک مثالیں پیش کرتے ہیں جس سے کوئی اعتراض باقی نہیں رہ جاتا۔ جیسا کہ ہم نے دیکھا کہ ان مسائل کی بنیاد چونکہ عقل پر رکھی گئی ہے، اس لئے سب سے پہلے عقل کے حد کی تعین کی ہے، اور نظریہ کشش اور اضافت کا جب انھوں نے رد کیا تو ''مادہ'' پر پوری بحث کی اور اس میں کئی تعارض دکھا کر اسے کمزور کردیا۔ نیوٹن اور آئنسٹائن کے ان اُصولوں میں آج کی سائنس نے اضافہ ضرور کیا ہے مگر اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے، لہذا آج سے سو سال پہلے شیخ الاسلام نے ان اُصولوں کے خلاف جو سوال اُٹھایا تھا آج بھی وہ سوال اپنی جگہ قائم ہے۔

مولیٰ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ان ذخیروں کو سنبھالنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔۔

……○……

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی بحیثیت داعیٔ اسلام

(مقاصد الاسلام کا مطالعہ)

ڈاکٹر پروفیسر غلام یحیٰی انجم صاحب
صدر شعبہ اسلامک اسٹیڈیز، جامعہ ہمدرد، نئی دہلی

بحیثیت داعیٔ اسلام

شیخ الاسلام امام محمد مولانا انوار اللہ فاروقی نے اسلام کی حقانیت کو عوام وخواص تک پہنچانے کی ہر ممکن جدوجہد فرمائی۔ اس زمانے میں جو لوگ اسلام کی حقانیت سے نابلد تھے اور اسلام کی صحیح تصویر ان کی نگاہوں کے سامنے نہیں تھی ان تک اسلام کی سچی تعلیمات پہنچا کر اسلام کی طرف راغب کرنے کی آپ نے ہر ممکن جدوجہد فرمائی۔ اور اس کے مثبت نتائج بھی برآمد ہوئے۔ اسی دعوت وتبلیغ کا ثمرہ تھا کہ حیدرآباد آج نہ صرف ہندوستان بلکہ عالم اسلام میں ایک مرکز اسلام کی حیثیت سے متعارف ہے۔ آپ ہی کا اسوہ کا ثمرہ تھا کہ بڑے بڑے جید علماء اس مردم خیز سرزمین سے نکل کر عالم اسلام میں جا بجا اسلام کے پرچم لہرائے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بقول دعوت اسلام کے تعلق سے ایک داعی کے اندر جن اوصاف کا ہونا ضروری ہے، حضرت امام انوار اللہ فاروقی اس سے پوری طرح آراستہ تھے۔

۱۔ اللہ ورسول سے والہانہ محبت۔	۲۔ اخلاص نیت
۳۔ حصول علم اور فہم دین	۴۔ داعیانہ تڑپ
۵۔ قول وفعل میں یکسانیت	۶۔ حکمت ودانائی
۷۔ نرمی اور شفقت	۸۔ عفو ودرگذر
۹۔ میانہ روی	۱۰۔ صبر واستقامت

اگر ان اوصاف ومحامد کی روشنی میں صاحب تذکرہ کی شخصیت کا تحلیلی جائزہ لیا جائے تو ایسا کوئی وصف نہیں ملے گا جو ان میں بدرجہ اتم موجود نہ ہو۔ یہی وہ خوبی تھی جس کے باعث عوام وخواص سب آپ سے قریب ہوئے اور سب نے ہی آپ کی

باتوں کو حرز جان بنا کر اس کی حفاظت کی۔ آپ نے بندگانِ الٰہی کو اسلام کی ایسی دعوت پیش کی جس میں خالق سے ان کا رشتہ نہ صرف مضبوط و مستحکم ہو بلکہ جان ایمان رسول اکرم ﷺ سے بھی برملا والہانہ عقیدت پیدا ہو۔ دعوت اسلام صرف ایک عالم دین کی ذمہ داری نہیں بلکہ ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے کہ لوگوں کو دین کی اچھائیوں کی طرف راغب کریں اور ایسی باتوں سے بچنے کی ترغیب دلائیں جس سے ایمان وعقیدہ میں خرابی پیدا ہو۔ اسی بنیادی مقصد کے تحت اُمت مصطفٰی کو خیر اُمت سے یاد کر کے **کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنهون عن المنكر** (۴) سے مخاطب کیا گیا ہے جو صاحب ایمان ہے خواہ وہ عالم دین ہو یا عام آدمی اس کے لئے ضروری ہے کہ دین کی سچائی سے بندگانِ الٰہی کو باخبر کرے اور لوگوں کو بتائے کہ اللہ ایک ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ خدا کے محبوب، سچے بندے اور ساری کائنات کے رسول ہیں۔ اس ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے امام انوار اللہ فاروقی نے زبان وقلم دونوں سے بندگان حق کو محاسن اسلام سے آراستہ و پیراستہ کرنے ہر ممکن سعی فرمائی اور درج ذیل داعیانہ محاسن سے آراستہ ہو کر وہی سب کچھ کیا اس دور میں سماج کو جس کی ضرورت تھی۔

۱۔ دعوت ۲۔ تبلیغ ۳۔ تذکیر ۴۔ تبشیر ۵۔ انذار ۶۔ تواصی بالحق

یعنی مولانا انوار اللہ فاروقی ان محاسن سے آراستہ ہو کر محض رضائے الٰہی کے لئے زبان وقلم سے دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دیا۔ دین کی سچی باتیں جو انھیں معلوم تھیں لوگوں کو اس سے باخبر کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں برتی، جو لوگ مقصد حیات سے باخبر تھے انھیں اس کی یاددہانی کرائی اور انھیں گناہوں اور غفلت سے باز رہنے کے لئے حسب موقع خوف خدا حساب وعذاب پر مبنی آیات کی طرف ان کی توجہ مبذول کرائی۔

شیخ الاسلام کا تقریری لب ولہجہ کیسا تھا اس کے کتنے اثرات مرتب ہوئے قطع نظر اس کے، ان کے نوک قلم سے جو تحریریں منظر عام پر آئیں ان تحریروں کے ذریعہ جو انھوں نے اسلام کا پیغام لوگوں تک پہنچایا اس کے کیا اثرات مرتب ہوئے اس کی ایک جھلک ہم یہاں ان کی کتاب مقاصد الاسلام جو ۱۲ حصوں پر مشتمل ہے مطالعہ کی روشنی میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

مقاصد الاسلام حصہ اول میں ایمان اور اس کے متعلق پر گفتگو کرتے ہوئے دین کے محاسن پر بندگان الٰہی کو عمل پیرا ہونے کی تلقین کی ہے اور جو چیز اسلام میں بری بتائی گئی ہیں ان سے باز رہنے کا حکم دے کر **کنتم خیر امة اخرجت للناس** (۵) کی روشنی میں خیر اُمت کا داعیانہ کردار پیش کیا ہے، فرماتے ہیں:

''ہر کام میں نیک نیتی، صدق و راست بازی، اتحاد باہمی، خوش خلقی، امانت داری، دیانت داری، ایک دوسرے کی مدد، سفارش، حاجت روائی، بیمار پرسی، مسافر نوازی، ایفائے عہد، اصلاح بین الناس، ادائی شہادت، نیک مشورت، تواضع،

قناعت، عفو وتقصیر، عیب پوشی، ماں باپ اور اپنے حاکم کی فرمانبرداری، بزرگوں کی تعظیم، چھوٹوں پر شفقت، صلہ رحمی، جو بات اپنے لئے پسند کی جاتی ہے دوسروں کے لئے پسند کرنی، محتاجوں کی خبر گیری، سخاوت، رحم، لونڈی غلام کو اپنے بھائی کے برابر سمجھنا اور جو کھاتے و پہنتے ہیں ان کو بھی وہی کھلانا، اور پہنانا، فریاد رسی، ظالم کے پنجے سے مظلوم کو چھڑانا، عدل وانصاف، جس کام پر اُجرت لی گئی ہے اس کو دیانت اور عمدگی سے ادا کرنا، مسافر خانے، پُل کنوئیں اور راستوں کی تعمیر وترمیم، اشاعت علم میں کوشش، حرفہ اور کسب سے اپنی اور اپنے عیال کی پرورش ہر کام اس کے اہل سے لینا وغیرہ وغیرہ‘‘۔(۶)

اسلام نے جن باتوں سے بچنے کا حکم دیا ہے شیخ الاسلام نے اس کی بھی ایک فہرست مقاصد الاسلام میں لکھی ہے اور وہ یہ ہے:

’’جھوٹ وعدہ خلافی، عہد شکنی، جھوٹی گواہی، افترا پردازی، بہتان، غیبت، چغلی، سخن چینی، لوگوں کے عیوب کی تجسس، استہزا، تمسخر، تحقیر، توہین، ہجو، دل شکنی، سخت کلامی، سب وشتم، فحش وبے ہودہ گوئی، فتنہ انگیزی، مکر وفریب، چاپلوسی، قمار بازی، ناپ تول میں کمی، دغا بازی، غضب، چوری، مفسد پردازی، بغاوت، غارت گری، اذیت رسانی، سوال، بھیک مانگنی، حرص وطمع، عداوت، بغض، حسد، کینہ، تین روز سے زیادہ کسی سے رُکے رہنا، تخویف، جن اُمور سے نزاع اور جھگڑے پیدا ہوں ان کا ارتکاب، شر کی چیزوں کا استعمال، ظلم، رشوت، احتکار یعنی غلہ کو اس خیال سے روک رکھنا کہ اگر مہنگا ہوگا تو بیچیں گے وغیرہ‘‘۔(۷)

معروف کی دعوت دینا اور مناہی سے روکنا ہر خیر اُمت کی ذمہ داری ہے مگر وہ لوگ جو اہل علم ہیں ان کی زیادہ ذمہ داری بنتی ہے کہ فرمان خدا اور تعلیمات انبیاء کو بہتر انداز میں لوگوں تک پہنچائیں اگر ہم نے یہ کام کیا ہوتا تو آج مسلمانوں کی یہ حالت نہ ہوجائے بجائے یہ کہ ہم **امر بالمعروف** اور **نهی عن المنکر** کی صحیح ذمہ داری نبھاتے ہم نے اپنے کو اسلام کی دوسری چیزوں میں ایسا اُلجھا دیا ہے کہ مباحات کو حلت وحرمت اور شرک وکفر کا مترادف بنادیا ہے۔ اوامر ونواہی کی تعلیم کے بجائے ہمارے بعض تنگ نظر علماء نے میلاد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت پر نہ جانے کتنا زور قلم خرچ کرڈالا ہے اور انگریزوں کی ایما سے جب اس مسئلہ کو سماج میں چھیڑ کر عاشقان رسول کے دلوں سے محبت رسول کھرچ کر پھینکنے کی کوشش کی جارہی تھی تو اس موقع سے مولانا انواراللہ فاروقی نے اپنے قلم کو جنبش دی اور ایک داعی حق کی حیثیت سے شیخ نجم الدین غیطی، شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی، امام جلال الدین سیوطی، حافظ ابن حجر مکی، ملاعلی قاری اور دوسرے علماء کرام ومشائخ عظام کے اقوال ومعمولات سے میلاد مصطفےٰ کی عظمت وفضیلت اور جواز پر استدلال کیا اور واضح لفظوں میں اس کی اشاعت فرمائی کہ شب قدر کی فضیلت سے کہیں زیادہ میلاد مصطفےٰ ﷺ کی فضیلت ہے دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’**ليلة القدر** کی فضیلت اس وجہ سے ہے کہ ملائکہ اس میں اترتے ہیں جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے **ليلة القدر خير من الف شهر تنزل الملئكة والروح فيها** اور شب میلاد میں سید الملائکہ والمرسلین کا نزول جلال عالم میں ہوتا ہے۔تو

ظاہر ہے کہ یہ فضیلت شب قدر میں نہیں آسکتی''۔(۸)

اسلام کی بنیادوں میں بنیادی شئی وجود باری تعالیٰ ہے اگر کوئی اللہ تعالیٰ کا منکر ہے تو وہ سب کچھ ہوسکتا ہے مگر مسلمان نہیں ہوسکتا، مگر بعض مدعیان علم وفضل نے وجود باری تعالیٰ پر بھی اعتراض کرڈالے جس کی بنیاد پر وہ معتوب زمانہ تو ہوئے ہی بارگاہ ایزدی میں بھی ذلیل وخوار ہوں گے اس قسم کی بحثیں علم کلام سے تعلق رکھنے والی کتابوں میں بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔ مولانا انوار اللہ فاروقی نے نہ صرف ایسے مباحث کی دل کی نگاہوں سے مطالعہ کیا بلکہ جنھوں نے ان منکرین خدا کی حمایت میں اپنی زبان وقلم کو استعمال کیا انھیں عوام کی عدالت میں پیش کرکے دعوت اسلام کا صحیح فریضہ انجام دیا۔ مولوی شبلی نعمانی کے تعلق سے مقاصد الاسلام میں لکھتے ہیں:

''مولوی شبلی نعمانی نے جو بلحاظ ضروریات زمانہ عقائد کی ایک کتاب لکھی جس کا نام ہی الکلام ہے چاہئے تو یہ تھا کہ اس کتاب میں کیفیت تخلیق الٰہی بیان کرتے اور ایسے دلائل قائم کرتے کہ ملاحدہ جو منکرین خالقیت ہیں ان کے حوصلے پست ہوجاتے مگر برخلاف اس کے اس کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنھوں نے سرے سے ہی خالقیت ہی کو اُڑادیا ہے۔ خدا کرے کہ ہم نے جو ان کے کلام سے سمجھا ہے وہ غلط ثابت ہو اور جس طرح ان کی نسبت ہمارا حسن ظن ہے کہ وہ مسلمان ہیں، عالم ہیں اور خدا کو خالق سمجھتے ہیں وہی صحیح ہو بہرحال اُنھوں نے جو اس کتاب میں مبسوط تقریر کی ہے اس کے اکثر الفاظ بالفظہا لکھے جاتے ہیں تاکہ ناظرین بھی اس پر غور کریں۔ مولوی صاحب نے پہلے یہ عنوان ص ۴۰ پر قائم کیا ''ملاحدہ یعنی منکرین خدا کے اعتراضات'' اور اس میں یہ بات بتائی۔

''خدا کا انکار کوئی جدید خیال نہیں'' پھر لکھا کہ ''ملاحدہ کے اعتراضات نہایت قوی اور پرزور ہیں''۔(۹)

الکلام کے ص ۴۶ پر مولوی شبلی نعمانی کی یہ عبارت بھی پائی جاتی ہے۔۔

''جب یہ مسلم ہوگیا کہ عالم کا سلسلہ چند قوانین قدرت پر قائم ہے تو بحث صرف یہ رہ جاتی ہے کہ قوانین قدرت خود بخود بنے ہیں یا خدا نے بنائے ہیں۔ اگر پہلا احتمال فرض کیا جائے تو خدا کی مطلق ضرورت نہیں رہتی''۔(۱۰)

اس طرح کی عبارتوں سے مولوی شبلی نعمانی کے مذہبی افکار ونظریات کا پتہ لگایا جاسکتا ہے۔ چوں کہ مولانا انوار اللہ فاروقی دعوت دین کے صحیح علم بردار تھے اس لئے ایسی باتوں سے عوام وخواص کو متنبہ کرنا ان کی داعیانہ ذمہ داری بنتی ہے جسے انھوں نے احسن طور پر انجام دیا۔

اگر ایک طرف مولوی شبلی نعمانی کی تحریروں سے یہ مفہوم سمجھ میں آتا ہے کہ خدا کا وجود نہیں تو دوسری طرف چکڑالوی جیسے فکر ونظر کا حامل شخص بھی موجود ہے جو خدا کا وجود تو مانتا ہے مگر اطاعت رسول کا انکار کرتا ہے اس کا کہنا ہے کہ قرآن کریم

میں جہاں اطاعت رسول کی بات کہی گئی ہے وہاں اُنھوں نے قرآن کریم کو مراد لیا ہے اور اس قسم کی نازیبا حرکتیں رسول دشمن طاقتیں ہر دور میں کرتی رہی ہیں خاص کر مولانا انوار اللہ فاروقی کے دور میں تو اس قسم کے افکار ونظریات جس سے رسول کی توہین مقصود ہو ایک قسم کا سیلاب آیا تھا جس پر مولانا انوار اللہ فاروقی اور ان کے احباب نے بند باندھنے کی کوشش کی اگر ان حضرات نے یہ کام نہ کیا ہوتا تو آج ہم شاید محاسن اسلام سے نابلد ہوتے۔ مولانا انوار اللہ فاروقی نے اپنی تحریروں اور تقریروں میں اسی بات پر زور دیا ہے کہ اصل دین خدا اور رسول کی اطاعت ہی ہے اسی میں دین کے تمام فضائل ومحاسن مضمر ہیں۔ وہ اس مسئلے میں چکڑالوی کے فکر کا ناقدانہ تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''بقول چکڑالوی صاحب **اطیعوا الرسول** میں رسول سے مراد قرآن ہے تو یہ ثابت کرنے کی ضرورت ہوگی قرآن جو خود فرمان الٰہی ہے اس کا بھی کوئی فرمان ہے؟ مثلاً خدائے تعالیٰ کا فرمان ہے **اقیموا الصلوٰۃ** تو **اقیموا الصلوٰۃ** کا بھی کوئی فرمان ہوگا جس کی فرمانبرداری سے رسول (یعنی قرآن) کی اطاعت ہوگی کیوں کہ ہر شخص جانتا ہے کہ مطاع اور اس کے حکم میں مغائرت بالذات ہوا کرتی ہے''۔ (۱۱)

چکڑالوی کے ذہن میں یہ بات کس طرح آئی کہ اس نے اطاعت رسول کا سرے سے انکار کر دیا اس کا پس منظر بیان کرتے ہوئے صاحب تذکرہ لکھتے ہیں:

''چکڑالوی صاحب نے دیکھا کہ مسلمانوں میں بعضے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین و مذمت کیا کرتے ہیں اور سنا جاتا ہے کہ کلمہ توحید میں کان محمد رسول اللہ کہا کرتے ہیں جس کا منشا یہ ہے کہ اب آپ کی رسالت ہی باقی نہیں رہی! اُنھوں نے کہا کہ ایسے شخص کے ماننے کی ضرورت ہی کیا؟ ان کو اسلام میں کوئی دخل نہیں اس لئے **اطیعوا الرسول** سے مراد قرآن ہے''۔ (۱۲)

عہد حاضر میں صوفیاء کی ایک بھیڑ نظر آتی ہے جنھیں تصوف سے بھی واقفیت نہیں ہوتی وہ سب ہی اپنے کو نہ صرف پیر بلکہ پیر مغاں سمجھ بیٹھے ہیں اور اہل ثروت حضرات کو تلاش تلاش کر کے انھیں اپنا مرید بنانے کی جدوجہد میں لگے ہوئے ہیں۔ مجاہدہ و ریاضت جو تصوف کی بنیاد ہے اس سے ان حضرات کا دور کا بھی واسطہ نہیں وہ سمجھتے ہیں کہ اونچی ٹوپی اور لال پیلا لمبا کرتا اور آنکھوں میں سرمہ کی موٹی سلائی پھیر لینے سے تصوف کا حق ادا ہو جاتا ہے، طلب زر ان کا مقصد وحید بن گیا ہے، مجاہدانہ عمل انھیں چھو کر بھی نہیں گزرتا ہے، بیشتر ایسے نام نہاد صوفیاء بھی دیکھے گئے ہیں جو مجاہدہ و ریاضت اور پابند صوم وصلوٰۃ سے قطع نظر پنج وقتہ نمازوں کے بھی پابند نہیں ہوتے اور ایک طبقہ نے تو ایسا ہے جو صرف گانے، بجانے کو ہی اصل تصوف سمجھ بیٹھا ہے۔ حالاں کہ مدعیان تصوف کو معلوم ہونا چاہئے کہ مکمل طور پر شریعت کا پابند ہونا ہی تصوف ہے، بغیر شریعت پر عمل کئے

انسان طریقت کی منزل تک پہنچ ہی نہیں سکتا اور شریعت پر عمل پیرا ہونے کے لئے علم کا ہونا بہت ضروری ہے اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ کوئی صوفی جاہل نہیں ہوسکتا۔ صاحب تذکرہ نے بھی تمام صوفیاء کو اسی کی دعوت دی ہے وہ لکھتے ہیں۔

''الحاصل ان حضرات کے اصول وہی ہیں جو شریعت میں صراحت کئے گئے ہیں مگر ان کے یہاں اصل اصول عمل ہے جس طرح علماء کو ذخیرہ علمی بڑھانے کی طرف توجہ ہے (اسی طرح) ان حضرات کو اعمال کا ذخیرہ بڑھانے کی فکر رہتی ہے کیوں کہ قرآن شریف میں ہر جگہ ایمان کے ساتھ عمل کا ذکر ہے اور جنت بھی بظاہر اجزائے اعمال ہی معلوم ہوتی ہے جیسا کہ ارشاد قولہ تعالیٰ **تلک الجنة التی اور ثتموھا بما کنتم تعلمون**''۔ (۱۳)

مولانا انوار اللہ فاروقی نے ہر اس چیز کی غرض و غایت کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے جسے انسان کو بغیر استعمال کئے چھٹکارا اور رستگاری نہیں ہے۔ جب تک اس کی حقیقت کا علم بندے کو نہیں ہوتا وہ اضطراب و بے چینی کا شکار رہتا ہے۔ ہم خدا کے بندے ہیں ہماری ذمہ داری ہے کہ ہر عمل میں ہم اپنی عبودیت کا اظہار کریں اور اظہار عبودیت کے طور طریقے کیا ہوں گے اس کے لئے باضابطہ قوانین مرتب ہوئے اس کے اسباب و وجوہ پر خامہ فرسائی کرتے ہوئے مصنف حضرت محمد انوار اللہ فاروقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

'آدمی اپنی ذات سے اپنے سب کام نہیں کرسکتا جب تک دوسرے ہم جنس اس کی مدد نہ کریں اس لئے تمدن یعنی اجتماع کی ضرورت ہوئی پھر اس اجتماع میں ہر شخص کی خواہشیں تفرقہ انداز میں اس لئے ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ جس طرح ہوسکے اپنی بھلائی ہو۔ پھر ایک چیز سے کئی شخصوں کی غرضیں متعلق ہوں تو ضرور جھگڑا ہوگا، اور اگر ایک ہی شخص اس سے منفعت حاصل کرے تو دوسرے محروم رہ جائیں گے جس سے ان کی قوت غضبیہ مشتعل ہوگی اور فساد کی نوبت آئے گی۔ بہر حال اجتماع ضرور باعث خصومت و فساد ہوگا۔ اس وجہ سے شریعت کی ضرورت ہوئی جس میں قوانین عدل و انصاف ہوں''۔ (۱۴)

ہر علم کے اسرار اور اس کی حقیقت تک پہنچنا اور نہ صرف پہنچنا بلکہ اس سے عوام کو باخبر کرنے کا کام وہی کرسکتا ہے جس کے اندر دعوت دین اور اشاعت اسلام کا صحیح جذبہ ہو اس پہلو سے جب ہم مولانا انوار اللہ فاروقی کی شخصیت کا جائزہ لیتے ہیں۔ تو ان کی شخصیت مکمل طور سے ہمیں دعوت دین کے جذبہ سے سرشار نظر آتی ہے۔ دعوت دین کو انجام دینے کے لئے اللہ تعالیٰ انبیاء و مرسلین کو معجزات اور اولیاء و صالحین کو کرامات کی دولت عطا کی چنانچہ ان نفوس قدسیہ نے عوام الناس کے سامنے معجزات و کرامات بیان کئے جس کے باعث کثرت سے لوگ اسلام میں داخل ہوئے ان معجزات و کرامات کا ذکر قرآن کریم میں جا بجا ملتا ہے مگر دور حاضر میں ان معجزات و کرامات کی بے جا تاویلیں کرکے سرے سے ہی لوگ اس کا انکار کرتے ہیں۔ سرسید کے تعلق سے ملتا ہے کہ وہ بھی معجزات و کرامات کے منکر تھے تہذیب الاخلاق مطبوعہ کلکتہ ص ۳۱ پر وہ لکھتے ہیں:

''انسان کے دین اور دنیا اور تمدن و معاشرت کی حالت کو کرامت اور معجزے پر یقین یا اعتماد رکھنے سے زیادہ خراب کرنے والی کوئی چیز نہیں''۔(۱۵)

انبیاء و مرسلین اور اولیاء و صالحین کے ساتھ اس طرح کی تنگ نظری کا معاملہ کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی اس طاقت جس کے ذریعہ کثرت سے لوگ اسلام میں داخل ہوئے ہوں اسے معاشرہ کی تباہی و بربادی کا سبب قرار دیا جائے کتنی گھٹیا بات ہے۔ مولانا انوار اللہ فاروقی نے نہ صرف ایسی عبارتوں کو قابل تردید سمجھا ہے بلکہ مقاصد الاسلام میں کچھ ایسے واقعات بھی درج کرکے لوگوں کو دین کی صحیح تصویر سے باخبر کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ علی احمد جرجاوی مصری کے سفر نامہ جاپان کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''میکاڈو شاہ جاپان نے تحقیق مذہب حق کے لئے تمام اہل یوروپ سے درخواست کی کہ اپنے اپنے مذہب کے علماء کو روانہ کریں چنانچہ فرانس، انگلستان، اٹلی، جرمن اور ترک ڈیلی گیٹ جمع ہوئے اور ماہ مارچ ۱۹۰۶ء میں کانفرنس کا جلسہ منعقد ہوا جس کے پریسڈنٹ (صدر انجمن) خود شاہ میکاڈو تھے۔ دولت عثمانیہ کا ایک ڈیلی گیٹ کھڑا ہوا منجملہ اور تقریروں کے ان معجزات کو بیان کیا جو قرآن میں مذکور ہیں اور جو ہمارے نبی ﷺ سے وقوع میں آئے امریکن ڈیلی گیٹ نے معجزات کو تسلیم نہ کرکے ان میں تاویلیں کیں مگر عثمانیہ ڈیلی گیٹ نے اس کے جوابات اس عمدگی سے دیئے کہ اہل جاپان محظوظ ہوئے۔ چنانچہ اسلامی ڈیلی گیٹ کے قابل قدر لکچر کا عام و خاص ہر ایک سوسائٹی میں دھوم اور ان کی تقریر کا چرچا تھا، لکھا ہے کہ اس جلسہ کی تقریر کا اثر یہ ہوا کہ پانچ مہینے بھی نہیں گزرنے پائے تھے کہ ان لوگوں کے ہاتھوں پر قریب بارہ ہزار جاپانی مشرف بہ اسلام ہوئے اور اس کے نصف سے زیادہ یعنی چھ ہزار ہم لوگوں کے ہاتھوں پر تیس دن کے اندر داخل اسلام ہوئے۔

الغرض معجزات کے ماننے کی صلاحیت عقل میں نہ ہوتی تو عقلائے جاپان اِن اُمور کے سننے پر دین اسلام کو ہرگز قبول نہ کرتے۔ غیرت کا مقام ہے کہ اسلام سے بیگانے تو معجزات کو سن کر ایمان لائیں اور ان زمانے میں موروثی مسلمان معجزات کا انکار کرکے مسلمانوں سے علاحدہ ہوجائیں''۔(۱۶)

آج کل ایک بڑا مسئلہ سماج میں مردوں کی سماعت کے تعلق سے اُٹھ کھڑا ہوا ہے کہ مردے سنتے نہیں اور دلیل قرآن کریم کی اس آیت سے لاتے ہیں جس میں کہا گیا ہے کہ **وما انت بمسمع من فی القبور** (۱۷) یعنی تم انھیں نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں۔ یہ آیت جس میں اصحاب قبور کی عدم سماعت کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد اولیائے کرام اور دیگر مقربین بارگاہِ الٰہی نہیں بلکہ کفار مراد ہیں اور تمام مفسرین کرام نے اس آیت میں اصحاب قبور سے کفار ہی کو مراد لیا ہے۔ صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ:

''یعنی کفار کو'' اس آیت میں کفار کو مردوں سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح مردے سنی ہوئی باتوں سے نفع نہیں اُٹھا سکتے اور پند پذیر نہیں ہوتے۔ بدانجام کفار کا بھی یہی حال ہے کہ وہ ہدایت ونصیحت سے منتفع نہیں ہوتے۔ اس آیت سے مردوں کو نہ سننے پر استدلال کرنا صحیح نہیں کیوں کہ آیت میں قبر والوں سے کفار مراد ہیں نہ کہ مردے اور سننے سے مراد وہ سننا ہے جس پر راہ یابی کا نفع مرتب ہورہا ہے''۔ (۱۸)

اگر مردے سنتے نہیں تو اللہ کے نبی ﷺ مقتولین کو ان کے ناموں سے آواز نہیں دیتے تمام کتب احادیث سے ثابت ہے کہ غزوہ بدر میں جب کفار کو ہزیمت ہوئی اور ان کے مقتولین کی لاشیں پھول سڑ گئیں تو اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ ان لاشوں کو کنوئیں میں ڈال دو۔ چنانچہ سب ڈال دی گئیں اس رات سرکار دو عالم ﷺ نے ان مقتولین کو پکار کر فرمایا:

اے کنویں والو سے عتبہ، اے شیبہ، اے امیہ، اے ابوجہل کیا تمہارے رب نے جو وعدہ فرمایا تھا اس کو تم نے حق پایا صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ آپ ایسی قوم کو پکارتے ہو جس کی لاشیں سڑ گئیں ہوں آپ نے فرمایا:

جو میں ان سے کہہ رہا ہوں اس کو وہ لوگ ایسا سن رہے ہیں کہ تم ان سے زیادہ نہیں سن سکتے لیکن وہ میرا جواب نہیں دے سکتے اس واقعہ کو لکھنے کے مولانا انوار اللہ فاروقی نے صراحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

''دیکھئے صحابہ نے یہی خیال کیا تھا کہ سڑی ہوئی لاشوں کو پکار کر ان سے باتیں کرنی بالکل خلاف عقل ہے مگر آنحضرت ﷺ نے یہ بات اشارۃ بیان فرمادی کہ آدمی! جسم کا نام نہیں بلکہ جسم بمنزلہ غلاف ہے اصل آدمی جو سننے والا ہے اس میں کوئی تغیر نہیں جیسے وہ زندگی میں سنتے تھے اب بھی وہ سنتے ہیں''۔ (۱۹)

سماع موتی کے تعلق سے کئی ایک احادیث ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مردے اپنی اپنی قبروں میں سنتے ہیں اسی لئے ہمارے نبی ﷺ نے اہل قبور کو سلام کا حکم دیا ہے ان کی قوت سماعت ہم سے کہیں زیادہ مضبوط ہوتی ہے وہ ہمارے سلام کو سنتے بھی ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں مگر ہم ان کا جواب اپنی ضعف سماعت کے باعث نہیں سن سکتے۔۔

آج کا ترقی یافتہ ذہن بطور خاص جو سائنس کے دلدادہ ہیں وہ معجزات وکرامات اورخرق والتیام جیسی چیزوں کو سرے سے ہی نہیں مانتے یہ واضح رہے کہ معجزہ اور کرامات کہتے ہیں اسی کو ہیں جو انسان کے ناقص عقل میں نہ آسکے مگر اس کے باوجود اپنے علم کا سارا زور معجزات وکرامات کی تردید پر صرف کردیتے ہیں۔ داعی اسلام مولانا انوار اللہ فاروقی نے مقاصد الاسلام کا نواں حصہ معجزات کے لئے ہی خاص کر رکھا ہے اس بحث کو دلنشین پیرائے میں بیان کرکے عوام وخواص کے ذہن و دماغ میں اُتارنے کی کوشش کی ہے وہ آغاز کتاب میں لکھتے ہیں:

''اہل اسلام کے اکثر طبقات میں آنحضرت ﷺ کے تبرکات عقیدت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں مگر بعض حضرات اس

میں اقسام کی توجیہات اور شکوک میں موشگافیاں کرتے ہیں جس سے بے علم اور کم فہم لوگ بدعقیدہ ہوکر جو بڑا ذخیرہ ان کے سعادت حاصل کرنے کا من جانب اللہ ان تک پہنچا ہے، ان سے محروم ہوجاتے ہیں''۔(۲۰)

اس عبارت سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مولانا انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اُمت مسلمہ کے تئیں کس قدر حساس اور متفکر تھے، ان کی ہمیشہ یہی خواہش رہی کہ جو لوگ نبی اکرم ﷺ سے محبت کرنے والے ہیں وہ ایسے لوگوں کے جال میں نہ پھنسیں جو معجزات نبوی کا انکار کرتے ہیں، بلکہ معجزات نبوی کا مطالعہ کرکے اپنے ایمان کو جلا بخشیں۔

عہد حاضر میں ایک طبقہ مسلمانوں کا ایسا بھی ہے جو اپنے کو کلمہ گو مسلمان تو کہتا ہے مگر ساتھ ہی ساتھ وہ اس بات پر بھی ایمان رکھتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے کسی قسم کی امداد و اعانت مانگنا شرک ہے اور دلیل میں قرآن کی آیات **ایاک نعبد و ایاک نستعین** پیش کرتا ہے مگر اسے اس بات کی خبر نہیں کہ یہاں استعانت سے مراد استعانت حقیقی ہے جو اللہ تعالیٰ سے ہی حاصل کی جاسکتی ہے مگر اللہ کی عطا سے اس کے دوسرے بندے خلق کی دادرسی اور فریادرسی کا فریضہ انجام دے سکتے ہیں۔ جس کے بیشتر شواہد کتب تواریخ میں ملتے ہیں۔ مولانا انوار اللہ فاروقی نے ان فاسد خیالات کو عوام الناس کے دل و دماغ سے نکالنے کے لئے ایسے کئی شواہد پیش کرکے اُمت محمدیہ کا رشتہ نبی اکرم ﷺ سے مربوط و مضبوط کرنے کی ہر ممکن جدوجہد فرمائی ہے۔ آپ نے ابن اثیر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مسیلمہ کذاب کے ساٹھ ہزار فوج کے بالمقابل خالد بن ولید کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے جتنی مصیبتیں اس جنگ میں مسلمانوں نے اُٹھائیں اتنی مصیبتیں انھیں کسی اور جنگ میں نہیں اُٹھانی پڑیں، اس نازک حالت میں حضرت خالد بن ولید کے رفقا نے **وا محمداہ وا محمداہ** کہہ کر رسول اللہ کو پکارا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسیلمہ کذاب واصل جہنم ہوگیا اور اس کی فوج شکست سے دوچار ہوگئی۔

واقدی نے اپنی تاریخ میں اس طرح کے کئی ایک واقعات لکھے ہیں اسی میں ایک واقعہ **بھنسا** کے محاصرہ کا بھی ہے ایک رات جب کہ اہل اسلام محاصرہ کئے ہوئے تھے وہاں کے بادشاہ نے دفعتاً ایسا شب خون مارا کہ اہل اسلام سنبھل نہ سکے، خون ریز جنگ ہوئی، اس اضطرابی حالت میں تمام صحابہ کی زبان پر **یا محمد یا محمد یا نصر اللہ انزل** جاری تھا، بطلیموس سے مقابلہ کے وقت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چیخ مار کر **واغوثاہ وا محمداہ و اسلاماہ کید قومی و رب الکعبۃ** کہا اور نبی سے فریادرسی کی درخواست کی۔

تاریخ واقدی کے مطابق ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب میسرہ بن مسروق کو چار ہزار افواج کا امیر مقرر کرکے دروب کی طرف روانہ کیا ان کے مقابلہ کے لئے ہرقل نے تیس ہزار کا لشکر بھیجا ان افواج کے درمیان گھماسان کی جنگ ہوئی اس وقت الھول دابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ بھی ایک ہزار اشخاص تھے جو یا محمد یا محمد کہتے ہوئے حملہ کرتے

جاتے تھے۔اس طرح کے کئی ایک واقعات تاریخ اسلام میں ملتے ہیں جب بندگان حق نے اپنی پریشانی اور مصیبت کے ازالہ کے لئے اپنے پیارے نبی کو مدد کے لئے پکارا اور اللہ کے نبی نے ان کی مدد فرمائی جس کے باعث انھیں پریشانیوں سے نجات ملی۔ایسے کئی واقعات لکھنے کے بعد مولانا انوار اللہ فاروقی نے ان باطل نظریات کی جن میں یہ کہا گیا ہے کہ مدد کے لئے صرف اور صرف اللہ کو پکارنا جائز ہے اس کے نیک، محبوب اور مقربین سے کسی قسم کا استغاثہ جائز نہیں تردید کی ہے۔لکھتے ہیں:

''دیکھئے اس جنگ میں کل صحابہ تھے اس لئے آنحضرت ﷺ کی وفات کے ساتھ ہی یہ جنگ ہوئی اب کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ حضرات مصیبت کے وقت آنحضرت ﷺ کو پکارنے اور مدد مانگنے سے معاذ اللہ مشرک ہوگئے اور اگر یہ حضرات مشرک ہوگئے تو یہ مضمون صادق آئے گا۔

چو کفر از کعبہ برخیز د کجا ماند مسلمانی (۲۱)

بدعت کا مسئلہ عہد حاضر کا انتہائی معرکۃ الآراء مسئلہ ہے جو صدیوں سے علماء کے درمیان موضوع بحث رہا ہے۔علماء کا ایک طبقہ ہر بدعت کو گمراہی قرار دے کر موجب دخول جہنم قرار دیا ہے۔اور علماء کا دوسرا طبقہ بدعت کی اس تقسیم پر عمل پیرا ہے جس میں بدعت کی حسنہ اور سئیہ سے تقسیم کی جاتی ہے تاکہ تکمیل دین کے بعد صحابہ کرام نے جن اُمور و معاملات کو ضروری سمجھ کر دین کا حصہ قرار دیا ہے اسے کل بدعة ضلالة کے زمرے سے نکالا جاسکے مولانا انوار اللہ فاروقی نے بدعت کی بحث کو تفصیل سے بیان کر کے اس کے حقائق و معارف سے عوام و خواص کو باخبر کرنے کی کوشش کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

''چوں کہ ہر زمانے میں نئی نئی ضرورتیں پیش ہوتی ہیں جن کا رفع کرنا ضروری ہے اگر نیا طریقہ ایجاد کرنا بالکل مذموم ہو تو بہت سی ضروری باتیں پوری نہ ہوں گی، پہلی ضرورت اسلام میں یہ پیش آئی کہ جب حفاظ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین شہید ہونے لگے تو اندیشہ ہوا کہ کہیں قرآن شریف ہاتھ سے جاتا نہ رہے، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ کو رائے دی کہ ہر ایک صحابی کو جس قدر قرآن شریف یاد ہے وہ کمال اہتمام سے ایک جگہ کر دیا جائے ورنہ اس کے تلف ہونے کا اندیشہ ہے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا بلحاظ حدیث کل بدعة ضلالة یہ نیا کام ہے میں ہرگز نہ کروں گا مگر بالآخر فیصلہ اسی پر ہوا کہ اس کام کے کرنے کی ضرورت ہے، چنانچہ ایک صحابی اس کام پر مقرر کئے گئے اس کے سوائے وقتاً فوقتاً بحسب ضرورت نئے نئے کام ایجاد ہوتے گئے، اب اگر یہ کام ضلالت سمجھا جائے تو دین کے بہت سے کام غیر مکمل رہ جائیں گے۔(۲۲)

یہ عبارت لکھنے کے بعد مولانا انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کئی ایسے اُمور کا ذکر جو دین میں نئی تھیں مثلاً نماز تراویح، جس کی نسبت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نعم البدعۃ فرمایا اسی قول کی روشنی میں بدعت کی حسنہ اور سئیہ سے تقسیم ہوئی مگر کچھ کلمہ گو مسلمانوں نے ہی اس امر پر حضرت عمر فاروق جیسے جلیل القدر صحابی رسول اور خلیفہ دوم کو نہ بخشا اور

انھیں نہ جانے کیا کیا کہہ ڈالا، اور یہ کہنے میں بھی عارنہیں محسوس کی کہ حضرت عمر معاذ اللہ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ دین میں کسی امر کی زیادتی یا کمی باعث عتاب الٰہی ہے۔ایک صحابی رسول کے بارے میں اس طرح کا نظریہ رکھنا کس قدر دریدہ ذہنی ہے جبکہ اللہ کے نبی کا واضح فرمان ہے **اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم** میرے تمام صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں تم جس کی اقتدار کروگے ہدایت پاجاؤ گے۔

اس اعلان صریح کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بطور خاص حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جاہل کہنا کس قدر گستاخانہ عمل ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح سمجھ عطا فرمائے اور دین کی سچی معلومات سے ہم سب کے دل ودماغ کو منور ملی فرمائے۔

حضرت مولانا انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک داعی اسلام کی حیثیت سے اسلام کی سچی تعلیمات سے عوام و خواص کوتحریر وتقریر کے ذریعہ باخبر کرکے اسلام اور پیغمبر اسلام کی سچی محبت بندگان حق کے دلوں میں ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس خدمت کوقبول فرمائے ۔آمین۔۔

کیا لوگ تھے جوراہ وفا سے گذر گئے جی چاہتا ہے نقش قدم چومتے چلیں

حوالہ جات:

(۱) آل عمران ۱۱۰ (۲) آل عمران ۱۱۱ (۳) مولانا انوار اللہ فاروقی، مقاصد الاسلام حصہ اول ص۲۲ (۴) مولانا انوار اللہ فاروقی ، مقاصد الاسلام حصہ اول ص۲۳ (۵) مولانا انوار اللہ فاروقی ، مقاصد الاسلام حصہ اول ص ۳۶ (۶) مولانا انوار اللہ فاروقی ، مقاصد الاسلام حصہ اول حصہ سوم ص۶۴ (۷) مولانا انوار اللہ فاروقی ، مقاصد الاسلام حصہ اول حصہ سوم ص ۶۶ (۸) مولانا انوار اللہ فاروقی ، مقاصد الاسلام حصہ اول حصہ چہارم ص ۷۱ (۹) مولانا انوار اللہ فاروقی ، مقاصد الاسلام حصہ اول حصہ چہارم ص ۷۱ (۱۰) مولانا انوار اللہ فاروقی ، مقاصد الاسلام حصہ اول ص ۷۱ (۱۱) مولانا انوار اللہ فاروقی ، مقاصد الاسلام حصہ اول حصہ پنجم ص ۳۱ (۱۲) مولانا انوار اللہ فاروقی ، مقاصد الاسلام حصہ اول حصہ ہفتم ص ۱۳۵ (۱۳) مولانا انوار اللہ فاروقی ، مقاصد الاسلام حصہ اول حصہ ہشتم ص ۱۷۸ (۱۴) مولانا انوار اللہ فاروقی ، مقاصد الاسلام حصہ اول حصہ ہشتم ص ۱۷۸ (۱۵) مولانا انوار اللہ فاروقی ، مقاصد الاسلام حصہ اول حصہ ہشتم ص ۱۷۷ (۱۶) الفاطر ص ۲۲ (۱۷) کنز الایمان الفاطر ۲۲ حاشیہ نمبر ۶۲ (۱۸) مولانا انوار اللہ فاروقی ، مقاصد الاسلام حصہ اول حصہ ہشتم ص ۱۴۲ (۱۹) مولانا انوار اللہ فاروقی ، مقاصد الاسلام حصہ اول حصہ نہم ص ۱ (۲۰) مولانا انوار اللہ فاروقی ، مقاصد الاسلام حصہ اول حصہ نہم ص ۹۳ (۲۱) مولانا انوار اللہ فاروقی ، مقاصد الاسلام حصہ اول حصہ یازدہم ص۹۰۔۔

……○……

شیخ الاسلام مجدد عصر امام محمد انوار اللہ فاروقی کی علمی خدمات

مولانا حافظ ڈاکٹر بشیر الحق قریشی لطیفی صاحب
پی ایچ ڈی، شیخ التفسیر دار العلوم لطیفیہ ویلور، تمل ناڈو

ہندوستان کی اسلامی تاریخ میں اٹھارویں صدی کا وسطی دور اور انیسویں صدی کا مکمل دور سیاسی وسماجی، معاشی واقتصادی، صنعتی وثقافتی، تہذیبی وتمدنی، لسانی وادبی اور علمی ودینی اعتبار سے غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ یہی وہ دور تھا جس میں سرزمین ہند حیرت انگیز دوررس تغیرات اور انقلابات سے دوچار ہوئی۔ جن کے مفید اور مضر اثرات اکیسویں صدی میں بھی نظر آرہے ہیں۔ انیسویں صدی کو علماء کی صدی کہا جائے تو شاید بے جا نہ ہوگا کیونکہ سارے ہندوستان میں بے شمار ان گنت چوٹی کے علماء وفضلاء اور مشائخ موجود تھے اور یہ صدی اس پہلو سے بھی ممتاز اور بے مثال دکھائی دیتی ہے کہ اس میں حضرات علماء صرف دینی اور علمی میدان کے شہسوار نہ تھے بلکہ سیاست ومدنیت اور حرب وضرب کے میدان میں بھی آگے آگے تھے اور ان کی یہی جامعیت وکاملیت اور ہمہ گیری وافادیت تھی جس کے باعث بیسویں صدی کے وسطی دور تک ان ہی حضرات کی قیادت وسیادت رہی۔

شیخ الاسلام انوار اللہ فاروقی کا سوانحی خاکہ

شیخ الاسلام انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ، دوسرے خلیفہ راشد امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد سے ہیں۔ اس نسبت وتعلق کی وجہ سے آپ کو فاروقی کہا جاتا ہے اور آپ خلیفہ ثانی کی انچالیسویں پشت میں واقع ہیں۔ آپ کے آباء واجداد میں شہاب الدین علی المقلب فرخ شاہ کابلی کو اس پہلو سے تاریخی اہمیت حاصل ہے کہ وہ کابل کے بڑے امراء اور رؤسا میں سے تھے، وہاں سے ہجرت کرکے ہندوستان آپہنچے اور سرزمین ہند کو اپنا وطن ثانی بنالیا۔ فرخ شاہ کی نسل میں چھٹی پشت میں ایک صاحب علم وفضل بزرگ حضرت تاج الدین واقع ہیں۔

شیخ الاسلام انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمۃ کی زندگی کا عظیم الشان تاریخ ساز اور دائمی فیض رساں کارنامہ جامعہ نظامیہ ہے جس کی بنیاد ۱۹/ ذی الحجہ ۱۲۹۲ھ میں رکھی گئی جس کا چشمۂ فیضان آج بھی ہرسو پھیل رہا ہے۔ جامعہ کے باتوفیق فرزندان کرام نے دکن کی جہالت وظلمت کو دور کرنے میں علم کی روشنی پھیلانے میں جو غیر معمولی موثر ومفید کردار ادا کیا ہے وہ دکن کی اصلاحی و علمی تاریخ کا ایک سنہرا باب ہے۔

شیخ الاسلام انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمۃ نے حیدرآباد میں علم کی نشر و اشاعت کے مقصد سے کتب خانوں کے قیام کی تحریک چلائی اور اس امر کی جانب مختلف ارباب ثروت اور اصحاب علم کی توجہ مبذول کروائی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ صاحبان علم و ثروت نے اپنے طور پر ذاتی کتب خانوں کی بنیاد ڈالی۔ اس طرح سے حیدرآباد میں بہت سارے کتب خانے وجود میں آئے۔ آج بھی وہ مختلف مقامات کے اہل علم کے استفادہ کا ذریعہ بنے ہوئے ہیں۔ شیخ الاسلام انوار اللہ فاروقی نے ملا محمد عبدالقیوم اور نواب عماد الملک سید حسین بلگرامی کی تائید سے ۱۳۰۸ھ میں کتب خانہ آصفیہ قائم کیا جو سقوط حیدرآباد کے بعد اسٹیٹ سنٹرل لائبریری کا نام اختیار کر گیا۔ اس لائبریری میں عربی، فارسی، اُردو، انگریزی، جرمن، فرنچ اور دیگر زبانوں میں ڈھائی لاکھ سے زائد کتابیں ہیں اور نادر و نایاب قلمی مخطوطات کا ایک بڑا ذخیرہ ہے۔ یہ لائبریری آج بھی اہل علم اور ارباب تحقیق کا مرجع بنی ہوئی ہے۔

شیخ الاسلام انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے دائمی علمی فیضان کی ایک اور نظیر و مثیل دائرۃ المعارف العثمانیہ ہے جسے آپ نے ۱۳۰۸ھ میں قائم کیا۔ اس ادارہ کی طرف سے سب سے پہلے شائع ہونے والی کتاب کنز العمال ہے جو نو جلدوں پر مشتمل ہے۔ آپ نے اپنے قیام مدینہ منورہ کے دوران کنز العمال کی نقل کروائی تھی اور اس نقل کو اپنے ساتھ حیدرآباد لایا تھا۔ آپ کی تحریک و تشویق پر میر محبوب علی خان نے دائرۃ المعارف کو یکمشت پانچ لاکھ روپے عنایت کئے۔ یہ ادارہ آج بھی متحرک و فعال ہے کتابوں اور قلمی نسخوں کی اشاعت میں مصروف عمل ہے۔۔

علمی دنیا میں مولانا انوار اللہ فاروقی کا ایک کارنامہ یہ بھی ہے کہ آپ نے ایسے اہل قلم کی تصانیف کی اشاعت کی طرف اپنی توجہ مبذول کی جو اپنی کتابوں کو شائع کرنے سے قاصر تھے۔ اس کام کے لئے آپ نے اشاعت العلوم کے نام سے ایک انجمن بنائی جو آج بھی مفید کتابوں کی اشاعت میں لگی ہوئی ہے۔

مولانا انوار اللہ فاروقی کو علم سے فطری اور طبعی مناسبت تھی اور یہ چیز آپ کو اپنے آباء و اجداد سے وراثت میں ملی اور الولد سر لابیہ بیٹا باپ کی صفات کا حامل اور مظہر ہوتا ہے۔ یہ مثل آپ پر پوری طرح سے صادق آئی اور آپ زندگی بھر علم اور صرف علم سے جڑے رہے اور علم میں ممتاز و منفرد رہے۔ آپ کی علمی عبقریت کا اعتراف اور اظہار اکابرین نے کیا ہے۔

مولانا امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے اپنے ایک مراسلہ میں آپ کی شان والا صفات میں جو عظیم القاب اور خطابات استعمال کئے ہیں ان سے نہ صرف آپ کی علمی بسالت اور روحانی وجاہت عیاں ہوتی ہے بلکہ آپ کی سیرت و اخلاق کی جھلک بھی نمایاں ہوتی ہے۔

حضرت بابرکت، جامع الفضائل، لامع الفواضل، شریعت آگاہ، طریقت دستگاہ حضرت مولانا الحاج مولوی محمد انوار اللہ خان بہادر بالقابہ الغر۔

کسی مسئلہ دینیہ شرعیہ میں انکشاف حق کے لئے نفوس کریمہ جن جن صفات کے جامع درکار ہیں، بفضلہٖ عزوجل ذات والاصفات میں سب آشکار ہیں۔

علم ،فضل، انصاف، عدل، حق گوئی، حق جوئی، حق دوستی، حق پسندی پھر بحمدہ تعالیٰ غلامی خاص بارگاہ بے کس پناہ قادریت جناب کو حاصل اور فقیر کا منہ تو کیا قابل، ہاں اس سرکار کرم کا فضل بفضلہٖ شامل۔

شیخ الاسلام انواراللہ فاروقی کے شیخ طریقت و مرشد حقیقت مولانا حاجی امداداللہ مہاجر مکی نے آپ کی کتاب انوار احمدی پر جو مختصر تقریظ لکھی ہے اس کے مطالعہ سے بھی آپ کے علم و فضل اور کمال کی نشاندہی ہوتی ہے۔

''ایک عجیب و غریب کتاب لاجواب مسمّٰی بانوار احمدی، مصنف حضرت علامہ زماں، فرید دوراں، عالم باعمل، فاضل بے بدل، جامع علوم ظاہری و باطنی عارف باللہ مولوی محمد انواراللہ حنفی چشتی سلمہ اللہ تعالیٰ فقیر کی نظر سے گذری اور بلسان حق ترجمان مصنف علامہ کی اول سے آخر تک سنی۔ تو اس کتاب کے ہر ہر مسئلہ کی تحقیق محققانہ حقانی میں تائید ربانی پائی گئی۔ اس کا ایک ایک جملہ اور فقرہ امداد مذہب اور مشرب اہل حق کی کررہا ہے اور حق کی طرف بلاتا ہے۔

شیخ الاسلام انواراللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد محترم مولانا عبدالحئی لکھنوی نے آپ کی علمی قابلیت و استعداد کی سند ان الفاظ میں دی۔ **کان اوحد زمانه فی العلوم العقلیة والنقلیه** ۔مولانا انواراللہ فاروقی علوم عقلیہ اور نقلیہ میں بے مثل اور یگانہ عصر تھے۔

شیخ الاسلام انواراللہ فاروقی کے کارناموں کی سمتیں اور جہتیں مختلف اور متعدد ہیں ان میں سے ہر جہت اور سمت اپنی اپنی جگہ نہایت اہم اور وقیع ہے۔ اس مقام پر ان ہی خدمات کا مختصر ذکر لیا جارہا ہے جو آپ نے تعلیم و تربیت کے باب میں انجام دی ہے۔ آپ نے مسلمانوں کی نئی نسل کی دینی تعلیم و تربیت کے خیال سے جامعہ نظامیہ قائم کیا۔ درس تدریس کے علاوہ آپ طلباء کے تزکیہ کی خدمت بھی انجام دیتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے شاگرد درکف جام شریعت درکف سندان عشق کی مثیل اور نظیر رہے۔

درس نظامی کے نصاب کی کتابوں کے درس کے ساتھ ساتھ علامہ شیخ اکبر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی عربی تصنیف فتوحات مکیہ کا بھی درس دیتے تھے۔

فتوحات مکیہ کا سمجھنا نہایت دشوار ہے اس لئے آپ نے اس کتاب کی چند اہم مفید بحثوں کا انتخاب کیا۔ آپ کا یہ قلمی انتخاب جامعہ نظامیہ کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

ڈاکٹر عقیل ہاشمی نے لکھا ہے:

مولانا انوار اللہ فاروقی نے انوار التمجید فارسی زبان میں لکھی۔ آپ کے شیخ مولانا امداد اللہ مہاجر مکی نے ملاحظہ فرمایا۔ اس

کے مطالعہ کے بعد یہ گراں قدر کلمات اور فقرات فارسی میں لکھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

فقیر اس کتاب کے مضامین سے بخوبی واقف ہوا اور بہت پسند کیا۔ حقیقت میں یہ کتاب طالبان صادق کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہے۔ شریعت پہلا مرتبہ ہے اور طریقت دوسرا۔ ان دونوں میں فرق کرنا خلاف مذہب حقہ ہے۔

یہ کتاب دلائل و براہین کے لحاظ سے ناقابل گرفت ہے۔ طالبان شریعت وطریقت کو مولوی انوار اللہ کافی ہیں جو کوئی ان کے انوار کی روشنی میں سلوک طے کرے گا اللہ کی تائید سے وہ منزل مقصود تک پہنچے گا۔

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمۃ نے جامعہ نظامیہ کے قیام ہی سے اس کی ترقی واستحکام کے لئے اپنے آپ کو وقف کردیا تھا۔ اس جامعہ میں تدریس کے علاوہ آپ نے یہاں کے اساتذہ اور طلباء کو اسلامی معاشرے کے لئے نمونہ بنانے کی جدوجہد میں مثالی اقدامات کئے۔ یہی نہیں بلکہ تمام ریاست کو اسلامی طرز فکر و مذہبی دانش مندی سے وابستہ کرنے کی کامیاب سعی فرمائی، اس سلسلے میں آپ کی اصلاحات بڑی دوررس نتائج کی حامل رہیں۔

شیخ الاسلام انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ نظامیہ کے علاوہ اُمور مذہبی کے ناظم و ناظر کی حیثیت سے عام مسلمانوں کی تعلیم وتربیت اور اصلاح کے لئے نہایت موزوں اور مفید اقدامات اور خدمات انجام دی ہیں۔

اعلیٰ حضرت میر عثمان علی خان نظام ہفتم کے فرمان ۳۰/رجب ۱۳۳۶ھ میں یہ الفاظ موجود ہیں: مولوی صاحب نے سررشتہ مذہبی میں جو اصلاحات شروع کیں وہ قابل قدر ہیں اور اگر وہ تکمیل کو پہنچائی جائیں تو ملک کی اچھی خاصی ترقی ہوسکے گی۔

ڈاکٹر پروفیسر محمد عبدالحمید اکبر نے اپنے تحقیقی مقالہ پی ایچ ڈی میں شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی کی بعض تجاویز نقل کی ہیں۔ ان میں دو تین یہاں پیش کی جارہی ہیں جن کی روشنی میں آپ کی تعلیمی اور تربیتی اور اصلاحی جدوجہد کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

(۱) مولانا نے مسلمانوں کی اصلاح کے لئے اصلاح مسلمانان کے نام سے ایک انجمن قائم فرمائی جس کے ذریعہ مسلمانوں کو اسلامی احکامات کی تعلیم سے بہرہ ور فرمایا تاکہ اسلامی احکام کے نفاذ میں سہولت میسر آسکے۔ مولانا نے اس ضمن میں کئی اہم تجاویز پیش فرمائیں اور تقریباً تمام تجاویز کو عملی شکل بھی دی گئی اور دربار شاہی سے باضابطہ فرامین و احکام جاری ہوتے رہے جس کا تفصیلی ذکر مفتی رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ''مطلع الانوار'' کے صفحات ۵۳ تا ۵۸ میں کیا ہے۔

(۲) دیہات کے مسلمانوں کے سدھار کے لئے اہل خدمات شرعیہ جو حکومت کی طرف سے مقرر تھے، ان کو حکم دیا گیا کہ ہر سال اپنے علاقہ میں دورہ کرکے مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات سے آگاہ کرتے رہیں اور اس کی اطلاع صدارت کو دیا کریں۔

(۳) ذبح خانوں میں جاہل لوگ مقرر تھے جو ذبح کے مسائل سے واقف نہیں تھے۔ آپ نے اس بدنظمی کو دور فرمایا اور تعلیم یافتہ اشخاص کا تقرر کرکے مسلمانوں کو حرام کھانے سے بچالیا۔

(۴) مسلمان دین سے اتنے بے گانے ہوتے جارہے تھے کہ اپنے عزیز و اقارب کی تجہیز وتکفین بھی نہیں کرسکتے تھے۔

پیشہ ور غسالوں کو بلایا جاتا تھا جو احکام شرعیہ سے بالکل ہی ناواقف رہتے تھے۔ مولانا نے اس خرابی کو دور کرنے کے لئے امتحانات مقرر فرمائے تا کہ کوئی پیشہ ور غسال جب تک اس امتحان میں کامیاب نہ ہو، ان خدمات کی انجام دہی سے دور رہے تا کہ شریعت مطہرہ کے احکام کا لحاظ رکھا جاسکے۔

تعلیم وتربیت اور اصلاح و دعوت کے پہلو سے شیخ الاسلام انوار اللہ فاروقی کا یہ اقدام قابل صد تحسین وآفرین ہے کہ آپ نے وقت کے نوابوں سے راہ و رسم کو مستحسن نظروں سے دیکھا۔ جب کہ علماء اور صوفیہ کی اکثریت بادشاہوں سے مراسم و تعلقات سے احتراز کرتی ہے۔ ایسی فضاء میں مولانا انوار اللہ فاروقی کے اس جرأت مندانہ اور قلندرانہ اقدام کی تعریف وتحسین کرنی چاہئے اور آپ کے اس اقدام کو حسن عمل سے تعبیر کرنا چاہئے۔

حضرت خواجہ احرار قدس سرہ کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ آپ شریعت مطہرہ کی اشاعت اور اس کے احکام کے نفاذ کے خیال سے امراء اور سلاطین کی صحبت اختیار کرتے تھے اور حاجت مندوں کی حاجت روائی فرماتے تھے۔

یہ اس زمانے کا حال ہے جس میں اسلام اور مسلمانوں کو قوت اور غلبہ حاصل تھا۔ شیخ الاسلام کا زمانہ ایسا تھا جس میں اسلام ضعف کے عالم میں تھا اور مسلمانوں میں زوال وانحطاط تھا ایسے زمانہ میں شیخ الاسلام کا یہ عمل یقیناً ثواب کثیر کا باعث ہے اور اللہ کے نزدیک مقبول ہے۔

اس دور انحطاط وانتشار میں اگر کوئی صاحب دل ذی علم آدمی شیخ الاسلام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ارباب اقتدار کو مسلمانوں کی تعلیمی ضروریات اور ان کے مشکلات کو حل کرے تو یہ ایک عظیم خدمت ہوگی۔

شیخ الاسلام نے خلوص نیت اور اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ میر محبوب علی خان اور ان کے فرزند ارجمند میر عثمان علی خان اور ان کے دو فرزند نواب اعظم جاہ اور نواب معظم جاہ کی تعلیم وتربیت اور تادیب کی خدمت انجام دی۔ نوابان دکن کی صحبت اختیار کرتے ہوئے انھیں نیکی کی جانب مائل کیا۔ بقول مولانا سید عطاء اللہ حسینی

قطب شاہی اور عادل شاہی حکومتوں کے وراثت میں چھوڑے ہوئے تعیّشات کو سلطنت آصفیہ کے جاگیردارانہ نظام میں پروان چڑھنے کا خوب موقع ملا تھا۔ ان تعیّشات نے پورے دکن کو علمی اور اخلاقی طور پر کمزور کردیا تھا۔

دکن کو جہالت کے اس غار سے نکالنے اور معاشرے کی اصلاح کرنے کا کام اللہ تعالیٰ نے شیخ الاسلام انوار اللہ فاروقی کے لئے مقدر کردیا تھا۔ آپ نے اپنے شاگرد بادشاہِ وقت کا ذہن علم دوستی، علم پروری اور اصلاحات کی طرف موڑ کر بڑے علمی اور اصلاحی کام کئے جس کی وجہ سے ریاست حیدرآباد دکن کو پورے برصغیر میں ایک نمایاں مقام حاصل ہوگیا۔ میر عثمان علی خان آصف جاہ ہفتم کے عہد میں جتنے علمی، اصلاحی، تعمیری کام ہوئے ان سب میں بالواسطہ یا بلا واسطہ حضرت شیخ الاسلام انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ ضرور شامل تھا۔

ڈاکٹر عقیل ہاشمی نے شیخ الاسلام امام محمد انواراللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی گراں قدر خدمات تعلیم وتربیت پر ان لفظوں میں خراج عقیدت پیش کیا:

اس مرد حق آگاہ نے ریاست ممالک محروسہ حیدرآباد کے علمی و ادبی ماحول کے ساتھ ساتھ شعار دینی میں ایک خاموش انقلاب برپا کردیا جس کا عرصہ دراز تک اثر ونفوذ باقی رہا۔

شیخ الاسلام کی دعوت واصلاح، تربیت وتادیب کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ نے اولیائے کرام کے اعراس کے موقع پر جو غیر شرعی حرکات اور بدعات ہوتی تھیں، ان کے انسداد اور خاتمہ کی طرف اپنی توجہ مبذول کی۔

مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی ''ماثبت بالسنۃ فی ایام السنۃ'' نامی کتاب میں ربیع الثانی کے بیان میں فرماتے ہیں:

میں نے اپنے مرشد روحانی شیخ امام عبدالوہاب متقی شعرانی مکی سے پوچھا ہمارے شہروں میں بزرگوں کی وفات کے دن عرس منانے کی جو عادت چل رہی ہے اس کے تعلق سے آپ کے پاس کوئی دلیل ہے؟ آپ نے جواب دیا۔ **ان ذلک من طرق المشائخ و عاداتھم ولھم فی ذلک نیات** یہ چیز صوفیہ کرام کی عادات اور طریقوں سے تعلق رکھتی ہے اور اس میں ان کی نیتیں ہی اصل ہیں۔ مزید فرمایا: مغرب کے بعض مشائخ متاخرین کا بیان ہے کہ وہ دن جس میں یہ نفوس قدسیہ وفات پاجاتے ہیں جس میں دوسرے دنوں کے مقابلہ میں زیادہ نورانیت اور خیر وبرکت کی اُمید ہے۔ پھر فرمایا: **لم یکن فی زمن السلف شئ من ذلک وانما ھو من مستحسنات المتاخرین** ۔ یہ چیزیں سلف صالحین کے زمانے میں نہیں تھیں۔ یہ تو متاخرین کے مستحسن اعمال اور مباح افعال ہیں۔

شیخ الاسلام کے عہد میں اعراس کے موقع پر اولیائے کرام کی مزارات پر طائفہ خواتین کے مجرے ہوا کرتے تھے اور ان میں مختلف قسم کے لغویات اور غیر شرعی حرکات ہوا کرتی تھیں۔ آپ نے حکومت کی جانب سے قانون نافذ کروایا چنانچہ ۱۳۲۵ھ میں میرعثمان علی خان نے فرمان جاری کیا۔ درگاہوں میں عرس کے موقع پر طوائف کا ناچ گانا قطعاً موقوف کیا جائے۔ اس کے ساتھ یہ قانون بھی نافذ کیا گیا کہ اعراس کے موقع پر مینا بازار قائم نہ کئے جائیں تاکہ عورتوں اور مردوں کا اختلاط اور ان کا اجتماع نہ ہو اور اعراس کی مجلسوں کو خرافات اور لہو ولعب جیسی چیزوں سے پاک وصاف رکھا جائے۔

شیخ الاسلام کی شخصیت ارباب سلطنت کے نزدیک نہایت محترم ومکرم اور معظم ومعتمد تھی۔ آپ کی زبان مبارک سے جو بات بھی صادر ہوتی وہ لائق اعتناء اور قابل عمل ہوا کرتی تھی۔ آپ نے قوم وملت کی تعمیر وترقی اور تعلیم کی خاطر شاہی خزانے کا منہ کھلوادیا تھا۔ مفتی عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضرت مولانا انواراللہ فاروقی علیہ الرحمہ نے مسلمانوں کو علم دین کی جانب متوجہ کرنے کے لئے اولاً واعظین مقرر فرمائے اور اہل خدمات شرعیہ کے تعلیم یافتہ افراد کو اپنے اپنے حلقہ اثر میں ان کے اپنے فرائض کی تکمیل کے لئے مقرر فرمایا اور اس کے

ساتھ ساتھ متعدد مدارس بھی کھلوائے۔ ہندوستان میں اس قسم کے جو مدارس قائم تھے ان کی فہرست طلب فرما کر ان کی نوعیت کار کے لحاظ سے حکومت کی جانب سے رقمی امداد جاری کروائی۔

مفتی محمد رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جن مدرسوں کے نام مولانا انواراللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے ماہانہ امداد جاری فرمائی ان میں سے چند یہ ہیں۔

(۱) مدرسہ معینیہ اجمیر شریف (۲) مدرسہ صوفیہ محمد آباد بیدر شریف (۳) مدرسہ کولھا پور (۴) مدرسہ حفاظ خلد آباد (۵) مدرسہ حفاظ مکہ مسجد (۶) مدرسہ بدایوں (۷) مدرسہ سبحانیہ الہ آباد (۸) مدرسہ فتح پور دہلی (۹) مدرسہ میواڑ اودے پور (۱۰) مدرسہ برار (۱۱) مدرسہ دینیہ مسجد چوک (۱۲) مدرسہ دینیہ مسجد میاں مشک مرحوم (۱۳) مدرسہ دینیہ افضل گنج۔

ان کے علاوہ کئی اور مدرسے اور انجمنیں بھی ہیں جن کی مالی اعانت کی جاتی رہی اور تعداد کا اندازہ نہیں بتایا گیا۔

ڈاکٹر عبدالحمید اکبر گلبرگہ فرماتے ہیں:

مدارس کی طرف توجہ کے علاوہ مولانا نے دکن کے مختلف شعبۂ حیات میں علمی کام کرنے والوں کی بھی امداد کا اہتمام فرمایا۔ ان کے علاوہ ملک کے تقریباً چارسو علماء و مشائخین کو خزانۂ شاہی سے ماہانہ امداد جاری فرمائی۔ حرمین شریفین اور دیگر ممالک کے لوگ اس کے علاوہ ہیں۔ ہر سال پانچ سو افراد کے حج و زیارت کا انتظام سرکاری مصارف سے کیا۔

الغرض شیخ الاسلام انواراللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے سلاطین آصفیہ کے ذریعہ دکن اور بیرون دکن کے مسلمانوں کے لئے جو علمی ،ادبی، دینی، اصلاحی، معاشی اور معاشرتی خدمات انجام دی ہیں اس کے جائزہ اور احاطہ کے لئے ہزاروں صفحات بھی ناکافی ہیں۔

شیخ الاسلام نے اپنے قلم سے بھی تعلیم و تربیت، دعوت و تبلیغ، اصلاح و تادیب، تنقید و تردید اور شرعی محاسبہ کا حق ادا کیا ہے۔ آپ کی ایک کتاب الکلام المرفوع ہے۔ دراصل آپ نے ایک فصل میں حدیث اور اس کی اقسام پر محدثانہ، متکلمانہ اور محققانہ گفتگو کی ہے۔ یہ علمی گفتگو آپ کے شیخ طریقت شیخ المشائخ مولانا امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کو بے حد پسند آئی اور جلد از جلد اسے شائع کرنے کی ہدایت فرمائی۔ اس گفتگو کا نام الکلام المرفوع فیما یتعلق بالحدیث الموضوع تجویز کیا چنانچہ وہی کتاب کا نام رکھ دیا گیا۔

شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ کے عہد میں کئی ایک فتنوں نے سر اُٹھایا تھا۔ ان ہی سے ایک فتنہ یہ بھی تھا کہ بعض اشخاص و افراد اور گروہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اور صحابہ کرام کی جناب میں بدعقیدگی و بدزبانی اور بے ادبی و گستاخی کو اپنا شیوہ بنالیا تھا اور بعض ایسے اُمور و مسائل اور آداب جو اُمت میں تسلسل اور تواتر کے ساتھ معروف اور محمود اور معمول تھے، منکر سمجھے جارہے تھے۔ جن پر موجودہ زمانے میں بھی بحث و تکرار اور انکار و تردید کا سلسلہ اور رویہ برقرار ہے۔ وہ مسائل یہ ہیں۔

میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل، مجلس میلاد شریف میں ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا، آپ پر کثرت کے ساتھ درود

پڑھنا، کھڑے ہوکر بارگاہ نبوی ﷺ میں صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ پیش کرنا، تبرکات رسول ﷺ، اختیارات وتصرفات رسول، خلیفہ بلافصل حضرت علیؓ، توسل واستغاثہ، معجزات کا انکار، تبرأ کا مسئلہ، ختم نبوت کا انکار، مولانا شاہ اسماعیل دہلوی وغیرہ کے ہاں امکان کذب باری تعالیٰ اور امکان نظیر کا مسئلہ۔ اذان میں نام مبارک محمدی سن کر انگوٹھے چومنا وغیرہ۔

مذکورہ مسائل میں اکثر و بیشتر مسئلوں پر شیخ الاسلام نے محققانہ گفتگو کی ہے اور ان کے مبنی بر صواب ہونے کی وضاحت کی ہے۔ اُن موضوعات پر آپ کی یہ کتابیں انوار احمدی، مقاصد الاسلام اول، دوم، نہم وغیرہ دیکھی جاسکتی ہیں۔ شیخ الاسلام کی بعض عبارتوں کو ملاحظہ فرمائیں۔

اُمتیوں کا بکثرت درود شریف پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منظور ہے۔ آپ پر کثرت سے درود بھیجنا اہل سنت کی علامت ہے۔ علامۃ اہل السنۃ کثرۃ الصلوٰۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

غیرت کا مقام ہے کہ اسلام سے بے گانے تو معجزات کو سن کر ایمان لائیں اور اس زمانے کے موروثی مسلمان معجزات کا انکار کرکے مسلمانوں سے علیحدہ ہوجائیں۔

''یہ فتنہ جس میں عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی۔ نہایت خطرناک تھا جس سے اور فتنوں کا دروازہ کھل گیا۔ اس فتنہ کی ابتداء مسئلہ وحی اور خلافت بلافصل (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے ہوئی۔

صحابہ کرام ان تبرکات کو مان کر دین اور ایمان دار ہوگئے تھے۔ پھر آج کے ملاؤں کی بات سن کر صحابہ کرام کی خلاف ورزی کرکے تبرکات سے محروم کیوں ہوتے ہیں۔۔

صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمداہ یا محمداہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر پکارا ہے۔ اس طرح پکارنے اور مدد طلب کرنے کو جو لوگ شرک سمجھتے ہیں وہ بتائیں کہ کیا صحابہ کرام بھی شرک کرتے تھے۔ اگر نہیں بتاسکتے ہیں تو پھر صحابہ کرام کی تقلید میں یارسول اللہ کہنے والوں کو بُرا بھلا نہ کہیں۔

شیخ الاسلام کے عہد کا ایک فتنہ یہ بھی رہا کہ بعض لوگوں نے ائمہ اربعہ کی تقلید کو گمراہی وضلالت قرار دیا۔ فقہ کی مخالفت کی۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور فقہائے کرام کی تحقیر وتذلیل میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ ان حالات کے پیش نظر آپ نے کتاب وسنت اور صحابہ کی روش وعمل کی روشنی میں فقہ کی شرعیت اور تقلید کی شرعیت کو بیان کیا۔

تقلید سے بے نیاز لوگوں کا ایک طرۂ وصف یہ بھی رہا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان وعظمت میں تنقیص میں آگے آگے تھے۔ آپ نے ان کی اصلاح وتادیب کی خاطر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ومناقب اور خصائص بیان کئے اور آپ ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام کی تعظیم وتکریم اور توقیر وادب کی مثالوں کو واضح کیا تاکہ یہ راہ راست پر آجائیں۔

ایک جگہ رقم طراز ہیں:

وہابیوں کو خوف کرنا چاہئے کہ باوجود یکہ قرآن و احادیث میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل دیکھتے ہیں اور مسلمانوں سے سنتے ہیں۔مگر ان کو نظر انداز کر کے ایسے آیات و احادیث کو تلاش کرتے ہیں جن میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بظاہر کسر شان ہوتی ہے۔کیا یہ نماز، روزہ اور ایسی شہادت رسالت کام آئے گی۔

آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں غیر مقلدین کے خیالات میں سے ایک خیال یہ بھی پیش کیا ہے۔

وھابیہ کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہم جیسے ایک معمولی آدمی تھے۔اہل سنت و جماعت کہتے ہیں کہ بے شک آدمی ہیں مگر تمام آدمیوں سے بلکہ تمام عالم سے افضل ہیں''۔

اس موضوع پر آپ کی یہ کتابیں نہایت مفید اور کارآمد ہیں۔مقاصد الاسلام چھٹا حصہ، گیارہواں حصہ اور حقیقۃ الفقہ حصہ اول و دوم۔

شیخ الاسلام کے عہد میں ایک فتنہ قادیانیت کا بھی اُبھرا تو آپ نے اس کی بھی سرکوبی کی اور ایسی مفید بحث کی جو آج بھی ردِّ قادیانیت کے موضوع پر مرجع اور ماخذ بنی ہوئی ہے۔

اس موضوع پر آپ کی یہ کتابیں مفید ہیں۔(۱) افادۃ الافہام فی ردازالۃ الاوھام (۲) انوار الحق۔

شیخ الاسلام کے عہد میں تجدد پسند اور عقلیت پسند گروہ نے بھی فتنے اُٹھائے۔آپ نے ان کی اصلاح کا بھی بیڑہ اُٹھایا۔ سرسید اور شبلی کی عقلیت پسندی کو ٹھکانے لگادیا۔اس موضوع پر آپ کی کتاب ''کتاب العقل'' رہنمایانہ اور قائدانہ کردار کی حامل ہے۔اس کتاب کے آخر میں آپ نے یہ دعا کی ہے۔

خدائے تعالیٰ ہم مسلمانوں کو ایسی عقل سلیم عطا فرمائے کہ اس سے خدائے تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کریں اور اس کے سچے دین کی تائید کر کے دونوں جہاں میں مستحق تحسین وثواب ہوں۔امین یارب العالمین

الغرض حضرت شیخ الاسلام ایک جلیل القدر محدث، عظیم صوفی و عارف، دقیقہ سنج و نکتہ شناس مفسر، صاحب فراست محدث و فقیہ، زمانہ شناس مصلح و مجدد، بالغ نظر مصنف و محقق، مذہبی شاعر و ادیب تھے۔جن کی ذات والا صفات سے مختلف اور متعدد جہتوں اور سمتوں میں نہایت وقیع، عظیم الشان تاریخ ساز خدمات ظہور پذیر ہوئیں۔اس مختصر مقالہ میں ان تمام پہلوؤں اور گوشوں کا احاطہ ایک مشکل امر ہے جس کے پیش نظر حضرت شیخ الاسلام انوار اللہ فاروقی کی تعلیمی و تربیتی اور اصلاحی و ملی خدمات کے مختصر تذکرہ پر اکتفا کیا گیا ہے۔ایک سفینہ چاہئے اس بحر بے کراں کے لئے۔

واخردعوانا ان الحمدللہ رب العلمین

ملاحظات: (۱) مولانا محمد انوار اللہ فاروقی حیات و خدمات، ڈاکٹر عبدالحمید اکبر گلبرگہ

(۲) مرقع انوار مرتب مولانا محمد فصیح الدین نظامی حیدرآباد، (۳) شیخ الاسلام انوار اللہ فاروقی کی تصانیف۔

شیخ الاسلام حافظ محمد انوار اللہ خان بہادر فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کا حب رسول ﷺ آپ کی تصنیفات اور تالیفات کی روشنی میں

محترم جناب میر کمال الدین علی خاں صاحب
سکریٹری آل انڈیا صوفی کانفرنس

تعریف وتوصیف عظمت و بڑائی اس ذات یکتا کے لیے ہے جو وحدہ لاشریک لہ ہے۔ ہزاروں درود اور لاکھوں سلام اس ذات اقدس پر جو رحمت للعالمین بھی ہے اور راحت العاشقین بھی، جو شمس العارفین بھی ہے اور سراج السالکین بھی۔ جو اول بھی ہے اور آخر بھی۔ جو ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ جو سامنے بھی ہے اور چار سو بھی۔ جو یٰسؔ بھی ہے اور طٰہٰ بھی جو صاحب قرآن بھی ہے اور ہادی فرقان بھی۔

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغ وادی سینا
نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یسین و ہی طٰہٰ

رب ذوالجلال نے کائنات کے مختلف اشیاء کے درمیان ایک مقناطیست پیدا کردی ہے۔ یہ مقناطیسیت بے جان چیزوں کے درمیان ہوتو اسے کشش کہتے ہیں اور اگر یہ کشش دو جانداروں کے درمیان ہوتو اسے میلان کہتے ہیں۔ یہی میلان جب زیادہ ہوجاتا ہے تو محبت کہلاتا ہے۔ امام غزالی نے محبت کی تعریف اس طرح کی ہے کہ محبت طبیعت کا میلان ہے۔ ایسی شئے کی طرف جس سے لذت حاصل ہوتی ہے۔ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری نے اپنی تالیف رحمت للعالمین میں ایک حدیث شریف پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے کہ ’’محبت ہی قوت قلب ہے، محبت ہی غذائے روح ہے۔ محبت ہی حیات الابدان، دل کی زندگی، زندگی کی کامیابی، کامیابی کو دوام بخشنے والی، غرض محبت ہی سب کچھ ہے۔

حضرت جنید بغدادی کے مطابق محبت یہ ہے کہ محبوب کی صفات محبّ کے اندر داخل ہوجائیں۔

محبت یہ ہے کہ محبّ اپنی تمام صفات کی نفی کرے اور محبوب کی ذات کا اثبات کرے۔

محبت ایک اضطراب ہے جو وصل محبوب کے بغیر ختم نہیں ہوتا ہے ۔ ایک آگ ہے جو مشاہدہ محبوب کے بغیر ٹھنڈی نہیں ہوتی ۔

شیخ الاسلام کی شخصیت اور آپ کے علمی وادبی کارناموں کا تحقیقی جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ آپ کے قلم سے نکلا ہوا ہر لفظ، آپ کی زندگی کا ہر پہلو، حب رسول سے سرشار ہے ۔ حب رسول کی تمام علامتیں یعنی اتباع محبوب، حکم محبوب کی تعمیل، کثرت ذکر محبوب، اشتیاق دید، محبوب کی تعظیم وتوقیر، ذکر محبوب کی تعظیم، محبوب کی ہر پسند سے محبت، محبوب کی ناپسندیدہ چیزوں سے نفرت، محبوب کے دشمن سے عداوت شیخ الاسلام کے حب رسول میں ملتی ہیں ۔ ایک سچے عاشق رسول اور نبی مکرم کے ایک وفادار امتی کے عشق وایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ اپنے خالق حقیقی کے ذکر وتعریف وتوصیف کے ساتھ ساتھ اپنے آقا وسرکار کے صفات جمیلہ، اپنی محبوبیت نامہ کا محور معجزات وکمالات کا مصدر کون ومکاں کا سردار وسرور اور انسانیت کے عظیم تر رہبر کی روح وثنا کو لازم کرلے خواہ وہ جامہ زیبا میں ہو یا نظم کے پیکر رعنا میں ہو ۔ حضرت شیخ الاسلام نے اپنے پہلے شاہکار کو مسدس کی شکل میں بارگاہ رسالت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ۔ مدینہ منورہ میں زرنگار شاہکار انوار احمدی ہے جو بعد ازاں نثری شرح طور پر عوام وخواص کے لیے پیش فرمایا ۔ حضرت امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ نے انوار احمدی کے بارے میں جو رائے دی اس کا اقتباس ملاحظہ ہو ۔ '' عزیزم مولوی انوار اللہ صاحب جو کہ فقیر کے خاص احباب میں سے ہیں مدینہ شریف میں دو تین سال رہ کر بڑی کتاب مسمیٰ از زبان فقیر بہ 'انوار احمدی' چند مسائل کی تحقیق میں بڑی خوبی سے لکھی ہے ۔ فقیر نے تا بحث آداب اس کتاب کو سنا خود مولانا ممدوح کی زبانی ۔ فقیر بہت محظوظ ومسرور ہوا ۔ اللہ تعالی ان کے علم وعمر میں برکت کرے ۔ ایک جدید طرز اور نئے انداز سے نہایت مفید اور کارآمد کتاب تالیف ہوئی ہے'' ۔۔

مفتی عبدالحمید صاحب علیہ الرحمہ نے انوار احمدی کے بارے میں جو گلفشانی گفتار فرمائی ہے وہ بھی قابل دید ہے ۔ حضرت شیخ الاسلام نے مدینہ طیبہ کے دورانِ قیام حضور کے اخلاقِ حسنہ اور آپ کے ادب واحترام سے متعلق صحابہ کرام کے طریقہ عمل کو نظم میں قلم بند فرما کر پھر بحوالہ احادیث ان کی تشریح وتوضیح فرمائی ۔ بلا شبہ انوار احمدی میں انوار رسالت پوری طرح آب وتاب کے ساتھ نمایاں ہیں ۔۔

حضرت شیخ الاسلام نے انوار احمدی میں ایک مقام پر حدیث شریف کا ذکر فرمایا کہ 'رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی کو دوست کہتا ہے تو اس کو اکثر یاد کیا کرتا ہے ۔ اس لیے آدم علیہ السلام اپنے اس فرزند کو جو محبوب ترین اولاد اور خلیفہ تھے ۔ وصیت کی کہ آنحضرت کا ذکر بکثرت کیا کریں ۔ اس نصیحت میں دو فائدے ہیں ایک خاص نفع ذاتی شیث علیہ السلام کا کہ اس ذکر کی بدولت حق تعالی کے نزدیک ان کا تقرب بڑھے اور دوسرا یہ کہ تمام اولاد بھی مدنظر تھی کیوں کہ جب سب کو یہ معلوم

ہوجائے کہ اپنے فرزند ولی عہد کو ایسی وصیت کی ہے تو ان میں جو خلف الصدق ہیں ضرور اس کام پر رغبت کریں گے۔اس پر بھی اگر کسی ناخلف نے پدر مہربان کی وصیت کو لغو سمجھا تو اپنا نقصان کیا۔ یہ تو ان کا ذکر تھا جو خود نبی مقرب تھے۔اب اس موقع پر ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ جب انبیاء الوالعزم نے ذکر نبی میں اس قدر اہتمام کیا ہوتو ہم امتیوں کو کس قدر اس کا اہتمام و التزام چاہئے کیوں کہ ہمارا تو دین و ایمان حضرت ﷺ کی ہی محبت کے ساتھ وابستہ ہے۔آگے چل کر حدیث شریف بیان کرتے ہیں ''کوئی تم میں ایماندار نہیں ہوتا ہے جب تک اس کے دل میں میری محبت اس کے باپ اور بیٹے اور سب لوگوں سے زیادہ نہ ہو یعنی تمام عالم سے زیادہ جب تک آنحضرت کی محبت نہ ہو ایمان ہی نہیں۔غرض ایمان اگر حاصل کرنا ہوتو حضرت کی محبت حاصل کرنا چاہئے۔

آپ کی تمام تصنیفات اور تالیفات میں حب رسول کی جھلکیاں نمایاں نظر آتی ہیں۔حضرت شیخ الاسلام کے حب رسول کی چند مثالیں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

''ایک صاحب نے آپ سے کہا کہ بعض وکلاء اپنی جادو بیانی سے سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ دکھا سکتے ہیں اور کسی مقدمہ میں حقدار کا وکیل کمزور اور فریق مخالف کا تیز ہوتو وہ آسانی سے آپ کو غلط باور کرانے میں کامیاب ہوجائے گا۔جواب میں فرمایا۔میں حتی المقدور انصاف کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔غیب کا حال اللہ ہی جانتا ہے۔اس کے سوا جب میں اجلاس پر بیٹھتا ہوں یا فیصلہ لکھنا شروع کرتا ہوں تو پہلے حضرت سرور دو عالم کی روح پاک کی طرف متوجہ ہوکر عرض کرتا ہوں کہ میں ایک زرہ بے مقدار ہوں میرا معاملہ آپ کے حوالے ہے جب تک آپ مدد نہ فرمائیں راہ راست نہیں مل سکتی۔اس کے بعد فیصلہ لکھنے کے لیے قلم اٹھاتا ہوں۔

حضرت شیخ الاسلام اتباع رسول اور محبت رسول میں مصروف و مشغول رہتے۔حسن خلق، حلم وتواضع، جود وسخا، مہمان نوازی، جذبہ ہمدردی، ایثار، وغیرہ زندگی کے ایسے لوازمات ہیں جن پر آپ اتباع رسول کرتے تھے۔حضرت شیخ الاسلام کے پاس محبت کے مدارج ہیں وہ یہ ہیں کہ محبت مدارج محبوب پر منحصر ہوتے ہے۔محبوب جتنا زیادہ ارفع و اعلی ہوگا محبت کا درجہ بھی اسی قدر رافع و دائمی ہوگا۔محبت کو ذات و صفات محبوب سے جس قدر زیادہ عرفان ہوگا۔اسی قدر زیادہ استحکام سے اُس کا اُس جانب میلان ہوگا جیسا کہ سورہ بقرہ میں ہے''جو ایمان والے ہیں ان کی محبتیں خدا کے ساتھ زیادہ ہوتی ہیں۔حضرت شیخ الاسلام نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی محبت رسول کے حوالے سے یہ دعا مانگی تھی کہ مجھے دیار حبیب میں جام وصال الٰہی ملے اور قضا مدینہ طیبہ میں آئے۔حضرت شیخ الاسلام کی حیات میں اپنے جد اعلی حضرت فاروق اعظم کی پیروی کا نمونے تھے جب دوسری مرتبہ دیار حبیب کو تشریف لے گئے تو دیار رسول نے دیار وطن کی یاد بھلا دی۔قافلہ سے جدا ہوگئے۔رفیق

سفر حضرت مظفر الدین معلیٰ کے بیان کے مطابق جب قافلہ روانہ ہونے لگا تو میں (حضرت مظفر الدین) مولانا کی قیام گاہ پر حاضر ہوا وہاں نہ پا کر آپ کو تلاش کرتا ہوا نکلا ۔ اور دیکھا کہ آپ قبہ سیدنا اسماعیل میں مراقب ہیں ۔ پاس جا کر عرض کیا کہ قافلہ جا رہا ہے ۔ جلدی تشریف لے چلیے ۔ جواب میں فرمایا کہ '' اس وقت مجھے آستانہ رسول کی مفارقت گوارا نہیں ہے آپ جائیے میں چل نہیں سکتا ۔ مگر میں نے ساتھ چھوڑنا پسند نہیں کیا ۔ آخر اصرار پر اُٹھے اس عرصہ میں قافلہ نکل چکا تھا ۔ قافلہ کو ملانے کے لیے دوسری تیز رفتار سواری لے کر روانہ ہوئے اور پانچ کوس کے فاصلہ پر قافلہ سے جا ملے ۔

حضرت شیخ الاسلام کی حیات کے ہر گوشہ میں حب رسول سما گئی تھی ۔ چنانچہ تیسرے سفر حجاز ۱۳۰۵ ھ کے موقع پر آپ کی ہمشیرہ محترمہ مدینہ طیبہ میں علیل ہوئیں اور وصال فرما گئیں ۔ آپ خود بھی علیل ہوئے اس کے بعد آپ کے نور نظر حضرت عبدالقدوس بخار میں مبتلا ہوئے اور بالآخر ۴ شوال ۱۳۰۷ ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا ۔ خود آپ کی حالت بھی نازک ہو چکی تھی مگر جب صاحبزادے کے انتقال کی خبر سنی تو تشریف لائے اور ان کے قریب ہو کر کان میں یہ تاریخی الفاظ ارشاد فرمائیے ۔

'' میرے پیارے بچے حضرت رسول اللہ ﷺ کی جناب میں ہمارا سلام کرنا ۔ اتنا کہہ کر واپس آئے اور بے ہوش ہو گئے ۔ صاحبزادے کے وصال کے بعد آپ فریش ہو گئے ۔ ایسی حالت میں بھی عشق رسول کی کارفرمائیاں دیکھئے کے دیار حبیب سے جدائی کو گوارا نہ کیا ۔ مولانا قاضی محمد شریف الدین صاحب نے اصرار کیا تو فرمایا کہ پہلے اہل مدینہ سے مشورہ کیا جائے اگر وہ اجازت دیں تو چلوں گا ورنہ نہیں ۔ مدینہ طیبہ کے مشائخ عظام سے مشورہ لیا گیا سب نے وطن جانے کا مشورہ دیا ۔ اس کے بعد آپ نے استخارہ فرمایا تو دیکھا کہ ایک لڑکا کتاب کھولے بیٹھا ہے اور آپ کے والد ماجد فرما رہے ہیں کہ اس کو پڑھاؤ ۔ تعبیر اچھی تھی ۔ اس کے بعد ۱۳۰۸ ھ میں حج بیت اللہ کے بعد حیدرآباد واپس تشریف لائے ۔ ۔

حضرت شیخ الاسلام نے اپنی نگارشات کے ذریعہ پیغام محبت کو عام کیا ہے ۔ جس میں اللہ کی محبت اور اللہ کے رسول کی محبت اور کتاب وسنت کی پیروی میں ساری امت مسلمہ کو محبت کا درس دیا ہے جو محبتیں ان کی تابع ہیں وہ بھی یقیناً محمود ہیں ۔ انسان کی زندگی کا مقصد اس کی غایت پرواز بہت ہی اعلیٰ وارفع ہے وہ اپنے خالق و مالک کی محبت اور اس کے حبیب کبریا کی محبت اور ان کے لائے ہوئے دین کی محبت بھی دراصل محبت حقیقی کا منبع ہیں ۔ مقاصد الاسلام کے حصہ دہم میں ایک مقام پر فرمایا کہ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی یہاں ایک اور بات معلوم ہوئی کہ حق تعالیٰ کو منظور ہے کہ آنخضرت کے ساتھ بھی مسلمانوں کو کامل محبت ہے کیوں کہ معلوم ہوا کہ پوری اطاعت اس وقت نہیں ہوسکتی جب تک کہ کامل محبت نہ ہو ۔ اور حق تعالیٰ نے اپنی اطاعت کو آنحضرت کی اطاعت پر منحصر فرما دیا اس سے ظاہر ہے کہ حق تعالی نے ان آیات میں ان لوگوں کو جو محبت الٰہیٰ کا دعویٰ کرتے ہیں اشارۃً یہ حکم فرمایا کہ جس طرح ہمارے ساتھ محبت رکھتے ہو ہمارے نبی کے

ساتھ بھی پوری محبت رکھو۔۔

غرض کہ آنحضرت کی محبت دین میں ضروری سمجھی گئی۔شیخ الاسلام نے مقاصد اسلام کے حصہ اول میں فرمایا کہ اہل اسلام میں وہی لوگ بڑے درجے کے سمجھے جاتے ہیں جن کو نبی کے ساتھ کمال درجہ کی محبت ہوتی ہے۔کمالِ درجہ کے ایمان کا مدار بھی اسی پر رکھا ہے۔جیسا کہ حدیث شریف میں آیا کہ''کوئی ایمان نہیں لاتا جب تک اس کے دل میں میری محبت اولاد اور باپ اور تمام لوگوں کی محبت سے زیادہ نہیں ہوتی''۔

مقاصد الاسلام کی جلد دہم میں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اخلاق حمیدہ و صفات پسندیدہ کامل طور پر آنحضرت میں پائے جاتے تھے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ وہ صفات ہیں کہ جن میں سے کسی میں ایک بھی پائی جائے تو اس کے ساتھ عموماً محبت ہوا کرتی ہے پھر جب یہ تمام صفات آنحضرت میں موجود تھے جن کو سب لوگ مشاہدہ کرتے تھے تو ایسا کون ہوگا جس کو طبعاً آپ کے ساتھ محبت نہ پیدا ہوتی ہوگی۔اس مقام پر آپ نے حضرت عمر کا واقعہ سپرد قلم کیا کہ یا رسول اللہﷺ اپ کی محبت میرے دل میں میری جان سے بھی زیادہ ہے۔حاصل یہ کہ عمر نے دیکھا کہ اپنی جان آدمی کو بہت عزیز ہوتی ہے۔یہ عرض کردی کہ میں اپنی جان کو سب سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں اس پر جب ارشاد ہوا کہ جب تک کوئی اپنی جان سے بھی زیادہ مجھ کو عزیز اور محبوب نہ رکھے گا ایمان نہ لائے گا تو عمرؓ اصل مطلب کو سمجھ گئے کہ فی الواقع ایمان لانے سے پہلے یہی کیفیت ہوا کرتی ہے اس وجہ سے ہر مسلمان حضور کے حکم پر اپنی جان دینے کے لیے تیار ہوجاتا ہے۔یہ اطاعت خبر دیتی ہے کہ مسلمان کو اپنی جان سے بھی زیادہ آنحضرتﷺ سے محبت ہوتی ہے کیوں کہ اطاعت محبت پر دلیل ہے اس وقت عرض کی یا رسول اللہﷺ یہ محبت تو مجھے بھی حاصل ہے اور قسم کھا کر کہہ دیا کہ آپ کی محبت جان سے بھی زیادہ عزیز ہے۔۔

مختصر یہ کہ شیخ الاسلام کا حب رسول شریعت مطہرہ کا سرچشمہ ہے۔

آپ کا حب رسولﷺ صداقت و امانت کا محور ہے۔آپ کا حب رسولﷺ سلامتی کا باعث ہے۔

آپ کا حب رسولﷺ رحم ومروت کی آماجگاہ ہے۔آپ کا حب رسولﷺ حق پرستی،حق شناسی اور حق آگہی کی پہچان ہے

آپ کا حب رسولﷺ فرائض کی ادائیگی کا اعلان ہے۔آپ کا حب رسولﷺ وقار عبدیت ہے

آپ کا حب رسولﷺ داعی حق کا مرکز ہے۔آپ کا حب رسولﷺ عفوو درگذر کی درس گاہ ہے

آپ کا حب رسولﷺ فیض رسانی کا مرکز ہے۔آپ کا حب رسولﷺ نور ہے۔آپ کا حب رسولؐ منور ہے۔

آپ کا حب رسولﷺ تابناک ہے۔آپ کا حب رسولﷺ خوبی و خیر خواہی ہے

آپ کا حب رسولﷺ نیکی و بھلائی کا مقصد۔ آپ کا حب رسولﷺ دوسروں کے لیے قلب کی تسکین ہے

آپ کا حب رسول ﷺ روح کی فرحت ہے۔
آپ کا حب رسول ﷺ دنیا میں اعزاز وراحت کے حصول کا ذریعہ ہے۔
آپ کا حب رسول ﷺ نعمت عظمیٰ ہے۔آپ کا حب رسول ﷺ دولت بے بہا ہے۔
آپ کا حب رسولؐ قبر کی روشنی ہے۔آپ کا حب رسول ﷺ برزخ کی آسودگی ہے۔
آپ کا حب رسول ﷺ دوسروں کے لیے قیامت میں استحقاق شفاعت ہے
آپ کا حب رسول ﷺ ضامن جنت ہے۔آپ کا حب رسول ﷺ خوش نصیبوں کی شناخت ہے۔
آپ کا حب رسول ﷺ سبب نجات ہے۔آپ کا حب رسولؐ حق کی حمایت ہے۔
آپ کا حب رسول ﷺ رحمت ہی رحمت ہے۔
آپ کا حب رسول ﷺ حرمت ہی حرمت ہے۔آپ کا حب رسول ﷺ عزت ہی عزت ہے۔
آپ کا حب رسول ﷺ عظمت ہی عظمت ہے

ذرا دیکھو انور کہ انوارِ غیبی
نہاں کس قدر ہیں عیاں کیسے کیسے
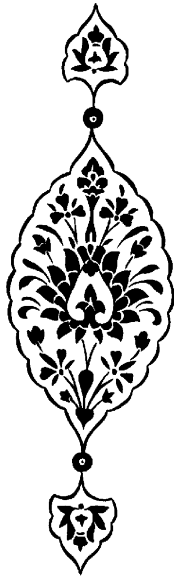
ریاست و بیرون ریاست منعقدہ جلسے وسمینارس

بضمن صد سالہ عرس شریف حضرت شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی قدس سرہ العزیز بانی جامعہ نظامیہ حیدرآباد۔الہند

- ۱۳رجنوری ۲۰۱۵ء روز سہ شنبہ جلسہ عام بعد عشاء بمقام قندہار شریف' مہاراشٹرا۔ مولانا انوار صاحب 9885470543
- ۱۴رجنوری ۲۰۱۵ء روز چہارشنبہ جلسہ عام بعد عشاء بمقام ضلع ناندیڑ' مہاراشٹرا مولانا انوار صاحب 9885470543
- ۱۸رجنوری ۲۰۱۵ء روز یکشنبہ جلسہ عام بعد بعد بمقام دارالعلوم الحرمین' محبوب نگر' تلنگانہ حافظ منیر صاحب 9618154500
- ۲۴رجنوری ۲۰۱۵ء روز شنبہ جلسہ عام بعد مغرب بمقام تاڑپتری' آندھراپردیش' زیراہتمام خانقاہ قدیریہ ہلکٹہ شریف
- ۲۵رجنوری ۲۰۱۵ء روز یکشنبہ جلسہ عام بعد مغرب بمقام چھوٹا میدان' شیواجی نگر بنگلور' زیراہتمام خانقاہ قدیریہ ہلکٹہ شریف

  حضرت تراب پاشاہ صاحب 09886786356
- ۳۱رجنوری ۲۰۱۵ء روز شنبہ جلسہ عام بعد عشاء بمقام ایس آر ٹی کالونی' امام باڑہ' یاقوت پورہ حیدرآباد۔
- ۴رفبروری ۲۰۱۵ء روز چہارشنبہ بعد عشاء جلسہ عام بمقام رحمت آباد شریف ضلع نیلور فون : 09247892204

  زیراہتمام مسلم یوتھ ویلفیر اسوسی ایشن
- ۴رفبروری ۲۰۱۵ء روز چہارشنبہ اجلاس مجلس استقبالیہ ۱۰ربجے دن بمقام جامعہ نظامیہ
- ۵رفبروری ۲۰۱۵ء روز جمعرات پریس کانفرنس ۱۰ربجے دن بمقام جامعہ نظامیہ
- ۷رفبروری ۲۰۱۵ء روز شنبہ بعد مغرب جلسہ عام بمقام یادگیر' کرناٹک سیل : 09590195959
- ۹رفبروری ۲۰۱۵ء روز دوشنبہ بعد مغرب جلسہ عام بمقام رائچور مولانا خواجہ بہاوالدین صاحب
- ۱۰رفبروری ۲۰۱۵ء روز سہ شنبہ بعد مغرب جلسہ عام بمقام ہنے گاوں ضلع ناندیڑ مہاراشٹرا۔ زیراہتمام مدرسہ تعلیم الاسلام
- ۱۱رفبروری ۲۰۱۵ء روز چہارشنبہ جلسہ عام بعد مغرب بمقام کریم نگر' تلنگانہ سیل : 09652123607
- ۱۳رفبروری ۲۰۱۵ء روز جمعہ بعد عشاء جلسہ عام بمقام کاماریڈی' نارائن پیٹ' فاروق بن مخاشن صاحب 8121535528
- ۱۴رفبروری ۲۰۱۵ء روز شنبہ ۱۰بجے دن سمینار بزبان عربی بمقام اردو مسکن خلوت' حیدرآباد زیراہتمام جامعہ نظامیہ
- ۱۴رفبروری ۲۰۱۵ء روز شنبہ بعد مغرب جلسہ عام بمقام جامع مسجد قطب شاہی ندی موسیٰ گوڑہ' کشن باغ' حیدرآباد زیراہتمام انتظامی کمیٹی
- ۱۵رفبروری ۲۰۱۵ء روز یکشنبہ ۱۰بجے دن سمینار بزبان اردو بمقام اندراپریہ درشنی باغ عامہ نامپلی حیدرآباد زیراہتمام جامعہ نظامیہ

- ۱۷رفبروری ۲۰۱۵ءروز سہ شنبہ دس بجے دن سیمینار بمقام بیجاپور زیر اہتمام علمائے جامعہ نظامیہ بیجاپو09036543026
- ۱۷رفبروری ۲۰۱۵ءروز سہ شنبہ بعد مغرب جلسہ عام بمقام بیجاپور زیر اہتمام علمائے جامعہ نظامیہ بیجاپو09036543026
- ۱۹رفبروری ۲۰۱۵ءروز جمعرات بعد عشاء جلسہ عام بمقام گرمٹکال' ضلع محبوب نگر
- ۲۰رفبروری ۲۰۱۵ءجمعہ بعد عشاء جلسہ عام بمقام بمقام بڑابازار' یاقوت پورہ حیدرآباد
- ۲۰رفبروری ۲۰۱۵ءروز جمعہ بعد ظہر جلسہ عام بمقام الصفہ ریزیڈنشل اسکول راجندرنگر' حیدرآباد
- ۲۱رفبروری ۲۰۱۵ءشنبہ بعد عشاء جلسہ عام بمقام مولاعلی ملکاجگری حیدرآباد حافظ ناصر شریفصاحب 09885515786
- ۲۲رفروری ۲۰۱۵ءروز یکشنبہ سیمینار ۱۰تا ایک بجے دن بمقام پونہ' مہاراشٹرا زیر اہتمام برانچ ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر وابناء جامعہ نظامیہ' پونہ
- ۲۲رفبروری ۲۰۱۵ءروز یکشنبہ جلسہ عام بعد عشاء بمقام پونہ' مہاراشٹرا زیر اہتمام برانچ ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر وابناء جامعہ نظامیہ' پونہ
- ۲۳رفبروری ۲۰۱۵ءروز دوشنبہ جلسہ عام بعد مغرب بمقام ماہیم' مومبائی' مہاراشٹرا **زیر اهتمام خانقاه قديريه ' هلكٹه شريف**
- ۲۴رفبروری ۲۰۱۵ءروز سہ شنبہ بعد عشاء جلسہ عام بمقام کولم پلی' محبوب نگر
- ۲۵رفبروری ۲۰۱۵ءروز چہارشنبہ جلسہ عام بعد عشاء بمقام ورنگل' تلنگانہ مولانا عبدالمقتدر صاحب 09866105607
- ۲۶رفبروری ۲۰۱۵ءروز جمعرات بعد عشاء جلسہ عام بمقام امرچنتا' محبوب نگر
- ۲۶رفبروری ۲۰۱۵ءروز جمعرات بعد مغرب جلسہ عام بمقام یسین فنکشن ہال جہاں نما' حیدرآباد زیر اہتمام طلبائے قدیم جامعہ نظامیہ
- ۲۶رفبروری ۲۰۱۵ءروز جمعرات بعد مغرب جلسہ عام بمقام جامع مسجدBHEL ' زیر اہتمام مسلم ریلیجس آفیسر کمیٹی'
- ۲۷رفبروری ۲۰۱۵ءروز جمعہ جلسہ عام بعد عشاء بمقام صمد فنکشن ہال تانڈور ضلع رنگاریڈی

زیر اہتمام مدرسہ مدینۃ العلوم تانڈور مولانا حافظ شکیل احمد صاحب 09848669547

- ۲۷رفبروری ۲۰۱۵ءروز جمعہ جلسہ عام بعد عشاء بمقام ایم ایف گارڈن' ٹولی چوکی' حیدرآباد۔ زیر اہتمام ابوالحسنات ریسرچ سنٹر
- ۲۸رفبروری ۲۰۱۵ءروز شنبہ جلسہ عام بعد عشاء بمقام عیدگاہ بالامرائی پیراڈائیز سکندرآباد
- ۲۸رفبروری ۲۰۱۵ءروز شنبہ جلسہ عام بعد عشاء بمقام گلبرگہ شریف

● ۲۸ / فبروری ۲۰۱۵ ء روز شنبہ گلبرگہ ۔ کنوینر جناب سید عبدالرشید صاحب

● یکم / مارچ ۲۰۱۵ ء روز یکشنبہ جلسہ عام بعد عشاء بمقام دودھ باؤلی چوراہا ، زیر اهتمام ماهره ٹورس اینڈ ٹراویلس

● یکم / مارچ ۲۰۱۵ ء روز یکشنبہ جلسہ عام بعد مغرب بمقام مسجد حکیم شرفی وعزیز النساء متصل درگاہ شریف شرفی چمن ' سبزی منڈی ' حیدرآباد

● یکم / مارچ ۲۰۱۵ ء روز یکشنبہ جلسہ عام بعد ظہر بمقام جے جے فنکشن ہال ' ظہیر آباد (تلنگانہ) زیر اہتمام نائس موبائیل

● یکم / مارچ ۲۰۱۵ ء روز یکشنبہ جلسہ عام بعد ظہر بمقام مسجد نورانی ' حسن نگر ' حیدرآباد

● یکم / مارچ ۲۰۱۵ ء روز یکشنبہ جلسہ عام بعد عشاء بمقام مسجد خواجہ گلشن ' مہدی پٹنم حیدرآباد ' زیر اہتمام انتظامی کمیٹی

● ۲ / مارچ ۲۰۱۵ ء روز دوشنبہ بعد عشاء بمقام شادنگر ضلع محبوب نگر زیر اہتمام طلبائے قدیم ومحبان جامعہ شادنگر حافظ محمد اظہر صاحب 9392606691

● ۲ / مارچ ۲۰۱۵ ء روز دوشنبہ جلسہ عام بعد عشاء بمقام بادے پلی ' جڑچرلہ ' ضلع محبوب نگر

● ۲ / مارچ ۲۰۱۵ ء روز دوشنبہ گلبرگہ ، بعد نماز عشاء ۔ کنوینر جناب سید عبدالرشید صاحب

● ۳ / مارچ ۲۰۱۵ ء روز سہ شنبہ جلسہ عام بعد عشاء بمقام پربھنی ' مہاراشٹرا ۔ زیر اہتمام مدرسہ انوار القرآن صالحہ للبنات

● ۳ / مارچ ۲۰۱۵ ء روز سہ شنبہ بمقام دار العلوم ابوالحسنات ریاست نگر ، مولانا غضنفر علی قریشی اسد صاحب 09391301192

● ۴ / مارچ ۲۰۱۵ ء روز چہارشنبہ جلسہ عام بعد عشاء بمقام کاورم پیٹ ' جڑچرلہ ' ضلع محبوب نگر زیر اہتمام طلبائے قدیم وفارغین جامعہ نظامیہ

● ۴ / مارچ ۲۰۱۵ ء روز چہارشنبہ جلسہ عام بعد عشاء بمقام ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

● ۵ / مارچ ۲۰۱۵ ء روز جمعرات جلسہ عام بعد ظہر بمقام نوری نگر ' بھوانی پورم ' وجئے وارہ آندھراپردیش زیر جامع یعقوبیہ نوریہ

● ۵ / مارچ ۲۰۱۵ ء روز جمعرات جلسہ عام بعد عشاء بمقام یلاریڈی ' ضلع نظام آباد زیر اہتمام طلبائے قدیم ومحبان جامعہ نظامیہ

● ۶ / مارچ ۲۰۱۵ ء روز جمعہ جلسہ عام بعد عشاء بمقام بالا حصار قلعہ گولکنڈہ ' حیدرآباد زیر اہتمام ابوالحسنات ریسرچ سنٹر

● ۶ / مارچ ۲۰۱۵ ء روز جمعہ جلسہ عام بعد عشاء بمقام سہانہ فنکشن ہال ' بہادر پورہ ' حیدرآباد زیر اہتمام بزم شبان محمدی ﷺ

● ۶ / مارچ ۲۰۱۵ ء روز جمعہ ، سہانہ فنکشن ہال ، بہادر پورہ ۔ بزم شیدان محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

● ۷ / مارچ ۲۰۱۵ ء روز شنبہ جلسہ عام بعد عشاء بمقام ضلع رائچور کرناٹک زیر اہتمام انجمن طلبائے قدیم رائچور

● ۷ / مارچ ۲۰۱۵ ء روز شنبہ جلسہ عام بعد عشاء بمقام پداپور ' سنگاریڈی ' ضلع میدک (تلنگانہ) زیر اہتمام دار العلوم انوار ذاکر وخانقاہ

● ۷ / مارچ ۲۰۱۵ ء روز شنبہ جلسہ عام بعد مغرب مسجد کوثر بمقام وارث گوڑہ ' مولانا سید ضیاء الدین صابری صاحب

● ۷/ مارچ ۲۰۱۵ء روز شنبہ مسجد کوثر وارث گوڑہ بعد نماز مغرب۔ جناب سید ضیاء الدین صابری صاحب 99008898790

● ۷/ مارچ ۲۰۱۵ء روز شنبہ جلسہ عام مدرسہ دینیہ متوسلہ قادر باغ، حیدرآباد۔ مولانا ضیاء الدین صاحب، مولانا فصیح الدین صاحب

● ۷/ مارچ ۲۰۱۵ء روز شنبہ ۱۰ بجے ساعت دن، سمینار۔ جامعۃ المؤمنات

● ۷/ مارچ ۲۰۱۵ء روز شنبہ بعد نماز ظہر پدمانا بھانگر کالونی، قادر باغ، حیدرآباد۔ حافظ محمد ندیم اللہ خان صاحب

● ۸/ مارچ ۲۰۱۵ء روز یکشنبہ سیمینار ۱۰/ بجے دن بمقام اردو مسکن، خلوت، حیدرآباد زیر اہتمام انجمن نائبین قضاءت، قلعہ محمد نگر

● ۸/ مارچ ۲۰۱۵ء روز شنبہ جلسہ عام 3 بجے دن بمقام مشیرآباد زیر اہتمام تاجران انجمن چرم

● ۸/ مارچ ۲۰۱۵ء روز شنبہ جلسہ عام بعد عشاء بمقام مسجد صدیقیہ' دبیر پورہ' حیدرآباد زیر اہتمام مسجد کمیٹی

● ۸/ مارچ ۲۰۱۵ء روز یکشنبہ جلسہ عام بعد عشاء بمقام شاہین نگر حیدرآباد، مولانا محمد خالد علی صاحب استاذ جامعہ

● ۸/ مارچ ۲۰۱۵ء روز یکشنبہ جلسہ عام ۱۰/ بجے دن بمقام بلہاری قاضی ریاض صاحب 09448765025

● ۸/ مارچ ۲۰۱۵ء روز یکشنبہ جلسہ عام بعد عشاء بمقام ازمل پیٹ' وجئے واڑہ (آندھرا پردیش) زیر اہتمام محبان شیخ الاسلام و جامعہ نظامیہ

● ۸/ مارچ ۲۰۱۵ء روز یکشنبہ جلسہ عام بعد عشاء بمقام روبرو مسجد قطب شاہی درگاہ دو پہاڑ شاہ ولیؒ مولانا عرفان اللہ شاہ صاحب

● ۸/ مارچ ۲۰۱۵ء روز یکشنبہ بعد نماز عشاء گلبرگہ۔ جناب سید عبدالرشید صاحب

● ۹/ مارچ ۲۰۱۵ء روز دوشنبہ بعد مغرب جلسہ عام بمقام عادل آباد مولانا حافظ سید کلیم اللہ قادری صاحب 944075789

● ۱۰/ مارچ ۲۰۱۵ء روز سہ شنبہ جلسہ عام بعد عشاء بمقام مسجد فیض اللہ شاہؒ شکر گنج' حیدرآباد

● ۱۰/ مارچ ۲۰۱۵ء روز سہ شنبہ مرکزی جلسہ عام بعد عشاء بمقام ------------ گلبرگہ

● ۱۰/ مارچ ۲۰۱۵ء روز سہ شنبہ بعد نماز عشاء، گلبرگہ۔ جناب سید عبدالرشید صاحب

● ۱۱/ مارچ ۲۰۱۵ء روز چہارشنبہ مرکزی جلسہ عام بعد مغرب بمقام بیدر مولانا سید سراج الدین صاحب 09945906615

● ۱۲/ مارچ ۲۰۱۵ء روز جمعرات بعد جلسہ عام عشاء بمقام خلوت گراؤنڈ' حیدرآباد زیر اہتمام انجمن طلبائے قدیم جامعہ نظامیہ

● ۱۲/ مارچ ۲۰۱۵ء روز جمعرات جلسہ عام بعد مغرب بمقام شولا پور مولوی قاضی سید امجد علی صاحب 09885124546

● ۱۳/ مارچ ۲۰۱۵ء روز جمعہ جلسہ عام بعد مغرب بمقام اورنگ آباد مولانا اسرار احمد صاحب 07875178514

● ۱۳/ مارچ ۲۰۱۵ء روز جمعہ جلسہ عام بعد نمازِ عشاء بمقام ٹاؤن ہال گراؤنڈ محبوب نگر زیرِ اہتمام طلبائے جامعہ نظامیہ

● ۱۳/ مارچ 2015ء روز جمعہ بعد نماز عشاء، صوفی منزل مصری گنج، حیدرآباد، منقبتی مشاعرہ۔ مولانا صوفی عبدالقادر صاحب قبلہ

● ۱۴/ مارچ 2015ء روز شنبہ جلسہ عام بعد عشاء بمقام عیدگاہ عنبر پیٹ' حیدرآباد

زیر اہتمام مرکزی تنظیم اہل سنت و جماعت مولانا احمد غوری صاحب 09849477718

● ۱۴/ مارچ 2015ء روز شنبہ بعد نماز ظہر انجن باؤلی، حیدرآباد۔ جناب محمد مجاہد علی صاحب

● ۱۴/ مارچ 2015ء روز شنبہ سمینار کلیۃ البنات جامعہ نظامیہ۔ ۱۰ تا ایک ساعت دن

● ۱۵/ مارچ 2015ء روزِ یکشنبہ جلسہ عام بعد عشاء بمقام بھوانی نگر حیدرآباد زیر اہتمام غلامان شیخ الاسلامؒ و مدرسہ عربیہ انوار العلوم

● ۱۵/ مارچ 2015ء روز یکشنبہ جلسہ عام بعد ظہر بمقام آکاش نگر' عنبر پیٹ' حیدرآباد زیر اہتمام تنظیم غلامان صاحب قاب قوسین

● ۱۵/ مارچ 2015ء روز یکشنبہ بعد نماز عشاء، موضع گلسرم ضلع یادگیر۔ جناب فاروق مخاشن صاحب

● ۱۶/ مارچ 2015ء روز دوشنبہ بعد نماز عشاء روز فنکشن ہال، صالح نگر، قلعہ گولکنڈہ۔ جناب سید ابراہیم صاحب کنوینر

● ۱۶/ مارچ 2015ء روز دوشنبہ جلسہ عام بعد عشاء بمقام مسجد ابراہیمیہ' الوین' ایرہ گڈہ' حیدرآباد زیر اہتمام طلبائے قدیم جامعہ نظامیہ

● ۱۷/ مارچ 2015ء روزِ سہ شنبہ جلسہ عام بعد عشاء بمقام گُپل کرناٹک مولانا حافظ محمد نذیر صاحب 07899583500

● ۱۷/ مارچ 2015ء روز سہ شنبہ مرکزی جلسہ عام بعد مغرب بمقام حمایت نگر' منڈل معین آباد' زیر اہتمام میلاد کمیٹی ضلع رنگاریڈی تلنگانہ

● ۱۸/ مارچ 2015ء روز چہارشنبہ جلسہ عام بعد عشاء بمقام بلہاری

● ۱۸/ مارچ 2015ء روز چہارشنبہ جلسہ عام بعد عشاء بمقام سرگپہ زیر اہتمام تنظیم علمائے اہل سنت و جماعت مولانا خواجہ حسین صاحب 09448632958

● ۱۹/ مارچ 2015ء روز جمعرات باب العلم انوار محمدی ۱۰ ساعت دن

● ۱۹/ مارچ 2015ء روز جمعرات بعد نماز مغرب مسجد گُل بانو نامپلی، حیدرآباد۔ محمد مجاہد علی قادری صاحب قبلہ

● ۱۹/ مارچ 2015ء روز جمعرات جلسہ عام بعد عشاء بمقام مسجد محمدیہ' ایل بی نگر' حیدرآباد۔ زیر اہتمام نوجوانان محبان شیخ الاسلام جامعہ نظامیہ

● ۲۰/ مارچ 2015ء روز جمعہ جلسہ عام بعد مغرب بمقام جامعہ نظامیہ

● ۲۱/ مارچ 2015ء روز شنبہ صد سالہ عرس سراپا قدس حضرت بانی جامعہؒ و جلسہ سالانہ تقسیم اسناد بعد عصر تا ۱۱ بجے شب بمقام جامعہ نظامیہ

● ۲۲/ مارچ 2015ء روز یکشنبہ بعد عشاء کل ہند نعتیہ و منقبتی مشاعرہ بمقام جامعہ نظامیہ

100 years urs celebrations of

Hazrat Shaikhul Islam 1336H. - 1436H

Arif Billah Imam Hafiz Muhammad Anwarullah

Farooqui Fazilath Jung (Holy of Conceded)

Founder of Jamia Nizamia, Minister for Hindu Muslim Waqf

H.E.H. the Nizam State Hyderabad Deccan
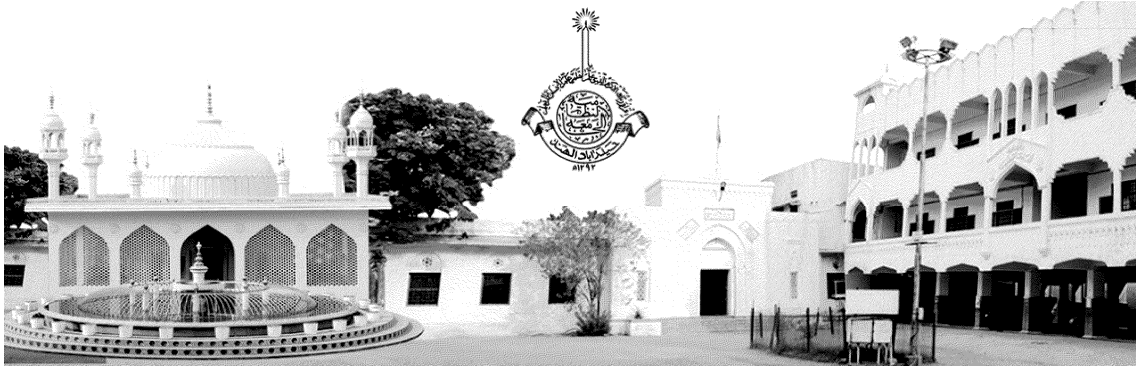
- Biography of Shaikhul Islam **(r.a)**
- Introduction of Jamia Nizamia

entenary Celebrations of the Publication Bureaue,
Founder of Jamia Nizamia, Hyderabad, T.S., INDIA.

Ph.No : 040-24416847,24576772,
Web site : www.jamianizamia.org,
E-mail : fatwajamianizamia@yahoo.com,
fatwa@jamianizamia.org,

Bismillaa Hir Rahmaa Nir Raheem

Biography of Hazrat Shaikhul Islam founder of Jamia Nizamia,

A great personality of Ninteenth Century. A great teacher of Islamic Sciences. A guardian of Islamic faith (Sunnat va Jama'at). A revivalist of social and religious reforms in the scholars society and a founder of Jamia Nizamia, (world renowned Islamic University). An erudite scholar, exalted and unexemplified in divine knowledge Hazrat Shaikhul Islam Hafiz Muhammad Anwarullah Farooqui Fazilath Jung (r.a.).

Hazrat Shaikhul Islam, the founder of Jamia Nizamia was a scholar of great magnitude, lover of the Holy Prophet, in possision of extraordinary knowledge, a dignified personality among the teachers society and a saint of spritual world. He was a tutor of the last two rulers of Hyderabad, Nizam VI and Nizam VII. The Nizam VII appointed him on 12th May, 1912, as chief Justice and on 13th April, 1914 as a Minister of Hindu Muslim Waqf. After his elevation on the above highest position he served the community with multi farious activities. He eradicated various evils then found in the community and undertook reforms in the muslim society specially in their ways of life. He also made arrangements for the education and training of the Sajjadas of saintly shrines (dargah). He got edited a course for those who were the torch bearers of the muslims jurisprudenc. After completion of the prescribed courses succesfully he arranged for the grant of certificates to the Imams, Khateebs (Friday Orators) and Qazis and got issued the orders to put them in the relevant posts. With these arrangments the defects which were emerged in them were got removed. The religious schools of that time were got established in a very good manner.

Apart from the above services he played an important role in the field of teaching, writing and editing of books. He wrote dozens of books in various topics, research and reference books. He has propounded various doctrines to prove the existens of the divine light and to expunge the falsehood.

As regards the movement Qadiyaniyat he repudiated it immediately so as to nip this evil in the bud and to finally eradicating this poisonous mission and wrote a book against it by the name "Ifaadatul Ifhaam". There are two big volumes written by him on this subject , the 1st volume consists of 376 pages and 2nd volume 360 pages. The students who are working on repudation of this disease are now engaged in making reaserch on this book. They will loose their temper and get infuriated even by going through atleast headings of these two volumes.

They will not find any lacuna in this book in giving replies to any point contain in the false propaganda spread by Qadiyaniyat. The unfounded propaganda spread by Mirza Qadiyani have been replied with reference to the Qur'an and traditions of the holy prophet. At every place he had tried to arrest the diabolical game of the Qadiyani. In the writings of the founder of Jamia Nizamia no one will find any bitterness, acrimony or unpalatable information. There are everywhere academic discussions covered by polite words which is the subject of this book, Almighty Allah may shower his uncountable mercies on the writer of this book who fell Mirza at full length on his back. The writer of this book was well grounded in the religious education it is nothing but a benediction of the Almighty Allah. Eventhough this book is written a century back and various writers have pendowned on this topic but this book is a disgustive conjunction to the Qadiyani movement.

He wrote another universally acclaimed book " Maqasidul Islam" comprising of eleven volumes based on hundreds of pages. In this book he elaborately discussed the problems faced by Muslims. In his queer style he has brought closed the modern sciences and the intimate knowledge of God. During his stay in Madina he wrote a book "Anwaare Ahmadi" which reflects the love and effection towards the holy messenger of Allah. In this book he has glorified the position of the holy messenger of Allah and his elevated place in such an unique way that the reader feels in himself a sudden change leading towards the respect and adoration to the holy messenger. Hazrat Shaikhul Islam when realised that there was the need to caution the non conformists about their own understanding and wisdom, he wrote "Haqeeqatul Fiqh" (Jurisprudence) in two volumes as it was but necessary to apprise the public and scholars about the diligent search and persistence efforts made by our grand jurists to formulate fiqh which is his masterpiece of knowledge and skill.

In the year 1308 H. he founded a very sacred institution for research and knowledge by name "Dairatul Ma'arif in which the manuscripts of 800 years old got published after verification and correction and gifted them to the muslim community thereby claiming introduction to the Arab and non-Arab world. From the time of the formulation of this institution "Dairatul Ma'arif "till this day more than 160 such rare books have been got published after printing them.

He founded "Darul Uloom Moinia Osmania" in Ajmer Shareef , "Madarse Huffaz" in Macca Masjid Hyd. and Khuldabad Shareef, "Madarse Diniya" Masjide Chowk Hyd."Madarse Diniya" Masjide Miyan Mushk Hyd., Madarse Diniya Afzal Gunj Hyd., "Madarse Sufia" in Mohammadabad, Bidar and such other various institutions.

In the year 1308 H. he played a major role in the establishment of the "Asifiya Library". For the Popularisation of the religious books he founded a cell called "Majlise Isha'atul Uloom"from where hundereds of books have been got published in various subjects and topics including the text books after compilation and correction. He got compiled a booklet for the Islamic scholars and sajjadas under the Muslim Law, to infuse saintly attributes and true islamic ferver in them and to continu to activate the same by arranging financial aid.

He formed an unique library by collecting one lakh books on various subjects specially on muslim religion comprising of different arts and tastes, palates, age and inclination. His collction of manuscripts is a challenge to the learned and educated world. Throughout India he formed religious institutions and arranged for the monetary grants to them by the Nizam Government. Hazrat Shaikhul Islam introduced to the muslim world a fine system of Nikah (marraige) which is a model for the muslims of the whole country which is later on adopted by different states.

A list of the prominent disciples of Hazrat Shaikhul Islam are:-

Nawab Mir Mahboob Ali Khan Nizam the VI, Nawab Mir Osman Ali Khan Nizam the VII, Mir Himayat Ali Khan Azam Jah Bahadur, Nawab Shujat Ali Khan Muazzam Jah Bahadur, Maulana Muhammad Muzaffaruddin Mowalla Assistant Post Master General, Maulana Syed Kareemullah Qadri Assistant Superintendent Jamiat, Maulana Qazi Muhammad Shareefuddin Tutor of Princes of the Nizam, Maulana Syed Muhammad Ibrahim Tutor of Nawab Salabat Jah Bahadur and Nawab Basalat Jah Bahadur, Maulana Khaja Muhammad Makhdoom Miyan, Maulana Ameeruddin Husain Punery Superintendent Jamia Nizamia, Mulana Ghulam Ahmed, Mualana Mirza Abdur Raheem Baig, Maulana Muhammad Abdur Raheem Advocate Mukhtar Aam Paluncha, Maulana Hasan Ali, Hazrat Mufti Mohammed Ruknuddin, (First Mufti of Jamia Nizamia & Author of Fatawa Nizamia), Hazrat Syed Shah Husain Khair (Sajjadah Nasheen Roze Buzrg Gulbargah Shareef), Hazrat Syed Sufi Ahmad Ali Qadri, author of "Risalah Nisabe Zakat", Hazrat Syed Ebrahim Razvi Adeeb, author of "Lamiyatud Deccan" & "Translator of Lamiyatul Arab", Muhaddise Daccan Hazrat Maulana Syed Abdullah Shah Naqshbandi, author of "Zujajatul Masabeeh", Hazrat Mufti Syed Mahmood Khateebe Macca Masjid, Hazrat Salah Bin Shamsheer Jung, Maulana Qazi Mir Anwar Ali, Shariyat Panah Baldah, Hazrat Maulana Syed Ghousuddin Qadri, Shaikhul Fiqh & authour of" Marja'e Ghaib", Maulana Muhammad Abdul Jabbar Khan Asifi, Superintendent Secretary Office Sarfe Khaas Mubarak & Translator of "Khasaise Kubra", Maulana Hakeem Mahmood Samdani,

Superintendent of Sadar Shifa Khana Nizamia & author of the "Me'ayarul Hadees".

Introduction of Jamia Nizamia

Jamia Nizamia is 144 years old Arabic University which was established by Hazrath Shaikhul Islam in the year 1292 H. (1874 A.D.) for the propagation of religious knowledge and other oriental languages.

Jamia Nizamia from the time of its foundation engaged in teaching and propagating and publisising Arabic and oriental languages. The courses of Studies in Jamia Nizamia are spread on 17 years according to its syllabus from Primary to Ph.D. Commentary on Quran, Traditions of holy Prophet, Muslims Jurisprudence, Arabic Prose and Poetry, philosophy, Rethoric, Biography of the holy prophet and history of world including English literature, prose and poetry, Arabic and Urdu literature and other languages are taught. The scholars of the world who are otherwise elegible are seeking admissions to complete the doctorate on various topics and submitting their thesis. In this faculty the scholars of India, Europe, America and Middle East have completed their Ph.Ds. on various topics.

For the girls there is a separate college "Kulliyyatul Banat Jamia Nizamia" formed in the year 1998 to teach them the above subjects.

For the students of Jamia Nizamia there is a computor section to impart computer training also to its students. Further the number of affiliated schools are 250 where nearly 30,000 boys and girls are being decorated with the education.

The affiliated schools of Jamia Nizamia are spread like a net throughout the country and abroad. There are nerely 24709 students have so far appeared for various examinations of Jamia Nizamia since last five years. Nearly five lakhs students have been benefited by Jamia Nizamia and they have been commended as great scholars in the univers engaged in reaserch, Ifta, Call and Guidence and in teaching.

A few prominent Alumni of Jamia Nizamia are as detailed below:-

Maulana Hakeem Abul Fida Mahmood Ahmed, Supdt. Educational Department, Maulana Abul Qasim Syed Shah Mohammed Shuttari, Shaikhul Adab, Mufti Makhdoom Husaini, Mufti Jamia, Maulana Mufti Muhammad Raheemuddin, Mufti Jamia, Maulana Abulwafa Al-Afghani, Shaikhul Fifqh, Mufti Makhdoom Baig, Mufti Jamia Nizamia, Hazrat Shaikhain Ahmed Shuttari, Hazrat Syed Aazam Ali Shaiq, Mufti Syed Ashraf Ali Mufti Sadaratul Aaliya, Maulana Hakeem Muhammad Husain, Shaikhul Hadees Jamia Nizamia, Mualana Syed Muhammad Badsha Husaini, author of Tafseere Qadri, Mulana Mufti Abdul Hameed, Shaikhul Jamia, Maulana Habeeb Abdullah Almadeehaj, Maulana Haji Muhammad Muneeruddin

Khateebe Macca Masjid & Shaikhul Hadees, Maulvi Syed Amjad Husain Amjad Hyderabadi, Shahinshae Rubaiyat, Dr. Muhammad Hameedullah France, Hazrat Safi Aurangabadi, Imamul Muhawarat, Dr.Zahid Ali, Hakeem Hibatullah, Maulana Mazhar Ali Kamil Advocate, Maulana Muhammad Osman Shaikhut Tafseer, Maulana Syed Fareed Pasha Qadri, Maulana Syed Habeebullah Rasheed Pasha Qadri, Ameere Jamia, Maulana Syed Abdul Kareem Baghdadi, Dr. Muhammad Abdul Haq, Head of Arabic Dept., Maulana Ghulam Ahmed Shaikhul Maqoolat, Maulana Mufti Muhammad Sayeed Ex-Shaikhul Jamia, (Madras), Maaulana Hafiz Muhammad Valiullah, Shaikhul Maqoolat, Maulana Syed Tahir Razvi, Sadrush Shuyukh Jamia Nizamia, Mualana Mufti Muhammad Azeemuddin Mufti Jamia Nizamia, Maulana Syed Ataullah Husaini Multani Qadri (Pakistan), Maulana Syed Jafer Muhiuddin Qadri(U.S.A.), Dr. Muhammad Sultan Mohiuddin, Secretary Jamia, Dr. Muhammad Abdul Majeed Nizami, Maulana Mufti Khaleel Ahmed Shaikhul Jamia, Maulana Muhammad Abdullah Quraishi Al-Azhari Naib Shaikhul Jamia, Maulana Muhammad Khaja Shareef Shaikhul Hadees Jamia, Maulana Ibrahim Khaleel Al-Hashmi, Shaikhul Fiqh, Fakhre Millat Maulana Abdul Wahid Owaisi, Ex-President AIMIM, Mr. M.Baga Reddy, Foremer Member of Parliament, Dr.Burgula Ramkishan Rao, Foremer Chief Minister of Erstwhile Hyderabad State. The Alumni of Jamia Nizamia are now occupying Prestigious, Lucrative and Facinating posts in the Multi National Companies.

Donation are to be given directly in Jamia Nizamia by obtaining a printed receipt
Cross Cheques may be issued in the name of "Jamia Nizamia" Hyderabad.
A/c. No:-10194046903, IFS Code: SBIN 0003256
SBI, Chandulal Baradari, Hyderabad.

......❍......